اضافہ شدہ ایڈیشن

فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ

تالیف

مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
متکلم اسلام

ناشر
مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ

تالیف

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مکتبہ اہل السنۃ و الجماعۃ

نام کتاب ــــــــــ فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ

مصنف ــــــــــ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

صفحات ــــــــــ 672

تعداد ــــــــــ 1100

تاریخ طبع پنجم ــــــــــ اگست 2012ء

ملنے کے پتے

دار الایمان فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور
0321-4602218

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
www.ahnafmedia.com,www.alittehaad.org
markazhanfi@gmail.com,

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ:

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے حضراتِ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا۔ سب سے پہلے نبی ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی سید المرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے صاحبِ شریعت پیغمبر آئے وہ ایک ایک قوم یا ایک ایک علاقے کے نبی تھے۔ مگر امام الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمگیر نبوت سے نواز کر رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔

دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیریت:

چونکہ آپ کا دین عالم گیر تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کو خطوط لکھے۔ روم، شام، یمن کی فتح کی پیش گوئیاں فرمائیں اور وہ سب پوری ہوئیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیش گوئی بھی فرمائی:

"یکون ھذہ الامۃ بعث الی السند والھند۔"

"یہ امت سندھ اور ہند پر حملہ کرے گی۔"

(مسند احمد ج2 ص369)

چنانچہ 92ھ میں محمد بن قاسم ثقفی تابعی رحمہ اللہ کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی، 95ھ تک سندھ مفتوح ہو گیا۔ اسی طرح

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند کے غزوہ کا بھی ذکر فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

عِصَابَتَانِ مِنْ أُمَّتِي أَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِمَا السَّلَام

(نسائی ج1 ص63، ومسند احمد ج2ص229)

"میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے محفوظ فرمادیا۔ ایک گروہ جو ہند پر جہاد کرے گا۔ دوسرا جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ہوگا۔"

چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق 392ھ میں سلطان محمود غزنوی رحمہ اللہ نے ہندوستان کو فتح کیا اور یہاں اسلامی سلطنت قائم فرمائی۔

یہاں جتنے بھی مسلمان خاندان حاکم رہے، چاہے وہ خاندانِ غلامان ہو یا خاندانِ غوری، خاندانِ خلجی ہو یا خاندانِ سادات، خاندانِ تغلق ہو یا خاندانِ سوری، یا خاندانِ مغلیہ یہ سب کے سب کے اہل السنت والجماعت حنفی تھے۔

اسی طرح اولیاء کرام میں سید علی ہجویری رحمہ اللہ 565ھ بھی اہل السنت والجماعت اور حنفی تھے۔

(کشف المحجوب ص86)

الغرض 589ھ میں سلطان معزالدین سام غوری آئے اور دہلی تک سلطنت پر قابض ہو گئے اس وقت سے لے کر مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تک اہل السنت والجماعت اور فرقہ بریلویت کا اتفاق ہے۔یعنی گیارہویں صدی تک ۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حنفی نقشبندی رحمہ اللہ المتوفی 1176ھ:

اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی ان کو ہندوستان کے مایہ ناز محدث، مفسر، جامع معقول و منقول اور عظیم صوفی، مصلح اور بارہویں صدی کا مجدد مانتے ہیں اور ان کو حنفی تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب مقلد اور حنفی تھے جیسا کہ انہوں نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمایا ہے۔ یہ تحریر خدا بخش لائبریری میں صحیح بخاری کے ایک نسخہ پر ہے جو حضرت شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے ایک تلمیذ محمد بن پیر محمد بن الشیخ ابی الفتح نے پڑھا ہے۔ تلمیذ مذکور نے درس صحیح بخاری کے ختم کی تاریخ 6 شوال 1159ء لکھی ہے۔ جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے اس کے بعد حضرت شاہ صاحب نے اپنے ہاتھ سے اپنی سند امام بخاری رحمہ اللہ تک لکھ کر تلمیذ مذکور کے لیے اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات لکھے۔

العمری نسباً، الدهلوی وطناً، الاشعری عقیدةً، الصوفی طریقةً، الحنفی عملاً، والحنفی والشافعی تدریساً، خادم التفسیر والحدیث والفقه والعربیة والکلام... 23 شوال 1159ھ

اس تحریر کے نیچے حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ نے یہ عبارت لکھی کہ "بے شک یہ تحریر بالا میرے والد محترم کے قلم کی لکھی ہوئی ہے۔" اسی نسخہ مذکورہ پر ایک تحریر اور بھی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان شاہ عالم نے ایک عالم محمد ناصح کو مامور کیا تھا کہ نسخہ مذکورہ کو اول سے آخر تک حرکات لگا کر "معرّب" کریں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور دوسرے صحیح

نسخہ سے اس کا مقابلہ کرکے تصحیح بھی کی۔ تحریر مذکور کو مولانا احمد رضا بجنوری نے ''الخیر الکثیر'' کے مقدمہ عربیہ میں بھی نقل کر دیا تھا۔ جو مجلس علمی ڈابھیل سے 1353ھ میں شائع ہوئی تھی۔

(مقدمہ انوار الباری)

اس تحریر سے آپ کا حنفی ہونا واضح ہے۔ فرقہ بریلویت کے بعض حضرات آپ کو وہابی نجدی کہتے ہیں اور آپ کے مشن کو محمد بن عبدالوہاب نجدی کی تحریک سے جوڑتے ہیں۔ مزید آپ کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جیسا کہ فرقہ بریلویت کے اکابر میں سے مولانا فضل رسول بدایونی نے اپنی بعض کتب میں آپ پر تنقید کی ہے اور فرقہ بریلویت کے اصاغر میں سے فرقہ بریلویت کے مشہور مناظر مولانا محمد عمر اچھروی نے مقیاس حنفیت میں آپ پر تنقید کی ہے اور ان کے علاوہ حکیم محمود احمد برکاتی صاحب نے، مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی کی کتاب، کشف الحجاب پر جو مقدمہ لکھا ہے۔ اس میں بھی شاہ صاحب پر تنقید کی ہے اور تراجم قرآنی کا تقابلی جائزہ جو ''رضاء المصطفیٰ'' کراچی والے نے لکھا ہے اس میں شاہ صاحب پر تنقید کی ہے اور مفتی اقتدار علی نے تنقیدات علی مطبوعات میں بھی کی ہے۔

ہمارے نزدیک شاہ صاحب کی نہ تو محمد بن عبدالوہاب سے ملاقات ثابت ہے اور نہ ہی آپ اس کے افکار و خیالات سے متاثر تھے۔ اصل میں آپ مجتہد کے درجہ پر فائز تھے۔ گو مجتہد مطلق نہ تھے اس لیے آپ کی ابتدائی زمانہ کی

بعض کتب میں کچھ ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ جن کے سمجھنے میں کچھ عوام کو دشواری پیدا ہوتی ہے۔ مگر اہل علم کو وہ بھی نہیں ہوتی۔

شاہ صاحب نے دین اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں اس کو تو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں اس لیے یہاں پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی حنفی رحمہ اللہ المتوفی 1239ھ:

آپ اپنے والد شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے جانشین تھے۔ اہل السنت و الجماعت حنفی اور فرقہ بریلویت دونوں اس پر متفق ہیں کہ آپ اہل السنت والجماعت حنفی بزرگ تھے آپ پر کھل کر تنقید فرقہ بریلویہ کے مفتی اعظم مفتی اقتدار نعیمی نے تنقیدات علی مطبوعات میں کی ہے۔

شاہ رفیع الدین م 1233ھ بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہما اللہ:

آپ نے قرآن مجید کا لفظی ترجمہ کیا اور دیگر موضوعات پر تقریباً 35 کے قریب کتب تصنیف فرمائیں۔ اہل السنت آپ کے ترجمہ قرآن کو صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن فرقہ بریلویت آپ کے ترجمہ قرآن پر تنقید کرتا ہے۔ فرقہ بریلویت کی طرف سے جو کتب و رسالے اس موضوع پر شائع ہوئے ہیں، وہ اس بات پر گواہ ہیں۔

مولانا قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی بن مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت خطیب میمن مسجد کراچی نے جو ترجمہ قرآن کا تقابلی جائزہ رسالہ شائع کیا ہے اس میں بھی آپ پر تنقید کی گئی ہے۔

شاہ عبدالقادر م 1230ھ بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہا اللہ:

آپ نے زیادہ تر تدریس فرمائی ہے اور قرآن مجید کا با محاورہ ترجمہ کیا ہے۔ اور اس کا مختصر سا حاشیہ بھی ساتھ تحریر کیا ہے۔ اہل السنت اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں مگر فرقہ بریلویت اس پر اعتراضات کرتا ہے۔ ثبوت کے لیے قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی صاحب والا رسالہ کافی ہے۔ اس کے بعد دور آتا ہے، اس خاندان کے تین افراد کا:

1) مولانا عبدالحئی بڑھانوی داماد اور شاگرد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

2) شاہ اسماعیل شہید بن شاہ عبدالغنی بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ

3) شاہ محمد اسحق محدث دہلوی نواسہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ

ہم پہلے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کا تذکرہ کریں گے بعد میں شاہ اسحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا

شاہ محمد اسماعیل شہید محدث دہلوی رحمہ اللہ (م1246ھ/1831ء):

شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے علامہ دہر، عالم کبیر، فقیہ ذی مرتبت اور محدث دوراں تھے۔ آپ شاہ عبدالغنی کے فرزند، شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر کے بھتیجے، شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالرحیم کے پڑپوتے تھے۔ 1193ھ/1779ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا پھر ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی بعد میں شاہ عبدالقادر سے' حدیث کی سند شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ پندرہ

سولہ سال کی عمر میں حصول علم سے فارغ ہوئے۔اس کے بعد شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے خلیفہ سید احمد شہید رحمہ اللہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ آپ اپنے مرشد امیر المجاہدین سے سات سال عمر میں بڑے تھے۔ آپ اپنے شیخ کے ساتھ اصلاح و تبلیغ اور جہاد میں شریک ہو گئے۔ 1246ھ میں بالا کوٹ کے میدان میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔اس وقت آپ کی عمر 53 سال تھی۔ آپ کی قبر مبارک آج بھی موجود ہے اور ہزاروں لوگ زیارت کے لیے وہاں جاتے ہیں۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے مشہور یہ ہیں:

1) عبقات (علم تصوف کی بہترین کتاب ہے)

2) منصبِ امامت

3) رسالہ اصول فقہ

4) ردالاشراک عربی

5) تقویۃ الایمان (یہ ردالاشراک کے پہلے باب کا ترجمہ و تشریح ہے)

6) یک روزی فارسی

1) مثنوی سلک نور، فارسی

2) رسالہ بے نمازاں

3) تنویر العینین، یہ آپ کی طرف منسوب ہے

4) رسالہ رد علم منطق، فارسی

5) حقیقت تصوف

6) الاربعین فی احوال المہدیین

7) مکتوبات

8) قصیدہ در مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

9) قصیدہ در مدح سید احمد شہید

10) نسخہ قوت ایمان

11) مثنوی سلکِ نور، اردو

12) تذکیر الاخوان بقیہ تقویۃ الایمان' یہ آپ کی عربی کتاب رد الاشراک کے باب دوم کا ترجمہ و تشریح ہے، اس کا ترجمہ اور شرح کرنے والے مولانا سلطان محمد خان ہیں۔

13) ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح، فارسی، اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

14) صراط مستقیم، فارسی، اس میں سید احمد بریلوی کے ارشادات اور ملفوظات کو آپ نے اور آپ کے ایک پیر بھائی مولانا عبدالحئ بڑھانوی نے جمع کیے ہیں)

اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی آپ کا ادب واحترام کرتے ہیں اور آپ کو شہید فی سبیل اللہ تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ فرقہ بریلویت آپ کو کافر کہتا ہے اور ہندوستان میں آپ کو فرقہ وہابیہ کا بانی تسلیم کرتا ہے۔ فرقہ بریلویت کا کہنا ہے کہ آپ نے محمد بن عبدالوہاب کے افکار وخیالات کو ہندوستان میں پھیلایا ہے

جو شخص بھی آپ کی تعریف کرتا ہے یا آپ کو برا بھلا نہیں کہتا وہ اس کو وہابی کہتے ہیں چاہے اس کا نظریہ کچھ بھی ہو۔

آپ کے خلاف ہزاروں کتابیں لکھی گئیں اور اب تک لکھی جارہی ہیں۔ مولانا فضل حق خیر آبادی، فضل رسول بدایونی اور ان کا خاندان، اس کے بعد مولانا احمد رضا اور ان کے دونوں بیٹے اور آپ کے خلفاء نے اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے مشہور خلیفہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے تو حد کر دی۔ مولانا فضل حق، مولانا فضل رسول، مولانا احمد رضا اور دیگر مخالفین شاہ اسماعیل شہید نے جو کچھ لکھا تھا اس کو جمع کیا اور ایک نئی کتاب مرتب کر دی جس کا نام ''اطیب البیان'' ہے۔ اس کتاب کا جواب مراد آباد ہی کے عالم مولانا عزیز الدین مراد آبادی نے لکھا تھا ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان''

تقویۃ الایمان اور شاہ صاحب کے خلاف بہت کچھ لکھا گیا اور ان کے دفاع میں بھی کافی کام ہوا۔ اس بارے میں مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کی کتاب ''شاہ اسماعیل شہید اور معاندین اہل بدعت'' اور ''شاہ اسماعیل شہید اور ان کے ناقدین'' اور ''شاہ اسماعیل شہید'' ''نماز کا مقام توحید'' ملاحظہ فرمائیں۔ تمام اشکالات اور شبہات جو آپ کے مخالفین پیش کرتے ہیں سب دور ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ

شاہ محمد اسحق محدث دہلوی حنفی رحمہ اللہ (م1262ھ):

حضرت شاہ محمد اسحاق موصوف حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے نواسے ہیں، جن کے توسط و سند سے ہندوستان کے موجودہ تمام حدیث سلسلے وابستہ

ہیں۔ آپ کی ولادت 1196ھ یا 1197ھ میں بمقام دہلی میں ہوئی۔ اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی آغوش تربیت میں پلے بڑھے۔ کافیہ تک کتابیں حضرت شیخ عبدالحئ بڈھانوی رحمہ اللہ سے پڑھیں، باقی سب اوپر والی کتابیں مع کتب فقہ و حدیث حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ سے پڑھیں اور حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بھی اجازت حدیث حاصل فرما کر سلسلہ سند ان سے متصل کیا ہے۔ چنانچہ حضرت نانا جان موصوف کے بعد ان کی جگہ مسند درس حدیث پر بھی آپ ہی متمکن ہوئے اور ایک عرصہ تک افادہ کرتے رہے۔ اس کے بعد 1240ھ میں حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ حج و زیارت مقدسہ سے فارغ ہو کر وہاں کے شیخ محدث عمر بن عبدا لکریم بن عبدالرسول مکی (م1247ھ) سے بھی سند حدیث حاصل کی۔

پھر ہندوستان واپس ہو کر سولہ سال تک دہلی میں درس حدیث، تفسیر وغیرہ دیتے رہے۔ اس کے بعد پھر مکہ معظمہ کو1258ھ میں ہجرت فرمائی اور اپنے ساتھ اپنے بھائی حضرت مولانا یعقوب صاحب اور تمام متعلقین کو بھی لے گئے وہیں آخر تک مقیم رہے۔ درس وافادہ فرماتے رہے۔ آپ کے کبار تلامذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1) شیخ محدث عبدالغنی بن ابی سعید العمری الدہلوی المہاجر الی المدینۃ المنورۃ

2) شیخ عبدالرحمن بن محمد الانصاری پانی پتی۔

3) السید عالم علی المراد آبادی۔

4) الشیخ عبد القیوم بن عبد الحیٔ الصدیقی البرہانوی۔

5) الشیخ قطب الدین بن محی الدین الدہلوی۔

6) شیخ احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوری۔

7) المفتی عنایت احمد الکاکوروی۔

8) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔

9) مولانا محمد مظہر نانوتوی۔

10) شیخ محدث تھانوی وغیرہ جن میں سے اکثر علم حدیث کے فاضل ہوئے اور ان سے بھی بکثرت علم حدیث کا سلسلہ جاری ہوا۔ حتی کہ ہندوستان میں اس کے سوا کوئی سلسلہ سند حدیث کا باقی نہ رہا۔ ذلك فضل الله یوتیه من یشاء

مکہ معظمہ میں بحالت روزہ، روز دوشنبہ 27 رجب 1262ھ کو وفات ہوئی اور مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان مقبرہ معلاۃ میں حضرت سیدہ ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے قریب دفن ہوئے۔

(نزہۃ الخواطر 51/7، وحدائق حنفیہ)

اکابر علمائے دیوبند اہل السنت والجماعت حنفی ماتریدی اور سلاسل اربعہ

شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے جانشین شاہ عبد الغنی مجددی رحمہ اللہ صاحبِ انجاح الحاجہ شرح ابن ماجہ قرار پائے۔ آپ نے ہندوستان میں اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں علم حدیث کا ساری زندگی درس دیا آپ کے مشہور شاگردوں میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی حنفی رحمہ اللہ اور

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند حنفی شمار ہوئے ہیں۔

شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کے دوسرے مشہور شاگرد مولانا احمد علی سہارنپوری حنفی رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے بخاری کا حاشیہ، جامع ترمذی کا حاشیہ، مشکٰوۃ شریف کا حاشیہ لکھ کر ہندوستان میں شائع کیا۔ یہ بھی مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے استاد ہیں شاہ محمد اسحاق کے تیسرے شاگرد مولانا مظہر نانوتوی رحمہ اللہ ہیں جن کے نام پر سہارنپور کا مشہور مدرسہ مظاہر العلوم ہے، علمائے دیوبند کے اکابر میں سے بے شمار علماء نے آپ سے حدیث پڑھی اور سند حاصل کی۔

شاہ محمد اسحاق کے چوتھے شاگرد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ ہیں۔ حاجی صاحب کا نام پہلے امداد حسین تھا شاہ صاحب ہی نے آپ کا نام تبدیل کر کے امداد اللہ رکھا۔ حاجی صاحب تقریباً تمام دیوبندیوں کے پیرو مرشد تسلیم کیے جاتے ہیں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد اور خلیفہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ تھے اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ محدث دیوبند تھے۔ آپ کے شاگردوں میں آپ کے جانشین شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ وغیرہ وغیرہ زیادہ مشہور ہوئے۔

حضرت مدنی کے شاگردوں میں ہمارے استاد محترم امام اہل السنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا جو مقام ہے وہ دنیا جانتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے لے کر امام اہل سنت تک جو شخصیات گزری ہیں وہ سب قابل رشک ہیں۔ دین اسلام کی جو خدمات ان لوگوں نے سرانجام دی ہیں وہ قیامت تک زندہ رہیں گی۔ مگر ایک مولانا احمد رضا خان بریلوی اور ان کے پیروکار ہیں جو ان تمام بزرگوں پر اعتراض کرتے ہیں اور بعض کی تو تکفیر بھی کی ہے۔ مولانا احمد رضا سے لے کر اب تک بریلوی حضرات نے جو کتابیں علماء دیوبند کے خلاف لکھی ہیں۔ اگر ان کو شمار کیا جائے تو ہزاروں بن جاتی ہیں۔

فرقہ بریلویت کی طرف سے ایک کتاب مرأۃ التصانیف جلد اول شائع ہوئی ہے اس کے مصنف بریلویوں کے مشہور مصنف اور مدرس مولانا حافظ محمد عبدالستار قادری سعیدی ہیں اور شائع مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور سے ہوئی ہے۔

اس کے ص245 سے لے کر266 تک کل 22 صفحات میں بہت سے کتابیں جو علمائے اہل السنت والجماعت دیوبند کے خلاف لکھی گئی ہیں، ان کتابوں کی فہرست دی ہے، ہر آدمی اس فہرست کو دیکھ سکتا ہے۔

وجہ تالیف:

فرقہ بریلویہ کی طرف سے یوں تو چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں شائع ہوئی ہیں مگر اس فرقہ کی ایک کتاب نے ہمیں یہ کتاب لکھنے پر مجبور کیا ہے۔ وہ کتاب ”دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ“ ہے یہ کتاب 20×8/26 سائز کے تقریباً 600 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اور اس کے مصنف مولانا غلام مہر علی چشتیاں کے رہنے والے ہیں۔ ہر آدمی اس کتاب کو پڑھ سکتا ہے اس میں علمائے اہل السنت والجماعت کو جو گالیاں دی ہیں وہ مولانا غلام مہر علی کا ہی خاصہ ہے کوئی شریف آدمی ایسی گفتگو نہیں کر سکتا۔ اس میں علمائے دیوبند کو کافر بھی کہا ہے اور جو کچھ فرقہ بریلویت کے علماء؛ علمائے دیوبند کے خلاف باتیں کرتے ہیں وہ سب کچھ اس میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ علمائے حق کی مخالفت سے بچائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ آمین

والسلام

محتاج دعا:

محمد الیاس گھمن

مرکزی ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنت والجماعت، پاکستان

سرپرست مرکز اہل السنت والجماعت، سرگودھا

باب اول

بانی فرقہ بریلویہ
مولانا احمد رضا خان بریلوی
کا تعارف

مولانا احمد رضا پیدائش تا وفات
مع
باقیات وصالحات وخلفاء کرام

بانی فرقہ بریلویہ مولانا احمد رضا خان کا تعارف

پیدائش:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی، ہندوستان کے صوبہ یو۔پی کے شہر بانس بریلی میں 10 شوال المکرم 1272ھ روز شنبہ وقت ظہر مطابق 14 جون 1856ء موافق 11 جیٹھ صدی 1913 بکرمی کو پیدا ہوئے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج1 ص12)

آپ کے خاندان کا تعارف:

آپ کا خاندان ہندوستان کے باشندگان میں سے نہ تھا بلکہ غیر ملکی ہے، چنانچہ آپ کے خلیفہ مولانا ظفر الدین بہاری (المتوفیٰ 1382ھ/1962ء) آپ کا سلسلہ نسب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان ابن حضرت مولانا نقی علی خان بن حضرت مولانا رضا علی خان بن حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خان بن حضرت مولانا شاہ محمد اعظم خان بن حضرت محمد سعادت یار خان بن حضرت محمد سعید اللہ خان حضور کے آباء واجداد قندھار کے موقر قبیلہ بڑھیچ کے پٹھان تھے۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج1 ص2)

نادر شاہ ایرانی افشاری (المتوفیٰ 1160ھ/1747ء) نے جو ایران کا ایک رافضی حکمران تھا۔ اس نے سلاطین اسلام کی حکومتوں کا تختہ الٹنے اور بیخ کنی کرنے کی پوری سعی و کوشش کی چنانچہ پہلے پہل سنی افغان بادشاہ اشرف کی حکومت کا ایران سے استیصال کیا۔ اشرف چار سال سے فارس کا بادشاہ چلا آرہا

تھا۔ چونکہ وہ اہل السنت والجماعت سے تعلق رکھتا تھا اس لیے نادر نے (1142ھ/1719ء) اس کی بادشاہی کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ طہماسپ صفوی شیعی کو بادشاہ بنا دیا۔ اس کے تعصب کا یہیں خاتمہ نہیں ہو گیا بلکہ وہ آگے بڑھا اور غیر شیعہ اقوام کو ایران سے نکال کر اس نے کابل و قندھار بھی فتح کر لیا ہمارے شہر لاہور میں بھی آیا اور یلغار کرتا ہوا دہلی جا پہنچا۔ جہاں 1150ھ میں اس نے قتل عام کیا اور تیس کروڑ مالیت کا مال غنیمت لے کر ایران کو واپس چلا۔

(مقدمہ مناظرہ نادرہ ما بین سنی و شیعہ ص3 ملخصاً)

جس وقت نادر شاہ ایرانی نے ہندوستان کی سنی حکومت کو تباہ کرنے اور سنی مسلمانوں کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا تھا اس وقت ہندوستان میں مغلیہ خاندان کے ایک سنی حکمران روشن اختر ملقب بہ محمد شاہ (المتوفیٰ 1161ھ/1748ء) کی حکومت تھی۔ نادر شاہ کی یہ ایرانی شیعہ فوج دو لاکھ سواروں اور پیادہ سپاہیوں اور پانچ ہزار توپوں پر مشتمل تھی۔

(اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ج2 ص206 ہدایت اللہ خان چودھری)

مولانا احمد رضا خان بریلوی کا خاندان بھی اس شیعہ رافضی ایرانی فوج میں شامل تھا، اس کا ثبوت ملاحظہ ہو۔

ثبوت نمبر 1:

ابو المنصور حافظ محمد انور قادری ایم۔اے لکھتے ہیں:

آپ کے جد اعلیٰ حضرت محمد سعید خان کا تعلق قندھار کے باوقار قبیلے بڑھیچ کے پٹھانوں سے تھا، نادر شاہ نے جس وقت مغلیہ خاندان کے حکمران محمد شاہ رنگیلا پر حملہ کیا تو 1739ء میں یہ بھی ہمراہ آئے۔ شروع میں ان کا قیام

لاہور میں رہا، لاہور کا شیش محل ان ہی کی جاگیر میں تھا، بعد میں دہلی چلے آئے۔

(اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان ص12)

ثبوت نمبر2:

مولانا ظفر الدین لکھتے ہیں: ''عالی جاہ شجاعت جنگ بہادر جناب مستغنی عن القاب شاہ سعید اللہ خان قندھاری بزمانہ سلطان محمد شاہ، نادر شاہ کے ہمراہ دہلی آئے اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے ان کو سلطان والا شان کے یہاں سے بہت سے مواضعات جو زیرین ریاست رامپور میں معافی علی الدوام پر ملے تھے۔ یہ مواضعات ان کی اولاد کے پاس اب موجود نہیں۔ ان کا ایک شیش محل لاہور میں تھا جس کا ابھی تک کچھ اثر باقی ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج1 ص13)

برادران اسلام! اس معتبر ثبوت سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا خاندان نادر شاہ ایرانی کی شیعہ ایرانی فوج میں شامل تھا اور لڑائی کے لیے آیا تھا چنانچہ لاہور کے شیش محل پر غاصبانہ قبضہ بھی جما لیا تھا مگر نادر شاہ نے اپنی رافضی ایرانی فوج کو حکم دیا کہ لاہور چھوڑ کر دہلی پر حملہ کریں تو ایرانی فوج نے اپنے مذہبی حکمران کا حکم تسلیم کرتے ہوئے لاہور چھوڑ کر دہلی پہنچے۔

چنانچہ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے جد اعلیٰ بھی نادر شاہ کے ہمراہ دہلی پہنچے اور علماء ہند کا شان دار ماضی ج2 ص34 میں ہے کہ نادر شاہ کا قتل عام ذیقعدہ 1151ھ فروری 1738ء میں ہوا۔ سو چند گھنٹوں میں یعنی صبح سے دوپہر تک شہر دہلی مردہ لاشوں سے پٹ گیا، مقتولین کی تعداد

آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک بیان کی گئی ہے۔ اور سیر المتاخرین والے نے رافضی ہونے کے باوجود لکھا ہے کہ مردہ لاشوں میں بدبو پھیل گئی اور راستے مسدود ہو گئے تو بغیر تمیز مسلم و کافر کے سب لاشوں کے جلانے کا حکم نادر شاہ نے دے دیا تو سب مردہ لاشوں کو جلا دیا گیا۔ (ملخصاً)

پھر نادر شاہ کے معاہدے کے بارے میں ہدایت اللہ خان چودھری لکھتا ہے۔ ''معاہدے کی رو سے یہ قرار پایا کہ نادر شاہ پچاس لاکھ روپے بطور تاوان وصول کر کے فوراً واپس چلا جائے گا اور مطلوبہ رقم مختلف اقساط سے اسے ادا کر دی جائے گی۔ آخری قسط اسے ایران جاتے ہوئے دریائے سندھ کو پار کرتے ہی پیش کر دی جائے گی لیکن نظام الملک کے دشمن سعادت خان گورنر اودھ نے نادر شاہ کو مطلوبہ رقم میں اضافہ کر دینے پر رضامند کر لیا۔ نادر شاہ نے تاوان کی رقم بیس کروڑ روپے مقرر کی اور نظام الملک کو لکھا کہ مغل شاہ کو دوبارہ اس کے حضور پیش ہو۔ محمد شاہ جوں ہی نادر شاہ کو ملنے کے لیے ایرانی لشکر میں پہنچا اسے گرفتار کر لیا گیا۔ شہنشاہ کی قید کے ساتھ ہی تمام ہندوستانی سلطنت کے قفل کو کھولنے والی کنجی اب نادر شاہ کے ہاتھ تھی۔''

(اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ج2 ص207)

قارئین کرام! نادر شاہ ایرانی تو واپس چلا گیا، مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کے جد اعلیٰ سعید اللہ خان قندھاری واپس اپنے ملک نہ گئے بلکہ یہاں ہندوستان میں اقامت پذیر ہو گئے بلکہ محمد شاہ کے معتمد خاص ہو گئے۔ اور منصب شش ہزاری پر فائز ہوئے۔ اور بہت سے مواضعات جو زیرین ریاست رام پور میں تھے انہیں ہمیشہ کے لیے عطا کیے گئے جیسا کہ بحوالہ گزر چکا ہے۔

پھر سعید اللہ خان کے لڑکے سعادت یار خان تو محمد شاہ کے وزیر بن گئے۔ اور بہت سی زمین ضلع بدایوں میں انہیں ہمیشہ کے لیے عطا کر دی گئی۔ جس سے ان کی نسل در نسل مستفید ہوتی رہی۔

(حیات اعلیٰ حضرت ج1 ص13، 14)

اب قابل غور یہ بات ہے کہ قندھار کے مسافر محمد شاہ کے منظور نظر کیسے ہو گئے دو باتیں سمجھ آتی ہیں ان میں سے ایک ضرور ہو گی۔

1) نادر شاہ کے چونکہ ہمراہ آئے تھے اس لیے اس نے محمد شاہ کو کہا ہو کہ یہ میرے معتمد ہیں ان کو بڑے عہدے دے کر اپنے پاس رکھو تاکہ یہ میرے اور تمہارے درمیان ایجنٹ کا کام کرتے رہیں۔

2) یا یہ کہ یہ حضرت اپنی قابلیت کی بناپر محمد شاہ کے منظور نظر ہو گئے اور محمد شاہ کا منظور نظر و انعامات کا مستحق وہ شخص ہوتا تھا جو کہ اس کی رنگ رلیوں کے لیے سامان تعیش مہیا کرتا تھا۔

ہدایت اللہ خان چودھری لکھتا ہے: ''وہ رنگ رلیوں ہی میں مستغرق رہتا اسی واسطے اسے محمد شاہ رنگیلا کہا جاتا ہے اس کے عہد میں اکثر صوبے مغلیہ سلطنت سے آزاد ہو گئے اور مغلیہ سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا۔1739ء میں نادر شاہ نے حملہ کر کے سلطنت کو بالکل ہی تباہ کر ڈالا، علی وردی خان بنگال میں سعادت علی خان اودھ میں اور نظام الملک دکن میں خود مختار بن بیٹھے۔''

(اسلامی تاریخ پاکستان و ہند ج2 ص187)

اور ماہنامہ الرشید دار العلوم دیوبند نمبر ص398 میں اس کی تفصیل کو یوں بیان کیا گیا ہے:

''عالمگیر کے پوتے جہاں دار شاہ نے تخت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اپنی ایک منظور نظر طوائف کے بھائی کو دہلی کا افسر مقرر کیا پھر جہاندار شاہ کے پڑپوتے محمد شاہ رنگیلے نے تو کمال ہی کر دیا اس نے لال قلعہ کے اندر حوضوں میں شراب بھروائی۔''

سعادت یار خان کی اولاد کا ذکر:

مولانا ظفر الدین بہاری لکھتے ہیں: ''ان کی نرینہ اولاد تین تھے، بڑے شاہزادے والا تبار محمد اعظم خان صاحب ہیں اور یہی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ العزیز کے مورث اعلیٰ ہیں یہ اپنی وزارت کے عہدہ سے علیحدہ ہو کر زہد و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت ج1 ص13،14)

اعظم خان کی اولاد کا ذکر:

ظفر الدین لکھتے ہیں: ''اعظم خان صاحب نے دو عقد کیے پہلی زوجہ سے حافظ کاظم علی خان صاحب ہیں اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ حافظ کاظم علی خان صاحب آصف الدولہ کے یہاں وزیر تھے۔''

(حیات اعلیٰ حضرت ج1 ص14)

برادران اسلام! حافظ کاظم علی خان صاحب، اعلیٰ حضرت بریلوی کے پڑدادا ہیں۔ کاظم علی کے لڑکے مولانا رضا علی خان تھے۔

ان کے لڑکے مولانا نقی علی خان تھے ان کے لڑکے مولانا احمد رضا خان تھے۔ جو بلا شرکت غیرے امام اہل سنت ہونے کے مدعی ہوئے۔ کاظم علی خان صاحب، آصف الدولہ کے وزیر بن گئے۔

یہ آصف الدولہ کون ہے؟:

نواب آصف الدولہ غالی قسم کا رافضی شیعہ تھا، نوابان اودھ میں سے تھا۔ اس ریاست اودھ پر قبضہ کرنے والا اور اس کی بادشاہت کا بانی نواب برہان الملک سعادت خان نیشاپوری (ایرانی) شیعہ رافضی تھا اور اسی شخص نے مغلیہ خاندان کی سنی حکومت کے برباد کرنے اور زیادہ تاوان لینے کے لیے نادر شاہ کو ابھارا تھا۔ جیسا کہ بحوالہ گزر چکا ہے۔ ان نوابان اودھ کا جو یکے بعد دیگرے اس ریاست پر حکمران ہوئے نقشہ ذیل سے حال معلوم کیا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

1) نواب برہان الملک سعادت خان نیشاپوری، 1135ھ/1724ء تا 1151ھ / 1739ء (16سال)

2) نواب صفدر جنگ منصور علی خان 1151ھ/1739ء تا 1167ھ/ 1753ء(16 سال)

3) شجاع الدولہ مرزا جلال الدین حیدر1167ھ/ 1753ء تا1188ھ/1775ء(21 سال)

4) آصف الدولہ مرزا یحییٰ عرف مرزا امانی 1188ھ/1775ء تا 1212ھ/1797ء(22سال)

5) نواب یمین الدولہ مرزا سعادت علی خان پسر شجاع الدولہ 1213ھ 1798ء تا1229ھ/1814ء(16 سال)

6) غازی الدین حیدر بادشاہ 1229ھ/ 1814ء تا 1243ھ/1827ء

7) نصیر الدین حیدر بادشاہ 1243ھ/1827ء تا 1253ھ/1837ء

8) محمد علی شاہ پسر سعادت علی خان 1253ھ/1837ء تا 1258ھ/1842ء

9) امجد علی شاہ 1842ء تا 1847ء

10) واجد علی شاہ 1847ء تا 1856ء

(مقدمہ وقائع دل پذیر ص12)

شیعہ شاہان اودھ:

ہفت روزہ شیعہ کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''برصغیر میں شیعہ سید موسوی النسل و شاہان اودھ نے ایک عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی جو اتحاد بین الاقوامی کی علم بردار تھی اور جو اب تک مسلمانوں کی رواداری و احترام باہمی کا درس دیتی ہے۔ اس نفیس و لطیف تہذیب کے بانی شجاع الدولہ، نواب آصف الدولہ، نواب امجد علی شاہ اور نواب واجد علی شاہ تھے جن کی سعی سے لکھنؤ میں جامعہ سلطان المدارس مدرسۃ الواعظین امام بارگاہ آصفیہ، امام بارگاہ حسین آباد، درگاہ حضرت امام حسین و درگاہ حضرت عباس علم بردار تعمیر ہوئیں۔ شہر لکھنؤ کی شاہراوں پر ماتمی جلوسوں کی اور تعزیہ و علم مبارک کے جلوس انہی بادشاہوں کے عہد میں برآمد ہوتے تھے اور یہ مجلس و ماتم کی روایت تب ہی سے آج تک ہندوستان میں جاری ہے۔'' الخ

(ہفت روزہ شیعہ لاہور ایڈیٹر ملک رضا علی جلد نمبر60 یکم مارچ 1982ء نمبر17، 18 ص4)

شمالی ہند میں تعزیہ سازی اور محرم کے جلوس میں ان کے گشت کرانے کی ابتداء بھی آصف الدولہ کے زمانے سے لکھنؤ سے شروع ہوئی۔

(بادشاہ بیگم اودھ ص123 مترجم محمود عباسی)

مجتہد العصر مولانا دلدار علی صاحب نصیر آبادی لکھنوی ولادت 1753ء وفات 4 مئی 1820ء وہ ہندوستان کے پہلے مجتہد تسلیم کیے جاتے ہیں شیعہ مذہب ان کے ذریعے پھیلا۔ ملا محمد کشمیری (شیعہ) نے فضیلت نماز جماعت پر ایک رسالہ لکھا جس میں نواب آصف الدولہ کی توجہ اس طرف دلائی کہ اس ملک میں مولانا سید دلدار علی جیسا دین دار اور مجتہدین کربلا و مشہد کا مانا ہوا عالم موجود ہے جو پیش نماز ہونے کے ہر طرح لائق ہے۔ اگر نواب نماز پنجگانہ اس کے پیچھے پڑھیں تو ہر جگہ نماز جماعت کا رواج ہو جائے نواب نے ملا محمد علی کشمیری کا یہ مشورہ قبول کیا اور مولانا دلدار علی کو نماز جماعت میں پیش امام بننے پر آمادہ کر لیا اور اودھ میں ایک نئی مذہبی زندگی کا آغاز ہوا۔

(رود کوثر ص632۔633 از شیخ محمد اکرام)

ان شیعہ نوابان اودھ کے اہل سنت والجماعت پر ظلم کرنے کی داستان بہت طویل ہے اور سنی مسلمانوں کو رافضی بنانے کی سعی نہایت عمیق ہے۔ان شیعہ نوابان اودھ کے ساتھ اعلیٰ حضرت بریلوی خاندان کے تعلقات بہت ہمدردانہ تھے۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے پڑدادا جناب کاظم علی صاحب، نواب آصف الدولہ رافضی کے وزیر بن گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نواب آصف الدولہ (متوفٰی 1212ھ/1797ء) کا لکھنؤ میں بہت بڑا امام باڑہ بنا ہوا ہے۔ اس امام باڑہ پر دس لاکھ روپے کی لاگت آئی اور اس آصف الدولہ نے نجف اشرف میں دریائے فرات سے ایک نہر نکلوائی جس سے زوار کو پانی کی سہولت ہوئی۔

(مقدمہ فضیلت صحابہ واہل بیت از ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص46)

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں:

آصف الدولہ کے زمانے میں اس مسلک (شیعہ) کی سب سے زیادہ اشاعت ہوئی اس کے زمانے میں نظام حکومت تو بالکل ڈھیلا پڑ گیا انگریزی گرفت سخت سے سخت تر ہو گئی مگر اثنا عشری مسلک کی تنظیم کی بنیادیں خوب مضبوط ہو گئیں۔

(مقدمہ فضیلت صحابہ واہل بیت از ڈاکٹر محمد ایوب قادری ص48)

ایسے غالی رافضیوں کا ایک سنی مسلمان کس طرح وزیر بن سکتا ہے؟ خاندانی تعارف کے بعد احمد رضا خان صاحب بریلوی کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

نام:

مولانا محمد صابر نسیم بستوی لکھتے ہیں: حضور کا پیدائشی اسم گرامی محمد ہے۔ والدہ ماجدہ محبت و شفقت میں امّن میاں، والد ماجد اور دیگر اعزہ احمد میاں کے نام سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ جد امجد علیہ الرحمۃ نے آپ کا اسم شریف احمد رضا رکھا اور تاریخی نام المختار 1372ھ ہے اور خود آپ نے اپنے نام کے اول میں عبدالمصطفیٰ لکھنے کا التزام فرما لیا تھا اور اسلامی دنیا میں آپ کو اعلیٰ حضرت اور فاضل بریلوی کے بصد ادب واحترام یاد کیا جاتا ہے۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی ص25-26)

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ مولانا کو کوئی نام پسند نہ آیا اور خود انہوں نے اپنا نام عبدالمصطفیٰ رکھ لیا تھا۔

سلسلہ نسب:

اگلے صفحہ پر سلسلہ نسب کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں۔-

سلسلہ نسب

سعیداللہ خان (شجاعت جنگ بہادر)
سعادت یار خان (وزیر مالیات)
محمد معظم خان
محمد اعظم خان
محمد مکرم خان
چار صاحبزادیاں
حافظ کاظم علی خان
تین صاحبزادیاں
حکیم نقی علی خان
امام العلماء رضا علی خان
جعفر علی خان
تین صاحبزادیاں
رئیس الاتقیاء نقی علی خان
محمد رضا خان
امام احمد رضا
حسن رضا خاں
دو صاحبزادیاں
ایک صاحبزادی
(اہلیہ حضور مفتی اعظم ہند)
حسین رضا خان
حسنین رضا خان
سبطین رضا خان
تحسین رضا خان
دو صاحبزادیاں
حبیب رضا خان

(ماخوذ ماہنامہ المیزان بمبئی)

مولانا احمد رضا خان کا حلیہ ''مبارک''

آپ کے رنگ کی آب وتاب ختم ہو چکی تھی:

مولانا نسیم بستوی لکھتے ہیں: ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ چمک دار گندمی تھا۔ ابتدا سے وقت وصال تک مسلسل محنت ہائے شاقہ نے رنگ کی آب و تاب ختم کر دی تھی۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی ص20)

آپ درد گردہ میں مبتلا تھے:

آپ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا خاں لکھتے ہیں: آپ کو چودہ (14) برس کی عمر میں درد گردہ لاحق ہوا جو آخر عمر تک رہا۔ کبھی کبھی اس کے شدید دورے پڑ جاتے تھے۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی ص21)

آپ لاغر تھے:

حسنین رضا خاں لکھتے ہیں: لاغری کے سبب سے چہرہ میں گدازی نہ رہی تھی مگر ان میں ملاحت اس قدر عطا ہوئی تھی کہ دیکھنے والے کو اس لاغری کا احساس بھی نہ ہوتا تھا۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی ص20)

آپ کا سینہ باوجود اس لاغری کے خوب چوڑا محسوس ہوتا تھا۔

(اعلیٰ حضرت بریلوی ص20)

آپ کی اکثر آنکھیں خراب ہو جاتی تھیں:

مولانا خود فرماتے ہیں: مجھے نو عمری میں آشوب چشم اکثر ہو جاتا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔

(ملفوظات مکمل چار حصے ص20 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی)

آپ کی ایک آنکھ کچھ دب سی گئی تھی:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں: اسی زمانہ میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ آنکھ کچھ دبتی ہوئی معلوم ہوئی دو چار دن بعد وہ صاف ہو گئی۔ دوسری دبی۔ پھر وہ بھی صاف ہو گئی۔

(ملفوظات ص20)

آگے مزید فرماتے ہیں:

ایک روز شدت گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی، بائیں آنکھ بند کر کے داہنی سے دیکھا تو وسط شے مرئی میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوتا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہ سب کرتب غسل خانے میں ننگے ہو کر فرمائے۔

(ملفوظات ص20-21)

نظر کی کمزوری کی وجہ سے روٹیاں نظر نہ آئیں:

پروفیسر مختار الدین احمد لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت نحیف الجثہ اور نہایت قلیل الغذا تھے ان کی عام غذا چکی کے پسے آٹے کی روٹی اور بکری کا قورمہ تھا۔ آخر عمر میں ان کی غذا اور بھی کم رہ گئی تھی ایک پیالی شوربا بکری کا بغیر مرچ کے

ایک یا ڈیڑھ بسکٹ سوجی کا۔ کھانے پینے کے معاملے میں اس قدر سادہ مزاج تھے کہ ایک بار بیگم صاحبہ نے ان کی علمی مصروفیت دیکھ کر جہاں وہ کاغذات اور کتابیں پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے دستر خوان بچھا کر قورمہ کا پیالہ رکھ دیا اور چپاتیاں دستر خوان کے ایک گوشے میں لپیٹ دیں کہ ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔

کچھ دیر بعد وہ دیکھنے تشریف لائیں کہ حضرت کھانا تناول فرما چکے یا نہیں تو یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں کہ سالن آپ نے نوش فرما لیا ہے لیکن چپاتیاں دستر خوان میں اسی طرح لپٹی رکھی ہوئی ہیں۔ پوچھنے پر آپ نے فرمایا چپاتیاں تو میں نے دیکھی نہیں، سمجھا ابھی نہیں پکی ہیں میں نے اطمینان سے بوٹیاں کھالیں اور شوربا پی لیا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

(انوار رضا ص366مطبوعہ ضیاء القرآن، لاہور)

جبکہ خود فرماتے ہیں وہ مرد نہیں جو تمام عالم کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے یا ناخن میں نہ دیکھے۔

(ملخص ملفوظات حصہ 1 ص86)

❖ اب دیکھیے آپ کا نامرد ہونا ثابت ہوا۔

آپ کو اکثر درد سر اور بخار کی حرارت رہتی تھی:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں: الحمد للہ کہ مجھے اکثر حرارت درد سر رہتا ہے۔

(ملفوظات ص64 مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی)

آپ کی کمر میں بھی درد رہتا تھا:

آپ کے خلیفہ ظفر الدین لکھتے ہیں: حضور پر نور کے طریقہ نشست عرض کر دوں چونکہ کمر میں ہمیشہ درد رہا کرتا تھا۔

(حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص28)

طبیعت اچھی نہیں رہتی:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں: طبیعت اچھی نہیں رہتی ہے ایک ہفتہ میں بخار کے تین دورے ہو چکے ہیں۔

(حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص279)

آپ کو نسیان بھی تھا:

جب تک لکھتے یا کتاب دیکھتے چشمہ لگائے رہتے جب لکھنا موقوف فرماتے عینک کو پیشانی کے اوپر چڑھا لیتے ایسا معلوم ہوتا کہ اعلیٰ حضرت کی نگاہ شورٹ سائڈ تھی، دور کی نگاہ اچھی نزدیک کی کمزور تھی جیسا کہ عام طور پر بوڑھے لوگوں کی نگاہ ہوا کرتی ہے اسی لیے لکھنے پڑھنے کے وقت چشمہ لگا لیا کرتے اور فارغ وقتوں ہیں وہ چشمہ خارج ہو جاتا اوپر چڑھا لیا کرتے تھے اسی عادت کی وجہ سے ایک مرتبہ بہت دقت ہوئی چشمہ حضرت نے پیشانی پر چڑھا لیا تھا کچھ دیر تک لوگوں سے باتوں میں مشغول رہے اس کے بعد کچھ لکھنا چاہا تو ذہن سے یہ بات اوتر گئی کہ چشمہ اوپر چڑھا لیا ہے چشمہ کی تلاش شروع کی مگر چشمہ نہ ملا اتنے ہی میں اتفاقیہ منہ پر ہاتھ پھیرا تو چشمہ پیشانی پر سے ڈھلک کر آنکھوں پر آرہا۔

(حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص64)

ایک دفعہ آپ کو طاعون کی بیماری لگ گئی تھی:

چار روز مجھے شدید بخار آیا پانچویں دن درد پہلو پیدا ہوا پھر وہ درد جگر سے متبدل ہوا۔

(حیات اعلیٰ حضرت بریلوی ص64)

موصوف کے تعلیمی ادوار:

مولانا احمد رضا خاں کے اساتذہ کرام:

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کسی باقاعدہ عربی مدرسہ یا دارالعلوم کے تعلیم یافتہ نہ تھے، آپ کی اکثر دینی تعلیم گھر پر ہی ہوئی تھی۔ آپ کے پہلے استاد مرزا غلام قادر تھے، ان کے بعد آپ اپنے والد مولانا نقی علی خاں سے پڑھتے رہے۔ مولانا نقی علی خاں بھی کسی معروف عربی مدرسہ یا دارالعلوم کے فارغ التحصیل نہ تھے، وہ بھی گھر میں ہی پڑھتے رہے نہ آپ نے کسی مدرسہ میں کبھی پڑھایا تھا اس کے باوجود آپ نے مولانا احمد رضا خاں کو تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل کر دیا اور آپ کو اس قابل کر دیا کہ بریلویوں نے آپ کو اسی عمر میں ''علوم وفنون کا ہمالہ'' سمجھ لیا۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی337)

علم جفر کی تعلیم:

دینی تعلیم کے بعد آپ نے علم ہیئت اور نجوم مولانا عبدالعلی صاحب رام پوری سے اور علم جفر اور تکسیر اپنے مرشد مولانا ابوالحسین نوری سے سیکھا ان دنوں گدی نشینوں کو علم جفر اور نجوم میں بہت مہارت تھی اور جتنی ان علوم میں دسترس ہو ان کا حلقہ عقیدت اتنا ہی وسیع ہو جاتا ہے۔ مارہرہ شریف کے گدی نشین علم جفر میں ماہر تھے۔ مولانا احمد رضا خاں نے علم جفر انہی سے سیکھا تھا۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی332)

اور یہی کشش انہیں آستانہ مرشد پر لے آئی تھی۔ آپ علم جفر میں اتنے کھوئے ہوئے تھے کہ مدینہ منورہ جہاں ہر طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حاضری کی تمنا لیے حاضر ہوتا ہے۔ آپ وہاں بھی اس لیے گئے کہ شاید وہاں کوئی علم جفر کا ماہر مل جائے اور اس کے ذریعہ آپ کا کام چل نکلے۔ آپ کے ملفوظات میں ہے۔

''خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہاں کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں ممکن ہے کوئی صاحب جفر دان مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔''

(ملفوظات مکمل ص 28)

❖ خود اندازہ لگائیں کہ وہاں لوگ کس لیے جاتے ہیں اور یہ جناب کس لیے گئے ؟

ستاروں کا علم:

مولانا احمد رضا خاں صاحب ستاروں کے اثرات کے بھی قائل تھے المیزان امام احمد رضا نمبر میں ہے۔ ستاروں کے اثرات کے قائل تھے مگر اصلی فاعل حضرت عزۃ جل شانہ کو جانتے تھے۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر کے ایک مضمون کی سرخی 342)

مولانا احمد رضا خاں عطائی طور پر انبیاء اور اولیاء کے تکوینی اختیارات کے بھی قائل تھے اور ستاروں میں بھی ان اثرات کا اعتقاد رکھتے تھے۔

بہر حال مولانا احمد رضا خاں نے جس دن مارہرہ شریف میں بیعت کی تو مرشد نے اسی دن آپ کو خلافت دے دی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں تک

سلوک و طریقت اور مجاہدہ و ریاضت کا تعلق ہے آپ ان کے تجربات سے نہیں گزرے اور آپ کا علم مسائل طریقت میں بھی علم شریعت کی طرح ناپختہ ہی رہا۔

المیزان کے امام احمد رضا نمبر میں ہے کہ آپ کے مرشد گرامی نے آپ کو یونہی خلافت دے دی تھی۔ آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔

(المیزان احمد رضا نمبر ص367)

❖ مزے کی بات ہے کہ ان کے والد نے بھی اسی دن بیعت کی معلوم ہوا کہ کوئی دینی ذوق رکھنے والا خاندان نہ تھا۔

مارہرہ شریف سے تعلق جب زیادہ تر علم جفر اور تکسیر کی بنا پر تھا تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں سلوک و طریقت کی منزلیں طے کرانے کی کیا ضرورت تھی؟ پیر و مرید اسی فضول علم میں کھوئے ہوئے تھے جس کے بارے میں وہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب لے چکے تھے کہ یہ علم فضول ہے مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے ایک تھان دکھایا جس پر 1...ھ...ذ کے حروف لکھے تھے اس کی تعبیر مولانا احمد رضا خاں صاحب نے خود یہ بیان کی 1، ھ، ذ کے معنی ہیں فضول بک۔

(ملفوظات حصہ اول ص105)

اس وقت کی مشہور درس گاہیں:

دار العلوم دیوبند کو ایک طرف رہنے دیجیے اس وقت کئی اور بھی درس گاہیں موجود تھیں جن میں نادر روزگار علمی شخصیتیں موجود تھیں اور علم و فن کے متلاشی دور دور سے آکر ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے مولانا پیر مہر علی

شاہ صاحب گولڑوی طلب علم میں وقت کے جن مشہور مراکز علمی میں گھومے مولانا احمد رضا خاں صاحب ان میں سے کسی مرکز علم سے فیض یاب نہ ہوسکے۔

اس وقت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری (1297ھ) مولانا فیض الحسن سہارنپوری (1304ھ) ، شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی (1307ھ)، مولانا احمد حسن کانپوری (1322ھ)، حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی (1313ھ) اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی جیسے حضرات موجود تھے۔ جن سے مولانا احمد رضا خاں بخوبی استفادہ کر سکتے تھے۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کے تذکرہ ''مہر منیر'' میں ان نادر روزگار علمی شخصیتوں کا ذکر موجود ہے مگر حیرت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو اساتذہ کی کمی پر ہمیشہ فخر رہا حالانکہ زیادہ سے زیادہ علماء سے استفادہ کرنا علماء سلف کے لیے سرمایہ افتخار رہا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تقریباً چار ہزار اساتذہ سے استفادہ کیا تھا جہاں بھی کسی صاحب علم کی شہرت ہوتی علماء وہاں پہنچتے اور اپنے دامن کو علم کے موتیوں سے بھرتے۔ اور بہت سے محدثین کے اساتذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے۔

بریلوی حلقے اس پر فخر کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے مرزا غلام قادر اور اپنے والد نقی علی خاں، مولانا عبدالعلی رام پوری اور شاہ ابو الحسین صاحب نوری کے سوا کسی سے نہیں پڑھا۔ان کے سوا کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔

(ملفوظات حصہ دوم ص28)

علم لدنی کا دعویٰ:

مولانا احمد رضا خاں کا تعلیمی پہلو اتنا کمزور رہا کہ آپ کے پیرو مجبور ہوئے کہ آپ کے لیے علم لدنی کا دعویٰ کریں اور اعتقاد رکھیں کہ آپ کے علم و فن کے کمالات وہبی تھے جو آپ خدا کی طرف سے اپنے ساتھ لائے تھے اور تلمیذ رحمٰن تھے۔

تین برس کی عمر میں فصیح عربی میں گفتگو:

مولانا عرفان علی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا: میری عمر تین ساڑھے تین برس کی ہو گی اور میں اپنے محلے کی مسجد کے سامنے کھڑا تھا ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں جلوہ فرما ہوئے، انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی میں نے بھی فصیح عربی میں ان کی باتوں کا جواب دیا۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر339)

یہ حکایت محض اس لیے وضع کی گئی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے لیے اساتذہ کی کمی کا جبر ہو سکے اور مولانا کے لیے علم لدنی ثابت کرنے کی بنیاد فراہم کی جا سکے تاہم تعجب ہوتا ہے کہ جب تین ساڑھے تین برس کی عمر میں علم کی یہ شان تھی تو چار سال کی عمر میں طوائف کے سامنے قمیص اوپر کیوں اٹھا لیتے تھے۔

نظر کی حفاظت:

فتاویٰ رضویہ کے مقدمہ میں ہے: چار برس کی عمر میں ایک دن بڑا سا کرتہ پہنے باہر تشریف لائے تو چند بازاری طوائفوں کو دیکھ کر کرتے کا دامن چہرہ

مبارک پر ڈال لیا یہ دیکھ کر ایک عورت بولی واہ میاں صاحب زادے آنکھیں ڈھک لیں اور ستر کھول دیا۔

(فتاویٰ رضویہ ج2 ص7شائع شدہ لائل پور)

ہم اپنے آپ کو کس طرح سمجھائیں کہ ساڑھے تین سال اور چار سال کی عمروں کے یہ دونوں واقعات کیسے سچ ہو سکتے ہیں دروغ گورا حافظہ نباشد کہہ کر بھی ہم آگے نکلنا نہیں چاہتے کہ یہ مولانا کے ادب کے خلاف ہو گا۔

چھ سال کی عمر میں فصیح تقریر:

بریلوی لٹریچر میں یہ روایت بھی ملتی ہے: چھ سال کی مبارک عمر میں کہ ماہ ربیع الاول تھا ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے منبر پر جلوہ افروز ہو کر آپ نے پہلی مرتبہ تقریباً دو گھنٹے تک علم و عرفان کے دریا بہائے۔

(مقدمہ فتاویٰ رضویہ ص7)

مولانا احمد رضا خاں نے چھ سال کی عمر میں تقریباً دو گھنٹے علم و عرفان کے دریا بہائے۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میرا کوئی استاد نہیں تھا:

میرا کوئی استاد نہیں میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ سے صرف چار قاعدے جمع و تفریق ضرب تقسیم محض اس لیے سیکھے تھے کہ ترکے کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی تھی۔ شرح چغمینی شروع کی ہی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ (اصل بات یہ ہے کہ مولانا نقی علی خاں کو شرح چغمینی خود نہ آتی تھی اب پڑھائیں کیا؟ کتاب سے جان چھڑانے کا یہ ایک مصلحتی انداز تھا جو آپ نے اختیار کیا اگر یہی بات جو انہوں نے کہی تھی تو پھر مولانا احمد رضا خاں مولانا عبدالعلی صاحب رامپوری سے یہی کتاب پڑھنے

کیوں جاتے افسوس کہ آپ وہاں بھی اس کے چند اسباق ہی پڑھ سکے۔) حضرت استاد ہونے کا فخر ... مولانا عبدالعلی رامپوری کو حاصل ہوا جن سے حضرت نے شرح چغمینی کے کچھ اسباق لیے۔

(المیزان احمد رضا نمبر ص332)

مصطفیٰ پیارے کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے۔

(المیزان احمد رضا نمبر442)

13سال کا"ننھا مفتی":

مولانا احمد رضا خاں مرزا غلام قادر اور اپنے والد نقی علی خاں سے پڑھ کر 13 سال کی عمر میں دینی تعلیم سے فارغ ہوئے اور اسی دن والد نے آپ کو مسند افتاء پر بٹھایا۔ آپ اسلام کی چودہ صدیوں میں پہلے مفتی ہیں جنہوں نے تیرہ چودہ سال کی عمر میں فتویٰ کا قلم دان سنبھالا۔

بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں جو 1272ھ میں پیدا ہوئے تھے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے جس دن آپ پر نماز فرض ہوئی تھی، بریلوی لٹریچر کی ایک روایت ملاحظہ ہو:

"تیرہ سال کی عمر میں ... ایک فتویٰ لکھ کر اپنے والد ماجد کی خدمت میں پیش کیا جواب بالکل صحیح تھا والد صاحب نے جودت ذہنی دیکھ کر اسی وقت سے افتاء کا کا آپ کے سپرد کر دیا۔"

(المیزان احمد رضا نمبر ص197 خلاصہ)

بریلوی فرقہ والے یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اسی دن سے مجدد کامل بھی تھے۔

آپ نے 1286ھ میں علوم مروجہ درسیہ علم سے فراغت حاصل کی اور منصب افتاء پر بٹھائے گئے اسی دن سے ان کی زندگی کا اگر ایمان دارانہ جائزہ لیا جائے تو ان کا مجدد کامل ہونا مہر نیمروز کی طرح ظاہر و آشکار ہے۔

(احمد رضا نمبر ص381)

یہ بات ان لوگوں کی محض اپنی روایت نہیں بلکہ ان کے اعلیٰ حضرت کا بیان بھی اس بارے میں یہ ہے کہ: فقیر نے 14 شعبان 1286ھ کو 13 برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا۔

(احمد رضا نمبر ص569)

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ اسی دن آپ فارغ التحصیل ہوئے اسی دن مسند افتاء پر بیٹھے اسی دن نماز آپ پر فرض ہوئی اور اسی دن سے آپ مجدد ٹھہرے آپ کی یہ چار خصلتیں ایک ہی دن کی یادہیں۔

بریلوی مذہب کے لوگ بسا اوقات کہہ دیتے ہیں کہ اس زمانے میں آپ کی ہزاروں کتابوں پر نظر تھی اور ہزاروں کتابیں آپ کے زیر مطالعہ رہتی تھیں ان حضرات کا یہ کہنا درست نہیں۔

پچاس کتابیں زیر مطالعہ:

درسیات کے علاوہ صرف پچاس سے کچھ زائد کتابوں کا آپ نے مطالعہ کیا تھا اس وسعت مطالعہ پر آپ کی اپنی ایک شہادت بھی موجود ہے خود فرماتے ہیں: درس نظامی کی تمام کتب اور پچاس سے زائد کتب میرے درس وتدریس اور مطالعہ میں رہیں۔

(احمد رضا نمبر ص572)

مولانا احمد رضا اور مدرسہ بریلی کی علمی حیثیت:

مولانا احمد رضا خاں نے جب ہوش سنبھالا تو بریلی میں مدرسہ مصباح التہذیب موجود تھا لیکن اس پر علمائے دیوبند کے اثرات بہت گہرے تھے، بریلی میں بس انہی کی بات چلتی تھی۔ پھر ایک مدرسہ اشاعت العلوم 1312ھ میں قائم ہوا وہ بھی رفتہ رفتہ علمائے دیوبند کے زیر اثر چلا گیا اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ مولانا احمد رضا خاں فرض نماز تک گھر میں پڑھتے تھے۔

افسوس ہے کہ مولانا احمد رضا خاں بڑے ہو کر بھی کوئی وسیع اور کامیاب دار العلوم کہیں نہ بنا سکے جو ان کا مدرسہ تھا اس کا کل سرمایہ مولانا ظفر الدین اور لال خاں ہی تھے۔ آپ اپنے ایک خط میں اس حالت کا ذکر کرتے ہیں:

افسوس کہ ادھر نہ مدرس ہے نہ واعظ۔ نہ ہمت والے مال دار۔ ایک ظفر الدین کدھر جائیں اور ایک لال خاں کیا کیا بنائیں۔

وحسبنا اللہ و نعم الوکیل۔

(المیزان احمد رضا نمبر ص570)

یہ لال خاں کون تھا اور کیا کام کرتا تھا؟ یہ مولانا احمد رضا خاں جانیں لیکن یہ بات ایک حقیقت ہے کہ آپ نے (مولانا احمد رضا نے) باقاعدہ کسی مدرسہ میں نہیں پڑھایا۔

یہی مولانا ظفر الدین لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت نے چونکہ باضابطہ کسی مدرسہ میں مدرس بن کر نہیں پڑھایا۔

(حیات اعلیٰ حضرت ص212)

کھڑے ہو کر سبق پڑھانا:

ایک دفعہ بزور مطالعہ حدیث پڑھانے بیٹھے تو یہ پتہ نہ تھا کہ حدیث کس طرح بیٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔ حدیث کھڑے ہو کر پڑھانے لگے، جس طرح یورپ کے تعلیمی اداروں میں استاد کھڑے ہو کر لیکچر دیتا ہے، مولانا احمد رضا خاں بھی کھڑے ہو کر حدیث پڑھانے لگے۔ چنانچہ بریلوی فرقہ کے مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کتب حدیث کھڑے ہو کر پڑھایا کرتے تھے دیکھنے والوں نے ہم کو بتایا کہ خود بھی کھڑے ہوتے اور پڑھنے والے بھی کھڑے ہوتے تھے۔

(جاء الحق ص256)

یہ ماحول خود بتا رہا ہے کہ وہ مدرسہ کس درجے کا ہو گا جہاں پڑھائی اس خلافِ فطرت انداز میں ہوتی ہو گی ۔ تاہم یہ بات لائق غور ہے کہ اس آن بان کے باوجود آپ کوئی بڑا مدرسہ بنانے میں ناکام رہے نہ یہ آپ کا ذوق تھا۔ ان حالات میں پچاس سے زیادہ کتابیں کیسے آپ کے مطالعہ میں رہ سکتی تھیں؟

مولانا عبدالحق خیر آبادی کی خدمت میں حاضری اور آپ کی بد نصیبی :

حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق خیر آبادی رام پور میں اپنے وقت میں معقولات کے شیخ تھے، مولانا احمد رضا خاں رام پور گئے تو نواب صاحب نے مشورہ دیا کہ مولانا خیر آبادی سے کچھ منطق پڑھ لیں۔ مولانا خیر آبادی سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا منطق میں انتہائی کتاب آپ نے کون سی پڑھی ہے؟ مولانا احمد رضا خاں نے کہا: قاضی مبارک۔ مولانا خیر آبادی نے جاننا چاہا کہ نچلی کتابیں ترتیب سے پڑھ آئے ہو یا کمال ذہانت سے

اونچی کتابوں پر دسترس پالی ہے۔ انہوں نے پوچھا شرح تہذیب پڑھی ہے۔ اب بجائے یہ کہنے کہ میں نے نچلی کتابیں سب ترتیب سے پڑھی ہیں۔ آپ نے شیخ وقت کے سامنے گستاخانہ لہجہ اختیار کیا۔

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پروفیسر مختار الدین صاحب لکھتے ہیں:
حضرت نے فرمایا: کیا جناب کے ہاں قاضی مبارک کے بعد شرح تہذیب پڑھائی جاتی ہے؟ علامہ خیر آبادی نے گفتگو کا رخ بدل دیا اور پوچھا بریلی میں آپ کا کیا شغل ہے؟ فرمایا: تدریس و تصنیف اور افتاء پوچھا کس فن میں تصنیف کرتے ہو۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا جس مسئلہ دینیہ میں ضرورت دیکھی اور رد وہابیہ میں۔ علامہ نے فرمایا: آپ بھی رد وہابیہ کرتے ہیں۔ ایک وہ ہمارا بدایونی خبطی ہے کہ ہر وقت اس خبط میں مبتلا رہتا ہے... اعلیٰ حضرت آزُردہ ہوئے۔

(المیزان احمد رضا نمبر332)

مولانا احمد رضا خاں استاذ وقت کے سامنے اگر یہ گستاخانہ لہجہ اختیار نہ کرتے تو ممکن ہے آپ کو منطق میں کچھ شُد بُد حاصل ہو جاتی۔

آپ کی منطق دانی:

نا مناسب نہ ہو گا کہ ہم یہاں خاں صاحب کو ان کی ایک تحریر کی روشنی میں منطق کے آئینہ میں اتاریں خان صاحب لکھتے ہیں:

نسبت و اسناد دو قسم ہے۔ حقیقی کہ مسند الیہ حقیقت میں متصف ہو اور مجازی کہ کسی علاقہ کی وجہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کر دیں۔ جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں۔ حالانکہ حقیقتاً آب و کشتی جاری و

متحرک ہیں پھر حقیقی بھی دو قسم ہے۔ ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو اور عطائی کہ دوسرے نے اسے حقیقتاً متصف کر دیا ہو۔ خواہ وہ دوسرا بھی خود بھی اس وصف سے متصف ہو۔ جیسے واسطہ فی الثبوت ہیں یا نہیں۔ جیسے واسطہ فی الاثبات ہیں۔

(الامن والعلی ص15)

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں واسطہ فی الاثبات کی اصطلاح غلط استعمال کی ہے۔ واسطہ فی الاثبات اسے نہیں کہتے۔ جو خان صاحب نے سمجھ رکھا ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہم واسطہ کی کچھ ابتدائی بحث درج کیے دیتے ہیں:

واسطہ مصطلحہ اہل حکمت:

1) واسطہ: موصوف اور صفت کے درمیان ایک علاقہ ہے جیسے العالم حادث لانہ متغیر اس میں عالم ذات ہے اور حادث اس کی صفت، عالم تغیر کے واسطہ سے حادث ہے۔ اس میں واسطہ متغیر اور ذوالواسطہ العالم دونوں صفت کے ساتھ متصف ہیں۔ عالم اور متغیر ہر دو حدوث کے ساتھ متصف ہیں اور حادث ہیں، متغیر براہِ راست حدوث سے متصف ہے اور عالم بالواسطہ... یہ مثال واسطہ فی الاثبات ہے۔

2) واسطہ بالعروض: جیسے کشتی میں بیٹھے آدمی کو متحرک کہیں، وہ بذات خود حرکت میں نہیں ہوتا کشتی کے واسطہ سے حرکت کر رہا ہوتا ہے۔ اس میں واسطہ کشتی ہے۔ جو حرکت کے ساتھ حقیقتاً اور بالذات موصوف ہے۔ ذوالواسطہ (کشتی میں بیٹھا آدمی) حرکت سے مجازاً اور بالعرض موصوف ہے۔

3) واسطہ فی الثبوت: اس کی دو قسمیں ہیں: واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ... اس میں واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے حقیقتاً متصف ہوتے ہیں۔ جیسے انسان قلم کے واسطہ سے لکھتا ہے۔ قلم واسطہ ہے اور ہاتھ ذوالواسطہ اور دونوں حرکت سے حقیقتاً متصف ہیں۔ ہاتھ کی حرکت، ہاتھ کے ساتھ اور قلم کی حرکت قلم کے ساتھ قائم ہے... ہاتھ چابی سے تالہ کھول رہا ہے، ہاتھ بھی حرکت سے متصف ہے اور چابی بھی ہاتھ کے واسطہ سے حرکت کرتی ہے۔ واسطہ فی الثبوت سفیر محض... اس میں واسطہ صفت سے متصف نہیں ہوتا۔ نہ حقیقتاً نہ مجازاً، صرف ذوالواسطہ صفت سے متصف ہوتا ہے۔

4) ایک شخص چھری سے مرغی ذبح کر رہا ہے، ذبح سے مرغی (ذوالواسطہ) تو متصف ہے۔ لیکن چھری (واسطہ) متصف نہیں، وہ ذبح میں صرف واسطہ ہے، ذبح سے حقیقتاً یا مجازاً موصوف نہیں، رنگ ساز کے واسطہ سے کپڑا رنگا جاتا ہے۔ لیکن رنگ سے صرف کپڑا موصوف ہے رنگ ساز نہیں۔ رنگ ساز واسطہ بنا کپڑا ذوالواسطہ ہے وہ رنگ سے موصوف ہے مگر واسطہ رنگ سے موصوف نہیں۔

الحاصل: واسطہ فی الثبوت کی دو قسمیں ہیں، واسطہ اور ذوالواسطہ دونوں صفت سے موصوف ہوں۔ تو واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض ہے اور اگر واسطہ خود اس سے متصف نہ ہو تو یہ واسطہ فی الثبوت سفیر محض ہو گا۔

❖ اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں نے اس فن میں کتنی فاش غلطی کی ہے۔

خان صاحب لکھتے ہیں:

وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسا واسطہ فی الثبوت میں،

یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔

(الامن والعلیٰ ص15)

اعلیٰ حضرت کی علم منطق میں یہ بے مائیگی دیگر علماء عصر سے کچھ ڈھکی چھپی نہ تھی۔ خیر آبادی سلسلہ کے مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ اجمیر شریف جو جناب پیر قمر الدین سیالوی کے استاد اور مولانا احمد رضا خاں کے ہمعصر تھے مولانا احمد رضا خاں کی علمی قابلیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت ایک عرصہ سے فنون عقلیہ کو بزعم خود طلاق مغلظہ دے چکے پس جس فن سے ناآشنائی ہو اس میں دخل دینے سے سوائے اس کے کہ اصل حقیقت ظاہر ہو جائے کسی فائدہ کی توقع نہیں۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت خواہ مغالطہ دہی ترک نہ فرمائیں۔ لیکن جن فنون کی ان کی بارگاہ تک رسائی نہ ہو اگر ان سے کنارہ کش رہیں تو اس میں بڑی مصلحت ہے۔

(تجلیات انوارمعین)

❖ اس علمی بے مائیگی میں اگر آپ واسطہ فی الثبوت غیر سفیر محض اور واسطہ فی الاثبات میں فرق نہ کر سکے تو قارئین کو متوحش نہ ہونا چاہیے۔

❖ اہل علم حضرات اس عبارت کو غور سے دیکھیں منطق کا ادنیٰ طالب علم بھی اس معنی میں واسطہ فی الاثبات کا لفظ نہ بولے گا۔ یہ عبارت خان صاحب کے علم کی تہہ کا پورا پتہ دے رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ آپ واقعی ''اعلیٰ حضرت'' تھے۔

مولانا احمد رضا خاں کے بارہ بج گئے:

مولانا احمد رضا خاں کی مجلسوں میں نجومیوں کی باتیں عام رہتی تھیں۔ آپ کے معاصرین میں ایک صاحبِ کمال بزرگ مولانا غلام حسین بھی تھے۔ جو بڑے نجومی کے طور پر مشہور تھے۔ ایک دن مولانا غلام حسین تشریف لائے اعلیٰ حضرت نے پوچھا فرمایئے بارش کا کیا اندازہ ہے؟ کب تک ہو گی؟ مولانا نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا اس مہینے میں پانی نہیں آئندہ ماہ میں ہو گی یہ کہہ کر وہ زائچہ اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھایا حضرت نے دیکھ کر فرمایا اللہ کو سب قدرت ہے وہ چاہے تو آج ہی بارش ہو مولانا نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ آپ ستاروں کی چال نہیں دیکھتے۔

مولانا احمد رضا خاں یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ خدا کی قدرت کو بھی دیکھو وہ جس وقت چاہے ستاروں کی رفتار بدل دے آپ نے یہ سمجھانے کے لیے گھڑی کی طرف رخ کیا اور پوچھا کیا وقت ہے؟ وہ بولے سوا گیارہ بجے۔ فرمایا بارہ بجے میں کتنی دیر ہے؟ جواب ملا پون گھنٹہ۔ اس پر مولانا احمد رضا خاں اٹھے اور اس وقت گھڑی پر بارہ بجا دیے۔ (یعنی گھڑی بارہ پر کر دی)

اعلیٰ حضرت نے فرمایا اسی طرح رب العزت جل جلالہ قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے پہنچا دے۔

(المیزان امام احمد رضا نمبر242)

❖ علم کلام میں آپ نے مولانا کی گفتگو دیکھ لی یہ بھی سمجھ لیا کہ ان کی مجلس میں نجومیوں کی سی باتیں کیسے چلتی تھیں اور آپ کا ذوق علم و جستجو کیا تھا آپ

یہ بھی دیکھیں کہ بطور مفتی ان کی ملکی شہرت کیا تھی اور علماء اور طلباء انہیں کہاں تک جانتے تھے۔

مولانا کا علمی حلقوں میں تعارف:

خانپور کے بریلوی مدرسہ دار العلوم خانپور کے مفتی سراج احمد صاحب مولانا کی ملکی شہرت کا پتہ دیتے ہیں:

افسوس صد افسوس کہ مجھے اعلیٰ حضرت کے وصال سے دو سال پہلے ان کا پتہ معلوم نہ ہوا۔

(احمد رضا نمبر187)

❖ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت تک طلباء کے حلقے میں ان کا کوئی خاص تعارف نہ تھا دو سال بعد تو آپ چل ہی بسے تھے اب جتنی شہرت ہو گی وہ فوت شدہ کی ہو گی زندہ کی نہیں۔ مولانا عبد الغنی شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

علماء میں ان کا کچھ شمار ہی نہ تھا اور علماء نے کبھی قابل خطاب ہی نہ سمجھا تھا۔

(الجنہ ص113)

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کی برابری کا دعویٰ:

اس علمی کمزوری کے باوجود آپ کے معتقد آپ کو حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے برابر کا درجہ دیتے ہیں فتاویٰ رضویہ کا ناشر اس کی جلد اول کے تعارف میں ایک فرضی نام سے بیان کرتا ہے:

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس فتاویٰ کو امام ابو حنیفہ نعمان رضی اللہ عنہ دیکھتے تو یقیناً ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور اس کے مؤلف کو اپنے

اصحاب امام ابو یوسف اور امام محمد کے زمرے میں شمار فرماتے۔

(فتاویٰ رضویہ ج4 عرض ناشر مطبوعہ لائل پور)

شیعہ کتابوں سے بے خبری:

حافظ امیر عبداللہ بریلوی ایک صاحب تھے جنہوں نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھی تھیں۔ایک شیعہ سے اختلافی مسائل میں ان کی گفتگو ہوئی وہ پریشان ہو کر بریلی کے نامی علماء کے پاس آئے کہ ان کے سوالات کا جواب دیا جائے۔ حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی طرف سے ان کو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ چاہیے۔ حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا۔ بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔

(تذکرۃ الخلیل ص161 مطبوعہ کراچی)

مولانا احمد رضا خاں کی طرف سے اب تک اس واقعہ کی تردید نہیں ہوئی۔

حدیث کے دوسرے علماء کی طرف رجوع:

مولانا عبدالقیوم صدر مدرس مدرسہ حنفیہ خان پور جو مولانا اشرف کچھوچھوی کے استاد تھے اپنے رسالہ میزان الحدیث میں لکھتے ہیں: مولانا وصی احمد صاحب سورتی محدث پیلی بھیتی (1333ھ) کی خدمت میں امام المتکلمین اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ہمارے زمانہ میں اپنے عقیدت مند طلبہ کو علم

حدیث پڑھنے کے لیے بھیج دیا کرتے تھے۔

(میزان الحدیث ص19 مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ)

❖ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے مدرسہ منظر الاسلام بریلی میں حدیث پڑھانے کا کوئی خاص اہتمام نہ تھا نہ یہاں کوئی صاحب فن محدث موجود تھا۔ مولانا وصی احمد صاحب کے پاس بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا احمد رضا خود حدیث شریف نہیں پڑھاتے تھے۔

خواب میں درسی خدمات:

مولانا احمد رضا خاں کے پیرؤں نے جب دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نے کبھی کسی مدرسہ میں جم کر نہیں پڑھایا اور ظاہر ہے کہ بدوں تدریس علم پختہ نہیں ہوتا تو انہوں نے ایک خواب تجویز کیا اور بتایا کہ اعلیٰ حضرت کو خواب آیا تھا کہ وہ ایک مدرسے میں پڑھا رہے ہیں اور آپ نے خواب میں علوم و فنون کی جملہ کتابیں پڑھائیں اور پھر آپ کو جاگ آ گئی۔ بریلویوں کے ہاں مولانا احمد رضا خاں کی خواب کی درسی خدمات بہت مشہور ہیں۔ جناب پیر قمر الدین سیالوی کے استاد مولانا معین الدین اجمیری کے مندرجہ ذیل بیان میں اس خواب کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا اجمیری مولانا احمد رضا خاں کے مجدد ہونے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

منصب مجددیت ان کو کیسے حاصل ہوا؟ ظاہر ہے کہ محض فتویٰ نویسی اس کا سبب نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ہندوستان کے تمام مفتیان کرام اس منصب عالی کے کیوں سزاوار نہیں کیونکہ اسلامی ریاستوں مثل حیدر آباد دکن، بھوپال ٹونک

وغیرہ کے مفتیان کرام کہ وہ منجانب ریاست خدمت فتویٰ نویسی کے لیے فارغ کر دیئے گئے ہیں اور جن کا شب وروز یہی کام ہے اس وجہ سے یہ نہایت قرین قیاس ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت سے بھی زائد وسیع النظر ہوں پس محض فتویٰ نویسی ہی اگر اس کا سبب ہوتی تو پھر مجددیت کا سہرا بجائے اعلیٰ حضرت کے اس کے سر بندھنا چاہیے۔ رہی تدریس تو اس کا اعلیٰ حضرت نے کسی زمانہ میں صرف خواب ہی دیکھا ہے کہ وہ ان کو خواب پریشان کی طرح یاد بھی نہ رہا۔ کثرت تالیفات کے باعث بھی وہ اس منصب کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کثرت تعداد کی صورت میں کسی طرح وہ نواب صدر الدین حسین خان صاحب بڑودہ سے نہیں بڑھ سکتے۔

(تجلیات انوار ص31،32)

❖ حضرت مولانا اجمیری تو علماء دیوبند میں سے نہ تھے ایک غیر جانبدار کی حیثیت سے حضرت کا بیان بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں یہ دو باتیں کھل کر سامنے آ گئیں۔

❖ اعلیٰ حضرت میں کوئی ایسا علمی کمال نہ تھا جو ان کے دیگر ہمعصروں میں نہ پایا جاتا ہو بڑے بڑے مفتی اور مصنف موجود تھے۔ جو علم میں ان سے بڑھ کر تھے۔ اور یہ بات خان صاحب کے مخالفین میں ہی نہیں ان کے ہم مسلک حلقوں میں بھی مسلم تھی۔

مولانا معین الدین اجمیری نے آپ کے کچھ فضائل ذکر کیے ہیں اور بتایا ہے کہ آپ کیسے یہ مقام مجددیت پا گئے۔ انصاف کی بات ہے کہ یہ پوری بحث پڑھنے کے لائق ہے۔

اعلیٰ حضرت کی شان مجددیت:

مولانا احمد رضا خاں چودہویں صدی کے مجدد کیسے بنے؟ یہ سوال پہلے آ چکا ہے اور ناظرین جان چکے ہیں کہ حضرت میں کوئی علمی کمال نہ تھا جو اس مرتبہ عظمیٰ کا موجب ہوا ہو۔

حضرت مولانا معین الدین اجمیری سلسلہ خیر آبادیہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں انہوں نے اس عنوان سے کہ وہ کیا فضائل ہیں، جس نے خاک پاک بریلی کے ایک مفتی کو مجدد بنا دیا۔

(تجلیات انوار المعین ص33)

اس پر پوری بحث کی ہے آپ کے یہ فضائل آپ کے علم و فضل اور زبان و عمل کی منہ بولتی تصویر ہیں۔ حضرت اجمیری نے آپ کے یہ فضائل ذکر کیے ہیں:

فضیلت 1 :... پہلودار گوئی: کئی کئی پہلوؤں والی بات کرنا۔

فضیلت 2 :... تکفیر: مسلمانوں کو وہابی کہہ کر کافر بنانا۔

فضیلت 3 : ... عمل بالحدیث : صحابہ کرام کے فیصلوں سے گریز کرنا۔

فضیلت 4 : ... خودستائی: اپنی مدح و ثنا میں خوشی منانا۔

پہلو دار گفتگو میں آپ کو فحش گفتگو بہت پسند تھی۔ وہ اسے فحش تسلیم نہ کرتے تھے پہلودار بات کہتے تھے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں: انہیں کوئی پہلودار لفظ کہا اور ان مسلمان بننے والوں کی تہذیب میں آگ لگی۔

(مقتل اجہل اکذب ص12)

❖ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے مقابل سنی مسلمان ہوتے تھے اور وہی آپ کی پہلو دار زبان کا تختہ مشق بنتے تھے۔ آپ اپنے مخالفین کو اس چبھتے انداز سے مسلمان کہنا بتارہا ہے کہ مسلمان مولانا کو بہت چبھتے تھے۔

آپ کے علمی کمالات کی پوری جھلک دیکھنی ہو تو یہ دیکھئے کہ آپ نے تکفیر کی مہم کو سر کرنے کے لیے اپنے لیے کون سازینہ اختیار فرمایا۔

1. پہلے سنی مسلمان کو وہابی قرار دینا۔
2. پھر کافر کہنا۔
3. پھر ملنا جلنا اور سلام اور کلام سب کچھ حرام ٹھہرانا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا، ایسا بدنصیب وہ کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو۔ وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں۔ وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی عصمت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بد ظن کرا دیا۔ جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں۔

(تجلیات انوار ص42)

❖ دنیا میں شاید کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہو گا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا ... مگر در حقیقت یہ وہ فضیلت ہے جو سوائے اعلیٰ حضرت کے کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔

(تجلیات انوار ص42)

ایں جنس گرامی ہمہ کس راند ہند

(تجلیات انوار ص37)

❖ عمل بالحدیث کے عنوان سے صحابہ کرام کے نقش قدم اور فقہ حنفی کی حدود سے نکلنا مولانا احمد رضا خاں کا عمل خاص رہا ہے۔ جس کا دل چاہے خان صاحب کی بدایونیوں سے معرکہ آرائی کا پورا نقشہ دیکھ لے۔

رہی آپ کی چوتھی فضیلت جو آپ کی اپنے بارے میں خود ستائی ہے۔ وہ آپ کو ایک عالم کی حیثیت میں نہیں ایک جنگجو پہلوان کی حیثیت میں پیش کرتی ہے۔ ایک مقام پر اپنا تعارف ان لفظوں میں کرتے ہیں۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ اعداء کے سینے میں خار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے، یہ وار وار سے پار ہے

(حدائق بخشش حصہ دوم ص44 مطبوعہ دہلی)

پھر ایک دوسرے مقام پر اپنے بارے میں لکھتے ہیں: محمدی کچھار کا شیر شرزہ حیدری نعرہ کے ساتھ سامنے آیا ہے۔

(اجلی انوار الرضا ص17)

پھر سد الفرار میں لکھا ہے: وہ اکیلا محمدی شیر جو اس بھرے میدان اعداء میں یا رسول اللہ کہہ کر کود پڑا اور تنہا چار طرف تلوار کر رہا ہے۔

(سد االفرار ص3)

❖ یہ تلوار صرف کر ہی رہا ہے چلا نہیں رہا، ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور ہوتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کس جرأت و محبت سے میدان میں اترتے تھے۔ اسے حضرت مولانا اجمیری کی زبان سے سنیے:

گھر بیٹھے قلم کے نیزے چلارہا ہے جس کو اس بازی سے اتنی بھی فرصت نہیں ملی کہ کبھی مجمع عام میں آکر کسی سے بر سر پیکار ہوتا پھر وہ خواہ مات کھا کر ہی گھر لوٹتا لیکن خلقت یہ کہنے سے تو باز رہتی کہ از ابتدا معرکہ اور در میان نبود۔

(تجلیات انوار ص45)

❖ مولانا احمد رضا خاں کو اپنی علمی بے مائیگی کا پورا احساس تھا اس لیے آپ کبھی کسی کے سامنے علمی مبازرت میں نہ نکلے البتہ گھر بیٹھے گھوڑے خوب دوڑاتے تھے حضرت مولانا معین الدین اجمیری کی اس شہادت سے اعلیٰ حضرت کی علمی سطح پوری نظر آجاتی ہے۔

❖ ان غیر جانبدار شہادتوں سے یہ بات پوری طرح کھل جاتی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں علمی میدان کے آدمی نہ تھے اور کبھی کسی علمی معرکہ میں نہیں دیکھے گئے۔

❖ مولانا احمد رضا خاں فنون عقلیہ میں خاصے کمزور تھے اور اس بارگاہ علم تک ان کی رسائی نہ ہوئی تھی۔ ہاں مغالطہ دہی میں بڑے مشاق تھے اور اکابر علماء عصر جانتے تھے کہ آپ اپنی عادت سے مجبور ہیں۔

اعلیٰ حضرت کے پیروؤں کی علمی شان:

مولانا احمد رضا خاں کے علمی کمالات کے تذکرہ میں نامناسب نہ ہوگا کہ ناظرین ان کے پیروؤں کی بھی ایک علمی جھلک دیکھ لیں۔ ہم اس سلسلہ میں علمائے دیوبند، علمائے ندوہ، یا علمائے دہلی کی رائے پیش نہیں کرتے بلکہ سلسلہ خیر آبادیہ کے بزرگ حضرت مولانا معین الدین اجمیری صدر مدرس مدرسہ معینیہ عثمانیہ

اجمیر شریف جنہیں بریلوی علماء آفتاب علم تسلیم کرتے ہیں۔ ان کی رائے ملاحظہ کیجیے:

اعلیٰ حضرت کے مشتری اطرافِ ہندوستان میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے احکام (علماء دیوبند کو کافر کہنا اور ان سے سلام و کلام کو حرام قرار دینا اور لوگوں کو اس پر اکسانا کہ جہاں ان کے قبرستان ہوں وہاں اپنے مردے دفن نہ کرو۔ یہ اعلیٰ حضرت کے احکام ہوتے تھے۔) کی جا بجا تبلیغ و اشاعت ان کا کام ہے۔

یہ لوگ گو خود علم سے محض نا آشنا ہوتے ہیں۔ جن کا مبلغ علم کل یہ ہوتا ہے کہ وہ اعلیٰ حضرت کے اردو رسالے اس طرح پڑھ دیں کہ فی سطر کم از کم دس جگہ غلطیاں ضرور کر جائیں لیکن علماء ربانین کی تکفیر و توہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل و تفسیق ان کا دثار ہے جس سرزمین میں جہالت عروج پر ہوتی ہے وہاں ان کے قدم خوب جمتے ہیں اور جس خطہ پاک میں علمی چرچا ہوتا ہے اس طرف وہ ادھر کا رخ نہیں کرتے۔ کیوں کہ گو علوم سے واقف نہ سہی لیکن اپنی حقیقت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔

(تجلیات انوار ص6)

❖ مولانا احمد رضا خاں کے علمی مقام کو سمجھنے کے لیے ان کے پیرؤوں کی یہ علمی حالت بہت مفید و راہنما ہے۔ اعلیٰ حضرت کا سایہ بھی جہاں پڑا وہاں کی زمین پر یہی بہار آئی ہے۔

عن المرء لاتسئل وابصر قرينه
فان القرين بالقارن يقتدى

ان جہلاء میں یہ مشنری ولولہ کہاں سے آگیا؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے پیرو اگر واقعی ایسے ہی جہلاء تھے جیسا کہ اجمیر شریف کے بزرگوں نے کہا تو وہ اس مخلصانہ انداز میں ان کے پیرو کس طرح بن گئے؟

مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کے خاص الخاص مشنریوں سے انصاف کی توقع اس لیے نہیں کہ ان کو اعلیٰ حضرت کی ذات سے منافع دنیوی حاصل ہیں۔ جن پر ان کا کارخانہ زندگی چل رہا ہے اور اسی لیے وہ دنیا کے قدر شناس، علم و عقل سے پاک۔

(تجلیات انوار المعین ص6)

❖ اس پس منظر میں یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کے پیرو اس مشنری جوش سے کیسے چلتے تھے اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانے میں کس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

❖ اعلیٰ حضرت کے پیرؤوں کی علمیت کا یہ بیان محض ایک ضمنی بات تھی۔ بات اعلیٰ حضرت کے اپنی علمی کمالات کی ہو رہی تھی۔

ممکن ہے کسی کے ذہن میں بات کھٹکے کہ اعلیٰ حضرت واقعی کسی مدرسہ کے فارغ التحصیل نہ تھے۔ شاعر سے عالم بن گئے تھے اور محض مطالعہ کے زور سے کتابیں لکھتے تھے تو انہوں نے اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء سے کس طرح ٹکر لے لی؟ جواباً گزارش ہے کہ انہیں زندگی بھر کسی مستند عالم سے رودررو علمی مناقشے کی نوبت نہیں آئی، نہ انہوں نے علمائے دیو بند میں سے کسی سے مناظرہ

کیا۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ بار بار انہیں مناظرے کے لیے للکارتے رہے لیکن اعلیٰ حضرت ایسے ہر موقع پر بیمار پڑ جاتے تھے اس لیے یہ سوال اصولاً درست نہیں۔ جہاں تک تحریر کا تعلق ہے مولانا احمد رضا خاں نے اس کے ذریعہ بے شک بہت سے اکھاڑے بنائے لیکن ان میں خان صاحب ایسی زبان استعمال کرتے تھے کہ شریف آدمی کو سن کر گھن آتی تھی اور ان کے خلاف لکھنے میں بہت بوجھ محسوس کرتا تھا علمی بے مائیگی میں آپ کن حیلوں سے کام لیتے تھے ؟ انہیں آپ حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کی زبانی سنیئے :

مولانا احمد رضا خاں کے مناظرانہ حیلے:

1. اعلیٰ حضرت جب دلائل مخالفین کے جواب سے معذور ہو جاتے ہیں تو اپنی بند خلاصی کے لیے اصلی دعوے ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

(ص7 تجلیات)

2. الزام بما لم یلتزم یعنی جس امر کا مخالف کو التزام نہ ہو شرعاً عرفاً اس کا لزوم ہو اس کو اپنے مخالف کے سر تھونپ دینا اعلیٰ حضرت کی صفت خاصہ ہے۔

(ص8 تجلیات)

3. مغالطہ دہی یہ خاصیت اعلیٰ حضرت کی تمام تالیفات کی جان اور روح رواں ہے۔

(ص9 تجلیات)

(اس سے خان صاحب کی تمام تالیفات کی حقیقت سامنے آگئی۔ یہ وہ بنیادی بات ہے جس کی وجہ سے خان صاحب کی کتابیں پڑھے لکھے حلقوں میں مقبول نہ ہو سکیں)

4. بہتان طرازی۔

(ص11 تجلیات)

5. خروج از دائرہ بحث۔ جب اعلیٰ حضرت جواب سے عاجز درماندہ ہوتے ہیں تو مبحوث عنہ کو چھوڑ کر غیر متعلق مباحث کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔

(ص12 تجلیات)

6. مجادلہ۔ یہ صفت اعلیٰ حضرت کا آخری حیلہ ہے۔

(ص13 تجلیات)

7. حق پوشی۔

(ص14 تجلیات)

8. بادبدستی۔ اعلیٰ حضرت سے جب کچھ بن نہیں پڑتا تو باد ہوائی باتیں شروع کر دیتے ہیں۔

(ص15 تجلیات)

9. کج بحثی۔ جواب سے عاجزی کے وقت اس حربہ خاص کا بھی استعمال اعلیٰ حضرت بکثرت کرتے ہیں۔

(ص16 تجلیات)

10. خلاف بیانی۔

(ص17 تجلیات)

11. افتراء و تحریف۔

(ص17 تجلیات)

12. خود فراموشی۔ اعلیٰ حضرت اپنی شان و مرتبہ کو فراموش کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مجتہدین پر اپنی ذات کو قیاس کرنے کے بے حد عادی ہیں۔

(ص18 تجلیات)

13. تحکم و حکومت طلبی کبھی اس طرح کہ ہاں میں ہاں ملانے والے شخص کو مسند فضل و کمال کا صدر نشین بنا دیا پھر جو لہر آئی تو اس کو ایک دم جاہل و احمق جیسے معزز خطاب دے دیتے۔

(ص19 تجلیات)

حضرت مولانا اجمیری رحمہ اللہ نے مولانا احمد رضا خاں کی ان 13 صفات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

(تجلیات انوار المعین ص7 سے 19 تک)

اور ان کی ہر ایک خصوصیت پر ان کی تحریرات سے مثالیں پیش کی ہیں۔ حضرت اجمیری نے خان کے علم و فضل کو اس طرح بے نقاب کیا ہے کہ اب خان صاحب کو اس آئینہ میں اتارنے کی کوئی اور حاجت نہیں رہ جاتی۔ المیزان بمبئی نمبر میں مدنی میاں کا یہ تاثر بالکل صحیح ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق پڑھے لکھے حلقوں کی رائے یہ ہے: آج اہل دانش امام احمد رضا کی عبقری ذات کو نہ تو جانتے ہیں نہ ہی پہچانتے ہیں۔ان کا اسم گرامی ایک مذہبی گالی سمجھا جاتا ہے۔

(المیزان احمد رضا نمبر ص38)

پروفیسر مسعود احمد بھی درست لکھتے ہیں: کہ مولانا احمد رضا خاں کے متعلق مدتوں یہی تاثر رہا ہے کہ گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص5)

نواب کلب علی خاں کی خدمت میں:

رام پور کے نواب کلب علی خاں علمی اور ادبی ذوق رکھتے تھے، نوجوانوں سے ملنے کا انہیں بہت شوق تھا ''المیزان'' میں ہے: ''انہیں ایک ایسے طالب علم سے ملنے کا اشتیاق ہوا جس نے چودہ سال کی عمر میں درسیات سے

فراغت حاصل کر لی ہو، جب حضرت (مولانا احمد رضا خاں) نواب صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے خاص پلنگ پر بٹھایا اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرتے رہے۔''

(امام احمد رضا نمبر ص332)

استاد کی نظر میں:

مانا میاں پیلی بھیتی لکھتے ہیں کہ بچپن میں بھی آپ کے استاد مرزا غلام قادر بھی اعلیٰ حضرت کے بہت شیدا تھے اور آپ پر قربان ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے یہ استاد اعلیٰ حضرت پر جان چھڑکتے تھے۔

(سوانح اعلیٰ حضرت ص30)

مولانا احمد رضا خاں کی چلبلی طبیعت:

مولانا احمد رضا خاں کی طبیعت بہت چلبلی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فحش شعر بھی کہہ لیتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کی بہار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص37)

مولانا حشمت علی کے بھائی لکھتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے۔

(ماہ نامہ سنی لکھنؤ ذوالحجہ1374ھ)

بریلوی مذہب والوں نے مولانا احمد رضا خاں صاحب کی طبیعت پر یہ تبصرہ نہایت نامناسب الفاظ میں کیا ہے، انہیں مولانا کی اس قسم کی باتوں پر پردہ ڈالنا چاہیے تھا نہ کہ ان کی اس طرح تشہیر کریں (سچ ہے خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے) یہ عجیب بات ہے کہ آپ کے سوانح نگار آپ کی اس قسم کی باتوں کو تو نقل کرتے ہیں لیکن کام کی کوئی بات ذکر نہیں کرتے۔

سیرت میں صوفیاء کا کوئی رنگ نہیں:

ہم ''المیزان'' کے احمد رضا نمبر کی اس تصریح سے اتفاق کرتے ہیں۔ ''سوانح نگاروں نے اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ زندگی، عشق رسول، سوز جگر، حزن و ملال اور کیفیت قلبی، سرور باطنی، احتیاط ظاہری کا کہیں پر ذکر تک نہ کیا۔''

(امام احمد رضا نمبر ص217)

مضمون نگار کو اس پر افسوس نہ کرنا چاہیے کچھ ہوتا تو سوانح نگار ذکر کرتے، آپ کی رہائش جس علاقے میں تھی اس کا لازمی اثر تھا کہ آپ کی طبیعت چلبلی سی رہے اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کہیں آپ کی کیفیت قلبی اور اسرارِ باطنی کا پتہ نہ ملا، یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے مارہرہ شریف کے آستانہ پر حاضری دی تھی لیکن یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ مرشد مرید سے کس قسم کی فرمائشیں کیا کرتے تھے اور مرید کس شوق سے انہیں پورا کیا کرتے تھے۔

مولانا کے شیخ طریقت کی فرمائش:

مرشد کی اپنے اس مرید خاص سے کس قسم کی فرمائشیں تھیں؟ اس کے لیے ''المیزان'' کے احمد رضا خان نمبر کو دیکھیے: ''سجادہ نشین صاحب نے ایک

مرتبہ اعلیٰ حضرت سے رکھوالی کے لیے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت نے اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہ عالیہ کو دیکھ بھال کے لیے بذات خود دیے۔''

(امام احمد رضا نمبر ص219)

بعض لوگوں کو یہ اعتراض ہے کہ عبارت پوری نہیں نقل کی کہ وہ دو کتے حامد اور مصطفےٰ رضا تھے۔ میں نے نہ نقل کر کے تمہاری خیر خواہی کی اور اگر نقل کر دی جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بریلوی نسلی کتے ہیں اور وہ بھی اعلیٰ نسل کے۔شاید اسی وجہ سے فاضل بریلوی کو اعلیٰ حضرت کہا جاتا ہے اب بتایئے نہ نقل کرنا بہتر ہے یا نقل کرنا؟

پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کو کتے پالنے کا بھی شوق تھا یا کتے پالنے والوں کے ساتھ آپ کے گہرے روابط تھے۔ تبھی تو مرشد گرامی نے آپ سے ان کی فرمائش کی تھی۔ مرشد گرامی کی مالی حالت معلوم ہوتی ہے بہت مضبوط ہو گی تبھی تو اس کی حفاظت کے لیے مرشد و مرید دونوں کو کتوں کی فکر تھی۔ جب توجہ ہی ان جیسے امور کی طرف ہو تو طریقت کی منزلیں کیا طے ہوں گی۔ بریلوی علماءاعتراف کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی سیرت پر اب تک جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں صوفیاء کرام کے طرز کی کوئی بات نہیں ملتی:

''جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں، ان کتابوں میں کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی جو انتشار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے۔

(امام احمد رضا نمبر ص218)

خرقہ خلافت بلا ریاضت ملا:

یہ صحیح ہے کہ آپ مارہرہ شریف کی گدی سے خرقہ خلافت پا چکے تھے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنے مرشد کی زیر تربیت واقعی کوئی سلوک کی منزلیں طے کی ہوں گی، مولانا احمد رضا خاں اس لائن کے ہی نہ تھے کہ انہیں طریقت میں چلنے کا کوئی موقع ملتا۔ رہا یہ مسئلہ کہ پیرِ طریقت نے خلافت کیسے دے دی تو اسے خود انہی حضرات کی زبان سے سنیے اور اعلیٰ حضرت کی بزرگی پر سر دھنیے:

''آپ نے بغیر مشقت و مجاہدہ کے امام احمد رضا کو خلافت دے دی۔''

(امام احمد رضا نمبر ص367)

ساری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ ہوئی:

یوں تو مولانا احمد رضا خاں نے ایسے خواب بھی سنائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے مقتدی بنے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ کو زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہ ہوئی تھی۔ ایک جگہ خود فرماتے ہیں:

جان تو جاتے ہی جائے گی قیامت یہ ہے
کہ یہاں مرنے پہ ٹھہرا ہے نظارہ تیرا

(حدائق بخشش حصہ اول ص5)

❖ اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ مجھے موت کے بعد ہی آپ کی زیارت نصیب ہو سکے گی۔ اس سے پہلے کسی حالت میں ممکن نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کی نماز:

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مشائخ نفلوں کو بھی فرض کی سی اہمیت دیتے ہیں، بندہ مومن نفلوں کے ذریعہ خدا کا محبوب بنتا ہے۔''

(الفتح الربانی مجلس 61 ص446)

اب دیکھیے مولانا احمد رضا خاں صاحب اس یادِ الٰہی میں کہاں تک جذب تھے۔

سنت معاف نفل صاف:

مولانا احمد رضا خاں (اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہوئے) لکھتے ہیں:

''میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمد للہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیے ہیں۔''

(ملفوظات حصہ چہارم ص50)

معلوم ہوتا ہے مولانا سنت کو بھی اپنے لیے معاف سمجھتے تھے، معلوم نہیں فقہاء کرام نے کہاں فتویٰ دیا ہے کہ اپنی علمی مصروفیات کی وجہ سے بے شک سنت بھی چھوڑ دو۔

رہا نماز تہجد کا مسئلہ تو مولانا احمد رضا خاں اسے سنت کفایہ کہہ کر فارغ ہو گئے کہ محلے میں کوئی شخص بھی تہجد پڑھ لے تو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مولانا کو اس دن سے نفل کی توفیق نہ ہوئی، شیطان کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ انسان سے پہلے مستحبات و نوافل وغیرہ چھڑواتا ہے، پھر اس کے لیے آگے

چلنے کا راستہ بڑا ہموار ہو جاتا ہے۔

ان حالات میں مولانا کے تذکروں میں طریقت و سلوک کی پگڈنڈی اگر کہیں نظر نہ آئے تو ''المیزان'' کے مضمون نگار اعجاز لائبریرین کو شکوہ نہ ہونا چاہیے تھا

(امام احمد رضا نمبر ص218)

بریلوی مذہب کے لوگ ممکن ہے کہ مولانا کی طرف سے یہ کہیں کہ آپ نے گو نفل چھوڑ دیے تھے لیکن آپ کی فرض نماز بہت بلند شان تھی۔ اس میں نفلوں کی کمی سب ادا ہو جاتی تھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم مولانا کی فرض نماز کا نمونہ بھی ہدیہ قارئین کر دیں۔ اس سے بریلویوں کی عام نمازوں کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔

فرض نماز میں نفس کی حرکت سے بند ٹوٹ گیا:

بریلویوں کے مولوی محمد حسین میرٹھی کا بیان ہے کہ:

''ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے میں معتکف ہوا، جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی اعتکاف فرما لیا۔ قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے۔ آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا حضور میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں، نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیرہ میں بعد تشہد حرکتِ نفس سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر میں جا کر بند وبست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔''

(المیزان امام احمد رضا نمبر ص234)

احتیاط کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ اگر پہلی نماز ادا نہ ہوتی تو اب یہ نماز لائق ادا ہو جائے۔ اس صورت میں کیا مقتدیوں کی نماز بھی احتیاطاً دوبارہ نہ ہونی چاہیے تھی؟ اگر یقین تھا کہ نماز صحیح ادا ہو گئی ہے تو پھر احتیاطاً دوبارہ کا کیا مطلب تھا؟ یہ اس وقت موضوع سخن نہیں، اس وقت اپنے قارئین کو صرف یہ بتلانا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کی فرض نمازوں کی رمضان المبارک میں کیا شان تھی کہ نفس کی حرکت سے انگرکھے کا بند ٹوٹتا تھا۔

عضوتناسل پر خاص تحقیق:

''مرد کی شرم گاہ کے اعضاء کو نو ثابت کرنا آپ کی فقہ دانی پر ایسی شہادت ہے جو آفتاب نیم روز سے زیادہ درخشاں اور تابندہ ہے چنانچہ آپ نے پہلے چالیس مستند و معتبر کتب فقہیہ اور فتاویٰ کے حوالہ سے شرمگاہ کے اعضاء کو مدلل و محقق فرمایا پھر تدقیق نظر سے ایک اور عضو شرمگاہ پر دلائل ثبت فرما کر ثابت کیا کہ مرد کی شرمگاہ کے اعضاء نو ہیں۔

(امام احمد رضا نمبر ص212)

گاؤں کی اٹھارہ سالہ لڑکی پر نگاہ:

حدیث کی رو سے غیر محرم عورت پر خود نگاہ کرنا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا فرماتے ہیں کہ: ''میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی اٹھارہ یا بیس برس کی تھی، ماں اس کی ضعیفہ تھی اس کا دودھ اس سے نہ چھڑایا تھا، ماں ہر چند منع کرتی وہ زور آور تھی پچھاڑتی تھی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔''

(ملفوظات حصہ سوم ص58)

غیر محرم عورت کو خود دیکھنا اور اس کی ماں کی چھاتی پر بھی نگاہ ڈالنا اور بار بار مشاہدہ کرنا کہ ماں ہر چند اسے منع کرتی ہے اور وہ رکتی نہیں انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جن کی نماز ابھی پوری شان سے قائم نہ ہوئی ہو ورنہ نماز تو بے حیائی سے روکتی ہے اور ساتھ یہ فتویٰ بھی دیں کہ نماز میں احتلام ہو اور سلام پھیرنے تک منی نہ نکلے تو نماز ہو جاتی ہے۔

(فہارس فتاویٰ رضویہ ص 62)

❖ آہ! یہ وہی آنکھیں ہیں جو بچپن میں غیر محرم کے چہرے سے بچتی تھیں اب جوانی میں غیر محرم چھاتیوں سے بھی نہیں چوکتیں۔

کھانے پینے کا ذوق:

مولانا احمد رضا خاں کو کھانے پینے کا بہت شوق تھا، کھاتے پیتے تو سب ہی ہیں لیکن شوق و ذوق کچھ اور شے ہے۔ آپ نے وفات سے پہلے لذیذ کھانوں کی جو فہرست مرتب کی اور اس آخری وقت میں بھی کھانوں کی لذت کو نہ بھولے اسی جماعت کے ایک پیرو مولانا محمد عمر اچھروی بھی تھے، آپ نے حنفیت کے خود ساختہ معیار پر ایک کتاب لکھی ہے جس کے بعض عنوانات یہ ہیں:

فضیلت جمعرات

(مقیاس حنفیت ص505)

فضیلت دودھ

(مقیاس حنفیت ص509)

فضیلت حلوا و شہد

(مقیاس حنفیت ص510)

فضیلت گوشت

(مقیاس حنفیت ص511)

پراٹھے پکا کر بزرگوں کی نذر کرنا

(مقیاس حنفیت ص511)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

''شب برات کا حلوہ اور میت کی فاتحہ اس کھانے پر جو میت کو مرغوب تھی اسی سے مستنبط ہے۔''

(تفسیر نور العرفان ص51)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں: ''نیاز کا ایسے کھانے پر ہونا بہتر ہے جس کا کوئی حصہ پھینکا نہ جائے جیسے زردہ یا حلوہ یا خشکہ یا وہ پلاؤ جس میں سے ہڈیاں علیحدہ کر لی گئی ہوں۔''

(فتاویٰ رضویہ ج4 ص236)

ان عنوانات سے اور اس قسم کے استنباط سے ایک عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ بریلوی مذہب کس چیز کا نام ہے، آج بھی بریلوی مسلک کے علماء زیادہ تر انہی لذیذ کھانوں کے پیچھے پڑے ہوئے ملیں گے۔ ماہ نامہ ''المیزان'' بمبئی

اپنے ہم مشرب علماء کا شکوہ ان الفاظ میں کرتا ہے: ''یا پھر امام احمد رضا کا نام لے کر ''شکم پروری'' میں مبتلا ہیں۔''

(المیزان احمد رضا نمبر ص46)

یہ بریلویوں کا ایک دوسرے سے اندرونی شکوہ ہے ہم ان کے اختلاف میں دخل دینا نہیں چاہتے۔ ہم یہاں صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے وفات سے دو گھنٹے سترہ منٹ پہلے عمدہ اور لذیذ کھانوں کی جو فہرست ترتیب دلوائی اس سے ان کے کھانے کے ذوق و شوق کا پتہ چلتا ہے، آپ نے مندرجہ ذیل لذیذ کھانوں کی وصیت فرمائی تھی۔ فرماتے ہیں: ''اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو فاتحہ ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں، دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کا دودھ ہو، مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ خواہ بکری کا ہو، شامی کباب، پراٹھے، بالائی، فیرنی، ارد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار کا پانی، سوڈے کی بوتل، دودھ کا برف۔

(وصایا شریف ص8)

اعلیٰ حضرت کی وصیت پر مولانا ظفر علی خان کا شعر:

تربت احمد رضا خاں پر چڑھاوا ہے فضول
جب تک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

بعض بریلوی اس وصیت کا یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو فقیروں کے لیے فاضل بریلوی دینے کو کہہ رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے بریلوی مذہب میں جو چیز میت کے لیے بھیجی جائے وہ اسے پہنچ جاتی ہے، ملفوظات اعلیٰ حضرت بریلوی میں ہے: ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا میرا کفن ایسا

خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا، معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں تیسرے روز خبر ملی اس کا انتقال ہو گیا ہے لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا یہ میری ماں کو پہنچا دینا رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔

(ملفوظات حصہ اول ص120)

مولوی حسن علی رضوی کہتاہے: اس واقعہ میں ان صالحہ ولیہ بزرگ خاتون کی کرامت پوشیدہ ہے۔

(محاسبہ دیوبندیت ج1ص60)

یعنی یہ کفن کراماً پہنچ گیا تھا تو فاضل بریلوی بھی تو تمہارے نزدیک ولی ہے اور تمہارے نزدیک کرامت ؛ ولی کے اختیار سے صادر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی یہ اشیاء وہاں بھی منگواتا ہے اور اسی لیے تو سوڈے کی بوتل کا بھی ذکر ہے تا کہ بد ہضمی نہ ہو ورنہ قبر میں پریشانی ہو گی۔

سادہ زندگی بسر کرنے، قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے اور تقویٰ و ریاضت اختیار کرنے سے اخلاق فاضلہ کی دولت ملتی ہے، اخلاق رذیلہ چھٹ جاتے ہیں اور انسانی زندگی پر ان کا اثر ظاہر ہوتا ہے انسان کی زبان میں شرافت اور گفتگو میں حیا آجاتی ہے، لیکن یہاں معاملہ مختلف ہے، ملاحظہ ہو:

مولانا کی اخلاقی زبان:

مولانا احمد رضا خاں صاحب سے مسئلہ پوچھا گیا کہ جوان عورت سے مرد ضعیف نکاح کرنا چاہے تو خضاب سے بال سیاہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ نہیں۔ اسلام میں کسی کو دھوکا دینا جائز نہیں مگر مولانا احمد رضا خاں کا جواب سنیے اور اندازِ تخاطب پر داد دیجیے:

''بوڑھا بیل سینگ کاٹنے سے بچھڑا نہیں ہو سکتا۔''

(امام احمد رضا نمبر ص171)

انسان کو بغیر اس کے کسی قصور کے جانور بنا دینا کون سی خوش اخلاقی ہے؟ یہ مسئلے کا جواب ہے یا اس بیچارے پر طعن و تشنیع کا انبار ہے؟ جو لوگ علماء سے شرعی رہنمائی چاہیں ان سے اس قسم کی زبان استعمال کرنا کیا مجددانہ شان ان کے موافق تھی؟

(2) ایک صاحب کو جدید فقہ لکھنے کا شوق تھا، مولانا احمد رضا خاں اس کے خلاف تھے آپ اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہاں کا اسلام کیسی ملت مجوسیت کو نہال کیجیے
مزے سے الو کا گوشت کھا کر پھوپھی بھتیجی حلال کیجیے

(سیف المصطفیٰ ص57)

علمائے دیوبند کے خلاف بدزبانی:

مولانا احمد رضا خاں کی مشہور کتاب ''خالص الاعتقاد'' کی تمہید میں ان علماء کے بارے میں جو علمائے دیوبند رحمہم اللہ کی طرف سے مناظرہ کرنے آئے تھے، لکھا ہے: ''شریفہ ظریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کے ادبار

پر ضیق کو فراخی حوصلہ کی لے سکھائی کہ چاہیں تو ایک ایک منٹ میں اپنے مضمون کی ''ایک ایک کتاب'' کا جواب لکھ دیں۔''

(خالص الاعتقاد ص10)

شریفہ ظریفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو اور رشیدہ رمیدہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کو کہا ہے، رمیدہ بھاگی ہوئی عورت کو کہتے ہیں۔ اقبال وسیع سے مراد عام کھلی قبولیت ہے کہ جو چاہے آئے ادبار دُبر کی جمع ہے۔ یہ پچھلے حصے کو کہتے ہیں پر ضیق نہایت تنگ گزار راستے کو کہتے ہیں۔ فراخی حوصلہ سے مراد کھل جانا ہے۔ یہ تمام الفاظ آستانہ بریلی کی بدزبانی کی کھلی شہادت ہیں۔

آپ سوچیں یہ زبان کس شریف انسان کی ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت تھانوی کے بارے میں لکھا ہے: ''وہ تین توڑے دیکھ کر بھی لب نہ کھولیں گے آپ کی مہر دہن تو جب ٹوٹے کہ کچھ گنجائش سوجھے۔''

(رماح القہار علی کفر الکفار ص10)

تین توڑے سے آپ کا اشارہ کدھر ہے، شریف حلقے اس کی تصریح کے گرانبار نہیں ہو سکتے، پھر دیکھیے مولانا احمد رضا خاں جانوروں کی جفتی (INTERCOURSE) کا تصور قائم کر کے حضرت مولانا تھانوی کے بارے میں کیا لکھتے ہیں:

تھانوی جی نہ تھان چھوڑیں گے
اور نہ ہم ان کے کان چھوڑیں گے

ہم انہیں ٹکٹکائے جائیں گے
وہ کبھی تو مکان چھوڑیں گے
ہم نے کیسا چکھایا ڈنڈا کیوں
پھر اوچھل کر پلان چھوڑیں گے
وہ دولتی چلائیں ہم ان کو
پیٹھ پر جاکے کان چھوڑیں گے

(حدائق بخشش حصہ سوم ص92)

ڈنڈا چکھانا اور پیٹھ پر جا کر کان چھوڑنا مولانا کے ذوق درونی کا پتہ دے رہے ہیں اس پر بھی چین نہ آیا تو آپ نے مولانا کو پھر ایک اور گالی دی:

اضر حبلیٰ من نتائج ردۃ اشرف علی لعبۃ الصبیان
انہی جراءك فی الحسان عن العواء انت انجی یا کلبۃ الشیطان

(حدائق بخشش حصہ سوم ص89)

ترجمہ: ارتداد کے بچوں سے بدترین حاملہ اشرف علی بچوں کی گڑیا ہے (اے حاملہ) تو اپنے پِلوں کو اچھوں میں بھونکنے سے روک۔ اے شیطان کی کتیا تو خود بھونک۔ معاذ اللہ

اس زبان کے باوجود کوئی شخص مولانا احمد رضا خاں کو شریف انسانوں میں جگہ دے۔ تو اس کی بہت ہی بڑی مروت ہوگی ورنہ حقیقت خود ظاہر ہے۔
مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

حضرت ممدوح صدر الصدور صاحب بالقابہ نے اور بھی آسانی دیکھی،

بدایوں کو دو ہی کا جوتا بویا ملا تھا۔ رہے وہابیہ ورامپوری انہیں تین کا ملا۔

(اجلی انوار الرضا ص3)

تین چوٹوں پر تین روپیہ انعام... فی چوٹ ایک روپیہ۔

(مقتل کذب وکید ص56)

کیا بازاری گفتگو ہے۔ خدارا فیصلہ کیجیے، کیا یہ علماء کی زبان ہے؟ کیا یہی ان کا درس اخلاقیات ہے؟ پھر صرف لفظ تین پر اکتفا نہیں کرتے، ان میں ایک کی اس طرح تعین کرتے ہیں۔

تیسرا ان کے نصیبوں کا سب میں سیدھا۔

(سد الفرار ص11)

تیسرا دونوں سے بڑھ کر مضر۔

(سد الفرار ص56- وقعات السنان ص28)

اب خان صاحب آگے دیکھنے کی بھی دعوت دے رہے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

ہمارے اگلے تین پر پھر نظر ڈالیے دیکھئے وہ رسلیا والے پر کیسے ٹھیک اتر گئے۔

(سد الفرار ص56)

بریلی کے ان علمائے نامدار سے اور سنیے، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ حفظ الایمان میں ایک موضوع کو تین شقوں (اجزاء) میں تقسیم کیا تھا۔ آپ کے صاحب زادے اس پر تنقید کرتے ہوئے مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

اگر بہ کمال بے حیائی اپنی دو شقی میں وہ تیسرا احتمال داخل بھی کرلے... الخ

(وقعات السنان ص28)

ان الفاظ کو نقل کرتے ہوئے شرافت کانپتی ہے۔ لیکن خان صاحب اور ان کے شاہزادوں کی عملی اور اخلاقی حالت اس کے بغیر کھلتی بھی تو نہیں۔ حامد رضا خاں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے لیے مؤنث کے الفاظ اختیار کر کے پھر یہ بھی لکھ گئے۔ مسماۃ یہ تیسرا بھی کیسا ہضم کر گئی۔

(وقعات السنان ص46)

''اس (مولانا تھانوی رحمہ اللہ) کی دو شقی میں اس تیسرے کا دخول''
(وقعات السنان ص25)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مکارمِ اخلاق کی تکمیل کے لیے آئے تھے۔ علماء کا کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی تعلیم کو عام کرنا ہے نہ کہ اس قسم کی فحش یا پہلو دار گفتگو سے اپنے ذوق درونی کو تسکین دینا۔ بریلی کے یہ شہزادے لفظ تین کے ساتھ اسی تصور میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

آپ معمول مجعول کا پیوند جوڑ کر دخول کی مشکل آسان بھی کرلیں۔
(سد الفرار ص52)

بات اذان کے داخل مسجد ہونے کی چل رہی تھی۔ آپ داخل کے لفظ سے لفظ دخول کی طرف منتقل ہو گئے۔ اور سنیے:

تمہارا نام الف کے تلے لیں...

(سد الفرار ص39)

ہے ہے آدھی... ہے ہے پوری نہ لی۔

(وقعات ص17)

پھر اور سنیے اور ان حضرات کی اخلاقی حالت کا ماتم کیجیے: رسلیا والا (رسلیا لفظ رسالہ کو بگاڑ کر لکھا ہے اس سے حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کا

رسالہ حفظ الایمان مراد ہے) بھی کیا یاد کرے گا کہ کسی کرے سے پالا پڑا تھا۔ اب وہ کھولوں جس سے مخالف چندھیا کرپٹ ہو جاوے۔

(وقعات ص48)

اف ری رسلیا تیرا بھولا پن خون پونچھتی جا اور کہہ خدا جھوٹ کرے۔

(وقعات ص17)

رسلیا کی چک پھیریاں تو گوہر کو بھی مات کر گئیں۔ اب مسلمان کے چھلنے کو پھر کاوا کاٹتی ہے۔

(ایضا)

سب پر ابلیس ایک طرح سوار... دوسرا اور مسماۃ کی گرہیں کھولتا ہے۔

(ایضا)

آپ غور کریں اور دیکھیں کہ آستانہ بریلی میں کس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اور ان کے گھر میں کن لوگوں کی اصطلاحیں رائج تھیں۔ مولانا تھانوی کی کتاب حفظ الایمان کو رسلیا کہتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''رسلیا کہتی ہے میں یوں نہیں مانتی میری ٹھہرائی پر اترو، دیکھوں تو اس میں تم میری گرہ کیسے کھول لیتے ہو۔''

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے شاہزادے تو ان الفاظ کو صرف پہلو دار بتاتے ہیں فحش نہیں مانتے۔ لیکن مولانا معین الدین اجمیری کے تاثرات یہ ہیں:

ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اس طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جا سکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کر لینا۔ یہ ایسی زبردست سفاہت و حماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے، تو پھر وہ جماعت

بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی۔

(تجلیات انوار ص34)

ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان و قلم سے ایسے سو قیانہ جملے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی۔

(تجلیات انوار ص35)

خان صاحب کا تین کے تصور میں لذت لینا:

حضرت مولانا معین الدین اجمیری جنہیں ماہنامہ المیزان بمبئی کے امام احمد رضا نمبر میں آفتاب علم تسلیم کیا گیا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان پہلو دار الفاظ میں آپ کو لفظ تین زیادہ مرغوب ہے۔ خلقت اس کو فحش و بازاری گفتگو کہتی ہے۔ مگر یہ اس کی غلطی ہے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ سوء ظنی ہم ان کی بعض کتب سے بحوالہ چند صفحات چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے ناظرین خود فیصلہ کرلیں گے۔ کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ارشاد صحیح ہے کہ کوئی پہلودار لفظ کہا یا عام مخلوق کا یہ گمان کہ وہ پہلودار لفظ نہیں بلکہ فحش و بازاری گفتگو ہے۔

(تجلیات انوار ص33)

لیکن خلقت کا یہ اعتراض ایک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اصل یہ ہے کہ خلقت کی اصطلاح میں فحش وہ ہے جس کی طرف ذہن کا انتقال فی الجملہ ہو جائے... اعلیٰ حضرت کے نزدیک فحش کی صرف ایک صورت ہے۔ وہ یہ کہ لفظ خاص فحش کے لیے موضوع ہو۔ (تجلیات: 34)

یہ فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیرو صرف پہلودار الفاظ کے چٹخارے لیتے ہیں یا واقعی فحش گو ہیں۔ تاہم شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری جو علماء دیوبند میں سے نہیں سلسلہ خیر آبادیہ کے مشہور بزرگ اور محدث تھے ان کا فیصلہ ضرور ہدیۂ قارئین کیے دیتے ہیں:

ایسے حضرات کو جو عباد الرحمٰن اور حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث ہیں صاف لفظوں میں مؤنث کہا گیا ہے کہ جس کو سن کر بازاری اوباش تک کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اب اس کے بعد وہ کون سا درجہ ہے جس کی بناپر اعلیٰ حضرت کو فحش گو قرار دیا جائے۔ دنیا میں جب اعلیٰ درجے کا فحش گو اپنی انتہائی فحش کی نمائش کرتا ہے تو اس کی فحش گوئی کا خاتمہ بھی ایسے جملوں پر ہوتا ہے جن کا صدور آئے دن اعلیٰ حضرت کی ذات سے علماء کرام کی شان میں ہوتا رہتا ہے۔ فرق ہے تو صرف اس قدر کہ اس کی فحش گوئی کے لیے کوئی طائفہ مخصوص نہیں اور اعلیٰ حضرت کی فحش گوئی کا مورد خاص علماء کرام کا ایک طبقہ ہے۔

(تجلیات:36)

اعلیٰ حضرت کے بعد ان کے پیرو اس خاص میدان کے ہیرو ہیں۔ انہوں نے علماء کے دائرہ سے کچھ آگے بھی قدم بڑھائے اور انگریزوں کے خلاف کام کرنے والے سپاہی کارکنوں پر بھی اس فحش گوئی کی کچھ مشق کی اور کچھ عربی الفاظ درمیان میں لاکر اپنے ذوق درونی کا اظہار کیا۔

فحش کلامی کے ساتھ بدزبانی بھی:

اعلیٰ حضرت فحش کلامی کے علاوہ بدزبانی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ اس میں آپ بسا اوقات قرآن کریم کے الفاظ سے بھی کھیلتے تھے اور اس سے عجیب عجیب الفاظ بناتے۔

ان کے پیرو اسے آپ کی علمی تجلیات سمجھتے اور آپ اسے اپنے مخالفین کے خلاف ایک لسانی جہاد کہتے... اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم سورۃ القمر میں قوم ثمود کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کو اَشر کہتے تھے۔ اشر کے معنی بڑائی مارنے والا بڑا بننے والا کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:

{سَيَعۡلَمُوۡنَ غَدًا مَّنِ الۡكَذَّابُ الۡاَشِرُ}

(پ:27، القمر:26)

''عنقریب کل جان لیں گے کہ کون ہے جھوٹا بڑائی مارنے والا''

مولانا احمد رضا خاں نے یہاں اشر کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ زبان سے بڑائی مارنے والا اور عملاً بڑائی مارنے والا... پہلے کو اشر قولی کہا اور دوسرے کو اشر فعلی ... چودہ سو سال کے مفسرین مترجمین اور علمائے اخلاق میں سے کسی بزرگ نے اشر کی یہ دو قسمیں نہ بتائیں۔ مولانا احمد رضا خان نے یہ دو قسمیں کیوں بتائیں یا یہ دو قسمیں کیوں بنائیں؟ اس لیے کہ اشرف علی لکھ کر حضرت مولانا اشرف علی پر چٹخارے دار قہقہہ لگا سکیں اور اس طرح اپنی مجلس کو باغ و بہار بنائیں... مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں: کل قیامت کو کھل جائے گا کہ مشرک، کافر، مرتد، خاسر کون تھا سیعلمون غدا من الکذاب الاشر اشر بھی دو قسم

کے ہوتے ہیں۔ اشر قولی کہ زبان سے بک بک کرے اور اشر فعلی کہ زبان سے چپ اور خباثت سے باز نہ آئے۔ وہابیہ اشر قولی اور اشر فعلی دونوں ہیں۔
(خالص الاعتقاد ص44)

خاں صاحب کو نہ قادیانیوں میں کوئی اشر نظر آیا نہ شیعوں میں ایسا دکھائی دیا آپ نے اشر کا لفظی ترجمہ بھی نہ کیا۔ عربی لفظ کو ویسے ہی لیا اور قولی اور فعلی کی تقسیم کر کے بات کی تان مولانا اشرف علی پر توڑ دی۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے خلاف بدزبانی:

مولانا احمد رضا خاں فحش کلامی اور گندی زبان میں یہاں تک آگے بڑھ چکے تھے کہ ایک مقام پر گالی دیتے ہوئے انہیں لفظ سنت کا احترام بھی مانع نہ آیا۔ آپ ندوہ کے بارے میں فارسی میں لکھتے ہیں کہ فارسی میں اس لیے لکھا کہ کچھ تو پردہ رہ جائے ورنہ بات کیا تھی لفظ سنت کی کھلی توہین تھی اور ایک کھلی گالی تھی:

اسپ سنت مادہ خر از بدعت آوردہ بہم
استر ندوہ بدست آرند و مفتخر می کنند

(حدائق بخشش حصہ سوم ص32)

''سنت کا گھوڑا جب بدعت کی گدھی پر آیا تو ندوہ کا خچر پیدا ہوا اسی پر ندوہ والے فخر کر رہے ہیں۔''

سنت اور بدعت شرعی اطلاقات تھے۔ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی بدکلامی کے جوش میں یہاں لفظ سنت کی بھی توہین کر ڈالی اور بڑی بے حیائی سے آپ نے یہ لفظ استعمال کیا... کیا یہ اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب نہیں؟ اب آپ ہی بتائیں اصطلاحات دینی سے کھلا تلاعب کیا اسلام ہے؟

کیا یہ وہ فکری کمال ہے جس کے بل بوتے پر آپ مجدد وقت ہونے کے مدعی ہوئے ؟ کیا یہی وہ فضیلت ہے جس نے اعلیٰ حضرت کو یہ مقام بخشا؟ کیا انہی باتوں کے سہارے آپ کو شیخ الاسلام والمسلمین اور مجدد مائۃ حاضرہ کہا جاتا ہے ؟ دنیا سے اگر انصاف رخصت نہیں ہو گیا تو اس فحش گوئی کی تحقیق کے بعد کون شخص ہے جو اپنے آپ کو بریلوی کہہ سکے۔

دیگر بریلوی علماء کی بدزبانی:

آستانہ بریلی کی اس فحش کلامی نے آنے والے بریلوی علماء کو بھی یہی زبان سکھائی بریلوی جماعت کے مولوی ابو الطاہر محمد طیب دانا پوری کی کتاب ”قہر القادر“ میں آپ کی ایک تحریر خاکسار تحریک کے خلاف دیکھیے: مولانا دانا پوری حزب الاحناف لاہور کے معروف فاضل اور مولانا حشمت علی کے داماد اور مولانا ابوالبرکات سید احمد کی خاص زبان تھے، آپ لکھتے ہیں:

”خاکسار مجاہد والی تحریر کی ابھی تک سیرابی نہیں ہوئی (اسے پانی نہیں ملا) اس لیے اب اس کو دوسری کروٹ لٹاتا ہوں اور برق بار خارا شگاف (پتھر میں سوراخ کر دینے والے) قلم کو جولانی (اچھلنے) کا حکم دیتا ہوں۔ فاقول وعلی الخاکسارية بنت ايليگية اصول

(قہر القادر علی الکفار اللیادر ص29)

ترجمہ ”میں یہ کہتا ہوں اور مسلم لیگ کی بیٹی تحریک خاکسار پر چڑھتا ہوں۔“

تحریک خاکسار کو ہم بھی ٹھیک نہیں سمجھتے۔ مگر ایسی بازاری زبان سے توبہ۔

ان کی شریفانہ زبان کی ایک اور جھلک دیکھیے:

''اس کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارے دھرم میں تمہاری جورو اور اماں دونوں ایک، تمہارا باپ اور بیٹا دونوں ایک، گوبر اور حلوہ دونوں ایک، فرینی اور پاخانہ دونوں ایک، تمہارا منہ اور پاخانہ پھرنے کی جگہ ایک... حلوے کے بدلے پاخانہ کھاؤ، شربت کے بدلے پیشاب نوش فرماؤ۔

(تجانب اہل السنۃ ص428 مصدقہ مولانا حشمت علی یہ فرقہ بریلویہ کے مشہور مناظر تھے)

کہاں تک انسان اس گندگی کی نشاندہی کرے، یہ چند مثالیں مولانا احمد رضا خاں کے زہد و عمل اور ان کے حلقہ ارادت کی نجابت و شرافت کو واشگاف کرنے کے لیے کافی ہیں، یہ آستانہ بریلی کے زہد و ریاضت کی ایک منہ بولتی تصویر ہے۔

جس شخص کی اخلاقی حالت اس قدر نمایاں ہو کہ پہلو دار گفتگو کر کے بچوں کی سی مسخری کرے لیکن اس کی جماعت اسے ایسے کمالات میں مجدد ماننے لگے تو کیا شرافت سر پیٹ کر نہ رہ جائے گی؟ جن علماء کا ظاہر یہ ہو ان کا باطن کیا ہو گا۔ یہ جان لینا اب کوئی مشکل نہیں رہا، رہے ان لوگوں کو عشقِ رسول کے نعرے۔ تو یہ بات اب کسی سے مخفی نہیں رہی کہ یہ سب ایک دکھاوا ہی دکھاوا ہیں۔ یہ لوگ روضۂ رسول پر بھی حاضر ہوں تو اخلاص و محبت سے خالی نظر آئیں گے۔

ہمارے اس دعوے پر دلیل خود اعلی حضرت کا عمل ہے، ملاحظہ ہو کہ جناب مدینہ منورہ کس غرض سے تشریف لے گئے تھے:

مولانا احمد رضا خاں کو مدینہ منورہ میں علم جفر کی تلاش:

مدینہ منورہ پہنچ کر ہر شخص عشق رسالت کے جذبے سے سرشار ہوتا ہے اور اس کی بہترین سعادت یہی سمجھی جاتی ہے کہ اسے روضہ انور پر سلام عقیدت پیش کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع ملیں گے مگر مولانا احمد رضا خاں صاحب کو دیکھیے کہ وہاں بھی علم جفر کے چکر میں مارے مارے پھر رہے ہیں۔ روضہ انور کی حاضری کا کیا یہی حق ہے کہ تم وہاں بھی دنیوی امور کی گرد پیمائی میں سرگرداں رہو، بہرحال ملاحظہ کیجیے مولانا احمد رضا خاں کیا کہتے ہیں:

''خیال کیا کہ یہ شہر کریم تمام جہان کا مرجع و ملجا ہے اہل مغرب بھی یہاں آتے ہیں کہ کوئی صاحب جفر دان مل جائیں کہ ان سے اس فن کی تکمیل کی جائے۔''

(ملفوظات ص38)

افسوس کہ مدینہ پہنچ کر بھی انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہ ملی اور یہ لوگ روحانی لذت نہ پا سکے۔

مولانا احمد رضا خاں اپنے عمل و اخلاق کے آئینہ میں آپ کے سامنے ہیں۔ ان تحریرات میں ان کی زبان انداز، کردار اور جذبات تک ایک کھلی کتاب ہیں۔ ایسے شخص کی امانت اور دیانت اب کچھ ڈھکی چھپی نہیں۔

اولاد، شاگرد، خلفاء:

مولانا احمد رضا خان کے دو لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ ان کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے۔

صاحب زادگان:

1... بڑے بیٹے مولانا حامد رضا خان تھے جو 1362ھ/1942ء میں وفات پا گئے تھے۔

2... چھوٹے بیٹے مولانا محمد مصطفی رضا خان تھے۔ جو اپنے بھائی سے تقریباً دس سال چھوٹے تھے۔

صاحب زادیاں:

1... مصطفائی بیگم

2... کنیز حسن

3... کنیز حسین

4... کنیز حسنین

5... مرتضائی بیگم

(حیات مولانا احمد رضا خان بریلوی ص211، 212)

دونوں بھائیوں میں لڑائی ہو گئی تھی جس کی وجہ سے مصطفی رضا خان نے دار العلوم منظر اسلام کے مقابلہ میں اپنا الگ مدرسہ دار العلوم مظہر اسلام بریلی کے دوسرے محلے میں بنا لیا تھا۔

مولانا حامد رضا کے بیٹے ابراہیم رضا تھے اور ان کے بیٹے مولانا اختر رضا خاں وریحان رضا خاں تھے۔ بقایا تفصیل نقشہ میں گزر چکی ہے۔

دونوں بھائیوں نے اپنے والد کی طرح اہل حق کی مخالفت میں زندگی صرف کی۔ مولانا حامد رضا خاں صاحب نے الصارم الربانی، سد الفرار وغیرہ

رسالہ شائع کیے۔ جب کہ محمد مصطفی رضا خان صاحب نے ملفوظات اور الطاری الداری، تنویر الحجہ، الحجۃ الواہرہ، القول العجیب، وقعات السنان اور طرق الہدیٰ وغیرہ کتابیں شائع کیں۔ یہ کتابیں پڑھ کر ان کے علم و عمل کا ہر آدمی اندازہ لگا سکتا ہے ہمیں یہاں پر کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

تلامذہ:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے حالات پر جو دو کتابیں مشہور ہیں حیات اور سوانح۔ ان میں آپ کے پڑھانے کا کوئی تذکرہ نہیں۔ آپ کیا پڑھاتے تھے کون کون سی کتابیں پڑھائیں۔ کتنا عرصہ پڑھا۔ کچھ پتہ نہیں۔ اس لیے شاگردوں کا کیسے پتہ چلے۔ جو خلفاء ہیں وہ ہی شاگرد ہیں اکثر سوانح نگار نے یہ کسب کیا ہے۔

مشہور بریلوی عالم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم۔ اے پی۔ ایچ ڈی لکھتے ہیں:

ہندوستان و پاکستان اور ممالک اسلامیہ خصوصاً حرمین شریفین میں مولانا بریلوی کے بکثرت خلفاء تھے جن کی تعداد 100 سے متجاوز ہے۔ تلامذہ کی تعداد زیادہ نہیں کیوں کہ مولانا بریلوی نے ابتداء میں صرف چند سال درس وتدریس کے فرائض انجام دیے۔اس کے بعد دوسری علمی مصروفیتوں کی وجہ سے یہ سلسلہ چھوٹ گیا۔

(حیات مولانا احمد رضا ص216)

ڈاکٹر صاحب نے کسی شاگرد کا نام نہیں لکھا۔ نہ چند سال کے شاگردوں کی تعداد بتائی نہ یہ بتایا کہ چند سال کون کون سی کتابیں پڑھاتے رہے۔ مولانا نے

باقاعدہ تدریس بالکل نہیں کی صرف اگر کوئی صاحب کوئی بات دریافت کرتا تو جواب دے دیتے۔

خلفاء کرام:

ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے پاکستان و ہندوستان کے تمام خلفاء کی تعداد 23 لکھی ہے ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب 1981ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس وقت تک مولانا احمد رضا کے متعلق پوری دنیا سے مواد جمع کر کے اور کھینچ تان کر کے یہ تعداد جمع کی ہے۔

مولانا بریلوی کے خلفاء میں مشہور یہ ہیں:

1 مولانا محمد حامد رضا خان (بیٹا)

2 مولانا محمد مصطفیٰ رضا خاں (بیٹا)

3 مولانا ظفر الدین بہاری۔ حیات اعلیٰ حضرت کے مصنف

4 مولانا سید محمد دیدار علی الوری۔ علامہ اقبال پر کفر کا فتویٰ لگانے والے

(دیکھئے زندہ رود لاہور ج3)

5 مولانا امجد علی اعظمی۔ یہ بہار شریعت کے مصنف اور کراچی کی میمن مسجد کے خطیب قاری رضاء المصطفیٰ کے والد ہیں۔

6 مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ بریلوی مذہب کی سب سے پہلی تفسیر خزائن العرفان جو مولانا احمد رضا خاں کے ترجمہ کنز الایمان کے حاشیہ پر موجود ہے۔ اس کے مصنف ہیں۔ اس تفسیر میں بہت سی جگہ پر مصنف نے اپنے فرقہ کے مخصوص عقائد شامل کر دیے ہیں۔

بعض جگہ کی نشان دہی ہمارے استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین'' میں کر دی ہے۔ اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ ان کی دوسری کتاب الکلمۃ العلیا ہے۔ اس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ انبیاء کرام، اولیاء عظام کو عالم الغیب ثابت کیا ہے۔

ان کی تیسری کتاب ''اطیب البیان'' ہے۔ یہ شاہ اسماعیل شہید کی مسئلہ توحید پر لکھی جانے والی مشہور زمانہ کتاب ''تقویۃ الایمان'' کے ردّ میں لکھی ہے۔ فرقہ بریلویہ کے ہاں شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے رد میں لکھی جانے والی تمام کتابوں میں اس کو سب سے اہم سمجھا جاتا ہے۔

مولانا نعیم الدین صاحب نے مولانا فضل حق خیر آبادی مولانا فضل رسول بدایونی سے لے کر مولانا احمد رضا اور دیگر تمام مخالفین شاہ اسماعیل شہید کی کتابوں کو سامنے رکھ کر یہ کتاب مرتب کی ہے۔ اس لیے تقویۃ الایمان کے رد میں اس کو حرفِ آخر کی حیثیت حاصل ہے۔ نعیم الدین مراد آبادی صاحب کے جواب میں مراد آباد کے ایک غیر مقلد مولانا عزیز الدین مراد آبادی نے ''اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی اور نعیم الدین صاحب کے ہر ہر اعتراض کا جواب دیا۔ اس کے بعد آج تک کوئی بریلوی عالم اس کا جواب نہ دے سکا۔ ہم قارئین کرام کو دعوت دیتے ہیں کہ دونوں کتابوں کا مطالعہ کریں تاکہ حقیقت حال اچھی طرح واضح ہو جائے۔ ان ہی کے شاگرد خاص مشہور بریلوی عالم مفتی احمد یار خان گجراتی جاءالحق کے مصنف گزرے ہیں۔

7 مولانا احمد مختار میرٹھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے تایا جان

8 مولانا عبدالعلیم میرٹھی۔ مولانا شاہ احمد نورانی کے والد صاحب

9 مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ۔ یہ ابوالنور بشیر کے والد ہیں کافی عرصہ امرتسر سے الفقیہ رسالہ نکالتے رہے۔

10 مولانا سید ابوالبرکات سید احمد قادری۔ یہ سید دیدار علی الوری کے بیٹے اور سید محمود احمد رضوی مدیر رسالہ رضوان کے والد ہیں اور مرکزی دار العلوم حزب الاحناف لاہور ان ہی کا مدرسہ ہے۔ ہم نے یہاں پر دس (10) خلفاء کا ذکر کردیا ہے۔

تصانیف:

مولانا احمد رضا کی تصانیف کے متعلق ان کے عقیدت مندوں نے بہت زیادہ مبالغہ آرائی اور غلط بیانی کی ہے۔ کوئی کچھ کہتے ہیں اور کوئی کچھ۔ ان کے مختلف اقوال کا نمونہ ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا قول: اعلیٰ حضرت کی تصنیفات 200 کے قریب تھیں۔

(مقدمۃ الدولۃ المکیہ)

دوسرا قول: 350 کے قریب تھیں۔

(المجمل المعدد لتالیفات المجدد)

تیسرا قول: 400 کے قریب تھیں۔

(تالیفات مجدد از ظفر الدین بہاری)

چوتھا قول: 548 تھیں۔

(تالیفات مجدد)

پانچواں قول: 600 سے بھی زائد تھیں۔

(حیات اعلیٰ حضرت)

چھٹا قول: ایک اندازہ کے مطابق فاضل بریلوی نے ایک ہزار کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔

(انوار رضا ص331)

ہماری معلومات کے مطابق مولانا احمد رضا نے مستقل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ لوگ ان سے سوالات کرتے تھے اور وہ اپنے متعدد معاونین کی مدد سے جوابات تیار کرتے اور پھر جوابات کو مختلف کتب اور رسالوں کے نام سے شائع کر دیتے۔ اگر جواب بڑا ہوتا تو مستقل رسالہ بنا دیتے اگر جوابات مختصر ہوتے تو بہت سے سوالات کے جوابات اکھٹے جمع کر دیتے۔ پھر انہی کتب اور رسائل کو جمع فرما کر فتاویٰ رضویہ کی شکل میں بھی شائع کر دیتے۔ ہمارے پاس مولانا احمد رضا کی جتنی کتب و رسائل ہیں وہ سب سوال جواب کی ہی شکل میں ہیں۔ جس سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے۔

مولانا احمد رضا خاں کی اس حقیقت پسندی کی ہم داد دیتے ہیں کہ آپ نے تفسیر یا حدیث کی کسی خدمت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ اس کی کوئی شہادت موجود تھی تاہم ان کے پیرؤوں نے بمصداق پیراں نمے پرند و مریداں مے پرانند۔ آپ کو تفسیر و حدیث کی خدمت میں بھی اٹھانے کی بہت کوشش کی ہے۔

(دیکھئے المیزان احمد رضا نمبر ص306)

تفسیر میں بیضاوی شریف، معالم تنزیل اور در منثور کے حاشیے لکھنے کا دعویٰ کیا ہے پڑھنے والے کا ذہن فوراً اس طرف جاتا ہے کہ جس طرح الصاوی

علی الجلالین، القنوی علی البیضاوی، خفاجی علی البیضاوی، عبدالحکیم علی البیضاوی اور انتصاف علی الکشاف وغیرھا تفسیری حواشی ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے بھی کچھ ایسے یہ حاشیے لکھے ہوں گے اپنے حلقوں کو خوش کرنے کا یہ ایک حیلہ بنا رکھا ہے ورنہ کہاں مولانا احمد رضا خاں کا علمی مقام اور کہاں ان کتابوں کی علمی خدمت؟ آخر دونوں میں کچھ تو مناسبت چاہیے۔

جب پوچھا جائے کہ یہ علمی حاشیے کہاں ہیں؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ ابھی چھپے نہیں جب پوچھا جائے کہ کب چھپیں گے اب تو مولانا کو وفات پائے بھی ساٹھ سال سے زیادہ ہونے کو ہیں؟(یہ اقتباس مطالعہ بریلویت سے لیا گیا ہے جیسا کہ ماخذ ومراجع میں اس کی وضاحت ہے اس لیے یہ مضمون اس وقت کا تھا جب عرصہ اتنا ہوا تھا اور اگر ویسے بھی دیکھا جائے تو اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اب اگرچہ 90 سال سے اوپر ہو رہے ہیں تو یہ 60 سال سے "زیادہ" ہے کم نہیں) تو کہتے ہیں پتہ نہیں، اگر کچھ ہو تو پتہ ہو۔

بات صرف یہ ہے کہ جس طرح علماء حضرات اپنی زیر مطالعہ کتابوں پر کہیں کہیں اپنی یادداشتیں اور نوٹ لکھ لیتے ہیں یا اضافی حوالے لگا دیتے ہیں تا کہ ضرورت کے وقت آسانی سے وہ مقام نکال سکیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے اپنی ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور کہیں کہیں یادداشت کے نوٹ لکھے ہوں گے ان پڑھ مریدوں نے انہیں علم تفسیر کی خدمت اور بیضاوی و معالم کے علمی حاشیے سمجھ لیا حالانکہ حقیقت کچھ بھی نہیں۔ یہ محض مولانا کو علمی دنیا میں لانے کی ایک جذباتی حرکت ہے۔

ان لوگوں نے مولانا احمد رضا خاں کے پندرہ پندرہ بیس بیس صفحوں کے رسالوں کو جن میں کسی ایک مسئلے کی بحث تھی علم تفسیر کی خصوصی خدمت سمجھ لیا اور یہ کہہ کر کہ مولانا نے تفسیر پر بڑی کتابیں لکھی ہیں اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔

حدیث میں ان لوگوں کا دعویٰ ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کے پاس حدیث اور علم رجال کی 38 کتابیں موجود تھیں ان میں مسند احمد، فتح الباری، عینی علی البخاری، مرقات اور تہذیب التہذیب جیسی ضخیم کتابیں بھی تھیں۔ مولانا نے ان کتابوں پر کہیں اپنے حوالے لگائے ہوں گے اور یادداشتیں لکھی ہوں گی۔ ان کی پیروؤں نے انہیں بھی علم حدیث کی مستقل خدمت سمجھ لیا اور دعویٰ کیا کہ مولانا نے ان 38 کتابوں پر علمی حاشیے لکھے تھے ان 38 حاشیوں کی ایک لمبی فہرست آپ کو المیزان کے احمد رضا نمبر میں ملے گی۔ (دیکھئے ص 307) جب حقیقت حال کا جائزہ لیں گے تو بات کچھ نہ نکلے گی اپنے آپ کو خوش کرنے کے لیے ایک فہرست ضرور سامنے آجائے گی۔ جس شخص نے حدیث باقاعدہ نہ کہیں پڑھی ہو نہ پڑھائی ہو اس کا حدیث کی کتابوں کے شرح و حواشی لکھنا کبھی کوئی لکھا پڑھا آدمی تسلیم نہ کر سکے گا اپنے جاہل مریدوں میں بات چل جائے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس طرح عقائد و کلام کے عنوان سے بھی ایک لمبی فہرست دی گئی ہے اور عقائد کی جتنی کتابوں کے نام ان کے علماء کو یاد تھے یا انہوں نے سن رکھے تھے۔ ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہوں نے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں لکھ دیا ہے۔ جیسے حاشیہ شرح فقہ اکبر، حاشیہ خیالی، حاشیہ شرح عقائد

عضدیہ، حاشیہ شرح مواقف، حاشیہ شرح مقاصد، شرح مسامرہ و مسائرہ حاشیہ بین التفرقہ بین الکلام والزندقہ وغیرہ۔

(ایضاً ص309)

حالانکہ یہ علمی حاشیے نہ کہیں عالم وجود میں آئے نہ کسی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں دنیا کے کسی حصے میں موجود ہیں مولانا احمد رضا خاں نے کسی کتاب کے حاشیہ پر کہیں یہ نوٹ بھی دیا کہ کتاب کس سن میں خریدی گئی یا کہاں سے لی گئی تو اسے بھی ان لوگوں نے حاشیہ کتاب کے نام سے حضرت کی تالیفات میں لکھ دیا اور دنیا کو بتایا کہ حضرت نے یہ علمی کام بھی کیا ہے اور ان کی عقائد و کلام پر گہری نظر تھی۔

بعض لوگ اس عبارت سے نالاں ہو کر کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے کہ یہ علمی حاشیے نہیں ہیں حالانکہ شامی کا حاشیہ جد الممتار وغیرہ چھپ چکا ہے۔تو ان نادانوں سے صرف اتنی گزارش ہے کہ بات علم عقائد کی کتب کے حاشیہ کی چل رہی ہے اور تم شامی کا حاشیہ لاتے ہو اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ واقعی فاضل بریلی جاہلوں کے پیشوا ہیں جن کو کتب عقائد اور شامی میں فرق ہی معلوم نہ ہو وہ اٹھ کر اعتراض کرے تو پھر میں اتنا ہی کہوں گا۔

اذا اتتک مذمتی من ناقص
فھی شھادۃ لی بانی کامل

متوازی عقائد کا انہیں کہاں تک علم تھا اس باب میں شیعہ فرقہ کو ہی لیجیے۔ آپ نے شیعوں کے رد میں ایک رسالہ رد الرفضہ بھی تالیف فرمایا لیکن آپ شیعہ حضرات کی اصل کتابوں سے کہاں تک آشنا تھے اس سلسلہ میں مندرجہ

ذیل روایت پر غور کیجیے۔

حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی کی کسی شیعہ عالم سے تکرار ہو گئی تو انہوں نے شیعہ اعتراضات کے جوابات کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی طرف رجوع کیا آپ نے کیا کہا اس کے لیے اس روایت کو دیکھیے اور خاں صاحب کی علمی قابلیت کی داد دیجیے۔

حافظ سردار احمد بریلوی لکھتے ہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے ان کو جواب ملا کہ ہاں جواب تو ممکن ہے مگر ایک ہزار روپیہ ہونا چاہیے حافظ صاحب نے فرمایا آخر جواب کے لیے اتنی کثیر رقم کی کیا ضرورت ہے؟ تو معلوم ہوا کہ ان کی مذہبی کتابیں خرید کر مطالعہ کی جائیں گی اس وقت جواب لکھا جائے گا بغیر اس کے جواب ممکن نہیں ہے۔

4۔ پھر اسی طرح فقہ اور اصول فقہ کی خدمات میں جتنی کتابوں کے نام ان حضرات کو یاد تھے یا سنے تھے انہوں نے ان سے پہلے لفظ حاشیہ اضافہ کر کے انہیں مولانا احمد رضا خاں کی تالیفات میں شمار کر دیا ۔اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

حاشیہ فواتح الرحموت، حاشیہ حموی شرح الاشباہ، حاشیہ الاسعاف، حاشیہ اتحاف، حاشیہ کشف الغمہ، حاشیہ کتاب الخراج، حاشیہ معین الحکام، حاشیہ ہدایہ، حاشیہ فتح القدیر، حاشیہ بدائع الصنائع، حاشیہ جوہرہ، حاشیہ مراقی الفلاح، حاشیہ مجمع الانہر، حاشیہ جامع الفصولین، حاشیہ جامع الرموز، حاشیہ بحر الرائق، حاشیہ تبین الحقائق، حاشیہ غنیۃ المستملی، حاشیہ رسائل شامی، حاشیہ

فتح المعین ، حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار، حاشیہ فتاویٰ عالم گیری، حاشیہ فتاویٰ خانیہ، حاشیہ فتاویٰ سراجیہ ، حاشیہ خلاصۃ الفتاویٰ، حاشیہ بزازیہ، حاشیہ فتاویٰ عزیزیہ وغیرہ۔

یہ ایک الف لیلہ کی داستان ہے جو مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کے نام سے مریدوں کو سنائی جارہی ہے یہ علمی حاشیے دنیا کے کسی کونے میں مطبوعہ یا غیر مطبوعہ شکل میں موجود نہیں جتنی کتابوں کے ان لوگوں نے کہیں سے نام سنے ہوتے ہیں لفظ شرح بڑھا کر جھٹ سے اسے الف لیلیٰ کی داستان میں شامل کردیتے ہیں۔احساس کمتری کی انتہا ہے۔

5۔فتاویٰ رضویہ کی 12 ضخیم جلدیں۔ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

ہمارے علم کے مطابق مولانا احمد رضا نے ایک تو قرآن پاک کا ترجمہ املاء کرایا، دوسرے آپ کے فتاویٰ کے مجموعے جو مختلف ناموں کے ساتھ مطبوعہ ہوئے ہیں۔ مثلاً احکامِ شریعت، عرفانِ شریعت، فتاویٰ افریقہ وغیرہ وغیرہ اور بڑا مجموعہ جو فتاویٰ رضویہ کے نام سے مشہور ہے۔ تیسرا آپ کے ملفوظات ہیں۔ یہ بھی اصل میں فتاویٰ جات ہی کی طرز پر ہیں۔ان کے علاوہ مولانا کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ جو بھی رسالہ یا کتاب آپ کی طرف منسوب ہے وہ حقیقت میں آپ کا فتویٰ ہے یا مختلف فتاوی کا مجموعہ ہے۔

احمد رضا کا فقہی مقام

اس بحث میں ہم اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے اپنے محترم بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے رسالہ ''فاضل بریلوی کے

فقہی مقام کی حقیقت'' کا انتخاب پیش کرتے ہیں جو اس بحث میں کافی شافی ہے۔ ہمیں مزید اپنی طرف سے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ (از مرتب)

پہلا مسئلہ، اقسام احکام شرعیہ کے متعلق فاضل بریلوی کی غلط بیانی:

فقہی مقام میں ''رنگ اجتہاد'' کے زیر عنوان لکھا ہے کہ عام طور پر کتب اصول میں احکام شرعیہ کی سات قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ فرض، واجب، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی۔ لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے احکام کی گیارہ قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ پھر ان قسموں کا بیان ہے کہ فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب، مباح، حرام، مکروہ تحریمی، اساءت، مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ۔ یہ گیارہ چیزیں گنائی گئی ہیں اور ان کی تعریفات ذکر کی گئی ہیں۔ اور لکھا ہے کہ

''یہ وہ تقسیم ہے جس کے بارے میں خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔ کہ تقریر منیر کو حفظ کر لیجیے کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی اور ہزارہا مسائل میں کام دے گی اور صدہا عقدوں کو حل کرے گی۔ کلمات اس کے موافق، مخالف سب طرح کے ملیں گے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ حق اس سے متجاوز نہیں۔ فقیر طمع رکھتا ہے کہ اگر حضور سیدنا امام اعظم کے حضور یہ تقریر عرض کی جاتی، ضرور ارشاد فرماتے کہ یہ عطر مذہب و طراز مذہب ہے۔ انتہا کلامہ الشریف

(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد اول ص173 تا 175 ،اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص11۔12)

ہم نے یہ ساری تعریفیں پڑھیں۔ بظاہر آپ کے لکھنے کا مقصد یہ لگتا ہے کہ یہ علمی بحثیں کسی اور نے نہیں لکھیں یہ فقط اعلیٰ حضرت کا کمال ہے۔ لیکن ایسا

نہیں ہے۔ دیکھیے ''شامی'' میں مستقل عنوان کے تحت اساء ت اور کراہت کی بحث دی گئی ہے۔

''مطلب فی قولھم الاساءۃ دون الکراھۃ''

(شامی 474 جلد اول)

علامہ شامی نے اس بحث میں سنت موکدہ، سنن ہدیٰ اور سنن زوائد یعنی سنت غیر موکدہ اور مستحب کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور کراہت تحریمی، اساء ت اور کراہت تنزیہی کا بھی اور اساء ت کی تشریح میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ وہ عمل ہے کہ جس کے کرنے والے کو گمراہ کہا جائے گا۔ اور ملامت کی جائے گی۔ غرض اس تفصیلی بحث میں یہ تمام اقسام احکام اور اقوال ائمہ درج ہیں۔ اب رہی اولیٰ کی بات تو یہ بھی شامی میں ایک مستقل عنوان کے تحت ذکر کی گئی ہے۔''مطلب اذا تردد الحکم بین سنتہ وبدعۃ کان ترك السنۃ اولیٰ''

جب کسی حکم کے سنت و بدعت ہونے میں تردد ہو تو سنت کو ترک کر دینا اولیٰ ہے۔

(شامی جلد اول ص642)

شامی ہی میں اس سے اگلے صفحہ پر ایک مسئلہ کے ذیل میں تحریر ہے:

''او اراد بالمباح ما لیس بمحظور شرعا وخلاف الاولیٰ غیر محظور''

(شامی ص643)

''یا مباح سے مراد ہے کہ جو شرعاً منع نہ ہو اور خلاف اولیٰ ممنوع نہیں ہوتا۔'' غرض یہ گیارہ کی گیارہ قسمیں کتب فتاویٰ میں لکھی ہوئی چلی آرہی ہیں بلکہ صرف شامی ہی میں موجود ہیں۔ فاضل بریلوی کو آپ اتنی سی بات پر مجتہد کا

درجہ دینا چاہتے ہیں کہ انہوں نے ان اقسام کو نقل کر دیا ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی بھی خود اس پر ناز فرما رہے ہیں۔

اقسام احکام شرعیہ کی تعریفات میں کمی:

اب آپ اپنی لکھی ہوئی تعریفات کی کمی پر بھی غور فرمائیں۔ سنت موکدہ کی تعریف میں جو الفاظ آرہے ہیں وہی سنت غیر موکدہ کی تعریف میں بھی آرہے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے:

سنت موکدہ:

اس کا عادتاً ترک کرنا موجب استحقاق عذاب ہو اور نادراً ترک کرنا موجب استحقاق عتاب خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

سنت غیر موکدہ:

جس کا ترک کرنا موجب استحقاق ہو خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔

اول تو سنت موکدہ کی تعریف کی عبارت ہی اصلاح طلب ہے کہ وہاں بھی یہی الفاظ آرہے ہیں۔ خواہ یہ ترک عادتاً ہو یا نادراً۔ دوسرے یہ کہ جب سنت غیر موکدہ کا نادراً اور عادتاً دونوں طرح ترک کرنا موجب استحقاق عتاب ہوا اور سنت موکدہ کا بھی یہی حکم بیان ہوا ہے۔ تو دونوں میں فرق کیا رہا؟ سنت غیر موکدہ کا عادتاً تارک بن جانا خود بخود موجب استحقاق عذاب بن جائے گا۔ اور دونوں کی تعریف ایک ہو جائے گی۔

فاضل بریلوی کے فتاویٰ کی حقیقت:

آپ نے پرزور الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

''یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی شخصیت اجتہادی شان کی حامل تھی اور جس شخص نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی فقہی تحقیقات کا بنظر غائر مطالعہ کیا ہے اس کے لیے یہ کوئی نظری مسئلہ نہیں ہے ہم آپ کے سامنے ایسی دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ جن سے اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی فقیہانہ عظمت کا اندازہ ہو سکے گا اور آفتاب سے زیادہ روشن طریقہ پر ثابت ہو جائے گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اگرچہ مجتہد فی الشرع یا مجتہد مطلق تو نہیں ہیں لیکن آپ کی تحریروں میں اجتہاد کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور آپ کی تقریروں سے استنباط کی مہک آتی ہے۔''

(فقہی مقام ص10۔11)

اس دعوت پر ہم نے بھی فاضل بریلوی کے فتاویٰ کا مجموعہ خریدا۔ آپ کے اس رسالہ کا بغور مطالعہ کیا۔ فتاویٰ کی دیگر جلدوں کا بھی کہیں کہیں سے مطالعہ کیا۔ مگر جب گہری نظر ڈالتے ہیں تو کمزوریاں صاف نظر آتی ہیں اور قواعد فقہیہ کے بے محل استعمال کا عجیب تماشہ نظر آتا ہے۔

دوسرا مایہ ناز فقہی مسئلہ، فاضل بریلوی سید طحطاوی رحمہ اللہ کی بات نہیں سمجھ سکے:

اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام لکھنے والے صاحب نے ان کا اور طحطاوی کا تقابل بھی کیا ہے اور یہ مسئلہ لیا ہے کہ طحطاوی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا ہے کہ زکام

کی حالت میں ناک سے پانی آئے اس سے بھی وضو جاتا رہتا ہے۔ حالانکہ یہ ان مثالوں کے ساتھ انہوں نے تحریر فرمایا ہے جہاں وہ ایسی بیماریوں کا ذکر کر رہے ہیں کہ جن میں پانی کے ساتھ خون مل جاتا ہے۔ چاہے آنکھ میں کسی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو یا کہیں اور۔ پھر اس مسئلہ کے متصل وہ یہ لکھتے ہیں:

"وکذا کل ما یخرج بوجع ولو من اذن ومشدی وسرۃ ظاھرہ یعم الانف اذا زکم"

(شامی ج1 ص305)

"یہی حکم ہر اس پانی کا ہو گا جو تکلیف کی وجہ سے نکل رہا ہو۔ چاہے کان سے نکلے یا پستان سے یا ناف سے یعنی بظاہر اس حکم میں ناک بھی داخل ہے جب اسے زکام ہو۔"

سید طحطاوی رحمہ اللہ کی مراد وہ صورت ہے کہ جب فلو کی قسم کا شدید زکام ہو جس میں ناک میں خراش بلکہ زخم ہو جاتے ہیں (ایسا زکام ہمارے علاقہ میں کم ہوتا ہے) اگر کسی کو اس قسم کا زکام ہو کہ ناک سے بے اختیار خراش کا پانی بہتا ہو تو اس کا ناک کی ریزش کا اور حکم ہو گا۔ طحطاوی نے اسی صورت کا حکم بیان فرمایا ہے۔

بعض دفعہ مریض کے بے حد چھینکیں آتی ہیں اور ناک میں زخم ہو جاتے ہیں اور مسلسل ریزش بہتی رہتی ہے اسے نماز پڑھنی بھی مشکل ہوتی ہے ایسی حالت میں اعلیٰ حضرت کے مداح پیروکار کیا مسئلہ بتلائیں گے؟ ظاہر ہے وہ بھی کہیں گے کہ یہ شخص اس وقت ایسا ہے کہ اسے ناک کی ریزش کے لیے الگ کپڑا رکھنا چاہیے۔ فاضل بریلوی اگر اس مسئلہ پر غور فرماتے تو سمجھ سکتے تھے کہ فاضل

بریلوی اور سید طحطاوی کے تقابل کی بات ہی بے کار ہے۔ زکام کی جو صورت ہم نے لکھی ہے وہ خود فاضل بریلوی کی اس عبارت کے تحت آ جاتی ہے اور درست قرار پاتی ہے: ”بالجملہ مجرّد رطوبت کی مرض سے، سائل ہو مطلقاً فی نفسہا ہرگز ناقص نہیں بلکہ احتمال خون و ریم کے سبب ولہذا امام ابن الہمام کی رائے اس طرف گئی ہے کہ مسائل مذکورہ میں امام محمد کا حکم وضو استحبابی ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ ج1 ص37 آخری سطور)

فائدہ:

بعض لوگوں کے منہ سے سوتے وقت رال بہتی ہے۔ شامی نے ساتھ ہی تصریح کر دی ہے کہ اگر یہ بدبودار بھی ہو تو ناپاک نہیں۔

(شامی ص305)

تیسرا مایہ ناز علمی مسئلہ، فاضل بریلوی کی علم حدیث میں کمزوری:

اسی مقالہ میں ایک عنوان ہے ”علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت“ اس کے تحت اس حدیث کے ثبوت اور عدم ثبوت پر بحث کی گئی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اذان دی ہے یا نہیں... حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اذان نہیں دی۔

علامہ شامی رحمہ اللہ نے ایک جگہ مستقل عنوان دے کر ”مطلب هل باشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الاذان بنفسہ“ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کی رائے نقل کی کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اذان نہیں دی۔

(شامی ج1 ص401)

دوسری بات شامی نے التحیات کے باب میں اس (مسئلہ) کی تشریح کرتے ہوئے لکھی ہے کہ معراج میں باری تعالیٰ سے ہم کلامی کے وقت جو کلمات ادا ہوئے ان کی نقل التحیات ہے اور اسے تشہد اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں دو شہادتوں کا ذکر ہے۔ توحید کی شہادت اور رسالت کی شہادت۔

چونکہ اس جگہ ''در مختار'' میں لکھا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: (اشهد ان لا اله الا الله وَاَنِّیْ رَسُوْل الله) ''کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں خدا کا رسول ہوں''

اس لیے شامی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے حوالہ سے اس کا رد کیا ہے بانه لا اصل لذلك کہ اس بات کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔

انہوں نے لکھا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی التحیات میں یہی کلمات ادا فرماتے تھے جو آج تک ہم نماز میں پڑھتے ہیں:

الفاظ التشهد متواترة عنه صلى الله عليه وسلم انه كان يقول اشهد ان محمدا رسول الله وعبده ورسوله

تشہد (التحیات) میں شہادت کے کلمات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر سے منقول ہیں کہ آپ فرمایا کرتے تھے اشهد ان محمدا رسول الله وعبده و رسوله۔

پھر علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں کہ تحفہ میں ہے کہ اگر (صاحب در مختار یا ان سے پہلے) کسی شخص نے یہ بات کہی ہے تو التحیات کے بارے میں تو غلط ہے البتہ اذان کے بارے میں ہو سکتی ہے۔

"نعم ان اراد تشهد الاذان صح لانه صلى الله عليه وسلم اذن مرة في سفر فقال ذلك قلت و كذلك في البخاري من حديث سلمة بن الا كوع قال خفت ازواد القوم الحديث ... فقال صلى الله عليه وسلم اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد انى رسول الله وهٰذا كان خارج الصلٰوة لما ظهرت المعجزة علٰى يديه من البركة فى الزاد۔

(شامی ج1 ص510)

"ہاں اگر اس کی مراد اذان میں کلمہ شہادت ہے تو یہ بات ٹھیک ہے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی تو یہ فرمایا اور میں کہتا ہوں کہ اسی طرح بخاری میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی روایت میں آیا ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ لوگوں کے پاس کھانے کا سامان بہت ہی کم رہ گیا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ لوگوں کے پاس تھا جمع فرمالیا پھر دعا فرمائی۔ پھر فرمایا اس میں سے اپنے اپنے لیے لے لو۔ اتنی برکت ہوئی کہ ہر ایک نے اپنا توشہ دان بھر لیا۔) اسی حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اشهد ان لا الٰه الا الله واشهد انى رسول الله ۔ اور یہ (نماز میں نہ تھا) نماز کے باہر فرمایا جس وقت آپ کے دست مبارک سے اس معجزہ کا ظہور ہوا کہ کھانے میں برکت ہوگئی۔"

یہ سارا قصہ اور ساری عبارتیں تو اس لیے لکھی ہیں کہ آپ کے سامنے پوری بحث اور مسائل آجائیں۔ اب دیکھیے کہ فاضل بریلوی نے حافظ ابن حجر کی وہ عبارت اور فیصلہ جو شامی نے ص 401 پر لکھا ہے نقل کیا ہے پھر شامی کی عبارت بحوالہ تحفہ جو ص 510 پر ہے نقل کی پھر لکھا:

"وقد اشار ابن حجر الی صحته"

(فتاویٰ رضویہ ج2 ص388)

"اور ابن حجر (مکی) نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

یہ بھی سمجھ لیجیے کہ ابن حجر مکی اور ابن حجر عسقلانی دونوں الگ الگ آدمی ہیں۔ ابن حجر عسقلانی علم حدیث میں بہت بلند پایہ شمار ہوتے ہین تو اول تو ان پر ابن حجر مکی کی رائے نہیں چل سکتی۔

پھر ابن حجر مکی نے بھی جو بات فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ اشھد انی رسول اللہ فرمانا التحیات میں ہوا ہے تو غلط ہے اور اگر اس کی مراد اذان ہے تو صحیح ہے یعنی وہ اس کہنے والے کی بات کے صحیح اور غلط ہونے کے بارے میں فرما رہے ہیں نہ کہ اس روایت کے بارے میں یہ روایت صحیح ہے اگر وہ اس روایت کی صحت کے بارے میں فرماتے، تو عبارت یہ ہوتی:

"فقد صح انه صلى الله عليه وسلم اذا مرة فی سفر فقال ذلك"

"یہ درست ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ایک بار اذان دی تو یہ فرمایا"

فاضل بریلوی نے اس فرق کا لحاظ رکھا ہے اس لیے ہوشیاری سے انہوں نے فقط اشارہ کا لفظ استعمال کیا۔

"کہ ابن حجر مکی نے اس کی صحت کی طرف اشارہ کیا ہے۔"

پھر اس اشارہ پر بنیاد رکھ کر فاضل بریلوی نے حسب ذیل نتیجہ نکال ڈالا ہے۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''کیوں کہ تحفہ ابن حجر میں مذکورہ عبارت آگئی ہے لہٰذا آنجناب کا خود اذان دینا ثابت ہوگیا۔ اور اس اذان میں اشھد انی رسول اللہ آپ نے فرمایا ہے اور اشھد انی رسول اللہ فرمانا نص مفسر ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی اور امام نووی نے اس روایت کو جو تقویت دینی چاہی ہے اسے اس سے تقویت پہنچتی ہے۔''

ارے بھائی نص کا مفسر ہونا اور مجمل ہونا وغیرہ سب کا مدار اس پر ہے کہ اس کا نص ہونا یعنی حدیث ہونا تو ثابت ہو اسے ثابت کرنے کے لیے خود (لفظ اشار) اشارہ سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور پھر لحظہ بھر بعد اسے نص مفسر قرار دے رہے ہیں۔

آپ حضرات نے یہ مثال اعلیٰ حضرت کی فقاہت ثابت کرنے کے لیے دی ہے۔ لیکن اس سے ان کی جلد بازی اور علم حدیث میں کمزوری کے سوا کوئی چیز ظاہر نہیں ہو رہی۔

آپ حضرات کے لکھنے کا مطلب تو یہ تھا کہ علامہ شامی نے ایک جگہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے لکھ دی اور دوسری جگہ انہوں نے صاحب تحفہ کی رائے لکھ دی پھر بھول گئے اور فاضل بریلوی نے اسے پکڑ لیا اور علامہ شامی کو ان کے لکھے ہوئے کے تحت قائل کر لیا۔ یعنی فاضل بریلوی کی دقتِ نظر، وسعت علم و حافظہ دکھانا چاہتے تھے۔ لیکن سب کچھ آپ کے سامنے ہے کہ کیا ثابت ہو رہا ہے اور ان کی دلیل کی بنیاد فقط اشارہ پر ہے۔ جو نہایت کمزور ہے اس لیے کہا

جائے گا کہ علامہ شامی کا رجحان اپنی جگہ قائم رہا اور سب کچھ دیکھ کر جو ان کی رائے تھی وہ انہوں نے ایک مستقل باب میں ذکر کر دی تھی۔

مطلب هل باشر النبی ﷺ الاذان بنفسہ اور وہاں حافظ ابن حجر عسقلانی جیسے بلند پایہ محدث کی بات لکھ دی تھی۔

یہ نہ سمجھئے کہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان نہیں دی یا اس کے قائل ہیں کہ آپ نے اذان دی۔ ہم تو صرف فاضل بریلوی کے انداز تفقہ کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔

مایہ ناز تحقیق کا حال چوتھا مسئلہ تقبیل ابہامین:

''فقہی مقام'' رسالہ میں تقبیل ابہامین کا مسئلہ بھی اٹھایا گیا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے۔

اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعضے لوگوں نے اس بارہ میں روایت کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں الخ''

(امداد الفتاویٰ ج5 ص259)

حضرت تھانوی کے فتویٰ پر فاضل بریلوی نے جو اعتراضات کیے۔ ان میں سے منتخب کر کے فقہی مقام میں لکھے گئے ہیں۔ اس مسئلہ میں ہم ان ہی کے پیش کردہ چیدہ نکات آپ کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

اس باب میں کوئی صحیح مرفوع حدیث وارد نہیں۔

تقبیل ابہامین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔

فاضل بریلوی کو اس کے ثبوت کے لیے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی حدیث مع سند مفصل نقل کرنی چاہیے تھی۔ اگر وہ صحیح ثابت کر دیتے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ ضرور رجوع فرما لیتے اور علامہ شامی سے بھی اختلاف نہ فرماتے۔ مسئلہ واضح ہو جانے پر فوراً رجوع کر لینا ان کی خاص عادت تھی۔ مگر اس کے برعکس فاضل بریلوی یہ بھی اعتراف کر رہے ہیں کہ حدیث صحیح موجود نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ لکھتے ہیں: صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا (غلط ہے) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔ ان کی مکمل عبارت ایک دو سطر بعد آرہی ہے۔

فاضل بریلوی کی اصطلاحات حدیث سے بے خبری:

فاضل بریلوی نے اس مقام پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے علم حدیث سے واقفیت پر طعن کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"صحیح حدیث کی نفی سے معتبر حدیث کی نفی سمجھ لینا جیسا کہ تھانوی صاحب نے اس فتویٰ میں کہا ہے کہ تقبیل فی الاذان کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہے۔ فن حدیث سے جہالت پر مبنی ہے۔ کتب رجال میں جا بجا مذکور ہے۔ یعتبر بہ ولا یحتج بہ اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں۔ اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔"

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص34 سطر 5تا9)

یہ عبارت فاضل بریلوی اور مقالہ نگاروں دونوں ہی کی اصطلاحات حدیث سے بے خبری اور ناواقفیت کی دلیل ہے۔ انہوں نے بڑی فاش غلطی کی ہے کہ یعتبر بہ کا ترجمہ یہ سمجھا ہے کہ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی یعتبر بہ کو اردو میں معتبر اور غیر معتبر کے ہم معنی سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ علم حدیث کی ایک خاص اصطلاح ہے اور یعتبر بہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث اصول حدیث میں ذکر کردہ ''اعتبار'' کے کام میں لائی جاسکتی ہے اور اسے بطور حجت و دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اگر یہ کہنا مقصود ہوتا کہ معتبر ہے تو عربی میں ''بہ'' کے لانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر اعلیٰ حضرت زور کلام میں بے سمجھے فرماتے چلے جارہے ہیں۔ احادیث معتبرہ بالاجماع کافی ہیں۔

فاضل بریلوی کی اصول حدیث سے ناواقفیت کی تشریح:

آپ اصول حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں، امام نووی رحمہ اللہ نے تقریب میں اور اس کی شرح تدریب الراوی میں حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس اصطلاح کو سمجھانے کے لیے مستقل عنوان قائم کیا ہے:

"النوع الخامس عشر معرفة الاعتبار والمتابعات والشواھد ھٰذہ امور یتداولھا اھل الحدیث (یتعرفون بھا حال الحدیث) ینظرون ھل تفرد بہ راویہ ام لا۔ وھل ھو معروف اولا فالاعتبار ان یاتی الی حدیث لبعض الرواۃ فیعتبرہ بروایات غیرہ من الرواۃ بسبر طرق الحدیث لیعرف ھل شارکہ فی ذلك الحدیث راو غیرہ فرواہ عن شیخہ اولا؟ فان لم یکن فینظر ھل تابع احد شیخ شیخہ فرواہ عمن روی عنہ؟ وھٰکذا الی اخر الاسناد

وذلك المتابعة فان لم يكن فينظر هل اتى بمعناه حديث اٰخر وهو الشاهد فان لم يكن فالحديث فرد فليس الاعتبار قيما للمتابع والشاهد بل هو هيئة التوصل اليهما فمثال الاعتبار ان يردی حماد بن سلمة (مثلا حديثا لا يتابع عليه عن ايوب عن ابن سيرين عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم فينظر هل رواه ثقة غير ايوب عن ابن سيرين فالم يوجد) ثقة غيره (فغير ابن سيرين عن ابی هريرة والا) ای وان لم يوجد ثقة عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وسلم فای ذلك وجد علم) به (ان له اصلا يرجع اليه والا) ای وان لم يوجد شیء من ذلك (فلا) اصل له ـ كالحديث الذی رواه الترمذی من طريق حماد بن سلمة عن ايوب عن ابن سيرين عن ابی هريرة اراه رفعه احبب حبيبك هونا ما الحديث قال الترمذی غريب لانعرفه بهٰذا الاسناد الا من هٰذا الوجه ای من وجه يثبت والا فقد رواه الحسن بن دينار عن ابن سيرين والحسن متروك الحديث لا يصلح للمتابعات ـ

(تدريب الراوی ص151-152)

پندرہویں نوع اعتبار اور متابعات اور شواہد کی پہچان کے بیان میں ہے ـ یہ وہ امور ہیں، جنہیں محدثین استعمال کرتے ہیں جن سے وہ حدیث کا حال پہچانتے ہیں وہ یہ غور کرتے ہیں کہ کیا راوی حدیث اس حدیث کو نقل کرنے میں اکیلا ہے یا نہیں اور یہ کہ وہ خود بھی معروف ہے یا نہیں؟ پس اعتبار کا طریقہ یہ ہے کہ کسی (ایک) راوی کی حدیث کو اس کے علاوہ دوسرے راویوں کی حدیثوں سے ملا کر دیکھنا (اس طرح کہ) اس حدیث کی دوسری سندوں کو (تلاش کر کے) گہری نظر ڈالی جائے تا کہ یہ پتہ چل سکے کہ آیا اس حدیث میں اس راوی کا کوئی اور بھی

ساتھی (استاد بھائی) ہے جس نے استاد سے وہ حدیث روایت کی ہو یا نہیں ہے اگر نہ ہو تو یہ دیکھیں کہ کیا یہ روایت کسی نے اس کے استاذ الاستاد سے لی ہے یا نہیں۔ اسی طرح اوپر تک (اس کے استادوں اور ان کے ساتھیوں کو ایک حدیث کے لیے دیکھتے چلے جائیں گے) اس کا نام اصول حدیث میں متابعت ہے۔ اگر اس حدیث میں کہیں بھی ساتھی راوی اوپر تک نہ مل سکیں تو پھر یہ تلاش کیا جائے کہ کیا اس حدیث کے مضمون کو کسی محدث نے دیا ہے یا نہیں۔ اگر ہم معنی حدیث مل جائے۔ (چاہے الفاظ بدلے ہوئے ہوں) تو اس حدیث کو شاہد کہیں گے اور ہم معنی حدیث بھی نہ ملے تو یہ حدیث فرد کہلائے گی۔ پس اعتبار متابع اور شاہد کا قسیم (ہر قسم) نہیں ہے بلکہ یہ متابع اور شاہد تک پہنچنے کے لیے جو کچھ کیا جاتا ہے اس کا نام ہے۔

پس اعتبار کی مثال یہ ہے کہ مثلاً حماد بن سلمہ کوئی ایسی روایت بیان کر رہے ہوں کہ جس میں ان کا کوئی ساتھی عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ روایت نہ نقل کر رہا ہو تو یہ دیکھا جائے گا کہ ان کے استاد ایوب کے سوا کوئی اور قابل اعتماد راوی ابن سیرین رحمہ اللہ سے یہ حدیث لے رہا ہے یا نہیں؟ اگر ایوب کے ساتھیوں میں ان کے سوا کوئی ثقہ راوی نہ ملے تو پھر ان کے استاد ابن سیرین کے ساتھیوں میں کوئی محدث تلاش کریں گے۔ جو حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت نقل کر رہا ہو۔ ان میں سے جس طرح کبھی بھی حدیث پائی جا رہی ہو۔ اس سے جان لیا جائے گا کہ اس حدیث کی اصلیت ہے۔ اس کی طرف رجوع

کیا جائے گا ورنہ اگر ان میں سے کوئی چیز نہ پائی جائے تو یہ حدیث بے اصل مانی جائے گی جیسے ترمذی شریف کی روایت جو انہوں نے حماد بن سلمہ عن ایوب عن ابن سیرین عن ابی ھریرہ اراہ رفعہ کہہ کر نقل کی ہے کہ اپنے دوست سے ہلکی ہلکی محبت رکھو۔ الحدیث۔ امام ترمذی نے اس پر فرمایا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے یعنی صرف اسی سند سے یہ حدیث قابل ثبوت طریقہ سے ملی ہے (اس کی دوسری کوئی سند قابل اعتماد نہیں ورنہ یوں تو یہی حدیث حسن بن دینار ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں لیکن حسن متروک الحدیث ہیں ان کی روایت متابعت کے قابل نہیں ہوتی۔

اسی طرح مقدمہ ابن صلاح میں ہے۔ النوع الخامس عشر معرفتہ الاعتبار والمتابعات والشواهد۔ پندرہویں نوع اعتبار اور متابعات اور شواہد کی پہچان کے بیان میں

(مقدمہ ابن اصلاح ص74)

تدریب الراوی اور مقدمہ ابن اصلاح تو بہت مفصل کتابیں ہیں۔ بخاری شریف کے شروع میں جو مقدمہ ہے۔ اس میں ہی ص 11 پر دیکھ لیں کہ ''اعتبار'' کسے کہتے ہیں۔

میں نے یہاں تدریب الراوی کی پوری عبارت لکھ دی ہے اور اس کا مفہوم بھی تاکہ طلبہ مستفید ہوں اور علماء فاضل بریلوی کی علم حدیث میں بصیرت کا تماشہ دیکھیں۔ فاضل بریلوی اصول حدیث سے اس درجہ ناواقف تے جیسا کہ آپ کے سامنے ہے۔ مگر آپ انہیں پھر بھی امام مجتہد فی المذہب بنانے کی فکر میں

ہیں۔اپنے دل میں ذرا غور کیجیے کہ ایسا کم علم شخص کیا مفتی بھی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ وہ مجتہد فی المذہب بنے اور اپنے قیاس سے نئے نئے مسائل نکالے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

غرض حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے لیے اعلیٰ حضرت کی طرف سے اور آپ حضرات کی طرف سے یہ جواب ہونا چاہیے تھا کہ حدیث شریف کی سند یہ ہے اور یہ سند قابل احتجاج ہے کیوں کہ اذان ایسا شعار نہیں ہے جو سر عام نہ ہوتا ہو۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی نہیں ہے جس کا عمل سینکڑوں ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے سامنے نہ ہوا ہو۔ اس لیے ان کے عمل کی روایت کرنے والے بہت لوگ ہونے چاہییں ۔ اور آپ کو بہت سی روایتیں سامنے لانی چاہیے تھیں نہ کہ صرف ایک حدیث جس کے بارے میں صدیوں پہلے سے محدثین صرف موضوع (من گھڑت) ہونے نہ ہونے ہی بحث کرتے رہے ہوں۔

(ہمارے پاس مسند ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے جس میں آپ کی ساری روایات جمع کی گئی ہیں۔ ان میں اذان کے وقت یہ کلمات اور انگوٹھا چومنے کی روایت ہی نہیں ہے۔)

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے بارے میں حافظ سخاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ولا یصح یعنی یہ موضوع (کسی کی من گھڑت) ہے۔

(الموضوعات الکبیر لملا علی قاری ص108)

کیوں کہ موضوع حدیثوں کے بیان میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں لا یصح، لا یثبت، یا لم یصح وغیرہ سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ موضوع ہے۔ لہٰذا یہاں لا یصح کے معنی یہ ہوں گے کہ ثابت ہی نہیں (کسی کی من گھڑت ہے) موضوع ہے نہ کہ ضعیف۔ دیکھیے مقدمہ الموضوعُ فی معرفة الحدیث الموضوع جو ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تصنیف ہے ص10 مطبوعہ حلب اس کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

واوردہ الشیخ احمد الرداد فی کتابہ موجبات الرحبة بسند فیہ مجاھیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام

یعنی یہ روایت شیخ احمد داد نے اپنی کتاب موجبات الرحمہ میں حضرت خضر علیہ السلام سے ایسی سند سے دی ہے کہ جس میں مجہول راوی ہیں اور سند بھی منقطع ہے۔

پھر ملا علی قاری حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کو جائز لکھ کر لکھتے ہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نہ اس پر عمل کرے اور نہ اس پر عمل کرنے والے کو منع کیا جائے۔

پھر لکھتے ہیں:

"وغرابتہ لا تخفی علی ذوی النھی"

(الموضوعات الکبریٰ ص108)

''اس روایت کی غرابت سمجھ دار آدمی پر مخفی نہیں ہے۔''

یعنی چاہے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کردہ روایت ہی ہو وہ بھی غریب ہے۔ کیونکہ صحیح ترین احادیث مقدسہ میں مثلاً بخاری شریف وغیرہ میں یہ مسئلہ وضاحت سے آتا ہے کہ جب موذن اشھد ان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والے بھی جواب میں اشھد ان محمد رسول اللہ کہیں۔ اس سے زیادہ کچھ کہنا حدیث کی مشہور کتابوں میں کہیں نہیں آیا ہے۔ اگر امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام طحاوی اور ائمہ کرام یعنی امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ سے یہ حدیث مخفی رہ گئی ہے۔ تو اب اسے ظاہر فرمائیں۔ علم حدیث کسی کے گھر کا نہیں ہے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سامنے جب دلیلیں آتیں تو وہ کہاں جاتے۔ اور چلیے اب روایت اور راوی حضرات کے بارے میں آپ ہی لکھیں تاکہ اس میں اختلاف ختم ہو۔ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہو سکتی ہے کہ انکار کرے۔ بلکہ انگوٹھے نہ چومے، مگر فاضل بریلوی اجتہادی رنگ میں قیاس پر قیاس کرتے چلے گئے اور انہوں نے تکبیر میں بھی انگوٹھے چومنے جائز قرار دیئے۔ حالانکہ پہلے حدیث کے ثبوت کی کوشش تو کی ہوتی۔

آنکھوں کے بارے میں ایک حدیث:

دیکھیے! ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا صحابی کو بینائی درست ہونے کے لیے دعا تعلیم فرمائی اور طریقہ یہ بتلایا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعا مانگیں اور یہ کلمات تعلیم فرمائے:

"اللهم ان اتوسل اليك بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بك الى ربی فی حاجتی اللهم فشفعه فِیَّ"

"اے اللہ! میں تیرے دربار میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں (دعا کرتا ہوں) اے محمد میں اپنے پروردگار کی طرف آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے اپنی حاجت روائی کے لیے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے اللہ! توان کو میرے حق میں مقبول الشفاعت فرما۔"

ان نابینا صحابی نے اس پر عمل کیا ان کی بینائی لوٹ آئی۔

یہ حدیث متعدد معتبر کتب حدیث میں آئی ہے اور ابن ماجہ میں بھی ہے ابن ماجہ نے اس روایت کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

کہنا یہ ہے کہ اس حدیث پر علماء دیوبند کا عمل ہے کیونکہ حدیث ثابت ہے اور روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بعد میں ان صحابی نے کسی اور ضرورت مند کو یہ دعا رسول کریم علیہ السلام کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد تعلیم فرمائی۔ لہٰذا علماء دیوبند کبھی یہ نہیں کہیں گے کہ یہ بدعت ہے اور تقبیل ابہامین کی روایت کا حال جو کتابوں میں موجود ہے وہ ہم نے لکھا اب آپ اس کی صحیح سند لائیں۔ تاکہ مذکورہ بالا حدیث توسل کی طرح سب اس کے قائل ہو جائیں اور عمل کریں۔

محدثین وفقہا کا ضعیف حدیث سے استدلال کا قاعدہ:

آپ حضرات فاضل بریلوی سے لے کر اب تک یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل ہو سکتا ہے اور اسی قاعدہ پر آپ کے

دس گیارہ اختلافی مسائل کی بنیاد ہے گویا بریلویت کی عمارت اسی پر اٹھائی گئی ہے لہٰذا اس کا صحیح قاعدہ بھی یہاں ذکر کرنا ضروری ہے اور مفید معلوم ہوتا ہے تاکہ واضح ہو سکے کہ بریلوی علماء اس کے استعمال کو عام کر کے بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (ان کی عبارت اور ساتھ ہی تقریبی ترجمہ لکھا جاتا ہے)

"(ویجوز عند اهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید الضعیفه {وروایة ما سوی الموضوعات من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی غیر صفات الله تعالیٰ} وما یجوز ویستحیل علیه وتفسیر کلامه (والاحکام کالحلال والحرام وغیرهما وذلك کالقصص وفضائل الاعمال والمواعظ وغیرهما مما لا تعلق له بالعقائد والاحکام) وممن نقل عنه ذلك ابن حنبل وابن مهدی وابن المبارك قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا۔"

محدثین وغیرہم کے نزدیک ضعیف السند روایتوں میں سہولت دینا جائز ہے اور موضوع (گھڑی ہوئی) روایتوں کے علاوہ ضعیف روایتوں کو بیان کرنا اور ان کے ضعیف ہونے کی تصریح نہ کرنا (بھی جائز ہے) (بشرطیکہ) یہ ایسی روایتیں ہوں کہ جن میں حق تعالیٰ کی صفات کا ذکر نہ ہو اور یہ (نہ ہو) کہ یہ بات تو حق تعالیٰ کے بارے میں خیال کرنا درست ہے اور یہ بات محال ہے اور تفسیر کلام پاک اور احکام جیسے حلال و حرام وغیرہما کا اس سے تعلق نہ ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ روایت میں مثلاً قصے اور فضائل اعمال اور وعظ وغیرہ ایسی

چیزوں کا ذکر ہو کہ جن کا تعلق عقائد اور احکام سے نہ ہو جن حضرات سے یہ قاعدہ منقول ہے ان میں امام احمد بن حنبل، ابن مہدی، ابن مبارک ہیں ان حضرات نے فرمایا ہے کہ جب ہم کوئی روایت حلال و حرام کے بارے میں پڑھاتے ہیں یا لکھتے ہیں تو اس میں ہم سختی کرتے ہیں اور جب فضائل اعمال جیسی چیزیں بیان کرتے ہیں تو اس میں نرمی کرتے ہیں۔

پھر تنبیہ فرماتے ہیں:

تنبیہ:

"وذكر شيخ الاسلام له ثلاثة شروط احدها ان يكون الضعف غير شديد فيخرج من انفرد من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش غلطه نقل العلائى الاتفاق عليه الثانى ان يندرج تحت اصل معمول به الثالث ان لا يعتقد عند العمل به ثبوته بل يعتقد الاحتياط وقال هٰذان ذكرهما ابن عبد السلام وابن دقيق العيد"

(تدریب الراوی ص196)

"اور شیخ الاسلام نے ضعیف حدیث بیان کرنے کی تین شرطیں ذکر کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو۔ لہٰذا جھوٹے راویوں میں سے اور ایسا راوی جس پر جھوٹے ہونے کا الزام ہو اور ایسا محدث جو فحش غلطیاں کرتا ہو، جب اکیلا روایت کرے گا تو اس قسم کے سب راویوں کی روایت (اس شرط کے تحت) خارج ہو جائے گی۔ حافظ علائی رحمہ اللہ نے اس شرط پر سب کا اتفاق نقل کیا ہے۔ ضعیف کو قبول کرنے کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی معمول بہ حدیث

اور قاعدہ کے تحت آتی ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس پر عمل کرنے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ یہ حدیث سے ثابت ہے۔ بلکہ احتیاطاً (مثلاً گناہ سے بچنے کے لیے) اس پر عمل کرے شیخ الاسلام نے فرمایا کہ یہ دو شرطیں ابن عبدالسلام اور ابن دقیق العید نے بیان کی ہیں۔

(تدریب الراوی، حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ)

مثلاً حنفی مسلک یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں اتنی زور سے ہنسے کہ آس پاس کے لوگ ہنسی کی آواز سن لیں تو اس کی نماز بھی ٹوٹ جائے گی اور وضو بھی۔ (اب اس وضو سے نماز نہیں ہو گی) کیونکہ یہ مسئلہ حدیث مرسل صحیح میں آیا ہے۔ اور باقی ضعیف روایات تو آٹھ دس ہیں۔ لیکن شافعی حضرات کہتے ہیں کہ وضو نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ یہ مسئلہ کسی ایسی حدیث میں نہیں آیا ہے جو مرفوع بھی ہو اور صحیح بھی ہو۔

ایسی صورت میں جو شافعی حضرات مذکورہ قاعدہ پر تقویٰ کی وجہ سے عمل کرنا چاہیں گے وہ کہیں گے کہ دوبارہ وضو کر لینی بہتر ہے۔

یہی قاعدہ حدیث کے علاوہ اقوال ائمہ میں بھی جاری ہے۔ مثلاً مَس مرأۃ سے مس ذکر سے ماستہ النار سے نکسیر سے اور کہیں سے بھی خون نکل کر بہہ جانے اور بڑی قے سے وضو کہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب اپنے اپنے امام کے علاوہ دوسرے امام کے قول پر جو ان کے نزدیک اپنے امام کے قول سے لامحالہ ضعیف ہوگا احتیاطاً عمل کریں۔

(یہ مسئلہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی سب حضرات کے نزیک مسلم ہے)

شافعی حضرات کے نزدیک خون کے نکلنے سے وضو نہیں جاتا اور یہی قول ان کے نزدیک قوی ہے۔ مگر شافعی مسلمان کو چاہیے کہ دوسرے ائمہ کے قول پر احتیاطاً عمل کر کے وضو کرے ایسا کرنا اس کے لیے مستحب ہے۔

مس مرأۃ یعنی عورت کو ہاتھ لگ جانے سے چاہے وہ کوئی بھی ہو شافعی حضرات کے نزدیک مرد کا وضو جاتا رہتا ہے۔ حنفی حکیم اگر عورت کی نبض دیکھے تو اس کے لیے دوبارہ وضو کرنا مستحب ہے۔ حنفی حکیم کے نزدیک حنفی قول قوی ہے اور شافعی مسلک ضعیف ہے۔ مگر احتیاطاً وضو کرے تو یہ اچھی پسندیدہ بات (مستحب) ہے۔

فاضل بریلوی کی مبالغہ آرائی اور فریب دہی:

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

"تھانوی صاحب نے سلب کلی کر دیا کہ اذان میں تقبیل کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں حالانکہ ایک ہزار سے زیادہ کتب فقہ میں یہ روایت موجود ہے۔"

(اعلی حضرت کا فقہی مقام ص35 سطر5،6، 7)

گزارش یہ ہے کہ فاضل بریلوی کی عادت تھی کہ وہ پر جوش کلمات لکھتے تھے اسی طرح انہوں نے یہاں بھی لکھ دیا ہے۔ کئی سو سال سے قدروی، کنز الدقائق شرح وقایہ اور ہدایہ کی ہر چہار جلد فقہ حنفی میں تمام مدارس میں دیوبندی ہوں یا بریلوی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ ان میں تو یہ مسئلہ کہ اذان میں انگوٹھے چومے، کہیں نہیں ہے۔ معلوم نہیں وہ ہزار سے زیادہ کتب فقہ کون سی

ہیں۔ ان میں سے آپ ہزار نہیں صرف ایک سو فقہ کی ایسی معتبر کتابوں کا حوالہ لکھ دیں۔ جو متقدمین کی لکھی ہوئی ہوں انگریزی اختلافی دور سے پہلے کی ہوں۔ ورنہ ایسی مبالغہ آرائیوں کے فریب میں آنا چھوڑ دیں اور خود بھی فریب دہی سے تائب ہوں۔ لیکن بریلوی عالموں نے کسی قاعدہ کو نہیں مانا، اپنی خواہش کو سب سے بڑا قاعدہ سمجھا۔

انہوں نے یہ ظلم کیا کہ:

(1)... ایسی روایات کو جن کے ضعیف ہونے میں بھی کلام ہے ان کے بارے میں محدثین کے ایک بڑے طبقہ کی یہ رائے رہی ہے کہ یہ ضعیف نہیں بلکہ موضوع (بے اصل کسی کی گھڑی ہوئی) روایت ہے۔ بڑھا کر حدیث ضعیف کا درجہ دے دیا۔

(2)... پھر اس پر عملاً اتنا تشدد کیا گیا کہ لوگ اسے ہی دین سمجھنے لگے اور عقیدہ کا جز بنا لیا۔

(3)... اس پر عمل نہ کرنے والوں کی اس قدر مذمت کی کہ انہیں اسلام ہی سے نکال دیا اور (معاذ اللہ) گستاخ رسول کہنا شروع کر دیا۔ اور امت میں تفریق کا بیج بو دیا۔

اب آپ ہی خدا کے حضور پیش ہونے کا خیال کر کے غور کریں کہ آپ دوسروں کو جس وجہ سے حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں۔ برے برے ناموں سے یاد کرتے ہیں۔ انہیں کافر سمجھتے ہیں۔ اس کی جڑ بنیاد ہے ہی کیا؟ صرف ایسی ہی کمزور ترین یا موضوع حدیثیں یا پھر احمد رضا خان صاحب کا قیاس واجتہاد۔

ایسی کمزور دلیل و قیاس پر اتنا بھروسہ کرنا کہ اسے دین سمجھنے لگیں۔ کیسی بڑی غلطی ہے، انگوٹھے چومنے کی۔ اس بحث میں آپ نے فاضل بریلوی کے چیدہ نکات میں شامل کرکے ان کا پیش کردہ قاعدہ لکھا ہے کہ:

"لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لابد لها من دلیل خاص"

(فقہی مقام ص35، 36 بحوالہ بحر الرائق ج2 ص176)

ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے لیے دلیل خاص کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس قاعدہ سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا؟ آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھا چومنا مستحب ہے اور اس قاعدہ سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جو انگوٹھے نہ چومے اس نے ترک مستحب کیا اور انگوٹھے نہ چومنے کو مکروہ کہنے کے لیے الگ خاص دلیل ہونی چاہیے۔ اس سے تو فاضل بریلوی نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے موقف کو تقویت دی ہے اور انگوٹھے نہ چومنے کو کراہت سے بھی نکال دیا ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ فاضل بریلوی بکثرت فقہی قاعدوں کا بے محل استعمال کرتے ہیں یہ بات ان کی تحریرات اور فتاویٰ سے ظاہر ہے۔

کم از کم اب بعد میں لکھنے والے صاحب کو تو سوچنا ہی چاہیے تھا کہ کیا لکھا جا رہا ہے آپ فاضل بریلوی کی بات ثابت کرنے کے لیے مضمون لکھ رہے ہیں یا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بابت ثابت کرنے کے لیے۔

پانچواں مسئلہ فاضل بریلوی کی ایک اور نادر تحقیق:

نوٹ جو رائج الوقت ہے آپ نے اس پر جو لکھا ہے وہ پڑھا ہو گا۔ ذرا پانچ روپے یا دس روپے کا نوٹ لیجیے۔ دیکھیے اس پر لکھا ہے۔

بینک دولت پاکستان پانچ روپیہ

حامل ھٰذا کو مطالبہ پر ادا کرے گا۔

حکومت پاکستان کی ضمانت سے جاری ہوا۔

عثمان علی

گورنر بینک دولت پاکستان

یہ ساری عبارت سطروں میں لکھی ہوئی ہے اور نوٹوں پر چھپی ہوئی ہے۔ اس سے صاف سمجھ میں آ رہا ہے کہ نوٹ مال نہیں ہے۔ بلکہ اس سونے چاندی وغیرہ کے بجائے جو حکومت پاکستان کی تحویل میں ہے۔ یہ جاری کیا گیا ہے تو اس لحاظ سے یہ خود مال نہ ہوا بلکہ مال کی رسید ہوا کہ سونا چاندی وغیرہ تو حکومت کے پاس ہے اور یہ خاص کاغذ (جو گورنمنٹی ہے) آپ کے پاس ہے۔

اسٹیٹ بینک یعنی مرکزی بیت المال کی مالیت مالی سال پورا ہوتے وقت دیکھی جاتی ہے کہ اس کے قبضہ میں کتنی دولت ہے اتنے ہی نوٹ چھاپے جاتے ہیں جو رعایا کے ہاتھوں میں آتے ہیں اور گردش میں رہتے ہیں۔ اگر کبھی حکومت اس مالیت سے زیادہ نوٹ چھاپ بیٹھے تو افراط زر کا دور شروع ہو جاتا ہے اور حکومت کو اپنے سکہ کی قیمت گھٹانی پڑتی ہے۔ جیسے کہ ہم چند سالوں سے اس مصیبت کے شکار ہیں۔

قطب الارشاد حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کی بہت ہی گہری فقیہانہ نظر تھی۔ انہوں نے نوٹ کو تمسک (مال کی رسید) قرار دیا۔ (اور عرفاً اس سے خرید و فروخت ایسے ہی کی جاتی ہے جیسے وہ خود روپیہ ہو، اس لحاظ سے انہوں نے اسے بمنزلہ سونے چاندی کے قرار دیا)

اگر کسی نوٹ پر یہ عبارت نہ ہو تو ایسے کاغذ سے جو پانچ روپے کے نوٹ کے برابر بڑا ہو آٹھ آنے کی چیز بھی نہیں خرید سکتے۔ اس نوٹ کو کوئی محلہ کی گلیوں کا دکان دار بھی نہیں لے گا۔ چاہے آپ اس سے کتنا بھی کہتے رہیں کہ بھائی نوٹ بھی کاغذ ہوتا ہے اور یہ بھی کاغذ ہے تم یہ لے لو اور مجھے سودا دے دو۔ اس سے مزید معلوم ہوا کہ پانچ روپے اس کاغذ کی قیمت نہیں ہوتی۔ حکومت کی اس تحریری ضمانت ہی کی وجہ سے نوٹ کے ذریعہ بے تکلف خرید و فروخت کی جاتی ہے اگر نوٹ ذرا بھی مشکوک ہو تو دکان دار کبھی نہیں لے گا۔

3... آپ آئے دن اسمگلنگ کی روک تھام کے احکام اور قصے سنتے رہتے ہیں۔ کیونکہ اسمگلر یہ نوٹ دوسرے ملکوں میں پہنچا دیتے ہیں پھر وہ ملک ہمارے ملک سے ان نوٹوں پر لکھے ہوئے وعدے اور ضمانت کی وجہ سے سونا چاندی وغیرہ لیتا ہے جس سے ہمارے ملک کی مالی جڑ بنیاد کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ صرف اسمگل کرنے والا گروہ نفع کماتا ہے اور پورا ملک اس کا نقصان اٹھاتا ہے۔ مزید سمجھ لیجیے کہ اگر نوٹ پر یہ عبارت نہ ہو تو حج کے زمانہ میں کسی حاجی کو پاکستانی سو کے نوٹ کے بدلے میں ایک ریال بھی نہ ملے اور وہ نوٹ کسی حکومت میں نہ چلے اور حج کے موقعہ پر حجاج جو پاکستانی سکہ کی قیمت سعودی سکہ سے کم دیتے لیتے ہیں اس کا

مدار اس بات پر ہے کہ حکومت پاکستان خود اپنے سکہ کی کتنی قیمت رکھتی ہے۔ پہلے زیادہ تھی، تو پاکستانی سو روپے کے نوٹ کے ایک سو آٹھ ریال یا اس سے بھی زیادہ ریال ملتے تھے یعنی موجودہ صورت کے برعکس۔

ضمانت کی یہ عبارت ہر ملک کو لکھنی پڑتی ہے ورنہ اس ملک کا نوٹ کوئی ملک نہیں لے سکتا۔ سکہ کی جس قیمت کا اعلان سکہ جاری کرنے والی گورنمنٹ کر دیتی ہے دوسرے ملکوں میں اسی حساب سے نوٹ کی قیمت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔

آپ نے دیکھا یہ ہے ضمانت لکھنے کا اثر تو آپ ہی سوچئے کہ نوٹ خود مال ہوا یا رسید؟

4... یہ عبارت آج بھی لکھی جاتی ہے اور انگریز کے زمانہ میں بھی لکھی جاتی تھی۔ اور دنیا کے تمام ملکوں کا اسی پر عمل ہے۔ اعلیٰ حضرت اگر کسی پڑھے لکھے آدمی سے پہلے پڑھوا لیتے کہ نوٹ پر کیا لکھا ہوا ہے تو انہیں ایسا اشکال نہ رہتا۔

5... آپ نے اخبارات میں یحییٰ خان کے زمانہ میں نوٹ کینسل ہونے کے قصے پڑھے ہوں گے، لوگوں نے نوٹ بوریوں میں بھر کر بہا دیئے وہ بہہ نہ سکے تو صبح کو لوگوں کے لیے تماشہ کا سامان بن گئے۔

یعنی جب کوئی گورنمنٹ اپنے کسی نوٹ کی ضمانت ختم کرنے کا اعلان کر دے تو نوٹ سوائے ردی میں جلانے کے کسی کام کا نہیں رہتا۔

مگر افسوس یہ ہے کہ یہ واضح مسئلہ بریلویوں کے "فقیہ اجل" اور "ابو حنیفہ دوراں" جسے وہ امام لکھتے ہیں اور "مجدد مائۃ حاضرہ" احمد رضا خاں کی سمجھ میں نہ آیا۔ حضرت مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے سمجھانا چاہا تو

انہیں بھی اعلیٰ حضرت بریلویہ نے ایسی جلی کٹی سنائیں کہ اپنی عزت کے لیے وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ اللہ العزیز کا فتویٰ مبارکہ حضرت کی وفات کے بعد کہیں اعلیٰ حضرت بریلویہ کی نظر پڑ گیا۔ بس کیا تھا اسی دن سے ان کے در پے ہو گئے۔ کیونکہ اسی فتویٰ میں بھی نوٹ کو تمسک فرمایا گیا ہے۔ حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ورفع درجاتہ کو ''آنجہانی'' لکھا۔ انہوں نے اس فتویٰ کا بھی مذاق اڑایا کہ کیا کاغذ کی دنیا میں خرید وفروخت نہیں ہوتی یا مولوی صاحب کے گاؤں میں ابھی تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ کاغذ بھی بکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

خان صاحب کی دلیل یہ ہے کہ ہر آدمی کو اپنا مال اپنی مرضی کی قیمت پر بیچنے کا حق ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کسی کو دس روپے کا نوٹ دیتا ہے اور اس سے اس کے گیارہ روپے یا گیارہ سو روپے لیتا ہے تو اگر لینے دینے والے دونوں راضی ہیں تو یہ معاذ اللہ جائز ہے اور سود نہیں ہے۔

خان صاحب کہتے ہیں کہ آدمی نوٹ کو اسی طرح رکھتا ہے جیسے روپے کو اور مال کو۔ اسی طرح اسے جمع بھی کرتا ہے۔ جیسے روپے کو اور اپنے مال کو اس لیے یہ نوٹ ہی مال ہے۔ یہ کاغذ ہے اور کاغذ کی قیمت اس کا مالک جو چاہے مقرر کرے اس لیے دس کے نوٹ کی ہزار روپے بھی قیمت لے سکتا ہے۔

(اس کا مطلب یہ ہے یعنی نوٹ کی مالیت مقرر کرنے کا حق حکومت کو نہیں ہے نوٹ جس کے قبضہ میں ہے اسی کو اس کی مالیت کم یا زیادہ مقرر کرنے کا حق ہے۔)

یہ ان کی دلیل ہے، اسی سے ان کی فقہی گہرائی کا اندازہ کریں، کیسی بچگانہ باتیں ہیں۔

مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ حیات تھے۔ ان کے پاس بریلوی اعلیٰ حضرت کا فتویٰ پہنچا۔ انہوں نے اس کا جواب لکھ دیا۔ نوٹ اس کو اس پر تحریر کردہ رقم سے زیادہ کے نوٹوں کے بدلے لین دین کو انہوں نے سود قرار دیا۔ یہ بات اعلیٰ حضرت بریلوی کو سخت ناگوار گزری۔ پنجے جھاڑ کر ان کے پیچھے پڑ گئے۔ بہت ملمع کی ہوئی گالیاں لکھیں اور ساتھ ہی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کو بھی۔ حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب نے سمجھ لیا ہوگا کہ یہ شخص کج بحث ہے اور ہر حال میں سود کو جائز ہی قرار دینے کے درپے ہے۔ اس لیے انہوں نے اعرض عن الجاھلین اور واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما پر عمل کرتے ہوئے مزید بحث نہیں بڑھائی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے اسے اپنی فتح قرار دیا۔ اور ایک سو اڑسٹھ صفحات پر مشتمل طویل رسالہ لکھا۔ جس کا نام ''کفل الفقیہ'' رکھا۔ اس کے آخر میں بڑے دھڑلے سے لکھا کہ میرے دلائل کا جواب کوئی نہیں لکھ سکا۔ لہٰذا مسئلہ یہی ہے کہ نوٹوں میں جتنا چاہو سود لو اس کا نام نفع ہوگا۔ سود نہیں۔

بریلوی علماء کی طرف سے آج یہ فتویٰ بطور نمونہ اعلیٰ حضرت کے امام مجتہد ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص28۔31 شائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

جسے لکھتے ہوئے ایک عالم دین کو شرم آنی چاہیے تھی کیوں کہ اس فتویٰ پر کسی بریلوی نے بھی شاید عمل نہیں کیا۔ ان کا عمل اسی فتویٰ پر رہا ہے جو حضرت

اقدس گنگوہی اور مولانا عبدالحئیٔ صاحب لکھنوی کا تھا اور اگر کسی بریلوی نے احمد رضا خاں کے فتوے پر عمل کر کے سود لیا ہے تو آپ حضرات اس کا نام پیش کریں تا کہ لوگ اس فقیہہ کے اس سود خور پیرو کار کو جان لیں۔

ابھی ابھی آپ کے سامنے وہ عبارت آئی ہے جو نوٹ پر تحریر ہوتی ہے اور یہ کہ خاص سرکاری چیز ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کاغذ بنا کر اس پر اس طرح سے چھاپنے لگے تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا اور اس پر غداری تک کا مقدمہ چل سکے گا مگر احمد رضا خان صاحب کا اصرار ہے کہ نوٹ کی یہ قیمت لوگوں نے خود ہی مقرر کر لی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''ہم فتح القدیر سے بیان کر آئے ہیں کہ کاغذ کا ایک ٹکڑا ہزار کو بک سکتا ہے اور اس کے لیے صرف اتنا درکار ہے کہ بائع اور مشتری دونوں اس پر راضی ہوں۔ تو اس کا کیا کہنا جس پر گروہ کے گروہ راضی ہوں اور ان قطعوں کی یہ قیمتیں اپنی اصطلاح میں ٹھہرالیں۔''

(کفل الفقیہ فتویٰ احکام قرطاس الدراہم ص17 مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور)

ناظرین کرام! اعلیٰ حضرت بریلوی کی حقیقت سے بے خبری ملاحظہ فرما لیں۔ کیا نوٹوں کی قیمت لاہور والے یا کراچی والے مقرر کرتے ہیں یا محلہ محلہ گاؤں گاؤں مقرر کی جاتی ہے یا حکومت مقرر کرتی ہے؟

اعلیٰ حضرت بریلوی نے ایک طرف تو اسے محض کاغذ کا ایسا ٹکڑا بتلایا ہے کہ جس کی کوئی قیمت لوگ معین کر لیں۔ دوسری طرف اسی کتاب میں سرکاری چھاپ کی وجہ سے سرکار کی مقرر کردہ قیمت کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اسے معتبر مانتے ہیں وہ لکھتے ہیں:

''ضرب سلطانی سرکاری چھاپ شرع کے نزدیک بھی قیمتی ہے دیکھو جو شخص دس درہم سکہ کے چرائے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور جو ایسی چاندی بے سکہ کے چرائے جس کا وزن دس درہم بھر ہو اور اس کی قیمت سکہ کے دس درہم تک نہ پہنچے اس کا ہاتھ نہ کٹے گا۔ جیسا کہ ہدایہ وغیرہ عام کتب مذہب میں تصریح ہے۔'' الی آخر ما قال

(کفل الفقیہ ص17)

جب وہ ضرب سلطانی (سرکاری چھاپ) کو معتبر مان رہے ہیں تو ان کا یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ لوگ خود نوٹ مقرر کر لیتے ہیں کیا ان کے زمانہ میں یا جب سے رائج ہوا ہے کبھی بھی نوٹ بغیر سرکاری چھاپ کے ہوتا تھا؟ اور جب سرکاری چھاپ کو معتبر مان رہے ہیں تو اس پر جس عبارت کی چھاپ ہے اسے کیوں نہیں پڑھتے، وہ عبارت دیکھیں جو نوٹ پر صاف لکھی ہوئی ہے اس کے لحاظ سے یہ نقدین کی اسٹیٹ بینک میں محفوظ سرمایہ کی رسید ہے اس کا نام ''نوٹ'' ہے۔ اسے کوئی کاغذ نہیں کہتا۔ اگر کسی کے نوٹ گم ہو جائیں تو وہ تھانہ میں جا کر اپنے کاغذ گم ہونے کی رپورٹ درج کرائے گا تو لوگ اسے احمق کہیں گے۔

جب نوٹ ایجاد ہوا تو حضرت گنگوہی قدس سرہ سے فتویٰ دریافت کیا گیا کہ نوٹوں پر زکوٰۃ ہو گی یا نہیں؟ انہوں نے تحریر فرمایا:

''نوٹ وثیقہ اسی روپے کا ہے جو خزانہ حاکم میں داخل کیا گیا ہے۔ مثل تمسک کے اس واسطے کہ اگر نوٹ میں نقصان آ جائے تو سرکار سے بدلا سکتے ہیں اور اگر گم ہو جائے تو بشرط ثبوت اس کا بدل لے سکتے ہیں۔ اگر نوٹ بیع ہوتا تو

ہر گز مبادلہ نہیں ہو سکتا تھا۔ دنیا میں کوئی بیع بھی ایسا ہے کہ بعد قبض مشتری کے اگر نقصان یا فنا ہو جاوے تو بائع سے بدل لے سکیں۔ پس اس تقریر سے آپ کو واضح ہو جائے گا کہ نوٹ مثل فلوس کے نہیں ہے۔ فلوس مبیع ہے اور نوٹ نقدین۔ ان میں زکوٰۃ نہیں اگر بہ نیت تجارت نہ ہوں اور نوٹ تمسک ہے اس پر زکوٰۃ ہو گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اکثر لوگوں کو مثل آپ کے شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں سخت غلطی ہے۔

فقط والسلام۔''

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے بہت مختصر فتوے میں نوٹ کی حقیقت بتلائی کہ وہ وثیقہ ہے اور یہ درست ہے۔ پانچ روپے یا دس روپے کے نوٹ پر لکھی ہوئی عبارت پڑھ لیں پھر اس کی عرفی حیثیت بتلائی کہ وہ سونے چاندی کے سکے طرح قیمتی شمار ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ نوٹ نقدین میں داخل ہے اور فلوس جو تانبے کا سکہ ہے وہ تانبہ ہے۔ شریعت نے سونے چاندی کا اور رکھا ہے اور دوسری دھاتوں کا اور حکم ہے وہ تھوڑے بہت کسی کے پاس ہوں تو ان پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں اگر وہ بہ نیت تجارت ہوں تو ان کی مالیت کا حساب کیا جائے گا اور زکوٰۃ لگ جائے گی۔ پھر فرمایا نوٹ تمسک ہے یعنی نقدین کا اور یہ ایسا تمسک ہے جو سلطانی ہے اس لیے اس پر زکوۃ ہو گی۔

اس کی مثال یہ ہے کہ آپ مثلاً یکم رمضان کو زکوٰۃ نکالتے ہیں مگر اس دفعہ ایک دوست جو آپ سے روپیہ لیتا دیتا رہتا ہے قابل اعتبار ہو، یکم شعبان کو دس ہزار ادھار لے لیے اور رسید لکھ دی کہ عید کے چاند ادا کریں گے۔ جب یکم

رمضان ہوئی تو اب آپ کا اپنا سرمایہ بیس ہزار نکلا تو زکوٰۃ دینی چاہیے، کیوں کہ جس دوست نے قرض لیا ہے وہ قابل اعتبار ہے سچا ہے۔ لیتا دیتا رہتا ہے۔ اب آپ پر ان دس ہزار کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی جو آپ کے دوست کے پاس ہیں اور آپ کے پاس فقط ان کی رسید ہے۔ لیکن شریعت کی نظر میں وہ رقم محفوظ ہونے کی وجہ سے ایک طرح آپ کے پاس ہی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں اس عبارت کے بعد فقط واللہ تعالیٰ اعلم تحریر ہے اور یہ ہم نے آسان انداز میں اس مختصر فتوے کی تشریح بھی کر دی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہی کے سامنے نوٹ کے متعلق اور بھی سوالات آئے ہوں گے۔ کیوں کہ اس وقت وہ نیا نیا چلا تھا، اس لیے فتوے کا جواب مکمل کرنے کے بعد آخر میں مزید تحریر فرمایا۔

"اکثر لوگوں کو آپ کے مثل شبہ ہو رہا ہے کہ نوٹ مبیع سمجھ کر زکوٰۃ نہیں دیتے اور کاغذ کو مبیع سمجھ رہے ہیں، سخت غلطی ہے۔ فقط والسلام۔"

یعنی اگر نوٹ کو فقط کاغذ کی حیثیت دی جائے تو وہ تو دس روپے سیر مل جاتا ہے سیر بھر نوٹوں کو سیر بھر کاغذ کے برابر سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اور ان کی مالیت کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ سخت غلطی ہے۔

بحمد اللہ فتویٰ یہی چلتا رہا ہے اور اسی پر ہر باعمل مسلمان کاربند رہا ہے۔ اگرچہ احمد رضا خان صاحب کے ماننے والوں نے بہت چاہا کہ ان کی یہ کتاب خوب بکے اور اس پر عمل ہو لیکن اللہ تعالی نے اپنے حبیب کی امت کی اس سے حفاظت فرمائی۔

اس فتوے کی نقل میں علمی خیانتیں:

بریلوی حضرات کے حوالوں میں علمی خیانت کی یہ قسم بہت ملتی ہے کہ جس سے ان کی مخالفت ہو اس کی پوری بات کبھی نقل نہیں کرتے۔ ان کے حوالوں کا اعتبار کرنا خود کو دھوکہ دینا ہے۔ آج کل ان کے پی، ایچ ڈی تک اپنے رسائل میں اسی طرح کی دھوکہ دہی کر رہے ہیں۔

اس مضمون میں یہ کاروائی کی گئی ہے کہ حضرت مولانا عبدالحئ صاحب لکھنوی کا فتویٰ نا تمام نقل کیا ہے۔ فتویٰ میں آگے چل کر جو عبارت تھی وہ مطالبہ کرنے والے پر اثر انداز ہو سکتی تھی اس لیے سعیدی صاحب نے اسے حذف ہی کرنا بہتر سمجھا۔

ہم ان کا فتویٰ مکمل نقل کرتے ہیں:

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں نوٹ صدروپیہ (100) مثلاً کسی بیع وشراء کمی وزیادتی پر جائز ہے یا نہیں۔ بینواتوجروا

جواب: ہو المصوب، نوٹ ہر چند کہ خلقۃً ثمن نہیں مگر عرفاً ثمن میں ہے، بلکہ عین ثمن سمجھا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اگر نوٹ سو روپیہ کا کوئی ہلاک کر دے تو اصل مالک سو روپیہ تاوان لیتا ہے اور سو روپے کا نوٹ جب بیچا جاتا ہے تو مقصود اس سے قیمت ملنا اس کاغذ کی نہیں ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ وہ کاغذ دو پیسہ کا بھی نہیں ہے بلکہ مقصود سو روپیہ کا بیچنا اور اس کی قیمت لینا ہوتا ہے

اور نوٹ سو روپے کا اگر کوئی شخص قرض لے تو بوقت ادا خواہ نوٹ سو روپے کا دیوے یا سو روپیہ دیوے دونوں امر مساوی سمجھے جاتے ہیں اور دائن کو کسی کو لینے میں مدیون سے غدر نہیں ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر مدیون غیر جنس بوقت ادا دیوے تو دائن نہیں لیتا ہے۔ بخلاف پیسوں کے کہ وہ بھی اگرچہ عرفا ثمن ہیں مگر یہ کیفیت ان کی نہیں ہے۔ اگر ایک روپیہ کے عوض میں کوئی چیز خرید لے یا ایک روپیہ کسی سے قرض لے اور بوقت ادا پیسے ایک روپیہ دے دے تو دائن اور فروخت کنندہ کو اختیار رہتا ہے کہ وہ لے یا نہ لے اور حاکم کی طرف سے اس پر جبر نہیں ہو سکتا کہ وہ خواہ مخواہ وہ پیسے لے لے، پیسے اگرچہ عرفاً ثمن ہیں۔ مگر عین ثمن خلقی نہیں سمجھے گئے ہیں۔

بخلاف نوٹ کے کہ یہ عین ثمن خلقی ہے گو عینیت خلقیہ نہیں بلکہ عینیت عرفیہ ہو پس تفاضل بیع فلوس میں جائز ہونے سے یہ نہیں لازم کہ نوٹ میں بھی جائز ہو جائے کیوں کہ پیسے غیر جنس ثمن ہیں۔ حقیقۃً بھی اور عرفاً بھی۔ گو بوجہ اصطلاح اور عرف کے اس میں صفت ثمنیت کی آگئی ہو۔ پس ہر گاہ نوٹ عرفاً جمیع احکام میں عین ثمن خلقی سمجھا گیا۔ باب تفاضل میں اسی کی بناء پر حکم دیا جائے گا اور تفاضل اس میں حرام ہو گا۔ (غلام رسول سعیدی صاحب نے حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب کے فتوے کا حوالہ دیتے ہوئے آخری فقرہ کو درمیان میں کاٹ دیا ہے جو تسلسل کے ساتھ ہم لکھ رہے ہیں) فانما الاعمال بالنیات ولکل امرء مانوٰی اور اگر اس میں رِبا حقیقتاً نہ ہو تو شبہ ربٰو سے تو مفر نہیں اور تمام کتب فقہ میں مرقوم ہے کہ شبہ رِبٰو باعث حرمت ہے۔

علاوہ ازیں جو بیع و شراء نوٹ میں تفاضل اختیار کرے گا مقصود اس کو بجز اس کے بعوض کم روپیہ کے زیادہ روپیہ حاصل ہو جاویں اور کچھ نہ ہو گا۔ مگر بطور حیلہ کے وہ نوٹ کا معاملہ کرے گا اور یہ ظاہر ہے کہ اسے ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کا نہیں ہو سکتا۔ تہذیب الایمان میں ہے:

"انما المحرم ان یقصد بالعقود الشرعیہ غیر ما شرعھا اللہ لہ فیصیر مخادعا لدینہ کائد الشرعہ فان مقصودہ حصول الشیء الذی حرم اللہ تبلك الحیلۃ او اسقاطہ ما اوجبہ۔ انتھٰی"

پس اگر نوٹ میں تفاضل قضاءً جائز بھی ہو لیکن دیانۃً فیما بینہ و بین اللہ کسی طرح سے درست نہ ہو گا۔

اسی وجہ سے کتب فقہ میں بیع عینہ اور شراء باقل مما باع وغیر ذلك کی ممانعت مذکور ہے اور احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں جن سے حرمت ایسے حیل کی ثابت ہوتی ہے۔

اگر یہ شبہ ہو کہ نوٹ ہر گاہ ثمن خلقی نہیں ہے پس حکم اس کا بعینہٖ کیوں کر ہو سکتا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ عرفاً وہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا اور تمام مقاصد ثمن خلقی کے اس کے ساتھ متعلق ہوئے۔ لاجرم باب تفاضل میں اسی کا اعتبار ہو گا۔ لا سیما دیانۃ فانھا متعلقۃ بالمقاصد وان کانت خفیۃ۔

باقی رہا قول فتح القدیر کا "لو باع کاغذۃ بالف یجوز" انتھٰی پس مراد اس کی یہ کاغذ نہیں کہ عین ثمن خلقی سمجھا گیا کیوں کہ اس کا وجود ان زمانوں میں نہ تھا بلکہ سادہ کاغذ۔ ھٰذا ما سنح لی۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

حررۂ الراجی عفو ربہ القوی ابو الحسنات محمد عبد الحئی

تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی

حضرت مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی کی دلیلوں کا جواب فاضل بریلوی نے لکھا ضرور لیکن اگر بنیاد ہی میں فساد آ جائے تو چاہے بحث کو کتنا بھی طول دے دیں۔ فساد ہی پر اس کی بنیاد رہے گی اور سب دلیلیں بے محل ہوں گی۔ اس لیے ان کی طنز و تعریض سے بھری ہوئی یہ طویل و عریض تحریر بالکل بے کار ہے۔ اور ان کے سب حیلے حرام کو یعنی سود کو جائز کرنے کے لیے ہیں۔ فاضل بریلوی نے اس مقصد جلیل کے لیے ساری کتب فقہ میں حیلوں کی تدابیر دیکھ ڈالیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''خامساً 80 تا 85 وہ چھ حیلے یاد کیجیے جو ائمہ کرام نے ارشاد فرمائے اور رسالہ کے ص78 سے ص82 تک گزرے۔ یہاں ارتکاب حیلہ سے حکم حلت کیسے ہو گیا۔

سادساً یہی چھ کیا ہزار حیل ہیں جن کی تصریحات جلیہ کلمات ائمہ میں مذکور۔ اگر ان کو جمع کیجیے تو آپ کی اس جلد بھر سے زیادہ ہوں گے۔ سرِ دست عالم گیری کی کتاب الحیل ہی ملاحظہ ہو کہ ساری کی ساری کتاب اسی میں ہے۔''

(کفل الفقیہ ص153)

فاضل بریلوی نے اپنی بات کی پچ میں ائمہ کرام اور کتب فقہ کی اہانت میں بھی باک نہیں کیا۔ العیاذ باللہ۔

ہم کہتے ہیں حیلہ اس لیے نہیں ہوتا کہ اس پر عمل کیا جائے۔ بلکہ اس لیے ہوتا ہے کہ اگر کوئی بے چارہ مصیبت میں پھنس گیا ہو۔ اسے مصیبت سے نکال

دیا جائے۔ ورنہ سب سے زیادہ بے عمل عالم وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ حیلے باز ہوتا ہے۔ بریلوی علماء ہو سکتا ہے اپنے امام احمد رضا کے کہے پر چلتے ہوں اور حیلوں پر عمل کو فضیلت کی بات جانتے ہوں۔

غرض اس پوری بحث میں آخر کتاب تک خان صاحب اسی پر اصرار کرتے رہے کہ پانچ روپے کا نوٹ ہزار میں کیوں نہیں بک سکتا۔ وہ مولانا عبدالحئ صاحب کے فتوے پر لکھتے ہیں:

اقول قولاً   عَیْنِیَّتْ تو بارہا گھر تک پہنچادی گئی۔ اس کی آڑ تو چھوڑیئے اور اب فرمایئے کہ نوٹ اور پرچہ کاغذ میں وجہ فرق کیا ہے۔ سادہ پرچہ تو ہزار روپے کو بک سکے مگر جس پر پانچ روپے کا لفظ و ہندسہ لکھ دیا وہ پانچ سے زیادہ کو بیچنا حرام ہو جائے۔ بڑی منحوس گھڑی سے چھاپا تھا کہ چھپتے ہی نو سو پچانوے اڑ گئے۔

(یہ ہے اس فقیہ کا سنجیدہ انداز فتویٰ نویسی انا اللہ وانا الیہ راجعون) ابھی اور ملاحظہ فرمایئے، فرماتے ہیں:

ثانیاً   عینیت کے جو قاہر رد ہوئے انہیں جانے دیجیے تو آپ خود اپنے تنزل اخیر میں اس سے یکسر گزر چکے ہیں۔ مہربانی فرما کر اپنی اس تقدیر پر فرق کی تقریر سنا دیجیے۔ جی ہاں سادہ کاغذ کو بیچنا جائز بتا رہا ہے اور کیسا کاغذ ناجائز ہے۔ ذرا بتایئے تو۔

ثالثاً   صاف انصاف تو یہ ہے کہ علماء نے مطلق کاغذ فرمایا ہے جو سادہ لکھے قلمی اور چھپے نوٹ اور اور غیر نوٹ سب کو شامل ہے۔ یہ سادگی تو آپ کی زیادت ہے

اور مطلق کا کوئی مقید نیا پیدا ہو تو صرف اس بنا پر اسے حکم مطلق سے اخراج سراسر خلاف فقاہت ہے۔ ہزارہا حوادث نئے پیدا ہوتے جاتے ہیں اور تا قیامت ہوتے رہیں گے۔ ان کے احکام اطلاقات ائمہ کرام سے لیے جاتے ہیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیزیں اس زمانہ میں کب تھیں لہٰذا یہ ان کی مراد وزیر حکم نہیں۔

رابعًا سنئے تو جناب نے اس جرم پر کہ وہ کاغذ دو پیسے کا بھی نہیں، بیچارے نوٹ کو قصد بیع کے قابل نہ سمجھا بلکہ خود سو روپے بیچنا مقصود بتایا تھا۔ اب یہ سادہ پرچہ کہ دھیلے چھدام کا بھی نہیں۔ یہ کیسے ہزار روپے کو بکنے لگا۔ یہاں کون سے روپے لائیے گا جن کا بیچنا مقصود بتائیے گا۔ محقق عالم کو لکھتے وقت خود اپنے آگے پیچھے کا خیال تو رہے۔ نہ یہ کہ ایک ہی صفحہ میں نسی ماقدمت یداہ

خامسًا جناب نے یہ بھی ملاحظہ کیا کہ امام ابن الھمام نے یہ **یجوز ولا یکرہ** بلا کراہت جائز ہے۔ کسی بحث میں فرمایا ہے۔ بیع عینہ کی بحث میں اب وہ بیع عینہ کی ممانعت کدھر گئی۔ یہ تو پانچ ہی سطر میں نسی ما قدمت یداہ ہو گیا۔ کیا اسی دن کے لیے جناب نے لایکرہ چھوڑا انتہیٰ لکھ دی تھی۔

اس کے بعد اسی خامساً میں پھر فاضل بریلوی اپنے دل کی آرزو لکھتے ہیں:

''اب تو کہہ دیجیے سو کا نوٹ دو سو کو بیچنا ایسا جائز ہے جس میں کراہت بھی نہیں۔ آپ کی اسی انتہا پر انتہا کر دوں کہ رد واعتراض کا عدد بفضلہ تعالیٰ ایک سو بیس تک تو پہنچ گیا۔ **واللہ الحمد**۔''

(کفل الفقیہ ص164، 165)

اگر خان صاحب زندہ ہوتے تو خان صاحب سے عرض کرتے کہ جناب آپ نے صرف ایک سو بیس ہی پر انتہا کر دی اور آپ کے لوگوں نے اسے چار سو بیس کے لیے استعمال کرنا چاہا۔ اسی لیے آپ کی کتاب کے اشتہارات بھی دیئے گئے (آگے ایک معتبر اشتہار کی نقل آنے والی ہے) لیکن نوٹ پر لکھی ہوئی قیمت سے زیادہ لینی حرام اور سود ہی رہی اور رہے گی آج کے دور میں تو ان حضرات کی بات جن کی دلیلوں کا آپ نے رد لکھا ہے ہر خاص و عام پر واضح ہو گئی ہے کہ وہ ہی صحیح تھی اور آپ کا خیال غلط ہی رہا کہ دو آدمی آپس میں طے کر کے کسی نوٹ کی جو چاہیں قیمت مقرر کر لیں۔

کفل الفقیہ کے آخر میں ان الفاظ سے خود اپنے آپ کو اور اپنے ماننے والوں کو اپنی رائے کے نا قابل شکست ہونے کا یقین دلانا چاہتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"رائیں ملنے سے علم پختگی پاتے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ ذی رائے حضرات موافقت فرمائیں دوسری یہ کہ خلاف کرنے والوں کو انتہائی کوششیں سن لی جائیں اور باطل و بے اثر ثابت ہوں۔ یہ پہلی صورت سے بھی اقویٰ ہے کہ جب مخالفانہ کوششیں اثبات خلاف میں عرق ریزی کر کے ناکام رہیں واضح ہو جاتا ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ مسئلہ حق ہے اور خلاف کی طرف راہ مسدود، بفضلہ تعالیٰ اس مسئلہ نے دونوں قسم سے خطِ دانی پایا۔" (کفل الفقیہ ص167)

شروع میں گزرا ہے کہ حضرت اقدس گنگوہی رحمہ اللہ کا فتویٰ فاضل بریلوی نے ان کی وفات کے بعد دیکھا۔ اور وہ کل آٹھ سطروں کا ہے۔

(دیکھیں فتاویٰ رشیدیہ ص144 ج1 مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

اور مولانا عبدالحئی صاحب کا فتویٰ ان کے فتاویٰ میں صرف اکتیس سطر کا ہے۔ ان بزرگوں کی عرق ریزی کا تو اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ فاضل بریلوی کا فتویٰ ایک سو اڑسٹھ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے جا بجا قواعد فقہیہ کا بے محل استعمال کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے اور بڑی عرق ریزی فرمانے کے باوجود ان کی تحریر الالد الخصام کی تحریر سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔

اس ہمت کی داد دیجیے کہ نوٹوں کے تبادلہ میں سود کے جواز کے لیے کتنی بے باکی سے انہوں نے کتاب الحیل استعمال کی ہے اور کس دلیری سے نوٹوں پر لکھی ہوئی قیمت کو لوگوں کی فرض کی ہوئی قیمت بتا کر انہیں ترغیب اور اجازت دے رہے ہیں کہ پانچ روپے کے نوٹ کے ہزار روپے لیے جائیں۔ العیاذ باللہ

فاضل بریلوی نے اس رسالہ کے آخر میں لکھا ہے:

"فان یك صوابا فمن اللہ تعالیٰ وان یك خطأً فمنی ومن الشیطان"

""تو اگر (یہ نوٹوں کے ذریعہ سود خواری کے جواز کا فتویٰ) صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔""

(کفل الفقیہ ص168)

جناب اعلیٰ حضرت بریلوی! ہماری اس تنقیح و تنقید نے اس شک کو دور کر کے واضح کر دیا ہے کہ جناب کا یہ فتویٰ یقینا نفس و شیطان کا دھوکہ ہی تھا۔ جس میں آپ گرفتار ہوئے۔

"عن كعب بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب العلم ليجاري به العلماء أو ليماري به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار۔"

(رواہ الترمذی، وابن ماجۃ عن ابن عمر مشکوۃ ص34)

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس لیے علم حاصل کرتا ہے کہ علم کے زور سے علماء سے جھگڑے گا یا کم سمجھ (جاہل) لوگوں سے جھگڑے گا یا اس لیے کہ لوگوں کو اس کے ذریعہ اپنی طرف متوجہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ میں داخل کرے گا۔"

بریلوی احباب سے گزارش ہے کہ ہمارے اس سخت انداز بیان کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں سود کے علاوہ کسی بھی گناہ کے لیے اتنی سخت وعید نہیں آئی جتنی سود کے بارے میں آئی ہے اور فاضل بریلوی کی بے خوفی کا حال آپ کے سامنے ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه

(پ3 رکوع6)

"پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا"

(ترجمہ فاضل بریلوی)

اور جو شخص اس کے لیے دلیل بازی کرے اسے جواب دیا گیا ہے:

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو

(البقرۃ:275، پ3، رکوع6)

''اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود'' (ترجمہ فاضل بریلوی)

اور جو اس کے جواز کے لیے اپنی عقل استعمال کرے قیامت میں اس کی سزا معاذ اللہ یہ ہو گی کہ اس کی عقل سلب کر لی جائے گی۔ اسے دورے پڑتے ہوں گے لوگ دور سے دیکھ کر پہچان جائیں گے اس شخص کو سود کی سزا مل رہی ہے۔ ارشاد باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ

(پ3 رکوع6)

''وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے، مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مخبوط بنا دیا ہو، یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے۔''

اس آیت مبارکہ کے حاشیہ نمبر 8 پر نعیم الدین صاحب مراد آبادی نے سود کی خرابیاں لکھ دی ہیں اور آخر میں لکھا ہے۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خور اور اس کے کارپرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں اس قدر شدید وعیدوں کے باوجود جو شخص کتاب الحیل استعمال کر کے نوٹ کی حقیقت کو جان بوجھ کو بدلنا چاہے اور سمجھانے والوں کو مذاق اڑائے کیا اس کے متعلق اس خوش فہمی کی گنجائش ہے کہ

اس کے دل میں کبھی تقویٰ کا گزر بھی ہوا ہے مجتہد اور مجدد ہونا تو کجا کیا اس کے کسی فتویٰ پر دوسرے علماء سے پوچھے بغیر عمل کیا جا سکتا ہے۔

ہر مسلمان پر اپنا دین وایمان بچانا فرض ہے۔ایسے لوگوں کو ماننے والوں کی باتوں کو پرکھا کیجیے بغیر سوچے نہ مانئے اور انہیں مسلمانوں میں تفریق ڈالنے سے باز رکھیئے اور اپنے واعظ سے یہ بھی پوچھ لیا کیجیے کہ مولانا صاحب! نوٹوں میں آپ کے نزدیک سود ہوتا ہے یا نہیں اگر وہ صحیح مسئلہ بتائے کہ سود ہوتا ہے تو پوچھئے کہ جو شخص نوٹوں میں سود کو جائز کہے اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جو آدمی صاف بات کرے اور اسے حرام کہے اور جائز کہنے والے کو یہ کہے کہ اس نے غلطی کی اس کی بات سنئے ورنہ اسے چلتا کیجیے، اور اپنا ایمان بچایئے۔

ہم نے گزشتہ سطور میں اس کتاب میں اشتہار کا ذکر کیا تھا اب ہم اس کی نقل پیش کرتے ہیں۔ انجمن حزب الاحناف لاہور کے سابق مفتی و شیخ الحدیث جناب ابو البرکات سید احمد (م1398ھ/1978ء) نے اس کتاب ''کفل الفقیہ''کا اشتہار بایں الفاظ شائع کیا تھا۔

''نوٹ کے متعلق جملہ مسائل کو جائز طور پر خاطر خواہ نفع حاصل کرو اور سود نہ ہو، نیز گنگوہی اور مولوی عبدالحئی صاحب لکھنوی کے فتووں کا رد۔''

(ملاحظہ ہو حسام الحرمین حزب الاحناف صفحہ آخر۔ از مقدمہ رسائل چاند پوری، ناشر انجمن ارشاد المسلمین 6۔ بی شاداب کالونی لاہور، حاشیہ ص8،7)

جس مسلمان نے یہ کتاب پڑھی ہو گی لاحول بھی پڑھی ہو گی اور خدا نے

اسے سود کی لعنت سے بچالیا ہو گا۔

"عن النعمان بن بشیر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحلال والحرام بین و بینھما امور مشتبھة فمن ترك ما شبه علیه من الاثم كان لما استبان له اترك ومن اجتراء علی ما یشك فیه من الاثم او شك ان یواقع ما استبان۔ والمعاصی حمی اللہ من یرتع حول الحمی یوشك ان یواقعه۔"

(بخاری ص275، وص13)

"حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حلال کھلی ہوئی چیز ہے اور حرام کھلی ہوئی چیز ہے اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں تو مسلمان گناہ کی مشتبہ چیز چھوڑ دے گا وہ کھلم کھلا گناہ کی چیز تو ضرور ہی چھوڑ دے گا اور جو گناہ کی مشکوک چیز پر جرأت کر کے اس کا ارتکاب کرے گا قریب ہے کہ وہ اس گناہ میں بھی مبتلا ہو جائے جو واضح طرح گناہ ہو اور معصیتیں اللہ کی چہار دیواری میں (سرکاری) چراہ گاہ کی طرح ہیں جو آدمی سرکاری چراگاہ کے ارد گرد اپنے جانوروں کو چراتا ہے تو قریب ہے (خطرہ ہوتا ہے کہ اس کا جانور) اس کے اندر چلا جائے۔"

"عن وابصة بن معبد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا وابصة جئت تسأل عن البر والاثم قلت نعم قال فجمع اصابعه فضرب بھا صدرہ وقال استفت نفسك استفت قلبك ثلثا البر ما الھما انت الیه النفس واطمأن الیه القلب والاثم ما حاك فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاك الناس۔"

(رواہ احمد والدارمی، مشکوۃ ص242)

''حضرت وَابِصَہ ابْنُ مَعْبَدْ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وابصہ تم نیکی اور گناہ پوچھنے آتے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ نے اپنے دست مبارک کی انگلیاں اکھٹی کر کے ان کے منہ پر ماریں اور ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ سے پوچھا کرو اپنے دل سے پوچھا کرو یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، نیکی (اور بھلائی) وہ ہے جس پر تمہارا نفس اور تمہارا دل مطمئن ہو اور گناہ (اور برائی) وہ ہے جس سے تمہاری روح اور تمہارا دل تردد اور دھکڑ پکڑ محسوس کرے چاہے لوگ فتوے دیتے رہیں۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا کی روایت بخاری شریف میں ہے:

''لا یبلغ العبد حقیقۃ التقوٰی حتی یدع ما حاك فی الصدر۔''

(بخاری ص6)

وقال حسان بن ابی سنان ما رأیت شیئًا اھون من الورع دع مَا یُرِیْبُكَ إِلٰی مَا یُرِیبكَ۔

(بخاری: 275)

''بندہ تقویٰ کی حقیقت پر اس وقت تک نہیں پہنچتا جب تک وہ چیز نہ چھوڑ دے جو دل میں کھٹکتی ہو اور حضرت حسان بن ابی سنان نے فرمایا کہ میں نے تقویٰ سے زیادہ آسان کوئی چیز نہیں دیکھی کہ جو چیز تمہیں شک کی لگے وہ چھوڑ دو اور وہ اختیار کر لو جس میں تمہیں شک نہ ہو۔''

اور دع مَا یُرِیْبُكَ إِلٰی مَا یُرِیبكَ حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

(مشکوۃ: 242)

اور یہ تو حرام صریح اور سود کا مسئلہ ہے جس کے گواہ اور لکھنے والے سب پر لعنت آئی ہے۔ والعیاذ باللہ۔ حضرت مولانا عبدالحئی اور حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ اسی خوف وخشیۃ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں ہدایات پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر اہل سنت مسلمان کو اس گناہ سے بچائے۔ چاہے وہ بریلوی علماء ہی سے تعلق رکھتا ہو بلکہ ہر مسلمان کو بچائے وہ جہاں بھی بستا ہو۔ آمین!!

مولانا احمد رضا کا کارنامہ نمبر 1

کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

بریلی صوبہ یو۔پی انڈیا میں ایک شہر کا نام ہے۔ پنجاب سے گزر کر کلکتہ جانے والی لائن پر یہ شہر آتا ہے۔ پنجاب کی سرحد دریائے جمنا پر ختم ہوتی ہے اور پھر اس کے پار یو۔پی کا پہلا شہر سہارنپور آتا ہے۔ پھر ضلع بجنور کا حصہ پھر مراد آباد پھر ضلع رام پور اور پھر بریلی۔ بریلی کا فاصلہ پنجاب کی سرحد سے دو سو میل کے قریب ہے۔ بریلی انگریزوں کے زمانہ میں بھی ضلع تھا اور وہاں دماغی امراض کا ہسپتال مشہور تھا۔ ریاست رام پور کو اب ضلع بنا دیا گیا ہے۔ ریاست پہلے ضلع مراد آباد میں داخل تھی۔ اس طرح مراد آباد اور بریلی ایک دوسرے سے متصل اضلاع تھے۔

احمد رضا خاں صاحب بریلی میں تھے اور نعیم الدین صاحب مراد آباد میں ایک صاحب نے ترجمہ قرآن لکھا اور دوسرے نے تفسیر کے نام سے اس کا مختصر حاشیہ لکھا۔

فاضل بریلوی شوال 1272ھ (جون 1856ء) میں بریلی میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد سے پڑھا اور 1286ھ (1869ء) میں فارغ التحصیل ہوئے۔ پھر 1877ء (1294ھ) میں مارہرہ کے سجادہ نشین سید آل رسول صاحب سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ فاضل بریلوی نے پہلا حج 1293ھ میں کیا اور دوسرا حج 1323ھ (1905ء) میں کیا۔

(انوار رضا ص31 ناشر شرکت حنفیہ لمیٹڈ گنج بخش روڈ لاہور)

انہوں نے ترجمہ قرآن پاک جس کا نام کنز الایمان رکھا 1911ء (1320ھ) میں لکھوایا۔

(محاسن کنز الایمان ص18 شائع کردہ مرکزی مجلس رضا لاہور)

نومبر 1921ء 25 صفر 1340ھ میں ان کی وفات ہوئی۔

(انوار رضا ص31)

اعلیٰ حضرت بریلویہ کا یہ ترجمہ قرآن کس طرح عالم وجود میں آیا اس کی تفصیل ان کے سوانح نگار مولانا بدر الدین احمد رضوی کی زبان سے سنیے:

"صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی اعظمی نے قرآن مجید کے صحیح ترجمہ کی ضرورت پیش کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کر دینے کی گزارش کی، آپ نے وعدہ فرمایا لیکن دوسرے مشاغل دیرینہ کے ہجوم کے باعث تاخیر ہوتی رہی۔ جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے

فرمایا چونکہ ترجمہ کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ اس لیے آپ رات سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آ جایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمہ کا طریقہ یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کا ترجمہ بولتے جاتے اور صدر الشریعہ اس کو لکھتے جاتے۔ لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفسیر و لغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنی کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر اس طرح بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یاد داشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف روانی سے پڑھتا جاتا ہے۔

پھر جب حضرت صدر الشریعہ اور دیگر علماء حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔ الغرض اسی قلیل وقت میں یہ ترجمہ کا کام ہوتا رہا۔ پھر وہ مبارک ساعت بھی آ گئی کہ حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن مجید کا ترجمہ مکمل کرا لیا اور آپ کی کوشش بلیغ کی بدولت دنیائے سنیت کو کنز الایمان کی دولت عظمیٰ نصیب ہوئی۔

(سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں ص274، 275)

آج کل اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کے ساتھ شروع اوراق میں بعنوان ''اردو تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ'' ایک مضمون شامل اشاعت کیا گیا ہے اس

میں ایک عنوان ہے ''قرآن کریم کا تفسیری ترجمہ نہ کہ لفظی ترجمہ'' اس میں لکھتے ہیں:

''اگر قرآن کریم کا لفظی ترجمہ کر دیا جائے تو اس سے بے شمار خرابیاں پیدا ہوں گی۔ کہیں شان الوہیت میں بے ادبی ہو گی تو کہیں شان انبیاء میں اور کہیں اسلام کا بنیادی عقیدہ مجروح ہو گا۔

چنانچہ آپ مندرجہ بالا تراجم پر غور کریں تو تمام مترجمین نے قرآنی لفظ کے اعتبار سے براہِ راست اردو ترجمہ صحیح کیا ہے۔

(الخ مقدمہ ص9)

ناظرین فرقہ بریلویہ جس ترجمہ کو سب سے صحیح ترین ترجمہ کہتے ہیں ہم مثال کے طور پر اس کی چند غلطیاں آپ کو دکھاتے ہیں:

پہلی آیت :

1... حسب ذیل تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ خاں صاحب اور صدر الافاضل دونوں کا یہ عقیدہ تھا کہ وحی الٰہی اور شیطان کی بولی ایک ہو جاتی تھی۔

دیکھیں قرآن پاک میں سورہ حج کی آیت 52 رکوع 7 پارہ 17' وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰٓى '' اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول یا نبی بھیجے سب پر کبھی یہ واقعہ گزرا ہے کہ جب انہوں نے پڑھا۔

{اَلۡقَى الشَّيۡطٰنُ فِىۡۤ اُمۡنِيَّتِهٖ}

تو شیطان نے ان کے پڑھنے میں لوگوں پر کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔

لا حول ولا قوۃ الا باللہ

اس کے شان نزول میں صدر الافاضل منظر کشی کرتے ہوئے مزید وضاحت فرماتے ہیں:

''جب سورہ والنجم نازل ہوئی تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں اس کی تلاوت فرمائی اور بہت آہستہ آہستہ آیتوں کے درمیان وقفہ فرماتے ہوئے جس سے سننے والے غور بھی کر سکیں اور یاد کرنے والوں کو یاد کرنے میں مدد بھی ملے جب آپ نے آیت وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی پڑھ کر حسب دستور وقفہ فرمایا تو شیطان نے مشرکین کے کان میں اس سے ملا کر دو کلمے ایسے کہہ دیے جن سے بتوں کی تعریف نکلتی تھی۔ جبریل امین نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ حال عرض کیا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی۔''

اس ترجمہ اور تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی جو مدار ایمان ہے شیطان اس میں ملاوٹ کر سکتا تھا اور وہ معاذ اللہ کبھی کبھی غیر محفوظ ہو جاتی تھی۔ یا پہلے غیر محفوظ ہوتی تھی پھر اصلاح و نسخ کے بعد وہ درست کی جاتی تھی اور یہ اعتقاد خلاف اسلام عصمت وحی اور حرمت قرآنی کے منافی ہے۔ کیا کنزالایمان پڑھنے والوں کا ایمان سلامت رہے گا اگر یہ جھوٹی روایت لکھنی ہی تھی تو پہلے تفسیر تو صحیح لکھ دی ہوتی۔ پھر لکھ دیتے کہ بعض لوگوں نے یہ روایت بھی بیان کی ہے جو غلط ہے لیکن انہوں نے غلط صحیح کی تمیز کیے بغیر صرف غلط ہی روایت پر مدار رکھا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ انہیں علم حدیث پر دسترس نہ تھی اور ایسے آدمی کو نہ ترجمہ کرنا چاہیے نہ تفسیر۔

ہم بالکل صحیح بات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے ترجمہ میں ایسی ایسی خامیاں ہیں کہ جن سے ایمان واسلام اور وحی الٰہی سب کی عمارت منہدم ہو جاتی ہے۔

مذکورۃ الصدر آیت کو ہی لے لیجیے کس خوبی سے اسلام کی بنیاد انہوں نے اکھاڑ پھینکی ہے کہ پڑھنے والے کی نظر میں تمام انبیاء اور رسولوں علیہم السلام اور جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کا اعتبار نہ رہے۔

غرض اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل کی تفسیر کا ایک فائدہ تو یہی سامنے آیا کہ عصمت وحفاظت وحی کا انہوں نے صفایا کر دیا انہوں نے معاذ اللہ خدا تعالیٰ کی، فرشتوں کی، تمام انبیاء کی، رسولوں کی، وحی الٰہی کی اور اسلام کی سب کی توہین کی ہے۔ کفریہ اور باطل باتوں کو قرآن اور اس کی تفسیر بنا دیا ہے۔ اب آپ کے اعلیٰ حضرت نے چھوڑا ہی کیا ہے جو آپ اسلام پر قائم ہیں یہ ہے دوسروں کو کافر کہنے کا اوبار!!!

دوسری آیت :

2... دیکھیے تیئسویں پارہ میں سورہ ص نکالیے اس کے دوسرے رکوع میں ہے:

"اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ"

(پ23، ص آیت:23)

"بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس ایک دنبی۔"

اس کی تفسیر میں صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

''یہاں جو صورت مسئلہ ان فرشتوں نے پیش کی اس سے مقصود حضرت داؤد علیہ السلام کو توجہ دلانا تھی اس امر کی طرف جو انہیں پیش آیا تھا وہ یہ تھا کہ آپ کی ننانوے بیبیاں تھیں اس کے بعد آپ نے ایک اور عورت کو پیام دے دیا جس کو ایک مسلمان پہلے ہی پیام دے چکا تھا۔ لیکن آپ کا پیام پہنچنے کے بعد عورت کے اعزہ و اقارب دوسرے کی طرف التفات کرنے والے کب تھے۔ آپ کے لیے راضی ہو گئے اور آپ سے نکاح ہو گیا۔ ایک قول یہ ہے کہ اس مسلمان کے ساتھ نکاح ہو چکا تھا آپ نے اس مسلمان سے اپنی رغبت کا اظہار کیا اور چاہا کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے وہ آپ کے لحاظ سے منع نہ کر سکا اور اس نے طلاق دے دی آپ کا نکاح ہو گیا۔

اور دنبی (یعنی آیت میں نعجہ کا لفظ) ایک کنایہ تھا جس سے مراد عورت تھی کیونکہ ننانوے عورتیں آپ کے پاس ہوتے ہوئے ایک اور عورت کی آپ نے خواہش کی تھی اس لیے دنبی کے پیرایہ میں سوال کیا گیا۔ جب آپ نے یہ سمجھا۔''

اب آپ فرمایئے کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں اسرائیلیات کی ایسی مکروہ اور غلط باتیں لکھنے کی جگہ قرآن پاک کا حاشیہ ہی رہ گیا تھا اور کیا ان باتوں سے عصمت انبیاء مجروح نہیں ہوئی؟ اس غلط تفسیر کی تعریف جائز ہے؟ اور ان کی تعریف کی وجہ سے جو مسلمان اس تفسیر کو پڑھے گا وہ گمراہ نہ ہو گا؟

میں اپنے بریلوی حضرات سے گزارش کروں گا کہ وہ اس ترجمہ و تفسیر کی اشاعت بند کر دیں۔ ایمان زیادہ عزیز ہے یا احمد رضا خاں اور نعیم الدین صاحبان ؟

پہلی آیت اور تفسیر سے وحی الٰہی کا غیر محفوظ ہونا اور اس دوسری آیت کی تفسیر سے انبیاء کرام علیہم السلام کی عصمت کا صفایا ہو رہا ہے۔ فاضل بریلی احمد رضا خاں صاحب ہوں یا صدر الافاضل نعیم الدین صاحب مراد آبادی۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی نظر احادیث پر نہ تھی۔ جو روایات نظر پڑیں چاہے وہ اسرائیلیات (یہودیوں کی بنائی ہوئی روایتیں اور ان کے یہاں معروف زبان زد قصے) ہی ہوں تفسیر میں درج کر ڈالیں۔ اگر حدیث پر نظر ہوتی تو پہلے صحیح تفسیر لکھتے پھر غلط تفسیر کی نشان دہی کرتے لیکن انہوں نے غلط تفسیر ہی پر بنیاد قائم کر ڈالی۔

وحی الٰہی اور شان انبیاء پر اس ترجمہ و تفسیر سے جو زد پڑتی ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

تیسری آیت :

3... ایک نمونہ اور ملاحظہ فرمالیجیے جس سے عصمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مجروح ہوتی ہے۔

اٹھائیسویں پارہ کی آخری سورہ التحریم نکالیے اس کی چوتھی آیت ہے:

"اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا"

(پ28 رکوع19 آیت4)

''نبی کی دونوں بیبیو! اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔'' (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

(اس ترجمہ کی تردید کے لیے بریلوی بزرگان کو ہی دیکھ لیجئے۔

(1)کاظمی صاحب لکھتے ہیں: کچھ لوگوں نے اس کا ترجمہ یہ کیا کہ راہ اعتدال سے ہٹ گئے میں اس ترجمہ پہ راضی نہیں ہوں(التبیان العظیم ص53)

(2)پیر کرم شاہ بھیروی لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے جب زاغت (جس کا معنی ٹیڑھا ہونا یا کج ہونا ہے)کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ صغت کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس کا ترجمہ تمہارے دل کج ہوگئے ہیں یا ٹیڑھے ہوگئے ہیں یا سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں کسی طرح مناسب نہیں(ضیاءالقرآن ج5ص299)

اعلیٰ حضرت نے یہ ترجمہ قرآن کی روح سمیت ترجمہ کیا ہے، حالانکہ ازواج مطہرات خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی عظمت ملحوظ رکھتے ہوئے ''فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا'' کا ترجمہ ایسا کرنا چاہیے تھا جس میں یہ مفہوم ادا ہوتا کہ ضرور تمہارے دل توبہ کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ یہی ترجمہ ان کی عظمت شان کے مناسب ہے۔ کیونکہ وہ دنیا اور آخرت میں آپ کی ازواج مطہرات ہیں اور ہم ازواج کے ساتھ ''مطہرات'' (یعنی خدا کی طرف سے پاکیزہ بنائی ہوئیں) کا لفظ بھی لگاتے ہیں۔ مگر اعلیٰ حضرت نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ حضرت عائشہ و حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مناسب شان ترجمہ وہ ہے جو حضرت شیخ الہند اور ان کے ساتھیوں نے کیا ہے۔ ترجمہ شیخ الہند ملاحظہ فرمائیں:

{اِنۡ تَتُوۡبَاۤ اِلَی اللّٰہِ فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُکُمَا}

''اگر تم دونوں توبہ کرتی ہو تو جھک پڑے ہیں دل تمہارے''

یعنی اب اگر توبہ کرتی ہو تو یقینا تمہارے دل توبہ کی طرف مائل ہو گئے ہیں قرآن کریم کے لفظی ترجمہ سے تو یہ اچھی بات بن رہی ہے۔ اور اعلیٰ حضرت نے جو اپنی طرف سے اپنے ترجمہ میں ''راہ سے'' اور ''کچھ'' کے الفاظ بڑھائے ان سے معنی خراب ہو رہے ہیں۔ اور یہاں بھی اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں تفسیر کو داخل کر کے ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے۔ فاضل بریلوی کے ترجمہ میں ایسی باتیں جابجا بھری پڑی ہیں۔ تو یہ ترجمہ کیسے افضل ہوا؟ حقیقتاً ایسا ترجمہ خلاف دیانت و تقویٰ ہے اور عوام کے لیے گمراہیوں کا سبب ہے کیوں کہ ایک عام آدمی اعلیٰ حضرت کی ایسی بڑھائی ہوئی عبارت کو بھی یہی کہے گا کہ ''قرآن پاک میں آیا ہے۔'' حالانکہ وہ خود خاں صاحب کے الفاظ ہوں گے، قرآنی الفاظ مبارکہ کا ترجمہ نہ ہو گا۔

حاشیہ دیکھیں تو صدر الافاضل نے اس قصہ کو مزے لے لے کر بیان کیا ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے محل میں رونق افروز ہوئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ قبطیہ کو سرفرازِ خدمت کیا، یہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پر گراں گزرا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دل جوئی کے لیے فرمایا کہ میں نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کیا اور میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ میرے بعد

اُمورِ امت کے مالک ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہا ہوں گے۔ وہ اس سے خوش ہو گئیں اور نہایت خوشی میں انہوں نے یہ تمام گفتگو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سنائی۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(دیکھیں سورہ التحریم، فائدہ آیت نمبر 1 پ28)

بخاری شریف میں ان آیات کی شان نزول کا اور واقعہ آیا ہے وہ انہوں نے موخر کر دیا اور اسے خوب دلچسپ بنا کر پیش کیا، ہماری معلومات کے مطابق اعلیٰ حضرت نے تو با قاعدہ حدیث کی کتابیں پڑھی ہی نہ تھیں۔ زیارت حرمین شریفین کے موقعہ پر کچھ اکابر کو چند حدیثیں سنا کر ان سے سند حدیث لے لی تھی۔ لیکن صدر الافاضل نعیم الدین صاحب نے تو با قاعدہ حدیث شریف کی کتابیں پڑھی تھیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ صدر الافاضل کا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ کے لیے عرفی محل کا لفظ لانا پھر اس میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے دلچسپی اور اعلیٰ حضرت کا قلوب ازواج مطہرات کے لیے راہ سے ہٹنے کا جملہ استعمال کرنا ایک خاص بے راہ روی کا پتہ دیتا ہے۔ جس میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلی مبتلا تھے اور اس رو میں نعیم الدین صاحب بھی بہہ گئے فاضل بریلوی نے اس کا اظہار ذرا کھل کر ''حدائق بخشش'' حصہ سوم میں مدح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عنوان کی آڑ میں کیا ہے اس خرابی نے اشعار ذیل کی شکل اختیار کر لی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی:

تنگ و چست ان لباس اور وہ جوبن کا ابھار
مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر
خوف کشتی ابرو نہ بنے طوفانی
کہ چلا آتا ہے حسن اہلہ کی صورت بن کر
خامہ کس قصد سے اٹھا تھا کہاں جا پہنچا
راہ نزدیک سے ہو جانبِ نشیب سفر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص37 سطر8، 9، 10، 11 شائع کردہ کتاب خانہ اہل سنت جامع ریاست پٹیالہ مطبوعہ نابھ سٹیم پریس نابھ)

محترم بریلوی احباب! آپ حضرات نے جنہیں مقتدا بنانا چاہا ہے ذرا ان پر غیر جانبدرانہ نظر بھی ڈالیے ان کے ذہین کا اندازہ کیجیے ایسا شخص کس ذہن کا مالک ہوگا جو اپنی ماں کے بارے میں ایسے افکار رکھے اور ایسی شاعری کرے۔

آپ کے سامنے عصمت و حفاظت وحی پر سیرت انبیاء اور پھر سیرت ازواج مطہرات پر ضربہائے کاری کا بیان آچکا ہے کہ اس ترجمہ اعلیٰ حضرت و تفسیر صدر الافاضل سے ان پر کیا کیا معاذ اللہ زد پڑتی ہے۔

چوتھی آیت :عَلَّمَهُ الْبَيَانِ کے ترجمہ میں تصرف:

انہوں نے سورہ الرحمن میں عَلَّمَهُ الْبَيَانِ کے ترجمہ میں تصرف کیا

ہے کہ اس کی البیان سے مراد ماکان و مایکون کا بیان مراد ہے؟ یہ تفسیر اسلاف میں سے کس نے کی ہے اور کیا سند ہے؟ اس سے انہیں کوئی بحث نہیں ترجمہ پڑھنے والا اگر غور کرے گا تو سمجھ جائے گا کہ بیان کے یہ معنی فاضل بریلوی نے اپنے خاص نقطہ نظر سے کیے ہیں۔ ورنہ سمجھے گا کہ جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا ماکان و مایکون کا عالم ہونا قرآن میں آیا ہے۔

پانچویں آیت :

5... ابھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ ترجمہ فاضل بریلوی نے دوپہر کو سونے کے وقت اور رات کو سوتے وقت لکھوایا ہے اس لیے اس میں ایسی ایسی غلطیاں ہیں کہ جو آپ کے تصور سے بھی باہر ہیں مثلاً انہوں نے پہلے پارہ کے آخری صفحہ پر آیت نمبر 139 میں صبغۃ اللہ کے ترجمہ میں غلطی کی ہے انہوں نے ترجمہ کیا ہے ''اللہ کی رینی'' جب کہ رینی سونے کی سلاخ کو کہتے ہیں۔ بریلی اور رام پور کے سنار یہ لفظ استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ صبغۃ اللہ کے معنی ہیں ''اللہ کا رنگ'' یہ نا معلوم انہیں کیا ہوا تھا سو گئے تھے اونگھ رہے تھے یا کسی خیال میں تھے کہ یہ لکھا گیا۔

پھر لکھنے والے صاحب صدر الشریعہ امجد علی کو کیا ہو گیا تھا کہ انہوں نے ان سے رجوع نہیں کیا یا تو یہ غلطی نیند کی وجہ سے ہوئی ہے یا پھر اس وجہ سے ہوئی ہے کہ نہ قرآن پاک فاضل بریلوی کو یاد تھا نہ صدر الشریعہ کو اور وہ صِبْغَہ کو صِیْغَہ (ڈھالنے کی چیز یا ڈھلا ہوا) پڑھ گئے اور اسی کا ترجمہ کر ڈالا یہی ترجمہ ہر جگہ چل رہا ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اس لیے اس ترجمہ کے

مطالعہ سے پرہیز لازم ہے۔ خصوصاً عام مسلمانوں کو شاید اسی کمزوری کے باعث 1911ء سے لے کر اب تک احمد رضا خاں صاحب کا ترجمہ زاویہ خموں میں رہا۔ اسے خود بریلوی مکتب فکر کے لوگوں میں بھی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی حتی کہ اب کہیں سے بے تحاشا روپیہ حاصل ہو گیا ہے۔ تو اس کی اشاعت ہوئی۔ مفت تقسیم کیا جارہا ہے۔ اور اس پر تقابلی جائزے لکھے گئے اور ہمیں بھی اس پر تبصرہ لکھنا پڑا۔

اعظمی صاحب کے تقابلی جائزہ میں خیانت:

فاضل بریلوی کے مترجم قرآن پاک پر مقدمہ نگار اعظمی صاحب نے ’’تراجم کے تقابلی جائزہ‘‘ میں یہ آیت لکھی ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ۔

(پ2، سورۃ بقرہ، آیت:145)

اور کبھی تو چلا ان کی پسند پر بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا نہیں کوئی اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا نہ مددگار۔ (شاہ عبدالقادر)

ناظرین کرام دیکھئے کیا یہ اس آیت کا ترجمہ ہو سکتا ہے؟ دراصل رضاء المصطفیٰ اعظمی یہ صدر الشریعہ کے بیٹے ہیں اور کراچی کی میمن مسجد کے خطیب ہیں۔

احمد رضا خاں صاحب کو بڑھانے کے لیے ان اکابر (شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب) پر تنقید کرنے کی

جلدی میں تھے۔ انہوں نے پ 1، رکوع 14 کی آیت 120 کا ترجمہ لکھ دیا اور آیت دوسرے پارہ کی لکھ دی، صحیح آیت یہ ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

اور اس کا ترجمہ وہ ہے جو اوپر درج ہے۔

اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی معصوم جن کی نسبت سے قرآن کے صفحات بھرے ہیں جو طہٰ، یٰسین، مزمل، مدثر جیسے القاب و آداب دیے گئے اچانک اس قدر زجر و توبیخ کے کلمات سے اللہ تعالیٰ ان کو مخاطب کرے سیاق و سباق سے بھی کسی تہدید کا پتہ نہیں چلتا۔ لہٰذا مترجم کو چاہیے کہ کھوج لگائے نہ یہ کہ براہِ راست کلمات کا ترجمہ کر دے جو بات ان کی عصمت کے خلاف ہے وہ کیسے امکانی طور پر ان کی طرف منسوب کی جاسکتی ہے؟''

پھر لکھتے ہیں:

''تراجم مذکور میں بعض مترجمین نے خاص حاشیہ آرائی کی ہے مگر کسی مترجم کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ غور کرے کہ ڈانٹ ڈپٹ کے الفاظ حضور کی شان میں کیوں کہے جارہے ہیں۔''

چھٹی آیت:

جناب ذرا اس غصہ کا رخ اعلیٰ حضرت کی طرف بھی کیجیے انہوں نے بھی

اسی مضمون کی آیت کا ایسا ہی ترجمہ کیا ہے۔

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا۔

(پ15، رکوع8، سورہ بنی اسرائیل:75)

''اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت (کے عذاب) کا مزہ دیتے پھر تم ہمارے مقابل کوئی مددگار نہ پاتے۔''

(ترجمہ اعلیٰ حضرت بریلویہ بین القوسین صدر الافاضل بریلویہ نعیم الدین صاحب)

ناظرین کرام اعظمی صاحب کا ویلا دکھاوا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی علماء دعوے میں آگے اور علم و عمل میں بہت پیچھے ہیں۔ان کے قول و فعل میں تضاد ہے دعوے کی طرح یہ دکھاوے کے بھی عادی ہیں اور سستی شہرت حاصل کرنے کا موقع نہیں جانے دیتے۔

اس بہانے سے کہ ہم نے قرآن پاک کا لفظی ترجمہ نہیں کیا تفسیری ترجمہ کیا ہے۔ انہوں نے دین اسلام میں تحریف کی کوشش کی ہے۔ خانہ ساز اختلافات کو قرآن پاک میں جگہ دی ہے اور اس کے مطالب کو بگاڑا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان دلوں میں خوف آخرت نہیں ہے ورنہ ترجمہ قرآن پاک میں اپنی طرف سے ایسی زیادتی جو مفہوم کو بگاڑ دے اور رد و بدل کی کیسے جرأت کر سکتے تھے اور کون مسلمان ایسی جرأت کر سکتا ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ بریلوی علماء نے جو دل کھول کر وضاحتی ترجمہ کیا ہے جس سے معنی و مفہوم بگڑ جاتا ہے اور اعظمی صاحب نے مذکور آیت کی مثال دے کر بتلایا ہے کہ احمد رضا کا ترجمہ ایسے الفاظ سے پاک ہے۔احمد رضا نے

خوب سوچ سمجھ کر سیاق و سباق دیکھ کر اور کتابوں کا مطالعہ کر کے ترجمہ لکھوایا ہے۔ اور قرآن پاک کے اگر کسی لفظ کا سخت ترجمہ بنتا بھی ہے تو اسے تفسیری ترجمہ میں لا کر نرم کر دیا گیا ہے اور اس کا بدل لایا گیا ہے یا ایسے الفاظ بڑھا دیے گئے ہیں جن سے کلام الٰہی کے مخاطب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ رہیں بلکہ اور مخاطبین کی طرف خطاب کا رخ بدل جائے۔ (خلاصہ)

اعظمی صاحب نے اور اسی طرح دوسرے بریلوی علماء نے اپنی جماعت کے علاوہ دیگر ترجمہ قرآن پر اعتراض کرنے کے لیے بعض آیات کو پیش کیا ہے مثلاً دوسرے لوگوں نے اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ اور لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ کے لفظی ترجمہ پر اعتراض کیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے علاج کے لیے ان کے مایہ الفخر ترجمہ اعلیٰ حضرت اور مایہ ناز تفسیر صدر الافاضل کے کچھ نمونے ایسے بدزبانوں کے لیے سامنے رکھ دیئے جائیں تاکہ ان کے محض زبانی دعوؤں کی حقیقت سامنے آجائے۔

ساتویں آیت:

پہلے پارہ کی آیت 35 میں ہے کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام سے فرمایا گیا:

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

(پ1 رکوع4)

مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

(اعلیٰ حضرت نے ترجمہ میں مگر کا لفظ بڑھا دیا ہے حالانکہ نظم قرآن میں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے فقط واؤ ہے جس کا ترجمہ اور ہونا چاہے تھا)

اس کے حاشیہ پر ص 9 میں صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی لکھتے ہیں:

''ظلم کے معنی ہیں کسی شے کو بے محل وضع کرنا یہ ممنوع ہے اور انبیاء معصوم ہیں ان سے گناہ سرزد نہیں ہوتا یہاں ظلم خلاف اولیٰ کے معنی میں ہے حالانکہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی نے لکھا ہے کہ گناہ کبیرہ کا صدور انبیاء سے نسیانا وخطاءً ہو سکتا ہے۔

(جاء الحق ص427)

اور دوسری طرف یہ بھی دیکھیے کہ فاضل بریلوی سے نقطہ برابر خطاء ناممکن ہے۔

احکام شریعت ص 27

مسئلہ:

انبیاء علیہم السلام کو ظالم کہنا اہانت وکفر ہے جو کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ مالک ومولیٰ ہے جو چاہے فرمائے اس میں ان کی عزت ہے۔

آٹھویں آیت:

اس سے اگلی آیت ہے:

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ

(پ1 رکوع4)

تو شیطان نے جنت سے انہیں لغزش دی اور جہاں رہتے تھے وہاں سے انہیں الگ کر دیا۔

(ترجمہ احمد رضا)

اس کے حاشیہ پر ص 10 میں صدر الافاضل لکھتے ہیں:

''حضرت آدم علیہ السلام کو خیال ہوا کہ لا تقربا کی نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں کیوں کہ اگر وہ تحریمی سمجھتے تو ہرگز ایسا نہ کرتے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔ یہاں حضرت آدم علیہ السلام سے اجتہاد میں خطا ہوئی اور خطاء اجتہادی معصیت نہیں ہوتی۔''

حسب ذیل دو آیات کے تراجم پر ضیاء کنز الایمان اور محاسن کنز الایمان میں بحث کی گئی ہے اور قاری رضاء المصطفیٰ صاحب نے مقدمہ قرآن پاک میں بہت شور مچایا ہے اور خوب بدزبانی کی ہے۔ حالانکہ دوسرے لوگوں نے جو ترجمہ اور اس کے ساتھ تفسیر کی ہے اس کو بھی سامنے رکھنا چاہیے تھا۔ اگر آپ تاویل کرتے ہیں تو دوسرے کو بھی یہ حق ہونا چاہیے۔ ملاحظہ فرمائیں ہمارے اکابر کا ترجمہ و تفسیر ان آیات کا۔

الف: اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۝ لِيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكَ وَيَهۡدِيَكَ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ۝ وَيَنۡصُرَكَ اللّٰهُ نَصۡرًا عَزِيۡزًا۔

ترجمہ حضرت شیخ الہند: ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تاکہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کر دے تجھ پر اپنا احسان اور چلائے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے اللہ تیری زبردست مدد۔

ب: وَاسۡتَغۡفِرۡ لِذَنۡۢبِكَ وَلِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ

(پ26، رکوع6، سورہ محمد)

ترجمہ شیخ الہند: اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایمان دار مردوں اور عورتوں کے لیے۔

اس کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہر ایک کا ذنب (گناہ) اس کے مرتبہ کے مطابق ہوتا ہے، کسی کام کا بہت اچھا پہلو چھوڑ کر کم اچھا پہلو اختیار کرنا گو وہ حدود و جواز و استحسان میں ہو بعض اوقات مقربین کے حق میں ذنب (گناہ کو سمجھا جاتا ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین کے یہی معنی ہیں۔

(پ26، رکوع6، ص659، حاشیہ 13)

شیخ عبدالحق صاحب محدث رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

توجیہ مشہور آنست کہ حسنات الابرار سیئات المقربین

(اشعتہ اللمعات ص128 باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل اول شرح حدیث انس متفق علیہ)

اور لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ کے بارے میں علامہ عثمانی لکھتے ہیں:

ہمیشہ سے ہمیشہ تک کی سب کوتاہیاں جو آپ کے مرتبہ رفیع کے اعتبار سے کوتاہی سمجھی جائیں بالکلیہ معاف ہیں۔

(پ26 سورہ انا فتحنا)

آپ کے سامنے صدر الافاضل کی عبارتیں بھی ہیں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ مالک و مولیٰ ہے جو چاہے فرمائے اس میں ان کی عزت ہے۔"

اب یا تو صدر الافاضل صاحب کی یہ بات مانئے یا لفظی تراجم کی عیب جوئی سے توبہ کیجیے۔

نویں آیت:

فَتَلَقّٰۤی اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیۡہِ

(پ1، رکوع4)

''پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات تو اللہ نے اس کی توبہ قبول کرلی۔''

(ترجمہ اعلیٰ حضرت)

اس کے حاشیے پر صدر الافاضل لکھتے ہیں:

''طبرانی و حاکم و ابو نعیم و بیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا۔ الخ''

پہلے نمبر 2 میں ہم نے صدر الافاضل کا حاشیہ نقل کیا ہے کہ وہ لکھتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو خیال ہوا ہو کہ لاتقربا کی نہی تنزیہی ہے اور یہاں ''عتاب'' کا صریح لفظ لکھا اور فاضل بریلوی نے بھی اپنے فتاویٰ میں مکروہ تنزیہی کی یہی تعریف لکھی ہے کہ جس کام کا کرنا مطلقاً موجب استحقاق عتاب ہو۔

(اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام ص12، بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج1، از ص173 تا 175)

اگر فاضل بریلوی سچا ہے تو دعا بعد جنازہ کو فاضل بریلوی نے مکروہ تنزیہی تسلیم کیا ہے۔

(بذل الجوائز)

بریلوی حضرات کے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی نے بھی اپنی تفسیر میں سیدنا آدم علیہ السلام کی شان میں ''عتاب'' اور ''خطاء'' کے لفظ استعمال کیے ہیں ۔وہ لکھتے ہیں:

''اس خطا سے رب تعالیٰ کی بندہ نوازی بندہ پروری ان سے بند نہ ہوئی۔''

(تفسیر نعیمی ج8 ص411 سطر7)

اور اسی صفحہ پر سطر نمبر 11 میں ہے ''یہاں پوچھ گچھ عتاب کی ہے۔'' پھر سطر نمبر 14، 15 میں ہے ''اولاً تو کھا لینے دیا پھر یہ عتاب فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عتاب و خطاب میں صدہا راز ہیں۔'' پھر سب انبیاء کرام کے بارے میں لکھتے ہیں: ''حضرات انبیاء کی خطائیں بھی رب کی طرف سے ہوتی ہیں۔''

جب کہ مولوی اشرف سیالوی لکھتے ہیں: بعض بے ادب اور گستاخ لوگ اس موقعہ پر اس آیت کریمہ کے نزول کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب اور تنبیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

گلشن توحید ورسالت ص 170،171

دسویں آیت :

مولوی احمد رضا صاحب نے بالقصد جان بوجھ کر قرآن کریم میں چار جگہ لفظ وکیل کا ترجمہ مجہول وغیر معروف الفاظ میں کیا تاکہ ان کے ماننے والے کچھ سمجھ نہ سکیں۔ گویا جناب قرآن کریم کے مطلب، مقصد و مفہوم کو چھپانے کے مرتکب ہوئے۔ قرآن کریم میں لفظ ''وکیل'' تقریباً 24 جگہ آیا ہے۔ مولوی احمد رضا نے مختلف جگہ ترجمہ کیا: ''اللہ کارساز ہے۔'' (6 بار)، ''ذمہ دار ہے'' (4 بار)، ''کام بنانے والا ہے'' (2 بار)، ''وکیل ہے'' (2 بار)،

''نگہبان ہے'' (1 بار)، ''نگہبانی کا ذمہ دار ہے'' (1 بار)، ''ہر چیز پر محافظ ہے'' (1 بار)، ''مختار ہے'' (1 بار)، ''اس کے علاوہ کوئی حمایتی نہیں'' (1 بار)

معلوم ہوا مولوی صاحب ''وکیل'' کا مطلب خوب سمجھتے تھے۔ دراصل ایکال، موکول توکل کے معنی یہ بھروسہ کرنا، اعتماد کرنا، اپنے کو سپرد کرنا اور سونپنا ہے۔ جب کہ وکیل کے معنی جس پر بھروسہ کیا جائے۔ عاجز انسان اپنا سب کچھ اس کے سپرد کر دے وہ اسے مکمل کفایت بھی کرتا ہے۔

قرآن کریم میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک خالق کائنات رب العالمین پر مکمل اعتماد، بھروسہ کیا جائے۔ ہر بھلائی و برائی، راحت و مصیبت سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ کارخانہ عالم میں اسی کا اور صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔ وہ کارساز ہے، ذمہ دار ہے، کام بنانے والا ہے، وکیل ہے، نگہبان ہے، محافظ ہے، مالک و مختار ہے۔ معلوم ہوا اسلام نے ببانگ دہل انانیت کی خود اعتمادی کے بجائے خدا اعتمادی کا حکم دیا ہے۔

نوح علیہ السلام کی قوم اور عاد و ثمود اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تک ان کی تعداد صرف اللہ جانتا ہے۔ ان کے رسولوں نے اپنی اپنی امتوں سے کہا کہ ہم تو تمہاری طرح بشر ہیں، آدمی ہیں۔ یعنی خدا کی خدائی میں انسانوں کی طرح محتاج و فقیر ہیں۔ بعض لوگوں کی رگ رضویت پھڑک اٹھتی ہے اور کہتے ہیں یہ گستاخی ہے تو ہم ان کے اپنے گھر کے لوگوں کے حوالے سے کچھ لکھ دیتے ہیں آپ کی معتبر کتاب میں ہے ولی نبی محتاج اللہ دے۔

(احوال وتعلیمات شبیہ شیر شاہ ربانی ص54 مصدقہ مولوی منشاتابش قصوری)

اور اگر قرآن کو دیکھ لیا جائے تو اس میں بھی اے لوگوں تم سب خدا کے فقیر ہو اور ایک جگہ یوں بھی ہے اللہ غنی ہے تم فقیر ہو اور یہ بھی سینئے کہ آپ کے جید عالم لکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق ہیں اور مخلوق کی خالق کے سامنے کوئی حقیقت نہیں۔

(سخن رضا ص316)

اور آپ کے امام نے تو حد کر دی حضور علیہ السلام کے لیے یہ شعر

ع عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخش حصہ اول ص140)

لکھ کر آپ کی طرف ذلت کی نسبت کر دی (العیاذ باللہ) ایک جگہ یہ بھی ہے کہ آپ اللہ کے سوا کسی کے محتاج نہیں۔

(سخن رضا28)

ہمارا کام نہیں، ہمارے قبضہ و اختیار میں نہیں کہ بنا حکم خداوندی کوئی معجزہ دلیل لا سکیں۔ ہم اللہ پر بھروسہ اعتماد کیوں نہ کریں؟ ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

(سورہ ابراہیم:9-12)

ہمارے سامنے ابراہیم علیہ السلام کا نمونہ پیش کیا گیا کہ ان کے عزیز و اقارب سب چھوٹ گئے اور ان کے درمیان بغض و عداوت کی آگ دہک گئی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''مجھے خدا کے کام میں کوئی اختیار نہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم نے تو تجھی پر بھروسہ کیا ہے۔ وَمَا اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا

(ممتحنہ4:5)

یعقوب علیہ السلام نے کہا: کارساز حقیقی تو خدا ہے، تدبیروں سے خدا کا حکم نہیں ٹلتا، اس لیے تدبیروں پر نہیں خدا کی کارسازی پر بھروسہ ہے۔"

عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَعَلَيۡهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُتَوَكِّلُوۡنَ

(یوسف:67)

موسیٰ علیہ السلام نے فرعونی لاؤ لشکر و قوت کے مقابلہ میں بنی اسرائیل سے کہا: "اسی خدا پر بھروسہ رکھو! قوم نے کہا: ہم نے تو خدا پر ہی بھروسہ کیا ہے۔"

فَعَلَيۡهِ تَوَكَّلُوۡۤا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّسۡلِمِيۡنَ فَقَالُوۡا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا

(یونس:84، 85)

اِنَّ اللّٰهَ سَيُبۡطِلُهٗ

(یونس:81)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "بے شک اللہ اسے جلدی باطل اور درہم برہم کردے گا۔"

خود حضور سرور انبیاء علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کسی کی سازش کی پروا نہ کرو، خدا پر بھروسہ رکھو۔

فَاَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا

(النساء:81)

اور اسی کو کارساز بناؤ... فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا...

(مزمل:9)

یہی وہ خدا اعتمادی و خدا سپردگی تھی کہ بدر و احد، خندق و حنین کی سرخ و سفید آندھیوں میں آپ نے اپنے عزیز و اقارب، اپنے اصحاب کو، سواروں

کو، تیر اندازوں کو، تیغ آزماؤں اور بنفس نفیس خود اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ آخر اللہ پر توکل واعتماد کی اس سے بہتر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ جزی اللہ عنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیکن اسی اللہ نے اسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی حکم دیا کہ یہ کہو:

قُل لَّسۡتُ عَلَيۡكُم بِوَكِيلٍ

(انعام:66)

''کہو کہ میں تم پر وکیل ''ذمہ دار'' نہیں''

وَمَآ أَنَتَ عَلَيۡكُم بِوَكِيلٍ

(یونس:108)

''کہو کہ میں تم پر وکیل ''مختار و نگہبان'' نہیں''

وَمَآ أَنتَ عَلَيۡهِم بِوَكِيلٍ

(انعام:107)

''تم ان پر وکیل ''ذمہ دار و کارساز'' نہیں''

وَمَآ أَرۡسَلۡنَٰكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيلًا

(اسریٰ:54)

''ہم نے تم کو ان پر وکیل ''ذمہ دار حمایتی نہیں بنایا''

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ نفع و نقصان، حق کی پیروی پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں، اگر اللہ کو منظور ہو تو کوئی بھی انسان شرک نہ کرے، نہ آپ کسی پر مسلط ہیں، نہ آپ حفیظ، نگہبان ہیں اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر مختار ہیں۔

مگر افسوس صد افسوس مولوی احمد رضا صاحب نے ایک دین کی بنیاد رکھی۔ جس میں اولیاء کو کن فیکونی اختیارات حاصل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت کے سوا تمام اختیارات کی عطا ہے۔ جس دین میں اللہ پر توکل و اعتماد پر شاطرانہ ضرب ہے۔ جس دین میں خدا اعتمادی، خدا پرستی، خدا سپردگی چھوڑ کر اولیاء پرستی کی دعوت ہو، اس خود ساختہ دین و مذہب کے لیے یہ آیات تازیانہ تھیں، اس لیے خاں صاحب نے ان آیات کا یہ ترجمہ کیا...

قُل لَّسۡتُ عَلَيۡكُم بِوَكِيلٍ ''تم فرماؤ میں تم کچھ کڑوڑا نہیں''

(انعام:66، کنز الایمان ص197)

وَمَا أَنتَ عَلَيۡكُم بِوَكِيلٍ ''اور کچھ میں کڑوڑا نہیں''

(یونس:108، کنز الایمان ص222)

وَمَا أَنتَ عَلَيۡهِم بِوَكِيلٍ ''اور تم ان پر کڑوڑا نہیں''

(انعام:107، کنز الایمان ص205)

وَمَا أَرۡسَلۡنَاكَ عَلَيۡهِمۡ وَكِيلاً ''اور ہم نے تم کو ان پر کڑوڑا بنا کر نہیں بھیجا''

(اسریٰ: 54، کنز الایمان ص416)

احمد رضا نے ترجمہ قرآن میں لفظ کڑوڑا جو استعمال کیا ہے۔ آخر یہ ''کڑوڑا'' ہے کیا؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟

قول فیصل: لغت میں ہے:... یہ عورتوں کی زبان ہے، اس شخص کو کہتے ہیں جو دوسروں پر رعب جمائے۔

(مہذب اللغات ج7 ص391)

صاحب فرہنگ آصفیہ لکھتے ہیں: ''کڑوڑا ... وہ شخص جو عاملوں اور محصول پر خیانت کی نگرانی کے واسطے کوئی حاکم مقرر کرے۔ افسروں کا افسر۔''

(فرہنگ آصفیہ ص505)

''کڑوڑا ... حاکموں کا حاکم، افسروں کا افسر، وہ حاکم جو اور افسروں پر افسر ہو۔''

(قاعد اللغات ص717)

''کڑوڑا ... حاکم اعلیٰ، وہ حاکم جو اور افسروں پر افسر ہو، افسروں کا افسر۔''

(فیروز اللغات ص751)

دراصل مولوی احمد رضا صاحب نے عورتوں کی زبان بول کر، قرآن کے واضح اعلان کو چھپایا ہے۔ خود مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے ان آیات کی یہ تفسیر کی ہے:

انعام:66... ''میرا کام ہدایت ہے قلوب کی ذمہ داری مجھ پر نہیں''

(خزائن العرفان 197/143)

یونس:108... ''کہ تم پر جبر کروں''

(خزائن العرفان 309/222)

انعام: 107...'' کوئی تفسیر نہیں کی''

اسریٰ:54... ''کہ ان کے اعمال کے ذمہ دار ہوتے''

(خزائن العرفان 416/113)

ناظرین مولانا نعیم الدین کی وضاحت کے بعد اس لفظ کی اہمیت آپ پر واضح ہو گئی ہو گی کہ مولانا احمد رضا نے کیسے کیسے لفظ اپنے ترجمہ میں استعمال کیے

ہیں مگر پھر بھی کہا جاتا ہے کہ یہی ترجمہ سب سے فائق ہے۔ اللہ بچائے ایسے ترجمے سے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مولوی احمد رضا کی عجب کارستانی

صرف ایک مثال:

قرآن پاک کی طرح احادیث میں بھی احمد رضا نے یہ ہی کام کیا ہے۔ ہم صرف یہاں پر ایک مثال نقل کرتے ہیں۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مولوی احمد رضا کی عجب کارستانی:

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: انما انا قاسم واللہ یعطی

ملفوظات مولوی احمد رضا جلد اول ص 23 پر فاضل بریلوی نے اس حدیث کا یہ ترجمہ کیا ''میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔''اور اسی ملفوظات جلد چہارم ص 71 پر اسی حدیث کا جناب نے یہ ترجمہ فرمایا انما انا قاسم واللہ یعطی ''جزایں نیست کہ میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔''

خاں صاحب بریلوی نے اپنے مشن خاص و مقصد کی خاطر ملفوظات جلد اول ص 23 کے ترجمے میں انما کا ترجمہ چھوڑ دیا۔ جب کہ ملفوظات چہارم ص 71 میں جناب نے ''جز ایں نیست کہ'' ان چہار الفاظ کا اضافہ فرمایا۔ دراصل خاں صاحب نے قرآن کریم و حدیث سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں

انما کا ترجمہ کبھی چھپا کر کبھی بڑھا کر وہ خیانت اور دھوکہ دیا ہے جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ وہ انما کا ترجمہ نہ جانتے ہوں کیوں کہ خود موصوف نے قرآن کریم کے ترجمے میں متعدد جگہ انما کا ترجمہ فرمایا۔ مثلاً:

قُلۡ اِنَّمَاۤ اُنۡذِرُكُمۡ بِالۡوَحۡیِ

(انبیاء:45)

"تم فرماؤ میں تم کو صرف وحی سے ڈراتا ہوں۔"

قُلۡ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(انعام:19)

"تم فرماؤ وہ تو ایک ہی معبود ہے۔"

قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰيٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ

(عنکبوت:50)

"تم فرماؤ نشانیاں تو اللہ ہی پاس ہیں۔"

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنۡذِرٌ

(ص:65)

"تم فرماؤ میں ڈر سنانے والا ہی ہوں۔"

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول ... انما هما زوجی وابی ... کا ترجمہ ملفوظات سوئم ص 35 میں کیا ہے... "میرے شوہر اور میرے باپ ہی تو ہیں۔"

معلوم ہوا کہ کلمہ اِنَّمَا کے معنی فاضل بریلوی کے نزدیک بھی "صرف" "ہی" اور "جز نیست" وغیرہ کلمہ حصر کے ہیں جب کہ حقیقت یہ

ہے کہ قرآن کریم میں اِنَّمَا سے جو حصر مقصود ہے وہ اردو میں کلمہ ''صرف'' سے تو کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کلمہ ''ہی'' سے اتنا نہیں۔

خاں صاحب بریلوی نے اس حدیث کے دو ترجمے کیے ہیں کیا دونوں جملوں کا مطلب و معنیٰ ایک ہی ہے؟ یقیناً ایک نہیں ہے تو جناب نے ایک جگہ ضرور خیانت کی ہے۔

لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ مولوی صاحب نے دونوں ہی جگہ دیدہ و دانستہ یہ کارستانی فرمائی۔ یہ تو صرف ایک مثال ہے وگرنہ انہوں نے قرآن کریم میں شروع سے آخر تک بہت چالاکی و ہوشیاری اور ساری ذہانت و فطانت سے یہ کام کیا ہے۔ مثلاً:

قُلْ اِنَّمَا الْاٰیَاتُ عِنْدَ اللّٰہِ

(انعام: 109)

''تم کہو نشانیاں صرف اللہ کے پاس ہیں۔''

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَّمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ۔ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ

(انعام:107 تا 109)

''اور اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر کڑوڑے نہیں۔ اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا

پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے، زیادتی اور جہالت سے۔ یوں یوں ہی ہم نے ہر امت کی نگاہ میں اس کے عمل بھلے کر دیئے ہیں پھر انہیں اپنے رب کی طرف پھرنا ہے اور وہ انہیں بتادے گا جو کرتے تھے اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حلف میں پوری کوشش سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور اس پر ایمان لائیں گے تم فرمادو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں''

(ترجمہ احمد رضا خاں صاحب، کنز الایمان)

کیوں کہ مولوی احمد رضا صاحب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار کل و معجزات کا مالک بنا کر مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا تھی جب کہ یہ اور اس طرح کی تمام آیات ان کے عقیدہ و مشن کے خلاف ہیں۔ اس لیے خاں صاحب نے شروع ہی سے ترجمہ بگاڑا اول ''وکیل'' کا ترجمہ ''کڑوڑے'' کیا پھر اس کے بعد انما کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

اللہ کا ارشاد ہے کہ تم ان پر حفیظ، نگراں، محاسب و قاضی نہیں۔ تم ان کے ذمہ دار نہیں، معجزات و نشانیاں تو صرف ہمارے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ ہم چاہیں انہیں ایمان دیں، ہم چاہیں نہ دیں۔ دراصل قرآن کریم کی اسی تاکید پر مولوی احمد رضا صاحب نے ضرب لگائی ہے۔

فقل انما الغیب اللہ

(یونس:20)

''دراصل غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ اللہ کی کوئی نشانی کیوں نہیں اتری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا یہ کہو غیب کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔''

مولوی احمد رضا صاحب نے اسی حصر کو ختم کیا اور اولیاء کو علم غیب کا مالک بنایا۔ اس لیے انہوں نے یہاں انما کا ترجمہ چھوڑ دیا اور ترجمہ کیا: ''تم فرماؤ غیب تو اللہ کے لیے ہے۔''

(کنز الایمان 304)

خود مولوی نعیم الدین صاحب نے بھی اسی طرح ترجمہ کیا کہ آپ فرما دیجیے کہ غیب تو اللہ کے لیے ہے۔

(خزائن العرفان 304/48)

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ

(اعراف: 187)

یہودیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا حکم ہوا کہ یہ کہو قیامت کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے۔ وہ اچانک آئے گی اسے اپنے وقت پر وہی ظاہر کرے گا۔ اس آیت اور دوسری آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ حکیم و خبیر نے علم قیامت کو اس قدر پوشیدہ رکھا ہے کہ اس کی خبر نہ کسی نبی کو ہے نہ کسی رسول کو اور نہ کسی مقرب فرشتے کو اسے تو صرف وہی جانتا ہے۔

مولوی احمد رضا صاحب نے قرآن کریم کے اسی حصر کو توڑا ہے۔ جناب نے ترجمہ کیا ''تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔''

(اعراف:187)

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(کہف:110)

''آپ کہیے کہ میں تم ہی جیسا بشر ہوں۔''

یہاں بھی مولوی احمد رضا صاحب انما کا ترجمہ کھا گئے اور یہ ترجمہ کیا

''تم فرماؤ ظاہر صورت بشر میں تو تم جیسا ہوں۔''

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ جب یہی آیت سورہ فصلت، حم سجدہ میں آتی ہے تو قرآن کا اعجاز کہیے یا اللہ کی حکمت مولوی احمد رضا چوک گئے۔ اور انما کا ترجمہ کر بیٹھے ''تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں۔''

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا

(مریم:19)

''(فرشتے نے) کہا میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تم کو پاکیزہ لڑکا دوں۔''

مولوی احمد رضا صاحب کو ثابت کرنا تھا کہ حضرت جبرئیل بیٹا دیتے ہیں۔ اولیاء اللہ بیٹا دیتے ہیں۔

جب کہ اِنَّمَا حرف حصر و تاکید سے ان کے اس باطل و شرکیہ عقیدہ پر کاری ضرب لگ رہی تھی۔ اسے جڑ سے ہی صاف کیا جا رہا تھا۔ اس لیے جناب نے انما کا ترجمہ چھوڑ دیا اور ترجمہ کیا: ''بولا میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔''

(ترجمہ مولوی احمد رضا)

نوٹ: کس قدر مہذب ترجمہ ہے۔ قربان جایئے کیونکہ جناب حضور پرنور تھے اس لیے آپ کو حق ہے کہ جبریل و مریم علیہما السلام کو بولا و بولی لکھیں۔ یہی کارنامہ خاں صاحب بریلوی نے اس حدیث کے ساتھ انجام دیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو کتاب الجہاد کے باب قول اللہ تعالیٰ فَاِنَّ لِلّٰہِ تَعَالٰی خَمُسُہٗ یعنی اللہ کے رسول کو تقسیم خمس کا اختیار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَخَازِنٌ وَاللہُ یُعْطِی ''میں تو صرف خزانچی اور بانٹنے والا ہوں۔'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل غنیمت کا پانچواں حصہ تقسیم کرنے والے ہیں۔ خود مولوی نعیم الدین صاحب تفسیر کے مطابق بروایت عبادہ بن صامت فتح بدر کے موقع پر غنیمت کے معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف پیدا ہوا اور بدمزگی کی نوبت آئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول کے سپرد کر دیا کہ تقسیم اس طرح کریں کہ پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور رسول کے قرابت داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا باقی چار حصے غانمین کے ہیں۔ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں ہے کہ آپ غنائم تقسیم کرنے والے ہیں۔

بخاری شریف میں اس باب میں چار روایتیں ہیں۔ پہلی دو روایتیں حضرت جابر بن عبداللہ سے ہیں کہ کسی انصاری کے یہاں بچہ پیدا ہوا۔ بچے کا نام قاسم رکھا جس پر دیگر انصار رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم اس بچے کہ وجہ سے تم کو ابو القاسم نہیں کہیں گے اس مبارک کنیت سے تمہاری آنکھوں کو کیسے ٹھنڈک دے سکتے ہیں۔ بچے کے باپ نے یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں عرض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سموا باسمی ''تم میرا نام تو رکھو میری کنیت نہ رکھو۔'' فانما انا قاسم ''بے شک میں صرف قاسم ہوں''

تیسری روایت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا: "غنیمت اللہ دیتا ہے میں صرف تقسیم کرنے والا ہوں۔"

چوتھی روایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

"رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أُعْطِيكُمْ وَلَا أَمْنَعُكُمْ إِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ أَضَعُ حَيْثُ أُمِرْتُ"

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں تم کو کچھ دیتا ہوں اور نہ تم کو روکتا ہوں میں تقسیم کرنے والا ہوں جس طرح مجھے حکم دیا جاتا ہے میں اسی طرح کرتا ہوں۔"

بخاری شریف میں تو یہ ہے لیکن بریلی شریف کے فاضل سپوت نے کیا سے کیا بنا ڈالا لکھتے ہیں: "اللہ نے اپنے کرم کے خزانے، نعمتوں کے خواں، حضور کے قبضے میں کر دیئے ہیں جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے کوئی دولت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔ انما انا قاسم واللہ یعطی "جز ایں نیست کہ میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔"

خاں صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ انما حرف تاکید و حصر ہے یہ خبر کی تاکید و حصر کرتا ہے نہ کہ مبتدا کی۔ یہ بات تو عربی قواعد کا مبتدی بھی جانتا ہے۔ مولوی احمد رضا صاحب بریلوی نے اس جملے انما انا قاسم میں مبتدا کا حصر کیا ہے جو سراسر نحوی قواعد کے بھی خلاف ہے۔

قل انما العلم عند اللہ

(ملک:26)

''آپ کہہ دیجیے علم تو صرف خدا ہی کو ہے۔'' یعنی قیامت کب آئے گی اس کا علم تو صرف اللہ کو ہے۔

لیکن مولوی احمد رضا نے ترجمہ کیا ... ''تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے۔''

یہاں بھی جناب نے وہی مذموم حرکت کی کہ اِنَّمَا کا ترجمہ چھوڑ دیا۔

ہم نے صرف ایک مثال حدیث سے پیش کی ہے اگر اللہ تعالیٰ نے موقعہ دیا تو اس پر تفصیل سے بحث کریں گے۔ ان شاء اللہ

مولانا احمد رضا کا کارنامہ نمبر 2 فتاویٰ رضویہ

فتاویٰ رضویہ کی 12 جلدوں کی حقیقت:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا کچھ کام اگر کسی شکل میں موجود ہے تو وہ فتاویٰ رضویہ ہے۔ آپ کے شاگرد مولانا ظفر الدین بہاری نے آپ کی تصنیفات کی ایک فہرست المجمل المعدد لتالیفات المجدد شائع کی جس میں آپ نے آپ کی 350 کتابوں کے نام ذکر کیے ہیں ان لوگوں کو بعد میں کچھ اور نام بھی ملے اور انہوں نے پھر 548 تصنیفات کی فہرست ایک نئی ترتیب سے پیش کی اس وقت وہی ہمارے سامنے ہے۔ اس میں فتاویٰ رضویہ نمبر 263 میں مذکور ہے۔

ہم نے ایک دفعہ فتاویٰ رضویہ مکمل حاصل کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ یہ 12 ضخیم جلدیں کہیں موجود نہیں اب تک صرف اس کی پانچ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔ کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مولانا

موصوف کی وفات کو اب تقریباً ساٹھ ستر سال ہو رہے ہیں اور ان کا فتاویٰ رضویہ اب تک مکمل صورت میں چھپا ہوا دنیا میں کہیں موجود نہیں۔

بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ فتاوی رضویہ تو چھپا ہوا 33 جلدوں میں اب بھی موجود تو کیوں انکار ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے یہ اقتباس اکابر کی کتب سے نقل کیا جیسا کہ ماخذ و مراجع میں لکھ دیا گیا ہے۔

باقی اس وقت یہ بات ٹھیک ہی تو تھی اور اب بھی بریلویوں نے بڑی بڑی کتابیں الامن والعلی، شمائم العنبر، سجدہ تعظیمی وغیرھا کئی اس فتاوی میں ڈال دی ہیں اور رسائل بھی اور الفاظ بھی بڑے کر دیے، حاشیہ اور تخریج کم از کم آدھے صفحہ تک کر دی تو یہ اتنی جلدوں کے بننے کا راز ہے اگر یہ ساری صورتیں نہ ہوں تو بمشکل 5 جلدیں بنیں گی اگر اسی طرز پر ہم امداد الفتاوی کو بنائیں تو کئی سو جلدیں تیار ہو جائیں فللہ الحمد۔

کیونکہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی 30 جلدوں میں ملفوظات 32 جلدوں میں خطبات 22 جلدوں شرح مثنوی اور ہزار سے زیادہ کتب ہیں۔)

اس فہرست میں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ ہمیں ان کتابوں کے نام بھی ملے جن میں سے بعض کو ان کے متعلقہ نمبر کے ساتھ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں:

151۔ تبیان الوضوء

218۔ الاحکام والعلل فی اشکال الاحتلام والبلل

232۔ الجود الحلو فی ارکان الوضوء

233۔ تنویر القندیل فی احکام المندیل

234۔ الطراز العلم

235۔ لمع الاحکام ان لا وضوء من الزکام

285۔ قوانین العلماء

ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کے یہ رسالے ان کے فتاویٰ رضویہ کی جلد اول میں بھی موجود ہیں اور فہرست مذکور میں انہیں فتاویٰ رضویہ کے علاوہ مستقل کتابوں کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کی یہ ایک تدبیر تھی اور دوسری طرف مولانا کی کثرت تصنیفات اور علمی خدمات کا شہرہ بھی پیش نظر تھا۔

پھر ہم نے مندرجہ ذیل رسالوں کو اس فہرست کے ان نمبروں میں دیکھا۔

127۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

132۔ الاحلی من السکر

184۔ سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب

187۔ حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوٰتین

258۔ ایذان الاجر فی اذان القبر

منیر العین 105 صفحات پر، الاحلی من السکر 27 صفحات پر، سلب الثلب 25 صفحات پر، حاجز البحرین 113 صفحات پر اور ایذان الاجر بڑی تقطیع کے 15 صفحات پر مشتمل رسالے ہیں اور ان کے مجموعی صفحات 285 بنتے ہیں۔

یہ رسائل بھی فتاویٰ رضویہ کی جلد دوم جو 559 صفحات پر مشتمل ہے اس میں ص 425، 88، 58، 231 اور 545 پر ملے ہم پھر حیران ہوئے کہ فتاویٰ رضویہ کی ضخامت بڑھانے کے لیے کس طرح ان کتابوں کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے اور پھر یہ کہ فہرست تالیفات میں ان کا نام فتاویٰ رضویہ کے نام کے علاوہ مستقل تصنیفات کی حیثیت سے بھی اس میں موجود ہے۔اس طرح مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ان رسالوں کو فہرست تالیفات میں ان نمبروں میں دیکھا۔

140۔ انہار الانوار من لم صلوٰۃ الاسرار

142۔ انہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید

157۔ التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

162۔ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید

178۔ وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح

179۔ القلاوۃ المرصعۃ فی نحر الاجوبۃ الاربعۃ

190۔ القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ

208۔ الجام الصاد عن سنن الضاد

216۔ تیجان الصواب فی قیام الامام فی المحراب

219۔ مرقاۃ الجمان فی الھبوط عن المنبر لمدح السلطان

222۔ اوفی اللمعۃ فی اذان الجمعۃ

236۔ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال

259۔ رعایۃ المذھبین فی رعایۃ بین الخطبتین

273۔ نعم الزاد لروم الضاد

276۔ اجتناب العمال عن فتاوی الجہال

377۔ ازہار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار

ہم نے دیکھا کہ یہ سولہ کتابیں بھی فتاویٰ رضویہ کی تیسری جلد کے ص543، 297، 599، 796، 578، 341، 358، 131، 447، 753، 791، 38، 783، 125، 510، 571 میں درج ہیں تب معلوم ہوا کہ فتاویٰ رضویہ کی جلد اتنی ضخیم کیسے ہوگئی۔

پھر ہم نے فہرست تصنیفات میں ان نمبروں پر ان کتابوں کے نام بھی دیکھے۔

73۔ حیات الموات — 143۔ صیقل الرین

144۔ ازکی الہلال — 155۔ الزہر الباسم

156۔ تجلی المشکوٰۃ — 161۔ الحجۃ الفائحہ

160۔ الحرف الحسن — 17۔ جلی الصوت

174۔ بذل الجوائز — 195۔ النہی الحاجز

200۔ الاعلام بحال النجور فی الصیام — 202۔ الوفاق المبین

204۔ تفاسیر الاحکام — 213۔ افصح البیان

215۔ طریق اثبات الہلال — 228۔ ہدایۃ الجنان فی احکام رمضان

245۔ الہادی الحاجب — 254۔ البدور الاہلہ

353۔ اتیان الارواح — 343۔ راوع التعسف

379۔العروس المعطار 380۔المنۃ الممتازہ

385۔اعز الکتناز

یہ چوبیس رسالے پھر ہمیں فتاویٰ رضویہ کی جلد چہارم کے ص235، 671، 523، 478، 406، 195، 126، 138، 23، 34، 587، 324، 602، 462، 546، 631، 77، 567، 444، 231، 652، 88، 433 میں بھی ملے اس جلد چہارم میں مولانا احمد رضا خاں کی کتابیں بریق المنار بشموع المزار حجبل النور اور انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ بھی شامل ہیں اور اس طرح فتاویٰ رضویہ جلد4 کی ضخامت 724 صفحات بنائی گئی ہے۔ المختصر سارے فتاویٰ رضویہ کا یہی حال ہے کہ موصوف کے رسالوں کو اس میں شامل کر کے اس کی جلدیں ضخیم کی گئی ہیں ہم نے یہاں چار جلدوں کا حال لکھ دیا ہے باقی کا اندازہ اس سے کر لیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے سو کے قریب چھوٹے بڑے رسالے لکھے تھے اور کوشش کی کہ ایک ایک مسئلے کو ایک ایک رسالے کا عنوان دے دیا جائے اور پھر ان رسالوں کو فتاویٰ رضویہ میں لا کر فتاویٰ کو ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش کیا جائے سو مولانا کا اگر کوئی کام ہے تو صرف یہی فتاویٰ رضویہ ہے اس کے علاوہ جو ان کی تصنیفات کا ڈھنڈورا ہے وہ صرف اعلان ہی اعلان ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

ان کتابوں کو فتاویٰ رضویہ میں شامل کر کے اس کا حجم بڑی حکمت سے بڑھایا گیا ہے اور اپنے حلقوں میں اثر دیا گیا ہے کہ گویا فتاویٰ رضویہ مولانا کی ایک بہت بڑی خدمت تھی اس کی 12 ضخیم جلدوں کا ڈھنڈورا مولانا کے وقت

سے اس عمل کے ساتھ پیٹا جا رہا ہے اور پھر لطف یہ کہ ان کتابوں کے نام فتاویٰ رضویہ کے بالمقابل مستقل تالیفات کی حیثیت سے بھی اس فہرست میں مذکور ہیں قارئین کرام انہیں ان نمبروں میں جو ہر کتاب سے پہلے ہم نے لکھ دیے ہیں المیزان کے احمد رضا نمبر کی فہرست تالیفات میں دیکھ لیں۔

مولانا احمد رضا خاں صاحب کی تالیفات میں بس یہی ایک فتاویٰ رضویہ ہے۔ جس کی جلدیں ان کی دیگر تالیفات کو اپنے میں شامل کر کے ضخیم بنائی گئی ہیں۔

اب یہ ان حضرات کی مرضی ہے کہ مولانا کی تالیفات پانچ سو بتائیں یا ہزار کسی کے قلم کو کوئی کیسے روک سکتا ہے۔

باقی رہے متفرق مسائل جن کو شامل کر کے فتاویٰ رضویہ کی چند جلدیں اب تیار ہوئی ہیں۔ ان کا حال بھی دیکھے اور انہیں ملاحظہ کیجیے خان صاحب نے ان میں وقت کے کن کن اہم اور نازک مسائل پر قلم اٹھایا ہے آپ کو ان کی تحقیق ان رسائل کے عنوانوں سے بھی ہو جائے گی۔

''انہار الانوار من لمہ صلٰوۃ الاسرار'' اس کا موضوع فہرست میں یہ بیان کیا گیا ہے ''نماز غوثیہ کے بیان میں'' ایک دوسری کتاب ''ازھار الانوار من صبا صلٰوۃ الاسرار'' ہے اس کا موضوع حسب بیان یہ ہے۔ ''نماز غوثیہ کے نکات اور طریقہ'' یہ عنوانات مولانا احمد رضا خاں کی علمی خدمات کا پتہ دیتے ہیں کہ آپ نے عمر کس قسم کی باتوں میں صرف کی اور کس قسم کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھایا اور قوم کو آپ کی کاوشوں سے کیا ملا۔ ناظرین

ان کتابوں کے عربی اور قافیہ دار ناموں سے یہ نہ سمجھیں کہ ان میں کوئی علمی مسائل ہوں گے ان کے زیادہ تر موضوعات ختم حلوہ اور پلاؤ شیرینی فیرینی قبور و ارواح کے گرد گھومتے ملیں گے۔

مولانا احمد رضا کو فقہی حوالے غلط دینے کی عادت تھی:

فتاویٰ رضویہ تو ہر بریلوی کے پاس نہیں ہو گا لیکن مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات تو ہر جگہ عام ملتے ہیں۔ مولانا کی فقہی ثقاہت کی ایک جھلک ان میں دیکھ لیجیے۔

1... فتح القدیر اور طحطاوی اور ردالمحتار میں ہے ''**المرور فی سکة حادثة فی المقابر حرام**'' قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔

(ملفوظات حصہ1 ص7)

فتح القدیر میں یہ عربی عبارت ہمیں نہیں ملی۔ ایک دفعہ ہمارے ایک عالم نے مولانا سردار احمد لائل پوری سے گزارش کی کہ فتح القدیر میں اس کی نشان دہی فرمائیں تو انہوں نے فرمایا بدعقیدہ کو حوالہ دکھانا جائز نہیں۔ درمختار کے حواشی اور ردالمحتار میں مسئلہ تو یہ موجود ہے لیکن عربی عبارت یہ نہیں۔ خان صاحب کے فی المقابر کے الفاظ ان میں نہیں ہیں۔

اصل عبارت یہ ہے کہ ''**المرور فی سکة حادثة فیھا حرام**''

(طحطاوی علی الدر المختار ج1 ص126، رد المحتار للشامی ج1 ص343)

اور جوتوں سے چلنا اور جوتوں کے بغیر چلنا اس کی سرے سے اس میں بحث ہی نہیں۔

2... خان صاحب علامہ شامی کی کتاب **العقود الدریہ** کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے گوشت کا حکم قربانی کے گوشت کا ہی ہے بچہ کے ماں باپ اسے کھا سکتے ہیں عقود الدریہ میں ہے احکامھا احکام الاضحیہ.

(ملفوظات حصہ1 ص46)

عقود الدریہ کی عبارت یہ ہے حکمھا کاحکام الاضحیہ

(العقود الدریہ ج2 ص213)

یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں کو حوالے غلط دینے کی داد دیجیے۔

3... مولانا احمد رضا خاں یہ مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہ شیعہ کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ عالم گیری کی ایک عبارت اس طرح پیش کرتے ہیں:

"لا یجوز نکاح المرتد مع مسلمة ولا کافرة اصلية ولا مرتدة و کذا لا یجوز نکاح المرتدة مع احد"

(ملفوظات حصہ دوم ص100)

فتاویٰ عالم گیری کی اصل عبارت یہ ہے:

"ولا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية و کذلك لا یجوز نکاح المرتدة مع احد"

(فتاویٰ عالم گیری ج1 ص283)

خان صاحب کی پیش کردہ عبارت میں نکاح کا لفظ ہے اصل عبارت میں تزوج کا لفظ تھا۔ پھر خان صاحب کی پیش کردہ عبارت میں (1) مسلمہ (2) کافرہ

اصلیہ (3)اور مرتدہ کی ترتیب ہے جب کہ اصل عبارت میں (1)مرتدہ پھر (2)مسلمہ اور پھر کافرہ اصلیہ کی ترتیب ہے۔

4... اعلیٰ حضرت لکھتے ہیں: اور وہابیہ گمراہ نہ ہوں گے تو ابلیس بھی گمراہ نہ ہوگا کہ اس کی گمراہی ان سے ہلکی ہے وہ کذب کو اپنے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔ اس نے اِلاَّ عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ استثناء کر دیا تھا یہ اللہ عزوجل پر جھوٹ کی تہمت رکھتے ہیں۔

(احکام شریعت ج2 ص134 مسئلہ نمبر39، نعیمی کتب خانہ گجرات)

تنقید:

شیطان کو سچا کہنا شیطان کے ساتھ محبت کی دلیل ہے حالانکہ شیطان بہت بڑا جھوٹا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔ ''وَقَاسَمَهُمَا اِنِّيۡ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيۡنَ فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوۡرٍ'' ''اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں تو اتار لایا انہیں فریب سے۔''(ترجمہ رضویہ)

(پ8 سورۃ الاعراف)

صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی حاشیہ میں لکھتے ہیں:

''معنی یہ ہیں کہ ابلیس ملعون نے جھوٹی قسم کھا کر حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیا۔ اور پہلی جھوٹی قسم کھانے والا ابلیس ہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو گمان بھی نہ تھا۔ کہ کوئی اللہ کی قسم کھا کر جھوٹ بول سکتا ہے اس لیے آپ نے اس کی بات کا اعتبار کیا۔''

بخاری شریف و مشکوٰۃ وغیرہ میں حدیث ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانوں کے ڈھیر پر مقرر فرمایا تو شیطان آیا اور دانے اٹھانے لگا حضرت ابوہریرہ نے پکڑ کر چھوڑ دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واقعہ بیان کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بڑا جھوٹا ہے پھر آئے گا اس کا خیال رکھنا۔ (ملخصاً)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کو جھوٹا کہتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت بریلوی شیطان کو سچ بولنے والا کہتے ہیں اب بریلوی حضرات کی مرضی کہ وہ خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں یا اعلیٰ حضرت بریلوی پر ایمان لائیں؟

اعلیٰ حضرت بریلوی خود فرماتے ہیں اس سے اکذب کون جن کی تکذیب کرے قرآن۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج4 ص74)

5... ارشاد: رب العزت تبارک و تعالیٰ نے چار روز میں آسمان اور دو دن میں زمین یک شنبہ تا چہار شنبہ آسمان و پنج شنبہ تا جمعہ زمین نیز اس جمعہ میں بین العصر والمغرب آدم علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج1 ص7)

تنقید:

اعلیٰ حضرت قرآن مجید کا ترجمہ بھی نہیں جانتا اگر ترجمہ جانتا ہوتا ایسے علمی کمالات کا اظہار نہ کرتا۔ حالانکہ قرآن مجید کے اندر صاف موجود ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے زمین کو دو دن میں پیدا فرمایا۔ پھر اس میں پہاڑ و نباتات کو دو

دن میں پیدا فرمایا۔ یہ چار دن ہوئے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سات آسمانوں کو دو دن میں پیدا فرمایا۔

(دیکھئے پ24 سورہ حم السجدہ)

کمال نمبر 5 کے تحت جو عبارت اعلیٰ حضرت بریلوی کی پیش کی گئی ہے اس میں اور بھی کئی چیزیں قابل گرفت ہیں مگر راقم الحروف اسی پر اکتفا کرتا ہے۔ آسمان کو چار دن میں پیدا کرنے کا قول قرآن مجید کی نص قطعی کے خلاف ہے اور آج تک یہ قول کسی عقل مند سے منقول نہیں ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت بریلوی کے کمالات کا کیا کہنا۔ بریلوی حضرات کا کہنا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کی زبان و قلم نقطہ برابر خطاء نہیں کرتی۔

فلہٰذا بریلوی حضرات سے التماس ہے کہ وہ اپنے اس جھوٹے نظریہ سے تائب ہو جائیں یا پھر قرآن مجید کے اس واضح فیصلہ کے انکار کا ارتکاب کریں تاکہ بریلوی بننے کا لطف حاصل ہو جائے۔

6... عرض: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَتَمَ اللہ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔ ارشاد: رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا؟ انبیاء البتہ شہید کیے گئے رسول کوئی شہید نہ ہوا یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖن فرمایا نہ کہ یَقْتُلُوْنَ الرسل۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج4 ص36)

تنقید:

قرآن مجید میں ختم اللہ نہیں بلکہ اس موقع پر کتب اللہ ہے۔

(دیکھئے پ28 سورہ المجادلہ)

مگر اعلیٰ حضرت بریلوی بھی اپنے جاہل سائل کی طرح قرآن مجید سے ناواقف ہیں اس سائل پر گرفت کرتے اور قرآن مجید کو غلط پڑھنے سے روکتے۔

مگر اس موقعہ پر پروفیسر مسعود احمد صاحب کی ایک تحریر پیش کر دی جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہو گی۔

ملاحظہ ہو فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے مگر علمی حلقوں میں اب تک صحیح تعارف نہ کرایا جا سکا۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ تو بڑی حد تک بالکل نابلد ہے چنانچہ ایک مجلس میں جہاں یہ راقم بھی موجود تھا ایک فاضل نے فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان کے پیرو تو زیادہ تر جاہل ہیں۔ گویا آپ جاہلوں کے پیشوا تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص5 مطبوعہ لاہور)

اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ فرمان کہ ''رسول کوئی شہید نہیں ہوا۔'' قرآن مجید کی کئی آیات کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں تین مقامات پر رسولوں کے شہید ہونے کی تصریح موجود ہے۔

(پ1 رکوع نمبر11 سورۃ البقرۃ آیت نمبر87، پ4 سورۃ آل عمران آیت183، پ6 سورۃالمائدہ آیت70)

اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں: ''ہارورن علیہ السلام بھی انبیاء کرام بلکہ بالخصوص ان اٹھارہ رسولوں میں ہیں جن کا نام پاک اس رکوع میں بالتصریح ذکر فرما کر ان کی اقتداء کا حکم ہوا۔

قال سبحانہ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ

(لمعۃ الضحی ص23 ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد)

اعلیٰ حضرت بریلوی نے جن اٹھارہ رسولوں کا ذکر کیا ہے وہ پ 7 سورۃ الانعام رکوع نمبر 16 میں موجود ہیں۔ ان میں زکریا ویحییٰ علیہما السلام کا نام بھی ہے جو شہید ہوئے۔ فلھٰذا اعلیٰ حضرت بریلوی ہی کے قول سے ثابت ہوا کہ رسول بھی شہید ہوئے۔ پس اعلیٰ حضرت بریلوی کی ایک بات یقیناً غلط ہے اور یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے علمی کمال کی دلیل ہے۔

7… ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔

حدیث شریف میں اس پر غضب اور ارادہ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں اور قرآن شریف میں اس پر لعنت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

(احکام شریعت ج2 ص222 مسئلہ نمبر70 مطبوعہ گجرات)

تنقید:

اعلیٰ حضرت بریلوی کی مذکورہ بالا عبارت میں دو باتیں بالکل جھوٹی ہیں۔

1۔ حدیث شریف میں ڈاڑھی منڈانے والے پر غضب وارادہ قتل کی وعید نہیں ہے اگر ہے تو بریلوی حضرات اس کا ثبوت پیش کریں۔

2۔ قرآن شریف میں بھی ڈاڑھی منڈانے والے پر لعنت نہیں ہے اگر ہو تو ثبوت پیش کریں۔

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی سے پوچھا گیا۔ عرض: ڈاڑھی منڈانا اور کتروانا گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ، ارشاد: کتروانا یا منڈانا ایک دفعہ کا صغیرہ گناہ ہے اور عادت سے کبیرہ جسے فاسق معلن ہو جائے گا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھرنی واجب اگر اعادہ نہ کیا گناہگار ہو گا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج4 ص99)

پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ایک تعریف کبیرہ کی یہ ہے کہ جس پر حدیث میں لعنت آئی ہو یا وعید وارد ہو۔

(ملفوظات ج1 ص46)

پس اعلیٰ حضرت بریلوی کا علمی کمال... ملاحظہ کرو۔ ڈاڑھی منڈانا قرآن و حدیث کی رو سے لعنت و قتل کا حکم رکھتا ہے اور منڈانا ایک دفعہ کا صغیرہ بھی ہے۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

8... مسئلہ نمبر 64 کیا قرآن شریف میں ڈاڑھی رکھنے یا نہ رکھنے کا حکم ہے اگر ہے کس جگہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو حدیث شریف میں کس جگہ سے سند لی گئی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں احفوا الشوارب واعفوا اللحی خالفوا المجوس لبیں پست کرو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ آتش پرستوں کے خلاف کرو۔ فقیر نے اپنے رسالہ لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی میں پانچ آیتوں اور چالیس سے زیادہ حدیثوں سے داڑھی رکھنے کا ثبوت دیا ہے۔

(عرفان شریعت ج1 ص13)

تنقید:

قرآن مجید کی پانچ آیتیں کون سی ہیں جس میں داڑھی رکھنے کا حکم ہو۔ امید یہ کہ بریلوی حضرات اپنے اعلیٰ حضرت بریلوی کے علمی کمال کو ضائع نہیں کریں گے۔

9... مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِّيْنَةٍ ''جو درخت تم نے کاٹے''

(ترجمہ رضویہ پ28)

تنقید:

یہ ترجمہ درست نہیں کیوں کہ لینة کے معنی کھجور کا درخت ہے۔ مطلق درخت مراد نہیں۔ ما قطعتم میں ما موصولہ ہے اور من لینة اس کا بیان ہے۔ چنانچہ شاہ عبد القادر صاحب ترجمہ یوں کرتے ہیں جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا پیڑ۔ لینہ مدینہ شریف میں ایک خاص نوع کی کھجور ہے۔

10... وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ

(پ3 سورۃ البقرہ)

اور اپنے گدھے کو دیکھ کر جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔''

(ترجمہ رضویہ)

تنقید:

خط کشیدہ الفاظ قرآن مجید کے الفاظ کا ترجمہ نہیں ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت نے اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ یہ قرآن مجید کے الفاظ کے خلاف ہے۔ چنانچہ

آگے ذکر ہے۔ ''وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ'' اور ان ہڈیوں کو دیکھ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہڈیاں سلامت تھیں چنانچہ حاشیہ میں مراد آبادی لکھتے ہیں اور اپنے گدھے کو دیکھا تو وہ مر گیا تھا گل گیا اعضاء بکھر گئے تھے ہڈی سفید چمک رہی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قرآن مجید کا ترجمہ کرنے کے اہل نہیں ہیں۔

11...وَاَصۡبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوۡسٰی فٰرِغًا

''اور صبح کو موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہو گیا''

(ترجمہ رضویہ، پ20 سورۃ القصص آیت نمبر10)

اور مراد آبادی حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ''اور جوش محبت مادری میں وابناہ وابناہ (ہائے ہائے بیٹے) پکار اٹھیں۔

تنقید:

یہ قرآن مجید کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ تحریف ہے۔ کیوں کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے بے صبری کا ارتکاب کیا اور ہائے بیٹے ہائے بیٹے پکار اٹھیں اور شیعہ ہائے حسین ہائے حسین بولتے ہیں فلہٰذا شیعہ کی تائید قرآن مجید سے ثابت ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون حالانکہ اس آیت کا صحیح معنی یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا دل پریشان ہو گیا آگے قرآن مجید میں ہے جس کا خلاصہ ہے کہ قریب تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بے صبری کا ارتکاب کرتیں اگر خدا تعالیٰ نے اس کے دل کو مضبوط نہ کیا ہوا ہوتا۔'' تمام ائمہ تفسیر یہی ترجمہ و مطلب بیان کرتے ہیں مگر اعلیٰ حضرت بریلوی نے شیعہ کی حمایت کے لیے ترجمہ میں تحریف کر دی۔ یہ ہے

اعلیٰ حضرت کا علمی کمال۔

اعلیٰ حضرت بریلوی کے ترجمہ سے پہلے کئی تراجم موجود تھے۔ شیخ سعدی شیرازی کا ترجمہ فارسی میں، شاہ ولی اللہ کا فارسی میں، شاہ رفیع الدین صاحب کا اردو میں، (1255ھ) میں شاہ عبدالقادر کا (1205ھ میں) اردو میں سر سید احمد خان کا اردو میں (1308ھ/1891ء میں) ڈپٹی نذیر احمد کا ترجمہ اردو میں (1313ھ/1895ء) حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا ترجمہ اردو میں (1325ھ/1908ء میں) اسی طرح مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مولانا عبدالحق حقانی تفسیر حقانی والے کا ترجمہ بھی مولانا احمد رضا خان کے ترجمہ سے بہت پہلے ہو چکے تھے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی نے ان تراجم سے نقل ماری ہے جہاں ان تراجم کی پیروی نہیں کی وہاں اکثر جگہ ٹھوکر کھائی ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا ترجمہ (1330ھ/1911ء) میں ہوا ہے۔

12... سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آٹھ برس میں سورہ بقرہ شریف ختم فرمائی اور بعد اختتام ایک اونٹ قربانی فرمایا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سورہ بقرہ شریف بارہ برس میں پڑھی۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج1 ص159)

تنقید:

اعلیٰ حضرت بریلوی نیم حکیم خطرہ جان، نیم ملاں خطرہ ایمان کا مصداق ہیں۔ بات کیا تھی اور اعلیٰ حضرت نے کیا بنا دی۔ اصل بات یوں ہے کہ اعلیٰ

حضرت بریلوی کے خلیفہ مراد آبادی لکھتے ہیں۔ تفسیر فتح العزیز ص86 میں ہے۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سورہ بقر کو اس کے حقائق و دقائق کے ساتھ بارہ سال میں پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ختم کے روز ایک اونٹ ذبح فرما کر بہت کثیر کھانا پکوایا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلایا۔

(کشف الحجاب عن مسائل ایصال الثواب ص17 نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب)

قارئین کرام! اس عبارت کو بار بار پڑھیں اور اعلیٰ حضرت کا علمی کمال ملاحظہ کریں۔

13... خودکشی کرنے والے کے تضاد کے بارے میں اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھی جائے گی۔

(فتاویٰ افریقہ ص37 سوال نمبر39)

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی فرماتے ہیں "خودکشی کرنے والے اور اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج1 ص90)

فیصلہ قارئین حضرات پر ہے کہ کون سی بات سچی ہے اور کون سی جھوٹی ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت صاحب کا فتویٰ ہے۔

14... عرض: حضور نمازی کے سامنے سے نکلنے کے لیے کتنا فاصلہ درکار ہے۔ ارشاد: خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ قیام میں نظر سجود پر جمائے نظر

کا قاعدہ ہے۔ جہاں جمائی جائے اس کے کچھ آگے بڑھتی ہے۔ میرے تجربہ میں یہ جگہ تین گز ہے یہاں تک نکلنا مطلقاً جائز نہیں اس سے باہر باہر صحرا اور بڑی مسجد میں نکل سکتا ہے۔ مکان اور چھوٹی مسجد میں دیوار قبلہ تک سامنے سے نہیں جا سکتا۔ فقہائے کرام نے جس کو بڑی مسجد فرمایا ہے یہاں کوئی نہیں سوائے مسجد خورازم کے جس کا ایک ربع چار ہزار ستون پر ہے بڑی مسجد ہے یا مسجد حرام شریف میں نمازی کے سامنے طواف جائز ہے۔ کہ وہ بھی مثل نماز عبادت ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج1 ص91)

اعلیٰ حضرت سے سوال مسئلہ نمبر 38:

ایک شخص نماز پڑھتا ہے اگر اس کے سامنے سے دوسرا شخص نکل جائے تو وہ شخص کتنے فاصلے پر نکل جانے سے گناہ گار نہ ہوگا؟

الجواب:

مکان یا چھوٹی مسجد میں دیوار قبلہ تک بغیر آڑ کے نکلنا حرام ہے اور جنگل یا بڑی مسجد میں 3 گز کے فاصلے کے بعد نکلنا جائز ہے۔ 47، 48 گز مسافت کی جو مسجد ہو وہ بڑی مسجد ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عرفان شریعت ج1 ص8، 9)

قارئین کرام! یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فقہائے کرام کے نزدیک مسجد خوارزم جس کا ایک ربع چار ہزار ستون پر مشتمل ہے اور کل مسجد سولہ ہزار ستونوں پر مشتمل ہے۔ بڑی ہے اس کے سوا بڑی مسجد نہیں ہے اور مسجد حرام شریف بھی بڑی نہیں ہے تو اعلیٰ حضرت بریلوی صاحب نے 47، 48 گز کی

کو بڑا کس لحاظ سے کہا ہے۔ اگر فقہاء کرام اس کو بڑا نہیں سمجھتے تو اعلیٰ حضرت بریلوی نے یہ مذہب کہاں سے نکالا ہے۔

15... جدہ پہنچتے ہی مجھے بخار آ گیا اور میری عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج2 ص7)

پھر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ارشاد فرمایا کہ اس بار مجھے 34 دن کامل بخار رہا، کسی وقت کم نہ ہوا۔ انہوں نے کہا حضور جاڑا بھی آتا تھا۔ اس پر ارشاد ہوا، جاڑا طاعون اور وبائی امراض جس قدر ہیں اور نابینائی ویک چشمی برص جذام وغیرہ وغیرہ کا مجھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے کہ یہ امراض تجھے نہ ہوں گے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج4 ص56، 57)

قارئین کرام! اندازہ کریں کہ جب اعلیٰ حضرت بریلوی کی عادت ہے کہ بخار میں سردی بہت معلوم ہوتی ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ کیسے ہوا کہ بخار میں جاڑا (سردی) نہیں ہو گی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعلیٰ حضرت بریلوی بہتان باندھ سکتے ہیں تو علماء حق پر بہتان باندھنا ان کا کوئی بڑا کمال نہیں ہے۔ بڑا کمال تو یہ ہے کہ وہ خدا اور رسول پر بہتان باندھتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ ہر مسلمان کو راہ حق کی توفیق عطا فرمائے اور اعلی حضرت کے دام پر فریب سے بچائے۔ آمین!!

16... مجھے نوعمری میں آشوب چشم اکثر ہو جاتا اور بوجہ حدت مزاج بہت تکلیف دیتا تھا۔ 19 سال کی عمر ہو گی کہ رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو رمد چشم میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا پڑھی۔ جب سے اب تک آشوب چشم پھر نہ ہوا۔

(ملفوظات اعلی حضرت ج1 ص19 و حیات اعلی حضرت ج1 ص91)

پھر اعلیٰ حضرت ہی فرماتے ہیں کہ ساڑھے پانچ مہینے سے زائد ہوئے کہ میری آنکھ پر آشوب آیا سوا پانچ مہینے تک لکھنا پڑھنا موقوف رہا۔ مسائل سن کر زبانی جواب لکھواتا رہا۔ اسی طرح بعض رسائل لکھوائے آنکھ پر اب تک بہت ضعف ہے مجبور ہو کر اب ایک ہفتہ سے لکھنا شروع کر دیا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ کافی ہے۔ 12، ربیع الاول شریف سے طبیعت ایسی علیل ہوئی کہ کبھی نہیں ہوئی تھی، چار چار پہر پیشاب بھی بند رہا۔ میں نے وصیت نامہ بھی لکھوا دیا خدا تعالیٰ نے فضل کیا۔ مرض زائل ہوا۔ مگر آج دو مہینے کامل ہوئے ضعف میں فرق نہیں الخ

(حیات اعلیٰ حضرت ج1 ص298)

قارئین کرام! اعلیٰ حضرت بریلوی کی دونوں تحریروں کو پڑھ کر آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں نیز اس واقعہ سے اس من گھڑت روایت کی حقیقت بھی آشکارا ہو گئی کہ جو شخص انگوٹھے چومتا ہے اس کی آنکھیں رمد (آشوب چشم) سے محفوظ رہتی ہیں۔ (ملخصاً) اعلیٰ حضرت بریلوی سے زیادہ انگوٹھے چومنے والا کون شخص ہو سکتا ہے۔ جس نے اس مسئلہ پر دو کتابیں تصنیف کی ہیں۔

1۔ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین۔

2۔ نہج السلامۃ فی حکم تقبیل الابہامین فی الاقامۃ۔

17... مسئلہ نمبر 5

نبی کریم علیہ السلام کو فخر جہاں کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا

فخر عالم یا فخر جہاں کہنا بے معنی ہے۔ شاہ جہاں کہہ سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
(عرفان شریعت ج2 ص7)

تنقید:

اعلیٰ حضرت بریلوی کے ایک مقلد یوں لکھتے ہیں: فخر عالم کے معنی وہ ہستی جس کی وجہ سے سارے جہانوں کو فخر حاصل ہوا ہو۔ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب فخر دو عالم بھی ہے۔ (دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ طبع اول ص317) اعلیٰ حضرت کے مقلد نے فخر عالم کا معنی بہت پسندیدہ کیا ہے مگر کیا وہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا محاسبہ بھی کریں گے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب کو بے معنی کہہ دیا ہے۔

18... غزوہ (احزاب) میں رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی۔ شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے اس نے کہا الحلائل لا یخرجن باللیل بیبیاں رات کو باہر نکلتیں فاعقمها تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بانجھ کر دیا اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج4 ص111)

تنقید:

ہوا، فرشتے، چاند، سورج، ستارے، یہ سب مجبور ہیں، ان کو کسی قسم کا انکار کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی یہ بات بالکل بہتان پر مبنی

ہے۔ بارہا تجربہ سے ثابت ہے کہ شمالی ہوا کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔

19 ... اور بارہا دیکھا کہ جہاں قبروں پر بیٹھ کر جوا کھیلتے، فحش بکتے قہقہے لگاتے ہیں کہ بعض کی یہ جرأت کہ معاذ اللہ مسلمان کی قبر پر پیشاب کرنے میں باک نہیں رکھتے۔ فانا اللہ وانا الیہ راجعون۔

(احکام شریعت ج1 ص68 مسئلہ نمبر20)

تنقید:

مسلمانوں کی قبروں پر مسلمان پیشاب کرتے ہوں، یہ بات بہتان نظر آتی ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کی چونکہ آنکھیں خراب رہتی تھیں اس لیے ان سے خطا ہو گئی ہے۔ بریلی شہر کے مسلمان ایسے بے باک نہیں تھے کہ مسلمان قبر پر پیشاب کریں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ وہ کسی غیر مسلم کی قبر پر پیشاب کرنا بھی گوارا نہیں کریں گے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ کمال ہے ورنہ کوئی مسلمان اس بات کو زبان پر نہیں لا سکتا اور نہ ایسی گواہی دے سکتا ہے۔

20... عہد ماضی میں سلاطین اسلام رذیلوں کو ضرورت سے زیادہ علم نہیں پڑھتے دیتے تھے۔ اب دیکھو نائیوں اور منہاروں نے علم پڑھ کر کیا کیا فتنے پھیلا رکھے ہیں۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج2 ص96)

تنقید:

اعلیٰ حضرت بریلوی کا یہ بیان محض غلط بیانی پر مبنی ہے ایک سلطان اسلام کا نام بھی نہیں لیا جا سکتا۔ جس نے دینی علوم میں رذیل لوگوں کے لیے حد بندی

کی ہو۔ یہ اعلیٰ حضرت بریلوی کا سلاطین اسلام پر افترا ہے اور مسلمان پیشہ وروں کو رذیل کہنا کافروں کا دستور تھا چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے آپ کے ماننے والوں کو رذیل کہا۔

(دیکھئے پ12 سورہ ہود آیت نمبر27)

مولانا نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں: ''کمینوں سے مراد ان کی وہ لوگ تھے جو ان کی نظر میں خسیس پیشے رکھتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ قول جہل خالص تھا کیونکہ انسان کا مرتبہ دین کے اتباع اور رسول کی فرماں بر داری سے ہے۔ مال و منصب وپیشے کو اس میں دخل نہیں۔ دین دار، نیک سیرت، پیشہ ور کو نظر حقارت سے دیکھنا اور حقیر جاننا جاہلانہ فعل ہے۔

(خزائن العرفان)

پھر کچھ آگے چل کر مراد آبادی صاحب لکھتے ہیں:

''ایمان داروں کو رذیل کہتے ہو اور ان کی قدر نہیں کرتے اور نہیں جانتے کہ وہ تم سے بہتر ہیں۔''

پھر سورۃ الشعراء پ19 آیت نمبر 111 میں نوح علیہ السلام کی قوم نے ایمان داروں کو ارذل کہا۔ تو مولانا مراد آبادی صاحب اس کے تحت لکھتے ہیں ''کمینے سے مراد ان کی غرباء اور پیشہ ور لوگ تھے۔ اوران کو رذیل و کمین کہنا یہ کفار کا متکبرانہ فعل تھا۔ ورنہ در حقیقت صنعت اور پیشہ حیثیت دین سے آدمی کو ذلیل نہیں کرتا۔

غنا اصل میں دینی غنا ہے اور نسب تقویٰ کا نسب (ہے)۔

مسئلہ:

مومن کو رذیل کہنا جائز نہیں، خواہ وہ کتنا ہی محتاج و نادار ہو یا وہ کسی نسب کا ہو

(مدارک، خزائن العرفان)

قارئین کرام! اس سے ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کا مسلمان پیشہ ور لوگوں کو رذیل کہنا شریعت کی صریح مخالفت ہے۔ نائی (حجام) آپ کے نزدیک رذیل ہیں۔ منہار (چوڑیگر) آپ کے نزدیک رذیل ہیں۔ جیسا کہ ملفوظات کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔ چوہڑے اور چمار (موچی) آپ کے نزدیک ناپاک (پلید) ہیں۔ دیکھئے اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام) اور اعلیٰ حضرت کے ایک مقلد نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ چمار (موچی) تو بے ایمان ہونے کی حیثیت سے بھی ذلیل ہے۔

(دیوبندی مذہب کا علمی محاسبہ طبع اول ص120)

لیجیے بے چارے موچی، بریلوی حضرات کے ہاں پلید و بے ایمان ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) نائیوں، منہاروں اور موچیوں کو عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ بریلوی مذہب میں ان کے متعلق کیا خیالات ہیں۔ جب کہ اعلیٰ حضرت بریلوی کے نزدیک ولد الحرام، ولد الزنیٰ بھی قابل قدر ہیں۔

مسئلہ نمبر6:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک بازاری عورت طوائف کا بیٹا ہے۔ بچپن سے زید کی طبیعت علم کی طرف مائل

تھی۔ حتیٰ کہ وہ عالم ہو گیا۔ نماز اس کے پیچھے پڑھنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ اس کے والد کا پتہ نہیں کہ کون تھا؟

الجواب:

نماز جائز ہونے میں تو کلام نہیں بلکہ جب وہ عالم ہے اگر عقیدہ کا سنی ہو اور کوئی وجہ اس کے پیچھے منع نماز کی نہ ہو تو وہی امامت کا مستحق ہے جب کہ حاضرین میں اس سے زیادہ کسی کو مسائل نماز و طہارت کا علم نہ ہو۔

(احکام شریعت ج2 ص167)

بلکہ یہ اور بھی اولیٰ ہے کہ ولد الزنا ہونے میں اس کا اپنا کوئی قصور نہیں

(احکام شریعت ج2 ص296 مسئلہ نمبر108)

عرض: ولد الحرام کے پیچھے نماز ہو جائے گی یا نہیں۔

ارشاد: اگر اس سے علم و تقویٰ میں زیادہ اس کی مثل جماعت میں موجود ہو تو اسے امام بنانا نہ چاہیے ہاں اگر یہی سب حاضرین سے علم و تقویٰ میں زائد ہو تو اسی کو امام بنایا جائے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج2 ص82، 83)

عرض: رنڈی کو مکان کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اس کا مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں باقی رہا اس کا زنا کرنا یہ اس کا فعل ہے۔ اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج3 ص41)

21... عرض: حضور کیا جن و پری بھی مسلمان ہوتے ہیں؟

ارشاد: ہاں (اور اسی تذکرہ میں فرمایا) ایک پری مشرف بہ اسلام ہوئی اور اکثر خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی۔ ایک بار عرصہ تک حاضر نہ ہوئی۔ سبب دریافت فرمایا: عرض کی حضور میرے ایک عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہو گیا تھا وہاں گئی تھی راہ میں میں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے نماز پڑھتا ہے اس نے کہا شاید رب العزت تبارک و تعالیٰ میری نماز قبول فرمالے اور مجھے بخشے۔

(ملفوظات ج1 ص13، 14)

تنقید:

ہمارے ایک عالم فرماتے ہیں راقم الحروف نے جب یہ حدیث پڑھی جو اعلیٰ حضرت نے بیان فرمائی ہے تو اس کی تحقیق شروع کر دی۔ علماء کرام سے پوچھا مگر کسی نے نشان و پتہ نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جوئندہ یا بندہ کے تحت میزان الاعتدال ج4 ص190 (نمبر 8801) میں منتصر بن الحکم کے ترجمہ میں مل گئی۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یہ روایت موضوعات ابن الجوزی میں واقع ہے۔ اور منتقر بن الحکم مجہول ہے۔ شاید کہ اس نے اس حدیث کو گھڑا ہے۔ معلوم ہوا اعلیٰ حضرت بریلوی نے من گھڑت و جھوٹی روایت کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی ہے۔

22... اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ مرگی فی الحقیقت ایک شیطان ہے۔ جو انسان کو ستاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ایک

عورت اپنی لڑکی کو لائیں۔ عرض کی صبح و شام یہ مصروشہ ہو جاتی ہے۔ حضور نے اس کو قریب کیا اور اس کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: اخرج عدو اللہ وانا رسول اللہ۔ نکل اے خدا کے دشمن میں اللہ کا رسول ہوں۔ اسی وقت اسے قے آئی ایک سیاہ چیز جو چلتی تھی اس کے پیٹ سے نکلی اور غائب ہو گئی اور وہ عورت بے ہوش گئی۔

(ملفوظات ج3 ص93)

تنقید:

ہمارے ایک عالم فرماتے ہیں راقم الحروف اس حدیث کو پڑھ کر پریشان ہوا کہ بدمعاش پیر اس حدیث کی آڑ میں لڑکیوں کے سینوں پر ہاتھ لگانا اور ٹٹولنا کہیں شروع نہ کر دیں۔ تو حدیث کی جستجو کی۔ مشکوٰۃ شریف ص 541 میں یہ حدیث ملی۔ اس حدیث میں ہے کہ وہ لڑکا تھا۔ نہ کہ لڑکی جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھا ہے۔

اصل حدیث علماء و خطباء عظام کے لیے نقل کی جاتی ہے:

"وَعن ابن عباس رضی اللہ عنھا قال ان امرأۃ جاءت بابن لھا الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ابنی بہ جنون انہ لیاخذہ عند غدائنا وعشاءنا فمسح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صدرہ ودعا فثع ثعۃً وخرج من جوفہ مثل الجرو الاسود ویسعٰی

(رواہ الدارمی مشکوۃ ص541)

یہ ہے اعلیٰ حضرت کا علمی کمال!

23... ''اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں'' حدیث میں لا تمارضوا فتمهضوا به بغیر تکلیف بیمار نہ بنو۔ کہ حقیقت بیمار ہو جاؤ گے۔ دوسری حدیث سخت تر ہے۔ ''لا تمارضوا فتمرضوا فتموتوا فتدخلوا النار'' جھوٹے بیمار مت بنو کہ سچے بیمار ہو جاؤ گے۔ اور مر جاؤ گے تو جہنم میں داخل ہو گے۔

(ملفوظات ج4 ص46)

تنقید:

پہلی حدیث بھی ضعیف ہے امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ منکر (اوپری) یعنی ضعیف ہے۔

(علل الحدیث لابن ابی حاتم ج2 ص321 نمبر3481)

دوسری حدیث جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے پیش کی ہے وہ جاہل عوام کی بنائی ہوئی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری فرماتے ہیں واما یزید العوام من قولهم فتموتوا فتدخلوا النار فلا اصل له اصلا

(موضوعات کبیر ص138)

پس ثابت ہوا کہ فن حدیث میں اعلیٰ حضرت بریلوی عوام الناس میں شامل ہیں ورنہ جان بوجھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان باندھنا لازم آئے گا۔

24... اعلیٰ حضرت قبلہ کی حدت مزاج کا تذکرہ تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا ایک تو مزاج گرم دوسرے علم کی گرمی۔ اس پر ارشاد فرمایا حدیث میں ہے ''ان الحدة تعترى قراء امتى لعزة القران فى اجوافهم'' قراء محاورہ

حدیث میں علماء کو کہتے ہیں یعنی میری امت کے علماء کو گرمی پیش آئے گی قرآن کی عزت کے سبب جو ان کے دلوں میں ہے۔

(ملفوظات ج4 ص39)

تنقید:

اس حدیث کی جہاں تک راقم الحروف نے تحقیق کی ہے یہ بھی جھوٹی و من گھڑت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔ وہب بن وہب ابو البختری کذاب اس کی سند میں واقع ہے۔ چنانچہ میزان الاعتدال ج4 ص354 میں ہے ”ان الحدة تعتری جماع القرآن قیل لہ یا رسول اللہ قال لغیرة القرآن فی اجوافھم وھذہ احادیث مکذوبة“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹی نسبت کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

25... اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا چرانے والے کو قتل کیا۔ اور اونٹ لے گیا۔ اسے قرأۃ سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ج2 ص42)

تنقید:

اس عبارت میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے کئی جھوٹ بولے ہیں۔ (ا)عبدالرحمٰن قاری کو کافر کہنا (2)اونٹوں پر حملہ آور قرار دینا (3)چرانے والے کا قاتل قرار دینا (4)اونٹوں کو لے جانا یہ سب جھوٹ ہیں اس لیے کہ

حضرت عبدالرحمٰن قاری ایک قول کے مطابق صحابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور ایک قول کے مطابق تابعی ہیں ان کو کافر کہنا سخت جہالت ہے۔ انہوں نے نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر حملہ کیا ہے، نہ محافظ کو قتل کیا نہ اونٹ لے گیا تھا۔ بلکہ یہ سب کاروائی عبدالرحمن فزاری کی ہے جو کہ کافر تھا۔

(دیکھئے صحیح مسلم ج2 ص114۔ و ابوداؤد ج2 ص22)

اعلیٰ حضرت بریلوی نے اسی ملفوظات ج2 ص43 میں لکھا۔ اس عبدالرحمن قاری سے پہلے کسی لڑائی میں ان سے وعدہ جنگ ہو لیا تھا۔ یہ وقت اس کے اس پورا ہونے کا آیا وہ پہلوان تھا اس نے کشتی مانگی انہوں نے قبول فرمائی۔ اس محمدی شیر (یعنی ابو قتادہ) نے خوک شیطان کو دے مارا خنجر لے کر اس کے سینہ پر سوار ہوئے (الخ)

پھر اعلیٰ حضرت بریلوی کی یہ عبارت بھی کئی غلط بیانیوں کا مجموعہ ہے۔ عبدالرحمٰن قاری نہیں بلکہ عبدالرحمن فزاری تھا۔ (2) ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے کسی جنگ میں پھر لڑائی کا وعدہ نہیں ہوا تھا۔ نہ حدیث سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ (3) عبدالرحمن فزاری کے پہلوان ہونے کا ذکر حدیث میں نہیں اور نہ کشتی مانگنے کا ذکر ہے۔ بلکہ حدیث میں یوں ہے کہ حضرت الاخرم اسدی نے عبدالرحمٰن فزاری کے گھوڑے کو قتل کر دیا۔ اور عبدالرحمن نے حضرت الاخرم الاسدی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا اور الاخرم اسدی کے گھوڑے پر سوار ہو کر پھر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے لڑائی ہوئی۔ تو عبدالرحمٰن فزاری نے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو قتل کر دیا اور حضرت ابو قتادہ رضی

اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن کو قتل کردیا۔

(صحیح مسلم و ابوداؤد)

یہ کشتی ایسی نہ تھی کہ حضرت ابو قتادہ نے عبدالرحمن کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور پھر خنجر لے کر سینہ پر سوار ہو گئے جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے سارے واقعہ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث شریف کی مشہور کتابوں سے بھی اعلیٰ حضرت بریلوی ناواقف ہے اور جو آدمی حدیث شریف کے فن کے ناواقف ہے وہ فقیہ نہیں ہو سکتا مجتہد ہونا تو بڑی بات ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں ''محدث ہونا علم کا پہلا زینہ ہے اور مجتہد ہونا آخری منزل ہے۔''

(ملفوظات اعلی حضرت ج2 ص48)

بریلوی عالم فیض احمد اویسی لکھتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ کوئی عالم دین اس وقت تک فقیہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ اسے حدیث میں بہ تمام وکمال عبور نہ ہو کہ فقہ کی تعریف میں یہ حقیقت سموئی ہوئی ہے۔

(امام احمد رضا اور علم حدیث ص6 مرکزی مجلس رضا لاہور)

فیض احمد اویسی لکھتے ہیں: اعلیٰ حضرت کسی دار العلوم یا یونیورسٹی میں داخل نہیں ہوئے بلکہ اپنے گھر پر علوم وفنون حاصل کیے۔

(امام احمد رضا اور علم حدیث ص13)

نیز موصوف لکھتے ہیں: ایک وضعی حدیث کا بیان کرنا جہنم خریدنا ہے۔

(امام احمد رضا ص38)

اعلیٰ حضرت نے توکئی وضع حدیث کو بیان ہے۔

(ماخوذ از اعلیحضرت بریلوی کے حالات وکمالات از حضرت ڈیروی رحمہ اللہ)

اعلیٰ حضرت خود فرماتے ہیں: ''میں ایک بار ایک پیچیدہ حکم بڑی کوشش و جانفشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تفسیر آٹھ ورق جمع کیں جب والد ماجد قدس سرہٗ کے حضور پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرما دیا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے۔

(ملفوظات ج1 ص99)

واقعی اعلیٰ حضرت کے اکثر فتاویٰ رد کرنے کے لائق ہیں۔

ناظرین کرام ہم نے پچیس مثالیں پیش کر دی ہیں جس سے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے فتاویٰ کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے۔

فرقہ بریلویہ
کے
مخصوص عقائد

علم غیب کے متعلق فرقہ بریلویہ کے عقائد

فرقہ بریلویہ کے مناظرِ اعظم مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

اے امت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کسی دیوبندی، وہابی کی اقتدا میں اپنے ایمان کو نہ کھو بیٹھنا یہ عقیدہ نہ بنالینا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ یعنی اگلا پچھلا نہیں ورنہ یادرکھو کملی والے کا دامن ہاتھ سے جاتا رہے گا پھر ہاتھ نہ آئے گا آپ کی سفارش سے بھی محروم ہو گے اور وہ تو اس عقیدہ پر اپنے اعمال بھی ضائع کر چکے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھ کر علی الاعلان مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا علم غیب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سکھا دیں اور تم سرے سے آپ کی ذات عالمہ کو اس سے بے خبر کر دو تو تمہارے اس ایمان کو اللہ تعالیٰ قصر دیوبند میں ہی رکھے تاکہ دوسرے لوح بھولے بھالے مسلمانوں کو قصر جہنم میں نہ لے جاؤ۔

(مقیاس حنفیت ص465)

فرقہ بریلویہ کے حکیم الامت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی اوجھانوی بدایونی گجراتی لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اول ہی سے قرآن کے عارف تھے۔ مگر قرآنی احکام نزول سے قبل جاری نہ فرماتے۔ اسی لیے بخاری کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت جبریل نے غارِ حرا میں پہلی بار آکر عرض کیا اِقْرَاْ آپ پڑھیے یہ نہ عرض کیا کہ فلاں آیت پڑھیے اور پڑھو اسی سے کہتے ہیں جو جانتا ہو۔ حضور

علیہ السلام نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِی میں نہیں پڑھنے والا میں تو پڑھانے والا ہوں۔ پڑھ تو پہلے ہی لیا ہے لوح محفوظ میں قرآن ہے اور حضور علیہ السلام کے علم میں پہلے ہی سے ہے۔ آپ ولادت سے پہلے نبی صاحبِ قرآن ہیں۔ بغیر وحی کے نبوت کیسی؟ لہٰذا ماننا ہوگا کہ قبل ولادت ہی قرآن کے عارف ہیں۔ آج بھی بعض بچے حافظ پیدا ہوتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی فرمایا اٰتَانِیَ الْکِتٰبَ رب نے مجھے کتاب دی۔

معلوم ہوا کہ ابھی سے کتاب کو جانتے ہیں۔ بعض پیغمبروں کے لیے فرمایا۔ اٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ہم نے انہیں بچپن ہی سے علم و حکمت دی۔ حضور نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کر کے امت کی شفاعت کی حالانکہ سجدہ اور شفاعت حکم قرآنی ہے۔ حضور غوث پاک نے ماہ رمضان میں ماں کا دودھ نہ پیا۔ یہ بھی حکم قرآنی ہے۔

(جاء الحق ج1 ص137، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ مفتی احمد یار روڈ گجرات)

مولانا غلام فرید ہزاروی گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

علم غیب سے متعلق ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو جمیع مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ از ابتدائے آفرینش تا دخول جنت و نار بلکہ اس بھی بھی کچھ زائد جنت و نار میں داخل ہونے کے حالات و واقعات کا بالتدریج و بواسطہ قرآن کریم علم عطا فرمایا ہے اور اس کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ ہوئی ہے اور حضور علیہ السلام کا علم پاک مندرجاتِ لوح محفوظ و جمیع جزئیات

خمسہ کو بھی شامل ہے اور بایں ہمہ عطا ہونے کی وجہ سے حادث ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی و قدیم غیر متناہی ہے۔

(اثبات علم الغیب ص30)

فرقہ بریلویہ کا یہ عقیدہ غلط ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ادنٰی سے ادنٰی درجے کی اہانت یا معمولی سے معمولی درجے کی اہانت و گستاخی باعث کفر ہی نہیں بلکہ اشد ترین کفر ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الوہیت و خدائی اختیارات و خدائی صفات سونپ کر مسند کن فیکون پر سجا کر آپ کو اللہ کے خزانوں کا مالک، ہر دو عالم کے مختار اور عالم الغیب وغیرہ بتلانا۔ یہ خود صریح ضلالت و گمراہی ہے۔ شان الوہیت میں گستاخی اور کھلا ہوا شرک ہے، جس طرح محبت عیسوی کے پردے میں مسیح کی الوہیت پیدا ہوئی۔ محبت اہل بیت کے نام پر شیعیت نے جنم لیا۔ اسی طرح عشق رسالت کا لبادہ اوڑھ کر مسئلہ علم غیب نبوی پیدا کیا گیا اور قرآن و حدیث سے نا آشنا قوم کے ایمان کو ہلاکت میں ڈال دیا۔ رافضیوں اور شیعوں نے اہل بیت اور اپنے اماموں کے لیے جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ بعد میں ہو گا'' اُس سب کا علم مانا۔ مزیک مالک و مختار بھی جانا بعض بدبختوں نے تو حضرت علی کو خدا کے مرتبے تک پہنچا دیا۔ اسی کا نام انہوں نے محبت اہل بیت رکھا۔

مولوی احمد رضا صاحب بریلوی بن نقی علی نے ان فرقوں کی دیکھا دیکھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ابتداء آفرینش عالم سے لے کر قیامت، محشر، جنت و دوزخ کے داخلے تک تمام ممکن حاضر و غائب چیزوں کا علم یعنی جو کچھ

کچھ ہوا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے ان سب کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا بلکہ اولیاء اللہ کو بھی علم غیب دیا گیا۔

دراصل یہ الفاظ کا الٹ پھیر ہے، الفاظ کا سہارا لے کر اللہ کی توحید اور وحدت پر حملہ کیا گیا ہے۔ دراصل علم غیب بلا شرکت غیر اللہ کی صفت، ملکہ و طاقت ہے یعنی اس کا علم، ادراک، دریافت، مشاہدہ ظاہر باطنی حواس، عقل، کشف و انکشاف کے واسطے نہ ہو بلکہ بنا کسی وسیلے، بنا کسی سبب کے وہ خود اس پر مطلع ہے۔ کیونکہ اللہ محیط الکل ہے۔ اس کا علم کسی وسیلے کا محتاج نہیں، زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس کے علم سے باہر نہیں۔ بخلاف انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام و فرشتوں کو غیب کی اطلاع اللہ کی اطلاع و اظہار سے اور انبیاء علیہم السلام کی اطلاع سے دوسری مخلوق غیب پر مطلع ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ کا حکم ہے۔

{فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ}

(یونس:20)

''کہیے کہ غیب صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔''

{قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ}

(نمل:65)

''کہیے جو بھی آسمان و زمین میں ہیں (جنات، انسان، فرشتے) وہ غیب کا علم نہیں رکھتے مگر اللہ۔''

انبیاء علیہم السلام پر غیب کا اظہار و اطلاع ہوتی ہے، غیب کی عطا نہیں، اللہ بنا شرکت غیر اطلاع دہندہ غیب ہے۔ اس کے بتانے اور ظاہر کرنے سے کسی

کو غیب کی اطلاع ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے تعلیم غیب کو اظہار غیب اور اطلاع غیب کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔ علم غیب سے نہیں، کیوں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے جس میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے:

{وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ}

(لقمان:34)

''اور اللہ جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے۔'' یعنی ہمہ وقت ہر ہر بچہ دانی پر اس کی نظر ہے کہ اس میں کیا ہے، خواہ چیونٹی ہو یا مچھر یا کسی بھی حیوان کی بچہ دانی ہو۔

{اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ}

(رعد:8)

''اللہ کو سب خبر ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر مادہ کے حمل میں ہے اور جو کچھ بچہ دانیوں میں کمی بیشی ہوتی ہے۔''

اگر انسان الٹرا ساؤنڈ ایکسرے وغیرہ ایجاد کر کے یہ دعویٰ کرے کہ رحم میں ہم نے دیکھ لیا ہے۔ ہمیں علم غیب حاصل ہے۔ یہ ایسا ہی دعویٰ خاں صاحب بریلوی کا ہے کہ فلاں ولی نے بتایا اس عورت کے شکم میں لڑکا یا لڑکی ہے یہ علم غیب کی دلیل ہے۔

دراصل علم غیب کا مطلب یہی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ اس کی کوئی چیز بھی کسی بھی آن پوشیدہ نہ رہے۔ یہی معنی قرآن و سنت سے ثابت ہے۔

(5) {وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝}

(الانعام: 59)

''اور اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان کو کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو خشکی میں ہے اور جو کچھ دریاؤں میں ہے اور نہیں گرتا کوئی پتا مگر وہ اُس کو جانتا ہے اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر وہ سب کتاب مبین میں ہیں۔''

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد و بے غائت اخبار غیبیہ سے نوازا۔ بے حد و حساب اسرار و مغیبات کی سیر کرائی مگر آپ عالم الغیب نہیں علم غیب تو اللہ کی صفت ہے۔ قرآن کریم میں کتنی ہی جگہ ہے۔

(6) {عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۝}

(الحشر:22)

''غیب و حاضر کا جاننے والا وہی رحمن ورحیم ہے۔''

(7) {عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ۝}

(الانعام:73)

''غیب و شہود کا جاننے والا وہی حکیم و خبیر ہے۔''

(8) {وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ}

(ھود: 123)

''اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے غیب''

(9) {عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝}

(الرعد: 9)

"غیب و شہود کا جاننے والا سب سے بڑی شان والا ہے۔"

(10) {وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ}

(نحل:77)

"اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کے غیب"

(11) {إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ}

(حجرات:18)

"بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے آسمانوں اور زمین کے غیب۔"

(12) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا ارشاد ہے:

{قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ}

(نمل:65)

"کہیے جو بھی آسمان و زمین میں ہیں (جنات، انسان، فرشتے) وہ غیب کا علم نہیں رکھتے مگر اللہ۔"

(13) {قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ}

(انعام:50)

"تم کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں (میرا یہ دعویٰ نہیں ہے) اور نہ میں غیب کو جانتا ہوں۔"

(14) {فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا إِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝}

(یونس:20)

''تم کہہ دو بے شک غیب تو اللہ کے لیے ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں''

(15) {قُلِ اللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا ۚ لَهٗ غَيۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ}

(کہف:26)

''تم کہہ دو اللہ خوب جانتا ہے وہ (اصحاب کہف) کتنی مدت رہے تمام آسمانوں اور زمینوں کا علم غیب اسی کو ہے۔''

قرآن کریم میں ہے:

(16) {وَمِمَّنۡ حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡاَعۡرَابِ مُنٰفِقُوۡنَ ۛ وَمِنۡ اَهۡلِ الۡمَدِيۡنَةِ ۛ مَرَدُوۡا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ}

(التوبہ:101)

''تمہارے قرب و جوار میں اور کچھ مدینہ والوں میں پکے سرکش منافق ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔''

(17) اصحاب کہف کے بارے میں لوگوں نے بطور امتحان سوال کیا آپ نے فرمایا کل بتادوں گا۔ امید تھی کہ وحی کے ذریعے اللہ بتادے گا، تقریباً اٹھارہ دن تک وحی نہیں آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہیں کہ اللہ کا حکم نازل ہوا۔

{وَلَا تَقُوۡلَنَّ لِشَاۡىۡءٍ اِنِّىۡ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۙ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۖ وَاذۡكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيۡتَ}

(کہف:23،24)

''تم کسی بھی چیز کے بارے میں ہرگز مت کہنا کہ کل کروں گا مگر یہ کہ

اللہ چاہے اور اپنے رب کو یاد کر جب تو بھول جائے۔"

اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی کہ بغیر ان شاء اللہ کے کوئی وعدہ نہ کرو اور اگر کسی وقت بھول بھی جاؤ تو پھر یاد کر کے کہہ لیا کرو۔

معلوم ہوا کہ نہ آپ عالم الغیب تھے نہ آپ کو علم غیب حاصل تھا۔ اور نہ ہی اس بارے میں قدرت و اختیار تھا کہ کیوں کہ نسیان، بھول جانا، عالم الغیب، مالک و مختار کی ضد ہے۔ ناممکن ہے کوئی عالم الغیب ہو، مالک و مختار ہو اور انہیں بھول بھی ہو۔

(18) انبیاء علیہم السلام میں کسی کو بھی علم غیب نہیں دیا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں:

{وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ}

(ھود: 31)

"میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب نہیں جانتا ہوں۔"

(19) ابراہیم علیہ السلام کے پاس فرشتے انسان کی شکل میں آئے اور انہیں سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے یوں جواب دیا: {قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ} "سلام ہو تم پر تم انجان لوگ معلوم ہوتے ہو۔"

اس کے بعد کھانے کے لیے بھنا ہوا بچھڑا پیش کیا۔ لیکن مہمانوں نے کھایا نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے: {اَلَا تَاْكُلُوْنَ} "آپ لوگ کیوں نہیں کھاتے؟" اور مہمانوں کے نہ کھانے کی وجہ سے دل میں خوف زدہ ہوئے۔

مہمان کہنے لگے: ''خوف مت کرو، ہم اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں'' اور ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی بشارت دی۔ آپ کی بیوی وہیں موجود تھیں۔ حیرت سے چلاتی ہوئی بولیں کہ مجھ بوڑھی بانجھ کے بچہ؟

(الذاریات:134)

معلوم ہوا نہ ابراہیم علیہ السلام کو اور نہ آپ کی بیوی کو علم غیب تھا۔ اگر علم غیب ہوتا تو فرشتوں کو پہچاننے میں کوئی مشکل نہ ہوتی۔ نہ آپ بھنا ہوا بچھڑا پیش فرماتے اور نہ کچھ خوف ہوتا اور نہ آپ کی بیوی کو حیرت ہوتی۔

(20) اسی طرح لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے خوبصورت نوعمر لڑکوں کی شکل میں آئے وہ انہیں پہچان بھی نہ سکے۔ قوم کی خصلت وعادت سے واقف تھے۔ ان سے زیادتی کا اندیشہ تھا کہنے لگے:

{قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ}

(ھود:80)

''کاش مجھے قوت ہوتی (میرا زور چلتا) یا کسی مضبوط پائے کی پناہ لیتا (کوئی ناصر و مددگار ہوتا)''

معلوم ہوا لوط علیہ السلام نہ مالک و مختار تھے نہ ہی عالم الغیب۔ اگر ایسا ہوتا تو کیوں اس قدر بے چارگی کا اظہار فرماتے۔

مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں:

جب یعقوب علیہ السلام مصر کے قریب پہنچے... جب آپ کی نظر یوسف علیہ السلام کے لشکر پر پڑی ... فرمایا... اے یہودا کیا یہ فرعونِ مصر ہے

جس کا لشکر اس شوکت و شکوہ سے آرہا ہے؟ ... عرض کیا... نہیں یہ حضور کے فرزند یوسف علیہ السلام ہیں۔''

(خزائن العرفان 357/216)

(21) خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا۔ کچھ عرصہ تکلیف کا احساس رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ستایا گیا۔ سب سے زیادہ ایذائیں دی گئیں لیکن قرآن کریم میں آپ کی زبانی اعلان کرایا۔

{لَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ}

(اعراف:188)

''اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو مجھے کبھی تکلیف نہیں ہوتی اور ہمیشہ راحت رہتی۔''

(22) اس سلسلے میں سب سے زیادہ اہم شہادت اہل بیت، امہات المومنین ازواج المطہرات رضوان اللہ علیہن کی ہے ان سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کون واقف ہوگا کہ آپ غیب جاننے والے تھے کہ نہیں؟

قرآن کریم پارہ نمبر 28 سورہ تحریم میں ایک واقعہ نقل ہے۔

{وَإِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَن بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ}

(التحریم:3)

ترجمہ مولوی احمد رضا صاحب... ''اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے راز کی بات فرمائی۔ پھر جب وہ اس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اسے جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی۔ پھر جب نبی نے اس کی خبر دی۔ بولی

حضور کو کس نے بتایا؟ فرمایا مجھے علم والے خبر دار نے بتایا۔''

واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے ایک راز کی بات کہی۔ اتفاق سے ان بی بی نے وہ بات دوسری بی بی سے بتلا دی۔ اس بات کو اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرمادیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بی بی سے شکایت فرمائی تو وہ کہنے لگیں... قَالَتْ مَنْ اَنْبَاَكَ هٰذَا؟... بولی حضور کو کس نے بتایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ... ''مجھے اللہ علیم وخبیر نے بتلایا ہے۔''

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہوتے تو یہ راز کی بات کیوں بیان فرماتے اور نہ ام المومنین یہ سوال فرماتیں کہ یہ راز کی بات کس نے بتلائی۔ کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتی تھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو عالم الغیب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی راز؛ راز نہیں۔ ہاں وہ اتنا ضرور جانتی تھیں کہ آپ اللہ کی اطلاع پر ہی مطلع ہوتے ہیں۔ لیکن بریلوی فرماتے ہیں کہ آپ کو مَا كَانَ وَ مَا يَكُوْنُ کا علم تھا۔

(23) بخاری شریف کتاب التوحید باب اللہ تعالیٰ کا قول عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا (وہ غیب جاننے والا ہے پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص تم سے کہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں وہ کاذب جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے غیب کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(من حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب)

(24) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کے چچا کے گھر چوری ہوئی جن لوگوں پر چوری کا غالب گمان تھا ان کی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کی یہ لوگ چور ہیں۔ وہ سب لوگ جمع ہو کر حضور کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ قتادہ ہم کو ناحق بدنام کرتے ہیں۔ یہ کام ہر گز ہمارا نہیں ہے اور پوری صفائی پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتادہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ قتادہ تم نے ناحق غلط طریقے سے لوگوں کو بدنام کیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حضور کی ناراضگی سے مجھے بہت صدمہ ہوا۔ اللہ نے وحی کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر فرما دیا کہ چور واقعی وہی ہیں۔ اس کے بعد سامان بھی برآمد ہوا۔ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو یہ سب کیوں ہوتا؟

(25) بخاری شریف کتاب التمنّی ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اگر میں پہلے ہی سے اپنے کام کے متعلق جان لیتا جو میں نے بعد میں جانا... "قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت"

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو استقبلت من امری ما استدبرت ما سقت الھدی ولحللت مع الناس حین حلّو

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں پہلے سے اپنے کام کے بارے میں جان لیتا جو بعد میں معلوم ہوا تو میں ہدی (قربانی کا جانور) نہ ہانک لاتا اور لوگوں کے ساتھ احرام سے باہر ہوتا جب وہ لوگ احرام سے باہر ہوئے۔

(26) کتاب التمنّی بخاری شریف حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے یہ روایت اس طرح ہے اور پوری تفصیل کے ساتھ ہے کہ ہم سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں پہلے سے وہ بات جان لیتا جو بعد میں معلوم ہوئی تو میں قربانی کا جانور ساتھ نہ لاتا اور اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں احرام کھول دیتا۔

اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ کا علم ہوتا تو آپ ہرگز یہ نہ فرماتے۔ یا اگر آپ مالک و مختار ہوتے تو کچھ اور ہی حکم ہوتا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ سے تم میں سے زیادہ ڈرنے والا ہوں، سب سے زیادہ سچا اور نیک ہوں اگر میرے پاس قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں احرام نہ کھول دیتا۔ جیسا کہ تم کھولتے ہو اگر مجھے پہلے سے وہ معلوم ہوتا جو بعد میں معلوم ہوا تو میں قربانی کا جانور نہ لاتا۔ بخاری شریف کتاب الاعتصام بالسنہ۔ یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دو سندوں سے مروی ہے۔

(27) بخاری شریف کتاب الجہاد باب العون بالمدد میں حضرت انس سے روایت ہے کہ کچھ قبائلی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ کچھ مبلغین بھیج دیجیے ہم اور ہمارے قبائل ایمان لانے کو تیار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ، اصحاب صفہ انصار میں سے جو قرآن کے حافظ و قاری تھے، ان کو ساتھ کر دیا۔ ان ظالموں نے غداری کی۔ تمام صحابہ کو شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا رنج و غم ہوا۔ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ہم

نے آپ پر اتنا شدید غم کبھی نہیں دیکھا رنج و غم کے آثار تقریباً ایک ماہ تک رہے۔ آپ نے ایک ماہ تک فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھی اور نام لے کر بددعا فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں صدہا واقعات اس طرح کے پیش آئے۔ اگر بریلوی حضرات کے بقول حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک و مختار، عالم الغیب ہوتے تو اس طرح کے واقعات کیوں پیش آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں تکلیفات پیش آئیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ کہو

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ

(اعراف:188)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ تم کہہ دو کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا مالک و مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے۔ اگر میں غیب کی باتیں جاننے والا ہوتا تو میں بہت بھلائی منافع حاصل کر لیتا اور کوئی برائی نہیں لگتی۔ میں تو محض خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں۔

(28) قرآن کریم میں دس بارہ جگہ سے زیادہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ قیامت کے واقع ہونے کا علم وہ کب آئے گی؟ اللہ نے اس علم کو اپنے لیے خاص کر رکھا ہے بلکہ چھپا رکھا ہے نہ کسی مقرب سے مقرب فرشتے کو نہ

کسی نبی اور نہ رسول کو نہ کسی ولی کو معلوم ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ قرآن کریم میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

{يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَأْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ}

(اعراف:187)

''تم سے یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب واقع ہو گی؟ تم کہو اُس کا علم تو صرف میرے رب کے پاس ہے اُسے اللہ اُس کے وقت پر ظاہر کرے گا، آسمان و زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہو گا تم پر وہ اچانک آئے گی۔ وہ لوگ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں کہ گویا تم اُس پر خوب تحقیق کر چکے ہو کہہ دو کہ اُس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

(29) {يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا}

(احزاب: 63)

''لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں تم کہہ دو کہ اس کی خبر اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید وہ گھڑی پاس ہو۔''

(30) {وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ}

(ملک:26، 27)

''یعنی جس قیامت کا تم بار بار وعدہ کرتے ہو اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ

کب ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ یہ کہہ دو بے شک (قیامت کا) علم تو اللہ کے پاس ہے۔''

(31) {وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ}

(یونس:48، 49)

''وہ لوگ کہتے ہیں یہ وعدہ کب ہے، اگر تم سچے ہو، تم کہہ دو کہ میں تو اپنے برے بھلے کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے۔''

(32) {وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ۔}

(بنی اسرائیل: 51)

''وہ مشرک سر مٹکا مٹکا کر کہیں گے یہ کب ہو گا؟ تم کہہ دو شاید یہ قریب ہو۔''

(33) {اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ}

(حم سجدہ:47)

''قیامت کا علم اللہ کے حوالے ہے۔''

(34) {وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ}

(زخرف:85)

''اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف جانا ہے۔''

(کنز الایمان)

(35) {اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ}

(لقمان:34)

''اللہ کے پاس ہے قیامت کی خبر، وہ بارش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بچہ دانیوں میں کیا ہے اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبر دار ہے۔''

(36) {اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا}

(طٰہٰ:15)

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت آنے والی ہے میں اس کی پوشیدہ رکھوں گا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم یہ وہ صحابہ کرام ہیں جنہوں نے براہ راست قرآن، صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا۔ ان حضرات کی تفسیر و قرأت ہی اصل ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت کو اس طرح پڑھا۔

ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا من نفسی...

''قیامت آنے والی ہے اگر ممکن ہوتا تو میں اس کو اپنے نفس سے بھی چھپالیتا یعنی اس نے قیامت کے علم کو اس قدر پوشیدہ رکھا ہے کہ اگر ممکن ہوتا تو وہ اس کو اپنے سے بھی چھپالیتا۔

(درمنثور ج4 ص98، ابن کثیر ج6 ص239، جامع البیان 259، ابن کثیر ج6 ص229)

(37) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا یقول لا اظھر علیھا احدًا غیری... قیامت آنے والی ہے میں اپنے علاوہ کسی کو اس کی اطلاع نہ دوں گا۔''

(تفسیر ابن جریر ج6 ص98، در منثور ج4 ص296، ابن کثیر ج6 ص229)

(38) بخاری شریف حدیث جبریل و مسلم شریف... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایمان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، آخرت پر اللہ کے ملنے پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت میں اٹھنے پر ایمان لاؤ۔

پھر اس شخص نے کہا اسلام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔

اس شخص نے کہا احسان کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ پس اگر تم اسے نہ دیکھو تو یہ خیال رہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

پھر اس شخص نے کہا کہ قیامت کب ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما المسؤل عنها باعلم من السائل جس سے یہ بات پوچھی جارہی ہے (وہ خود) سائل سے زیادہ اس کو نہیں جانتا یعنی نہ جاننے میں دونوں برابر ہیں اور میں اس کی علامتیں بتائے دیتا ہوں۔ جب لونڈی اپنے آقا کو جنے اور جب اونٹ چرانے والے بڑی عمارتوں میں رہنے لگیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے اور قیامت کا علم تو ان پانچ چیزوں میں سے ہے کہ جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

{إِنَّ اللّٰهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ}

''بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کی علم، وہ بارش کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ بچہ دانیوں میں کیا ہے اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا اور کوئی جاندار نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا اور خبردار ہے۔''

راوی حدیث ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں کو ایمان سے بتلایا۔ لیکن یہ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم تھا کہ وہ کب واقع ہو گی؟

مولوی نعیم الدین صاحب ان آیات کے تحت لکھتے ہیں کہ بعض مشائخ اس طرف گئے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے وقت کو جانتے تھے۔ اللہ کے بتائے سے۔

(الکلمۃ العلیا، مولوی نعیم الدین مراد آبادی ص118)

مفتی احمد یار خاں صاحب نے ان تمام آیات قرآنی کو پیش کر کے توجیہ توجیہ لکھ کر قرآن کے ساتھ بے انتہا رکیک حرکت کی ہے۔ وہ صحابہ کرام جنہوں نے براہ راست خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آیات اور ان کی تفسیر سنی ہے۔ ان سے ایک بھی حدیث کا حوالہ نہیں دیا اور دے بھی نہیں سکتے۔ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو ''علم غیب تو ولادت سے پہلے ہی عطا ہو چکا تھا۔''

(جاء الحق احمد یار خاں ص118)

یہی خاں صاحب ما المسؤل عنها باعلم من السائل کا مطلب بیان کرتے ہیں۔ ''اے جبرائیل اس مسئلے میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے، مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی۔ اس مجمع میں یہ پوچھ کر راز ظاہر کرنا مناسب نہیں۔''

(جاء الحق احمد یار خاں ص98)

مفتی صاحب کے اس جواب سے یہ بات لازم آتی ہے کہ دراصل بات یہ تھی نعوذ باللہ بے چارے جبرئیل سے غلطی ہو گئی کہ ناحق یہ پوچھ بیٹھے کہ قیامت کب ہو گی؟ ثم نعوذ باللہ یا یہ بات تھی کہ وہ بنا اللہ کی مرضی کے خود آ گئے اور یہ سوال کر بیٹھے۔ اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ان کور چشموں کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث جبرئیل میں فرمایا: ھٰذا جبرئیل جاء یعلم الناس دینھم... ''یہ جبرئیل لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔'' دین چھپانے نہیں آئے تھے۔

اور جگہ بھی یہی مولوی احمد یار خاں اوجھانوی علم غیب کے ثبوت میں لکھتے ہیں۔

بگفت احوال ما برق جہاں است
دم پیدا و دیگر نہا است
گہے بر طارم اعلیٰ نشینم!
گہے بر بشت پائے خود نہ بینم

فرمایا کہ ہمارا حال بجلی کی تڑپ کی طرح ہے کبھی ظاہر کبھی چھپا ہوا''

(جاء الحق علم غیب پر اعتراض ص112)

مفتی صاحب اس شعر کے آخری مصرعے کو گول کر گئے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ یعقوب علیہ السلام اپنا حال بیان کرتے ہیں کہ ہمارا حال بجلی کے مانند ہے جو کبھی ظاہر تو کبھی پوشیدہ۔اسی طرح کبھی ہم علم کی بلندیوں پر پہنچ جاتے ہیں اور کبھی بے خبری کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے پیر کے پیچھے بھی نہیں دیکھ پاتے۔“ یہ بے چارے اس کا ترجمہ کیا کرتے؟ شیخ سعدی خود فرماتے ہیں:

علم غیب کس نمی داند بجز پروردگار

ہر کسے گوید کہ میدانم ازاو باد مدار

مصطفی ہر گز نہ گفتے تا نہ گفتے جبرئیل

جبرئیلش ہم نہ گفتے تا نہ گفتے کردگار

یعنی اللہ رب العالمین کے علاوہ علم غیب کوئی نہیں جانتا اور جو شخص یہ کہے کہ میں جانتا ہوں اس کا یقین مت کر۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہیں فرماتے جب تک جبرئیل نہ فرماتے تھے اور جبرئیل بھی بنا حکم خداوندی ہر گز کچھ نہیں کہتے تھے۔

سورہ حج کی آیت:

{يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَى وَمَا هُمْ بِسُكَارَى}

(حج:1،2)

اے لوگو اللہ سے ڈرو! بے شک قیامت کا زلزلہ بڑی سخت چیز ہے۔ جس دن تم

دیکھو گے دودھ پلانے والی دودھ پیتے بچوں کو بھول جائے گی ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور تو لوگوں کو دیکھے گا نشے میں حالانکہ وہ نشے میں نہ ہوں گے۔''

یہ آیت بریلویوں کے ''مفروضہ علم غیب'' کے خلاف ہے۔ان بریلویوں نے عوام کو دھوکا دینے کے لیے عطائی کا گورکھ دھندہ بنایا۔اپنے جلسوں میں علم غیب کے نعرے، کتابوں میں عطائی عطائی کی رٹ، بریلوی حضرات بتلائیں ذات خداوندی کے علاوہ کوئی بھی ایسی چیز ہے۔ جو عطائی نہ ہو، چاند سورج، ستارے، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، اس کا ہر ذرہ، غرض دنیا و مافیہا کیا عطائی نہیں؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف علم غیب ہی عطائی ملا؟ آپ خود اور آپ کی کون سی چیز عطائی نہیں ہے، جسم و جان، علم واخلاق، صبر و رضا، شکر و وفا، ایثار افعال، رفعت وعزت، منصب، سخاوت، شجاعت، قناعت، عبادت، نبوت، ورسالت شفاعت... کیا یہ سب آپ کی ذاتی صفات ہیں؟ یہ عطائے الٰہی نہیں ہیں؟ قرآن کریم نے جب صاف صاف علم غیب کے عنوان ہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نہیں رکھا اور صاف صاف اس کی نفی کر دی تو پھر اس عنوان کو آپ کے لیے ثابت کرنا انتہائی درجے کی گستاخی ہے۔خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شفاعت کبریٰ کے وقت مقام محمود پر میں اللہ کی ایسی حمد بیان کروں گا۔نہ کسی نے اب تک ایسی حمد بیان کی ہو گی اور نہ آئندہ کوئی حمد کر سکے گا۔ اور وہ اس قت بھی میرے علم میں نہیں۔ ۔اسی طرح آپ نے یہ بھی فرمایا ''لوگوں کی کمزوریاں میرے سامنے لا کر مت رکھو میں چاہتا ہوں کہ تم سب سے ٹھنڈے سینے سے رخصت ہوں۔''

حاضر و ناظر کے متعلق فرقہ بریلویہ کے عقائد

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں۔ خدائے تعالیٰ جگہ اور مکان سے پاک ہے۔

(جاء الحق حصہ اول ص161)

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

خدا کو ہر جگہ ماننا بے دینی ہے۔ ہر جگہ میں ہونا تو رسولِ خدا ہی کی شان ہو سکتی ہے۔

(جاء الحق حصہ اول ص162)

مولانا احمد سعید کاظمی ملتانی لکھتے ہیں:

کوئی مقام اور کوئی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں۔

(تسکین الخواطر فی مسئلۃ الحاضر و الناظر ص85)

مولانا احمد سعید کاظمی مزید لکھتے ہیں:

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور نور نبوت سے یہ امر بعید نہیں کہ آنِ واحد میں مشرق و مغرب، جنوب و شمال، تحت و فوق، تمام جہاں و امکنہ بعیدہ متعددہ میں سرکار اپنے وجود مقدس بعینہٖ یا جسم اقدس مثالی کے ساتھ تشریف فرما کر اپنے مقربین کو اپنے جمال کی زیارت اور نگاہ کرم کی رحمت و برکت سے سرفراز فرمائیں۔

(تسکین الخواطر ص18)

اسلام میں عقائد کا معاملہ بہت اہم اور نازک ہے، عملوں میں کمزوری کی چھوٹ فضل الٰہی سے مل سکتی ہے مگر عقائد میں غلطی اور سہل انگاری لائق در گزر نہیں۔ عقائد کی جنگ میں ان کمزور قیاسات اور غلط مقدمات سے نہیں جیتی جا سکتی جو بریلویوں نے اس سلسلہ میں قائم کر رکھے ہیں۔ ان کے لیے قرآن کریم کے دلائل قطعیہ کی ضرورت ہے اور وہ بریلویوں کے ہاں یکسر مفقود ہیں۔ بدعات میں ان کے پہلے امام مولانا عبدالسمیع رام پوری ہوئے ہیں۔ یہ مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو ہیں اور خان صاحب انہیں اپنا بڑا بھائی کہتے تھے۔

مولانا عبدالسمیع رام پوری عقیدہ حاضر وناظر کے ثبوت میں لکھتے ہیں:

چاند سورج ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ زمین پر شیطان موجود ہے اور ملک الموت ہر جگہ موجود ہے تو یہ صفت (یعنی ہر جگہ ہونا) خدا کی کہاں ہوئی اور تماشا یہ کہ اصحاب محفل میلاد (بریلوی حضرات) تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ کا نہیں دعویٰ کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک و کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

(انوار ساطعہ ص52، 53)

یہ ساری محنت کس لیے ہو رہی ہے کہ خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی کسی طرح نفی کی جا سکے۔ ہر جگہ موجود ہونا شیطان، ملک الموت اور انبیاء کرام کی صفت قرار دی جائے۔ مولانا عبدالسمیع نے تو ابلیس کو ہی ہر جگہ حاضر و ناظر مانا تھا۔ مولانا احمد رضا خاں نے تو کرشن کنہیا کو بھی سینکڑوں جگہ موجود اور

حاضر مان لیا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کسی نے عرض کی حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمایا لیا ہے یہ کیونکر ہو سکے گا۔ شیخ نے فرمایا کہ کرشن کنہیا کافر تھااور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔

(دیکھئے ملفوظات حصہ اول ص119 خلاصہ)

مولانا عبدالسمیع صاحب نے خدا کے ہر جگہ موجود ہونے کی نفی کی ہے۔ ان سے اچھے تو مولانا دیدار علی الوری ہی رہے جنہوں نے رب العزت کے حظور و نظور کو تسلیم کرتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح حاضر و ناظر ہونے کی صاف لفظوں میں نفی کی۔

مولانادیدار علی لکھتے ہیں:

لفظ حاضر ناظر سے اگر حضور و نظور بالذات مثل حضور و نظور باری تعالیٰ ہر وقت و لحظہ مراد ہے تو یہ عقیدہ محض غلط و مفضی الی الشرک ہے... یہ عقیدہ کسی جاہل واجہل کا بھی نہ ہو گا۔

(رسول القیام ص105)

کاش کہ مولانا عبدالسمیع ابلیس کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے اور خدا کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا انکار کرنے سے سے پہلے قرآن کریم کی ان آیات کو پڑھ لیتے۔

{اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَا اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ اَیْنَ مَا کَانُوْا}

(پ28، المجادلہ 7:)

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

زمین میں جہاں کہیں تین شخصوں کی سر گوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے کم اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں'' (ترجمہ احمد رضا)

{ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا}

(پ10، التوبہ آیت:40)

''صرف دو جان تھے جب وہ غار میں تھے جب اپنے ساتھی سے آپ کہتے غم نہ کر بے شک اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔''

سوچو یہ بھی کوئی دین ہے ابلیس کو ہر جگہ موجود ماننا، کرشن کنہیا کو کئی سو جگہ پر حاضر و ناظر ماننا اور خدا اسے حاضر و ناظر ہونے کی نفی کرنا۔

سوال:

اکابر علمائے اہل السنت والجماعت میں سے کسی نے اللہ رب العزت کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کیا ہے؟

جواب:

(1)سید علی ہجویری فرماتے ہیں: طالب حق کو چاہیے کہ اپنے ہر کام میں باری تعالیٰ کو شاہد و ناظر سمجھے۔

(کشف المحجوب ص70 ضیاء القرآن)

(2) شیخ جیلانی لکھتے ہیں: یا حاضرا عندی

(الفتح الربانی مجلس نمبر25)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

واذاقال سبحانك اللهم ....الخ. علم انه يخاطب من هوسامع منه مقبل عليه ناظر اليه.

(غنیۃ الطالبین ج2 ص192 قدیمی)

(3) امام غزالی فرماتے ہیں: ومیداند کہ ناظر است بوے ہمہ اطراف۔
(کیمیائے سعادت ص63)

(4) شیخ عبدالقدوس گنگوہی فرماتے ہیں: حق تعالی حاضر ہے غیب نہیں
(مکتوبات قدوسیہ اردو ص731)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اس باب میں کہ انسان خدا سے ڈرتا ہے اس سے شرم کرے اور گناہوں پر جری نہ ہو لکھتے ہیں: حق تعالیٰ بر احوال جزوی و کلی او مطلع است از حاضر و ناظر شرم باید کرد۔

(مکتوبات دفتر اول ص100)

بدانکہ حق تعالیٰ حاضر است غائب نہ

(مکتوبات قدوسیہ ص129)

اللہ تعالیٰ کے ہر جگہ موجود ہونے کی حقیقت اور کنہ کو ہم پا نہیں سکتے اتنا جانتے ہیں کہ وہ اپنے علم محیط سے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ بریلویوں نے جب یہ لفظ (حاضر و ناظر) انبیاء اور اولیاء کے لیے استعمال کرنا شروع کیا تو سننے والوں کا ذہن اس سے اسی طرف مائل ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ انبیاء و اولیاء سے بھی کوئی چیز قریب و بعید کے فاصلے پر نہیں۔ وہ بھی ہر جگہ کی ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔ کوئی چیز ان سے دور نہیں۔ بریلوی عوام آج اسی عقیدے سے انبیاء و اولیاء کو ہر جگہ ہر آن حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ ان کے علماء اپنے ہاں کوئی تاویل کر لیں تو کر لیں۔ لیکن

جہاں تک عوام کا تعلق ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں جس طرح خدا کو اور ظاہر ہے کہ یہ صریح شرک ہے اور بقول مولانا دیدار علی اس کا قائل سوائے جاہل واجہل کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔

مولانا عبدالسمیع رامپوری نے اس شرکیہ عقیدے سے ان لفظوں میں کنارہ کشی کی ہے۔

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی ہر جگہ پاک و ناپاک مجالس مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نہیں کرتے... ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک و کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

(انوار ساطعہ ص53)

اس عبارت میں یہ چار باتیں غور طلب ہیں:

1... یہ اہل بدعت اس وقت تک اہل السنت والجماعت سے موسوم نہ تھے انہیں اصحاب محفل میلاد کہا جاتا تھا اور اہل السنت والجماعت علمائے حق کو ہی سمجھا جاتا تھا۔ زمانے کا انقلاب ہے کہ اب ان لوگوں نے بھی اپنے آپ کو اہل السنت کہنا شروع کر دیا ہے۔ سنت کہاں اور بدعت کہاں بھلا اہل بدعت بھی کہیں اہل سنت ہو سکتے ہیں۔

2... ان اہل بدعت کا دعویٰ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہونے کا نہ تھا۔ وہ زمین کی ناپاک جگہوں اور اہل کفر کی مجلسوں اور محفلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ مانتے تھے۔ اسے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی جانتے تھے مگر افسوس کہ اب بریلوی لوگ اس حد کے بھی پابند نہیں رہے۔اور وہ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھتے ہیں۔ جیسے اللہ رب العزت کو۔

3... بریلویوں کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جگہ موجود ہونا کمالات رسالت میں سے نہیں ورنہ وہ ابلیس کو ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر نہ مانتے۔

4... بریلوی عقائد میں شیطان کو جو ہر جگہ پاک و ناپاک اور کفر و غیر کفر میں حاضر و ناظر ہونے کی جو وسعت حاصل ہے وہ (معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں اور اس میں ابلیس اور ملک الموت دونوں آپ سے بڑھ گئے۔(استغفر اللہ العظیم)

بریلویوں کے عقیدہ حاضر وناظر کی علمی تنقیح:

علامہ خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لکھتے ہیں:

ایک دفعہ گلاسگو میں جمعیت علمائے برطانیہ کی مرکزی کانفرنس تھی مقامی بریلوی علماء اہل سنت کے اس اجتماع سے بہت الرجک تھے، انہوں نے دو انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کو ہماری جائے قیام پر بھیجا تاکہ وہ ہم سے کچھ عقائد کی باتیں پوچھیں اور اگر اختلاف ظاہر ہو تو علماء حق کو بدنام کیا جاسکے... ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر پہل کر دی۔

سوال: کیا آپ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں؟

جواب: حاضر و ناظر تو آپ بھی ہیں کیا آپ یہاں موجود نہیں؟ موجود کو کہتے ہیں حاضر اور کیا آپ دیکھ نہیں رہے نابینا ہیں؟ نہیں تو آپ ناظر بھی ہوئے۔ تو

جب آپ موجود بھی ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں تو حاضر و ناظر ہوئے۔اس نوجوان نے سر ہلا دیا اور پھر سوال کیا:

سوال: میں تو صرف یہیں حاضر و ناظر ہوں ہر جگہ تو حاضر و ناظر نہیں ہوں.. حضور پیغمبر اسلام علیہ السلام کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

سوال بر سوال: تم اس وقت کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو یا اس وقت کے بارے میں جب آپ دنیا میں تشریف فرما تھے؟

جواب طالب علم: پہلے اِس وقت کے بارے میں بتائیں اور پھر اُس وقت کے بارے میں۔

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا میں موجود تھے تو بے شک حاضر و ناظر تھے۔آپ اپنی مجالس میں موجود بھی ہوتے اور حاضرین کو دیکھتے بھی تھے۔تو حاضر بھی ہوئے اور ناظر بھی۔ لیکن اس وقت بھی آپ ہر جگہ موجود نہ ہوتے تھے جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے تو مدینہ منورہ میں نہ تھے اور جب معراج کی رات آسمانوں پر تھے تو زمین پر نہ تھے جب آپ مسجد میں ہوتے تو گھر نہ ہوتے تھے۔

طالب علم: اور اب وفات کے بعد؟

جواب: اب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک جگہ پر موجود ہیں جیسا کہ اس دنیا میں ہوتا تھا اور وہ جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ انور ہے جو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں بالذات موجود

ہیں اور حاضرین کا صلوٰۃ و سلام سنتے ہیں۔

سوال طالب علم: کلمہ شریف کا ترجمہ کیا ہے؟

جواب: ایک خدا کے سوائی کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: آپ اللہ کے رسول ہیں یا اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ اللہ کے رسول ہیں۔

سوال: جب آپ اللہ کے رسول ہیں تو پھر آپ ہر جگہ ہوئے یا نہ... ورنہ یہ کہنا بہتر ہے کہ آپ اللہ کے رسول تھے؟

جواب: آپ کی رسالت بے شک ہر جگہ کے لیے ہے اور اسی لیے ہم نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ لیکن آپ خود ایک ہی جگہ پر ہیں۔ رسالت کے ہر جگہ ہونے سے رسول کا ہر جگہ ہونا لازم نہیں آتا۔

سوال: اچھا آپ بتائیں کہ حضور پیغمبر اسلام کیا اس وقت دنیا میں ہر جگہ موجود نہیں؟

سوال بر سوال: اچھا تم بتاؤ تمہارا عقیدہ کیا ہے؟

جواب طالب علم: بے شک حضور ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

سوال بر جواب: جب تم حضور کا لفظ بول رہے ہو اور کہتے ہو کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو تم حضور سے کیا مراد لیتے ہو... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف روح مبارک یا روح و جسد کا مجموعہ یا صرف جسد اطہر تم کس چیز کو ہر وقت ہر جگہ حاضر کہتے ہو... روح کو یا مجموعی ذاتِ اقدس کو؟

جواب طالب علم: یہ تو مجھے میرے بھیجنے والوں نے نہیں بتایا کہ آپ صرف روح

مبارک سے حاضر و ناظر ہیں یا جسدِ پاک سے۔

سوال: جب تم یہ جملہ خود بولتے ہو کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو تم اندازے سے بتاؤ کہ تمہارا بریلویوں کا عقیدہ کیا ہو گا۔ صرف روح سے حاضر و ناظر ہونا یا کہ مجموعی طور پر؟

جواب طالب علم: میرا خیال ہے کہ حضور اپنے جسد اطہر کے ساتھ ہر جگہ حاضر نہیں ہے صرف آپ کی روح مبارک ہر جگہ ہے۔

سوال: تو پھر آپ جسم کے ساتھ حاضر و ناظر نہ ہوئے۔ صرف روح سے۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو؟

جواب طالب علم: مجھے اجازت دیں میں اپنے علماء سے اپنا عقیدہ پوچھ کر آتا ہوں؟

سوال: اگر تمہیں اپنا عقیدہ اب تک معلوم نہیں اور تم اس بات کو بار ہا دہرا چکے ہو کہ حضور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ایسا کہتے ہوئے کچھ تو تمہارا عقیدہ ہوتا ہو گا؟

طالب علم: میں نے کبھی نہیں سوچا ہمارے علماء بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر اور ہم بھی کہتے ہیں حاضر و ناظر۔ لیکن نہ وہ یہ بات کھولتے ہیں نہ ہم کبھی ان سے پوچھتے ہیں۔ لیکن اب میں پوچھ کر آتا ہوں مجھے اجازت دیں۔

(دونوں طالب علم چلے جاتے ہیں اور تقریباً دو گھنٹے کے بعد آتے ہیں۔ وہ طالب علم کہنے لگا ہمارے علماء نے منع کیا ہے کہ ان باتوں میں نہ پڑو۔ ان باتوں کی تفصیل بتانے سے ایمان جاتا رہے گا۔ یہ کبھی نہ سوچو کہ آپ صرف سے روح سے حاضر و ناظر ہیں یا روح اور جسد دونو سے۔ کیا ہم نے پہلے سے آپ لوگوں کو نہیں بتا رکھا کہ ان لوگوں کے پاس نہ جاؤ۔ دیکھو کس طرح انہوں نے تمہیں الجھاؤ میں

ڈال دیا ہے۔ طالب علموں نے کہا اب ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے ہم وعدہ کر کے آئے ہیں کوئی مختصر سا جواب بتا دو۔ انہوں نے ایک جواب بتایا اور وہ طالب علم آ گئے۔)

طالب علم: ہاں تو وہ آپ کا سوال کیا تھا؟

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیا صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں یا روح اقدس اور جسد اطہر کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں اس میں تمہارے علماء کا عقیدہ کیا ہے؟

جواب: ہمارے علماء نے کہا ہے تم اس میں نہ پڑو صرف حاضر و ناظر کہو اور اس کی بحث میں نہ جاؤ۔

سوال: جب تم ایک عقیدہ رکھتے ہو تو اس عقیدے کا کچھ نہ کچھ مفہوم تو آپ کے ذہن میں ہونا چاہیے۔ بغیر سمجھنے کے یہ عقیدہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: جس طرح خدا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ کس طرح حاضر و ناظر ہے اسی طرح سرکار کی بات ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن آپ ہیں حاضر و ناظر۔

جواب الجواب: عزیز محترم! یہ شرک کی ابتداء ہے جب تمہیں مخلوق کی بحث کرتے ہوئے خالق کی مثال لانی پڑے اور کوئی جواب تم سے بن نہ پڑے تو سمجھو شرک کا آغاز ہو گیا۔ خدا بے مثل ذات ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے نہ اس کی ذات اور کنہ کا کسی کو ادراک ہے۔ بخلاف انبیاء کے۔ وہ سب ذاتاً انسان ہیں ان کے اجسام تھے۔ ان کے اجسام لوگوں نے دیکھے۔ انہیں آتے جاتے دیکھا۔ ان کے

نکاح ہوتے دیکھے۔ ان کی اولاد دیکھی۔ وہ غیر مدرک بالکنہ کبھی نہیں قرار دیئے جائیں گے۔ ان کے لیے خدا کی مثال لانا یہی تو وہ غلطی ہے جس میں بریلوی علماء پڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو شرک کا گناہ کبھی نہ بخشا جائے گا جب تم سوال وجواب میں معذور ہو جاؤ اور خدا کی مثال لانے پر آ جاؤ۔ تو سمجھو کہ الحاد کی دہلیز پر آ کھڑے ہوئے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے اب جو تم خدا کی مثال دے رہے ہو کیا یہ شرک نہیں ہے؟

طالب علم: مجھے سمجھ آگئی ہے میں حضور کو حاضر و ناظر ماننے کے لیے خدا کی مثال نہیں دیتا۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف روح مبارک سے حاضر و ناظر ہیں جسم کے ساتھ نہیں جسم آپ کا صرف قبر مبارک میں ہے۔

ہمارا سوال: اچھا آپ یہ بتائیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف روح اقدس سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو کب سے حاضر و ناظر ہیں۔ وفات کے بعد سے؟ یا وفات سے پہلے بھی آپ کی روح مبارک بدن مبارک سے جدا دنیا میں ہر جگہ پھیلی تھی؟ بے شک تمہارے پاس علم نہیں۔ اور تمہارے علماء بھی تمہیں بتاتے نہیں۔ لیکن یہ تمہارا ایک عقیدہ ہے تو اس کا کچھ خاکہ تو تمہارے ذہن میں ہونا چاہیے۔

طالب علم: میرا خیال ہے کہ آپ وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہوئے ہیں وفات سے پہلے آپ کی روح مقدسہ آپ کے بدن میں تھی۔

سوال: اچھا آپ اگر اپنی وفات کے بعد ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا شروع ہوئے تو یہ عقیدہ تمہیں بتایا کس نے؟ آپ کی وفات کے بعد ہونے والی بات تمہیں کیسے

معلوم ہوئی؟ دین تو وہی ہے جو آپ نے اپنی حیات طیبہ ونبویہ میں بیان کیا اور آیت الیوم اکملت لکم دینک اتری اور دین مکمل ہونے کا اعلان ہو گیا۔ اب یہ وفات کے بعد آپ نے کیا عقیدہ ترتیب دے لیا اور تمہیں یہ عقیدہ بتا کون گیا؟

طالب علم: یہ عقیدہ ہمارے بریلوی علماء نے بتایا ہے۔

جواب: علماء کا کام مسئلہ بتانا ہوتا ہے مسئلہ بنانا نہیں ہوتا۔ حضور کی وفات کے بعد جو یہ مسئلہ بنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو اس کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنی یہاں کی زندگی میں ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے؟

طالب علم: ہاں اس سے تو پتہ چلا کہ یہ عقیدہ ہی بالکل بے بنیاد ہے جس میں ہمیں ہمارے مولویوں نے ڈال رکھا ہے۔

دوسرا طالب علم: نہیں اس طرح بات نہیں۔ حضور کی روح مبارک زندگی میں صرف بدن میں نہ تھی بدن سے باہر بھی ہر جگہ پھیلی تھی اور آپ اس وقت بھی حاضر و ناظر تھے۔

سوال: اگر آپ کی روح اقدس دنیا میں ہر جگہ پھیلی تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ دنیا میں اور کوئی چیز موجود نہ ہو کیونکہ جو چیز بھی ہو گی وہ کوئی جگہ لے گی، جگہ گھیرے گی تو ایک جگہ دو چیزیں بیک وقت کیسے ہو سکتی ہیں اگر آپ عالم ارواح میں بھی ہر جگہ موجود تھے تو کیا عالم ارواح میں اور ارواح نہیں تھیں؟ اگر تھیں تو کچھ سوچو ایک جگہ میں بیک وقت دو روحیں کیسے ہو سکتی ہیں۔ ایک چیز کوئی جگہ گھیرے تو دوسری چیز تو وہاں موجود نہیں ہوتی۔

طالب علم نمبر 2: خدا بھی تو ہر جگہ موجود ہے تو اس سے تمام مخلوقات کی نفی ہو گئی؟

طالب علم نمبر 1: نہ نہ... خدا کی مثال نہ دو۔ وہ تو بے مثل ذات ہے۔ اس کی مثال دو تو واقعی شرک ہو جائے گا۔

سوال: اچھا اگر آپ کی روح اقدس شروع سے ہی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو یہ بتائیں کہ حضرت مریم کی والدہ اپنی بیٹی مریم کو بیت المقدس میں رہنے کے لیے چھوڑنے آئیں اور وہاں کے رہنے والے بچی کی پرورش کے لیے آپس میں قرعہ اندازی کرتے تھے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حاضر و ناظر تھے یا نہ؟

طالب علم نمبر 2: کیوں نہیں؟ جب آپ شروع کائنات سے روح مبارک کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہوئے تو وہاں بھی حاضر و ناظر کیوں نہ ہوں گے۔

اس پر ہم نے کہا: لاؤ قرآن کریم میں دیکھیں اس وقت آپ اس موقع پر وہاں موجود تھے یا نہ؟ قرآن کریم کھولا گیا:

وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُونَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُونَ

(پ3، آل عمران آیت44)

”اور آپ اس وقت ان کے سامنے نہ تھے جب وہ اپنے قلم تیرنے کے لیے ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کو اپنی کفالت میں لے اور آپ وہاں نہ تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔

طالب علم نمبر 2: ہو سکتا ہے یہ آیت منسوخ ہو چکی ہو۔ قرآن کریم کی بعض آیتیں ناسخ و منسوخ بھی تو ہیں۔

جواب: نسخ احکام میں ہوتا ہے واقعات اور اخبار میں نہیں۔ حکم دیا جائے کہ یہ کام کرو اور بعد میں کہا جائے کہ اب نہ کرو تو اس میں کوئی تعارض نہیں لیکن خبروں میں تعارض کیسے ہو سکتا ہے کہ کبھی کہا جائے کہ آپ وہاں نہ تھے اور پھر کہا جائے کہ آپ وہاں تھے۔

طالب نمبر 1: تو پھر یہ آیت متشابہات میں سے ہو گی۔ کیا قرآن میں بعض آیتیں متشابہات میں سے نہیں ہیں؟

جواب: یہ آیت واقعات میں سے ہے متشابہات میں سے نہیں اسے امر واقع کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ واقعات میں متشابہات نہیں ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ یوسف نازل ہونے سے پہلے کیا حضرت یوسف کے اس سارے واقعہ کا کس طرح آپ کو آپ کے بھائیوں نے کنویں میں گرایا علم تھا؟ اگر آپ اس وقت بھی ہر آن حضرت یوسف کے ساتھ تھے تو کیا آپ ان کے احوال سے بے خبر رہ سکتے ہیں:

طالب علم نمبر 2: نہیں! آپ یقینا یہ سب واقعات دیکھ رہے تھے۔

جواب: اچھا اب آیئے قرآن کریم میں دیکھیں

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَيۡكَ اَحۡسَنَ الۡقَصَصِ بِمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ وَاِنۡ كُنۡتَ مِنۡ قَبۡلِهٖ لَمِنَ الۡغٰفِلِيۡنَ

(پ12، یوسف آیت3)

(ترجمہ مولانا احمد رضا خان) ''ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لیے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اگرچہ بے شک اس سے پہلے تمہیں خبر نہ تھی۔''

طالب علم: میں تو مطمئن ہو گیا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع سے ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں چلے آ رہے لیکن وفات کے بعد آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہو گئے ہوں تو اسے ماننے میں کیا حرج ہے؟

جواب: اس پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ وفات کے بعد حاضر و ناظر ہوئے تو زندگی میں تو آپ ہر حاضر و ناظر نہ تھے۔ اب یہ وفات کے بعد کا عقیدہ آپ کو کون بتا گیا ہے؟ (اس پر دونوں طالب علم خاموش ہو گئے اور جانے سے پہلے انہوں نے یہ سوال کیا)

سوال: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کو ہر جگہ حاضر اور موجود سمجھتے تھے یا وہیں آپ کو حاضر سمجھتے جہاں آپ موجود ہوتے تھے؟

جواب: جہاں حضور موجود ہوتے وہاں تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر سمجھتے اور جہاں آپ سامنے نہ ہوتے تو وہ (صحابہ کرام) آپ کو حاضر اور موجود نہ سمجھتے تھے۔

سوال: اس پر کوئی حوالہ آپ دکھا سکتے ہیں؟ کسی حنفیوں کی کتاب سے دکھائیں وہابیوں کی کوئی کتاب نہ ہو؟ (اتفاق سے ہمارے پاس حافظ ابو بکر احمد بن علی الجصاص رازی (370ھ) کی کتاب احکام القرآن کی دوسری جلد موجود

تھی۔ ہم نے ان طلبہ کو بمع ان علماء کے جو ہمارے ساتھ تھے اس کے ص 212،
213 سے یہ حوالہ دکھایا۔عن عقبة بن عامر قال جاء خصمان إلى رسول
الله صلى الله عليه وسلم فقال اقض بينهما يا عقبة

(احکام القرآن ج2 ص213)

"عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عقبہ
ان دونوں میں فیصلہ کردو۔"

یہ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو دو شخصوں کے
درمیان فیصلہ کرنے کا امر فرمایا ہے۔ اس صحابی نے تعجب سے کہا کیا آپ کے
سامنے میں فیصلہ کروں یعنی یہ میرے لائق نہیں کہ آپ کی موجودگی میں اس کا
فیصلہ میں کروں۔ میں کس طرح اس کی ہمت کر سکتا ہوں اس کے لیے عقبہ بن
عامر نے جو الفاظ کہے وہ یہ ہیں:

يا رسول الله أقضي بينهما وأنت حاضر

(احکام القرآن ج2 ص213)

(رواہ الجصاص الرازی فی احکام القرآن جلد2 ص213 قال حدثنا
عبد الباقي بن قانع قال حدثنا أسلم بن سهل قال حدثنا محمد بن خالد بن
عبد الله قال حدثنا أبي عن حفص بن سليمان عن كثير بن شنطير عن أبي
العالية عن عقبة بن عامر)

اس سے پتہ چلا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ہر وقت ہر جگہ حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سامنے

ہوں تو وہ سمجھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں حاضر ہیں جب سامنے نہ ہوں تو وہ آپ کو وہاں سے غائب (غیر حاضر) جانتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبل(18ھ) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا اور انہیں عدالتی فیصلوں کی تربیت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مدینہ میں ہونا تھا اور انہوں نے یمن میں آپ کی عدم موجودگی (حاضر و ناظر نہ ہونے) میں فیصلے کرنے تھے۔ اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ذمہ آپ کے سامنے یہ فیصلہ کرنے کا کام لگا۔

فقہاء نے اس سے دو طرح کے اجتہاد کا استدلال کیا ہے:

1... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں فیصلے کرنا۔

2... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے) فیصلہ کرنا۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر وقت ہر جگہ موجود ہونے (حاضر و ناظر ہونے) کا عقیدہ نہ تھا۔ امام جصاص رازی لکھتے ہیں:

فام الحالان اللتان کان یجوز فیھما الاجتھاد فی حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حال غیبتھم عن حضرتہ؟ کما أمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم معاذًا حین بعثہ إلی الیمن... والحال الاخریٰ ان یامرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالاجتھاد بحضرتہ۔

(احکام القرآن ج2 ص213)

''یہ جو دو حالتیں ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں ہوتے ہوئے اجتہاد جائز ہے ان میں ایک حالت وہ ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود نہ ہوں جیسا کہ نبی پاک نے معاذ کو یمن کی طرف بھیجا اور دوسری حالت یہ ہے کہ حضور وہاں حاضر ہوں اور دوسرا اجتہاد کرے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا آپ سے اس طرح عرض کرنا أقضي بينهما وأنت حاضر بتاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے ہوتے تھے اور کبھی ان سے غائب ہوتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت آپ کو غائب سمجھتے تھے حاضر و ناظر نہ سمجھتے تھے۔ جب آپ پاس ہوتے تو ان میں سے کوئی آگے بڑھنے کی ہمت نہ رکھتا جب صحابہ رضی اللہ عنہم آپ سے دور ہوتے تو وہ آپ سے غائب ہوتے اور آپ ان سے غائب ہوتے کیا ہر جگہ حاضر ہونے والا بھی کسی سے غائب ہو سکتا ہے۔

وقد مات من الصحابة خلق كثير وهم غائبون عنه۔

(عینی شرح صحیح بخاری ج8 ص119)

خدا کا شکر ہے کہ طالب علموں کو مسئلہ سمجھ میں آگیا اور انہوں نے اس بریلوی عقیدے کو اچھی طرح سمجھ لیا اور انہوں نے کہا ہمارے مولوی پروپیگنڈے میں اسی وقت تک چل سکتے ہیں کہ عوام اس مسئلہ کو سمجھتے نہیں اور ہمارے علماء جان کر ان کو سمجھاتے نہیں بس ایک تھیٹر کی بھیڑ ہے جو عقیدہ حاضر و ناظر کے نعرے لگا رہی ہے اور اس کا مطلب نہ یہ نعرے لگانے والے سمجھتے ہیں نہ لگوانے والے۔

ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ

طلبہ چلے گئے اور اپنے پیچھے تنقیح مسئلہ کی یہ اچھی تفصیل چھوڑ گئے۔ افادہ عوام کے لیے ہم نے اس پرانی یاد کو اس بحث میں شامل کر لیا ہے۔ اس تنقیح سے اس مسئلہ کا سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

بعض بریلوی علماء کا عقیدہ بھی ہر جگہ حاضر وناظر بالوجود الموجود کا نہیں:

مولانا احمد سعید کاظمی (ملتان) کہا کرتے تھے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجسدہ العنصری ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ آپ حاضر و ناظر بالعلم ہیں کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے ذرے ذرے کا آپ کو علم ہے اور آپ اس کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

یہ اپنی جگہ سے ہر چیز کا مشاہدہ فرمانا اور خود ہر جگہ نہ ہونا اس کو ناظر تو کہا جا سکتا ہے حاضر نہیں۔ اگر آپ خود ہر جگہ موجود نہ ہوں صرف ذرے ذرے کو دیکھ رہے ہوں اسے حاضر و ناظر نہیں کہہ سکتے صرف ناظر کہیں تو یہ اور بات ہے۔

ان کے ایک پیر صاحب نے اس موضوع پر ایک رسالہ تنویر الخواطر لکھا ہے اس میں انہوں نے اپنے اس موقف پر اپنے خیال میں بہت سے دلائل دیئے ہیں ایک دلیل آپ بھی سن لیں۔ موصوف لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ابلیس لعین کے بارے میں ہے:

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

(پ8 الاعراف ص27)

''بے شک ابلیس اور اس کا قبیلہ اس طرح سے تمہیں دیکھتا ہے کہ تم انہیں دیکھ نہیں سکتے۔''

اس کے بعد لکھتے ہیں:

یعنی ابلیس اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے اور اسی طرح سیدنا عزرائیل علیہ السلام کے بارے میں حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ تمام روئے زمین میں ان کے سامنے ایک طشتری کی طرح ہے وہ اپنے مقام سے ہی انسانوں اور حیوانوں کی ارواح قبض کرتے ہیں سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں۔

(تنویر الخواطر ص115)

دیکھئے بریلوی اپنے اس غلط عقیدے میں کس قدر پریشان اور سراسیمہ ہیں کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ ناظر ہونے کا عقیدہ وضع کرتے ہوئے شیطان کی مثال پیش کرنے میں بھی کوئی حجاب نہیں ہوا۔ جب عقل ماری جاتی ہے تو گستاخ لوگ ابلیس اور پیغمبر میں بھی فرق نہیں کر پاتے۔

اس وقت ہم آپ کے ہر جگہ ناظر ہونے پر بحث نہیں کر رہے آپ کے ہر جگہ حاضر ہونے یا نہ ہونے پر گفتگو ہو رہی ہے۔ یہاں صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ بریلوی علماء خود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر اور موجود نہیں مانتے تبھی تو یہ ناظر ہونے کی تاویل اختیار کر رہے ہیں۔ بریلویوں نے حاضر و ناظر کی بات حاضر سے ختم کر کے استدلال کا سارا بوجھ اب ناظر پر ڈال دیا ہے اور ناظر کا معنی یہ ہے کہ آپ اپنی جگہ پر رہتے ہوئے کل کائنات کو دیکھ رہے ہیں۔ بریلوی

بڑی مشکل سے اس مقام پر پہنچے ہیں۔

مگر افسوس کہ صاحب تنویر الخواطر نے انہیں اس عقیدہ پر بھی نہ رہنے دیا۔ مثل مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اور جھوٹے کسی ایک بات پر نہیں جمتے۔ موصوف علماء دیوبند پر برستے ہوئے لکھتے ہیں:

لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے یہ بہتان تراش مارا کہ بریلوی حضرات انبیاء علیہم السلام کو ہر وقت عالم ماکان و مایکون مانتے ہیں۔ حاشا للہ اہل سنت کا ہر گز یہ عقیدہ نہیں۔

(تنویر الخواطر ص21)

جب ہر وقت عالم ماکان و مایکون نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر وقت اور ہر آن ماکان ومایکون کے ناظر بھی نہ ہوں گے اور اس کے حاضر و ناظر بالعلم ہونے کا عقیدہ بھی جاتا رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لیے لفظ غائب کا استعمال:

پہلی حدیث:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے چچا زاد بھائی حضرت مابور تھے مصری رواج کے مطابق ان کا اپنی بہن کے ہاں آنا جانا رہتا۔ منافقین نے اسے کچھ اور رنگ دے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی خیال ہوا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مابور کو قتل کا حکم دے دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر بتایا کہ مابور مرد نہیں اورانہوں نے اسے قتل نہ کیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الشاھد یری ما لا یری الغائب

(مسند امام احمد اسنادہ رجال ثقات البدایہ ج5 ص30)

”جاکر دیکھنے والا وہ چیز دیکھ لیتا ہے جسے غائب نہیں دیکھ رہا ہوتا۔“

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے غائب کا لفظ استعمال کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے شاہد کا جو وہاں گئے تھے اور صورت حال دیکھ آئے تھے۔

فَكَفَّ عَلِيٌّ عَنْهُ ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ لَمَجْبُوبٌ

(صحیح مسلم ج2 ص368)

”پس حضرت علی اس سے رک گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی وہ تو مرد نہیں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہوتے تو اپنی ذات کے لیے کبھی غائب کا لفظ استعمال نہ کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور مجتہد کی نظر علت پر ہوتی ہے وہ علت پر نظر کر کے اگر کبھی خلاف نص کرے تو اسے نص کا مخالف نہ جاننا چاہیے اور جو کچھ ہوا حضور کی زندگی میں ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس خلاف نص اجتہاد پر کچھ توبیخ نہ فرمائی۔

دوسری حدیث:

سلف صالحین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غائب کا لفظ بولنے میں کوئی

پاک نہ سمجھتے تھے۔ جلیل القدر تابعی حضرت سعید بن المسیب (93ھ) روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ فوت ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ میں نہ تھے۔ آپ واپس آئے تو آپ نے اس کی قبر پر پھر سے نماز پڑھی ملا علی قاری اسے ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

وَلِلْوَلِيِّ الْاَعَادَةُ اَوْ كَانَتْ مِنْ خَواصِهِ وَلِقَوْلِ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ أَنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَائِبٌ فَلَمَّا قَدِمَ صَلَّى عَلَيْهَا ... وَقَدْ مَضٰى لِذٰلِكَ شَهْرٌ

(سنن الترمذی، باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر،راوہ البیہقی وقال مرسل صحیح وقد روی موصولا عن ابن عباس والمشہور ہو المرسل وہو مقبول عندنا کما فی شرح النقایۃ ج1 ص136 طبع دیوبند)

"ولی کو جنازہ دوبارہ پڑھنے کا حق حاصل ہے یا آپ کو یہ خصوصی حق حاصل تھا اور حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی روایت بھی ہے کہ جب ام سعد کا انتقال ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود نہ تھے۔ غائب تھے جب آپ آئے تو اس کی قبر پر آئے اور اس پر پھر نماز پڑھی اور اس پر ایک ماہ گزر چکا تھا۔"

تیسری حدیث:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی نماز جنازہ پڑھاتے تو دعا میں کہتے:

اللھُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا، وَصَغِيرِنَا وَ كَبِيرِنَا، وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا

''اے اللہ تو بخش دے ہمارے زندوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ان کو جو ہمارے پاس ہیں اور ان کو جو ہم سے غائب ہیں۔''

اگر کچھ لوگ آپ سے غائب ہوتے تھے جن کے لیے آپ دعا کر رہے ہوتے تھے تو آپ بھی ان سے غائب ہوتے ہوں گے اگر وہ لوگ آپ سے غائب تسلیم کر لیے جائیں تو آپ کو بھی تو ان سے غائب تسلیم کرنا پڑے گا۔

چوتھی حدیث:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ عرفات میں بھی فرمایا تھا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ

(صحیح بخاری ج1 ص19)

''جو یہاں ہمارے پاس حاضر ہے وہ ہماری یہ باتیں ان تک پہنچادے جو ہم سے غائب ہیں۔''

پانچویں حدیث:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے قریب و بعید کے فاصلوں کا برابر لحاظ رکھتے تھے نماز پڑھاتے بھی یہ صورت قائم کرتے کہ بڑی عمر کے اور سنجیدہ لوگ آپ کے قریب کھڑے ہوں۔ اگر آپ کا حضور و مشہود ہر جگہ برابر اور یکساں ہوتا تو آپ شاہد و غائب کے اس فرق کو کبھی اپنے ہاں جگہ نہ دیتے۔ بھلا حاضر و ناظر بھی کبھی اس طرح قریب و بعید کے فاصلوں کا لحاظ کرتا ہے۔ اس قسم کی روایات آپ کو متعدد ملیں گی اور یہ مضمون تواتر کو پہنچا ہوا ہے اب کوئی شخص یہ عقیدہ اختیار کرتا ہے تو اس کا جواب حساب کے دن اس کے ذمہ ہو گا۔

مختار کل کا عقیدہ

فرقہ بریلویہ کے مسئلہ مختار کل کے متعلق عقائد

عقیدہ نمبر 1:

تمام تو قانون کے پابند ہیں مگر قانونِ الٰہی حضور علیہ السلام کے لب پاک کی جنبش کا منتظر کہ جو ان کے منہ سے نکلے وہ رب کا قانون بن جائے۔

(سلطنت مصطفی احمد یار خاں ص28)

عقیدہ نمبر 2:

حضور ساری خدائی کے مالک ہیں۔

(تفسیر القرآن الحکیم، احمد یار خاں حاشیہ نمبر7 ص589)

عقیدہ نمبر 3:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحکم پروردگار کونین کے مالک و مختار ہیں، زمان کے مالک، آسمان کے مالک، اپنے رب کی عطائے جحیم کے مالک، جہاں کے مالک، رب کے احکام کے مالک، انعام کے مالک۔

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا
دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ اختیار میں

(سلطنت مصطفی احمد یار خاں ص14)

عقیدہ نمبر 4:

دنیا و آخرت کی ہر چیز کے مالک حضور ہیں سب کچھ ان سے مانگو، ایمان

مانگو، جنت مانگو، اللہ کی رحمت مانگو۔

(سلطنت مصطفی: احمد یار خاں ص14)

عقیدہ نمبر5:

کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، کوئی نعمت نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے، حضور جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا۔

(الامن والعلی ص 122)

عقیدہ نمبر6:

حضور کارخانہ الٰہی کے مختار کل ہیں... جو چاہیں جسے چاہیں بخش دیں۔

(الامن والعلی ص230)

عقیدہ نمبر7:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نفاذ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل 1 حقیقت عطائیہ تو وہ ضرور مالک جناں بلکہ مالک جہاں ہیں۔ 2ذاتی: لیجیے تو مالک حقیقی کے ماذون مطلق گمراہ بددین وہ جو دونوں شقیں باطل جانے۔

(الامن والعلی ص262)

عقیدہ نمبر8:

اولیائے کرام سیاہ و سفید کے مالک ہوتے ہیں۔

آفتاب وماہتاب پر ان کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے، آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک ان کے نائب، ان کے وارث، ان کے فرزند، ان کے دل بند غوث الثقلین غیث الکونین حضور پر نور سیدنا و مولانا ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر سلام عرض نہ کرے۔ (الامن والعلی ص123)

عقیدہ نمبر 9:

سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں بر ملا زمین سے بلند کرہ ہوا پر مشی فرماتے ہیں۔ ہوا میں چلتے ہیں۔ جب نیا سال، نیا مہینہ، نیا ہفتہ، نیا دن آتا ہے، سورج پہلے مجھے سلام کرتا ہے، ایک ایک گھڑی کے حال کی مجھے خبر کرتا ہے۔

(الامن والعلی ص124)

عقیدہ نمبر 10:

حضور کا رب حضور کی اطاعت کرتا ہے۔

(الامن والعلی ص120)

عقیدہ نمبر 11:

حضور کا رب حضور سے مشورہ کرتا ہے۔

(الامن والعلی ص122)

عقیدہ نمبر 12:

دنیا کیا بلا ہے، آخرت کے کارخانوں کی باگیں ان کے ہاتھ میں۔

(الامن والعلی ص108)

عقیدہ نمبر 13:

اولیائے کرام کے پیش نظر عرش تا تحت الثریٰ ہوتا ہے۔

(ملفوظات ص65)

عقیدہ نمبر 14:

احمد یار خاں بدایونی لکھتے ہیں:

یارسول! میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں اور اے اللہ میں تجھ سے رسول

اللہ کو مانگتا ہوں... اللہ کو بھی پایا مولا تری گلی میں۔

(جاء الحق ص171)

عقیدہ نمبر15:

مولوی احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

اٹھے جو قصر دنی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے

وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کہ نہ کہہ وہ ہی نہ تھے ارے

(حدائق بخشش اول ص144)

تسہیل:

وہاں دو کا تو سوال ہی نہیں وہاں تو بس دونوں ایک ہی تھے۔

عقیدہ نمبر16:

احکام شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد ہیں۔ جو بات چاہیں واجب کر دیں، جو چاہیں ناجائز فرما دیں۔ جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔

(الامن والعلی، مولوی احمد رضا ص151)

عقیدہ نمبر17:

رزق پانا، مدد ملنا، مینہ برسانا، بلا دور ہونا، زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگانی، بندوں کی حاجت رسانی سب اولیاء کے وسیلے اولیاء کی برکت، اولیاء کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے۔

(الامن والعلی ص36)

عقیدہ نمبر 18:

تمام جہاں حضور کے زیر تصرف کر دیا گیا۔ جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام آدمیوں کے مالک ہیں

(بہار شریعت حصہ اول ص22)

عقیدہ نمبر 19:

احکام شریعت حضور کے قبضہ میں کر دیے گئے ہیں جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔

(بہار شریعت ص22)

عقیدہ نمبر 20:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام کے مالک ہیں جس کے لیے جو چاہیں حلال فرمائیں حرام فرمائیں اور جس کے لیے جو چاہیں قرآنی احکام کو بدل دیں۔

(سلطنت مصطفی ص27)

عقیدہ نمبر 21:

حضور کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لیے چاہیں اس کی زندگی میں ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو، جس کے لیے چاہیں بعد موت بھی دروازہ کھول دیں۔

(سلطنت مصطفی ص43)

عقیدہ نمبر 22:

زمین وآسمان کی سب مخلوق حضور کے قبضے میں ہے اور ساری دنیا حضور

کی مٹھی میں ہے۔

(الامن والعلی ص59)

عقیدہ نمبر23:

حضور کارخانہ الٰہی کے مختار کل ہیں۔

(الامن والعلی ص230)

عقیدہ نمبر24:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے فرض فرما دیں۔

(الامن والعلی ص161)

عقیدہ نمبر25:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

(الامن والعلی ص159)

عقیدہ نمبر26:

خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ موکد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا۔

(الامن والعلی ص152)

عقیدہ نمبر27:

حضور ساری زمین اور تمام مخلوق کے مالک ہیں۔

(الامن والعلی ص54)

عقیدہ نمبر 28:

ان ہی تین سو چھپن اولیاء کے ذریعے سے خلق کی حیات، موت، مینہ برسانا، نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔

(الامن والعلی ص26)

عقیدہ نمبر 29:

بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

(ملفوظات اول ص101)

عقیدہ نمبر 30:

مولوی احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبد القادر

(حدائق بخشش اول ص27)

یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی دنیا کے پورے کارخانے کو چلا رہے ہیں۔ کائنات کی تدبیر آپ کے ہی ہاتھ ہے۔

قارئین کرام یہ وہ مشرکانہ عقائد ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ ہم نے نمونہ کے طور پر صرف تیس (30) حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ ان عقائد میں قرآنی آیات کا صاف انکار ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم قرآن کریم کا عقیدہ بیان کرتے ہیں۔ اسے پڑھیں اور دیکھیں کہ بریلویوں کے خود ساختہ عقائد کی عمارت کیسے دلائل پر قائم ہے۔

مسئلہ مختار کل اور قرآن مجید

(1) قرآن کا ارشاد ہے:

{یَا اَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ}

''اے انسانو! تم خدا کے محتاج ہو، اللہ ہی بے نیاز خوبیوں والا ہے۔''

(فاطر:15)

(2) نیز ارشاد ہے:

{وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ}

''اور کسی رسول کی یہ طاقت نہیں کہ کوئی معجزہ بغیر خدا کے حکم کے لا سکے''

(مومن:78)

(3) اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ثبوت میں معجزات عطا فرمائے اور فرمایا:

{قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ}

''رسولوں نے اپنی قوموں سے کہا ہم تو تمہاری طرف انسان ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان کرتا ہے، ہماری یہ حیثیت بھی نہیں کہ بنا حکم خداوندی کوئی معجزہ لائیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

(سورہ ابراہیم)

(4) سورہ رعد میں اللہ کا ارشاد ہے:

{وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ} (رعد: 38)

''کسی رسول کا کام نہیں کہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے''

(ترجمہ مولوی احمد رضا)

(5) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا حکم ہے:

{قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰیٰتُ عِنۡدَ اللّٰہِ}

(انعام: 109)

''ان لوگوں سے کہہ دو کہ معجزات نشانیاں اللہ ہی کے قبضہ واختیار میں ہیں وہ جب چاہتا ہے حسب ضرورت نازل فرماتا ہے۔''

(6) سورہ یونس میں ہے:

{وَیَقُوۡلُوۡنَ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ عَلَیۡہِ اٰیَۃٌ مِّنۡ رَّبِّہٖ فَقُلۡ اِنَّمَا الۡغَیۡبُ لِلّٰہِ فَانۡتَظِرُوۡا اِنِّیۡ مَعَکُمۡ مِّنَ الۡمُنۡتَظِرِیۡنَ}

(یونس: 20)

''لوگ کہتے ہیں کہ معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ آپ کہیے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے، تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔''

(7) ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے:

{حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا جَآءَہُمۡ نَصۡرُنَا}

(یوسف: 110)

''جب پیغمبر مایوس و ناامید ہو گئے اور انہیں گمان ہونے لگا کہ لوگ ہمیں جھٹلائیں کہ ان کے پاس ہماری مدد آ گئی۔''

یعنی جس عذاب کی آمد کی ہم خبر دے رہے ہیں، جس عذاب سے ہم انہیں خوف زدہ کر رہے ہیں اس وعدہ عذاب کو دیر لگی، اللہ جانے کب آئے خود انبیاء علیہم السلام کو اندیشہ ہونے لگا کہ لوگ جھٹلائیں گے۔ ان پر مایوسی طاری ہونے لگی، بس اللہ کا حکم اور اس کی مدد آگئی۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت پر مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ باب قوله اِذَا اسْتَيْاَسَ الرُّسُلُ (اللہ تعالیٰ کا قول یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو گئے)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"قَالَتْ هُمْ أَتْبَاعُ الرُّسُلِ الَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَصَدَّقُوهُمْ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْبَلَاءُ وَاسْتَأْخَرَ عَنْهُمُ النَّصْرُ۔حَتَّى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ مِمَّنْ كَذَّبَهُمْ مِنْ قَوْمِهِمْ وَظَنَّتِ الرُّسُلُ أَنَّ أَتْبَاعَهُمْ قَدْ كَذَّبُوهُمْ جَاءَهُمْ نَصْرُ اللَّهِ عِنْدَ ذَلِكَ"

آپ نے فرمایا: "وہ جن لوگوں نے اللہ کے رسولوں کو مانا اور ان کی تصدیق کی جب ان پر آزمائش و مصیبت طویل ہو گئی اللہ کی مدد میں دیر لگی، حتیٰ کہ رسول بھی اپنی قوم کے جھٹلانے والوں کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو رسولوں کو یہ خیال ہونے لگا کہ اب تو یہ ایمان لانے والے بھی ہمیں جھوٹا خیال کرنے لگیں گے اس وقت اللہ نے اپنی مدد فرمائی۔"

(8) سورہ عنکبوت میں ہے:

کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں کہ آپ کے رب نے معجزات و نشانیاں کیوں نہیں اتاریں۔ آپ کو حکم ہوا قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ "آپ

یوں کہیے کہ بے شک نشانیاں تو اللہ کے قبضہ واختیار میں ہیں، میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔"

(9) حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ:

سورہ یونس میں حضرت یونس علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے:

{وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ}

"اور اگر تمہارا رب چاہتا زمین میں جتنے لوگ ہیں، سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا (اے نبی) تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ سب ایمان لے آویں۔"

(یونس: 99)

(10) ایک اور جگہ ارشاد ہے:

{وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ}

(یونس:100)

"کسی جان کی مجال نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے"

(11) سورہ انعام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح خطاب ہے:

{وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ}

(انعام: 17)

"اور اگر تجھے اللہ کوئی برائی پہنچائے تو اس کے سوا اس کا دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ہر چیز پر

قادر ہے'' (ترجمہ مولوی احمد رضا)

(12) سورہ اعراف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا اس طرح حکم ہے:

{قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ}

(اعراف: 188)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں اپنی جان کے نفع و نقصان کا مالک (مختار) نہیں مگر اتنا ہی جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جان لیا کرتا تو میں بہت سے منافع اور بھلائی حاصل کر لیتا اور مجھے کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچتا میں تو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان والے ہیں۔''

(13) کفار مکہ کو جواب:

کفار مکہ نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ نبی ہیں تو آپ ہم پر جلد سے جلد وہ عذاب نازل کراؤ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو۔ آپ کو حکم ہوا کہ یہ کہو

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

(انعام: 58)

''آپ کہہ دیجیے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم جلدی تقاضہ کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔''

مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ

(انعام: 57)

''میرے پاس نہیں جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ نہیں حکم صرف اللہ

کا۔" (ترجمہ احمد رضا)

(14) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا ﴿۱۷﴾

(کہف: 17)

"جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پا تا ہے اور جس کو وہ گمراہ کرے تو آپ کو بھی اس کا کوئی حمایتی اور مددگار ہر گز نہ ملے گا۔"

یعنی جسے اللہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔"

(15) سورہ توبہ میں ہے:

یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡهُمۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ

(توبہ: 96)

"منافقین قسمیں کھاتے ہیں کہ آپ ان سے راضی ہو جاؤ پس اگر تم ان سے راضی بھی ہو گئے تو بے شک اللہ ان فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہو گا یعنی اگر آپ ان کی قسموں کا بھی اعتبار کر لیں ان کے عذر قبول کر لیں اس کے باوجود بھی اللہ ان سے راضی نہیں ہو گا۔"

(16) سورہ یوسف آیت نمبر 67 میں ہے:

یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا:

"اے میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے سے مت داخل ہونا بلکہ

علیحدہ علیحدہ دروازوں سے شہر میں داخل ہونا۔ اور وجہ یہ بیان کی کہ:

وَمَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ

''میں خدا کے حکم کو تم پر سے کچھ ٹال نہیں سکتا، حکم تو صرف اللہ ہی کا ہے، میں نے تو اسی پر بھروسہ کیا ہے اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔''

وہ نبی زادے یعقوب علیہ السلام کے حکم کے مطابق مصر میں داخل ہوئے لیکن علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونا ان کے کچھ کام نہ آیا اور جو بات ہونی تھی تو وہ ہو کر رہی اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ حکم تو بس اللہ کا ہے اس کا فیصلہ اٹل ہے اس میں کسی کو دخل نہیں، اللہ کا بنایا ہوا مقدر نبی کی تدبیر سے بھی نہیں ٹالا جا سکتا۔

(17)ایک اور جگہ یوں ارشاد ہے:

قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَاءَ کُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنِ اھْتَدٰی فَاِنَّمَا یَھْتَدِیْ لِنَفْسِہٖ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا وَمَا اَنَا عَلَیْکُمْ بِوَکِیْلٍ۔

(یونس: 108)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ لوگوں سے کہیے کہ اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے حق (دین) پہنچ چکا ہے۔ پس جس نے ہدایت پائی اس نے اپنے لیے ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا اس کی گمراہی اسی پر پڑے گی اور میں تمہارے اوپر ذمہ دار نہیں۔

(18) دوسری جگہ قرآن کریم میں ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (بقرہ:272)

یعنی ان یہود کو سیدھے راستے اور ایمان پر لانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ نہیں۔ہاں اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

(19) سورہ نحل نمبر 27 میں ہے:

اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدَاهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ

اگر تم ان کے راہ راست پر آنے کی تمنا کرتے ہو اور بقول مولوی احمد رضا اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو بے شک اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جسے وہ گمراہ کرے۔

(کنز الایمان 292)

یعنی ایسے لوگوں کی ہدایت کی تمنا کرنا بے سود ہے۔ خصوصاً بریلویوں کے علم غیب کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان ازلی وابدی بدبختوں کو جانتے ہوئے بھی حرص وتمنا فرماتے ہیں کہ یہ راہ راست پر آجائیں گے۔(نعوذ باللہ)

(20) سورہ انعام(آیت 35) میں ارشاد ہے:

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ وَّلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجَاهِلِيْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ اگر ان مشرکوں کا تم سے منہ پھیرنا تم کو شاق گزرے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرلو

یا آسمان میں کوئی زینہ، پھر کوئی معجزہ نشانی لے آؤ۔ اگر اللہ کو منظور ہو تو سب کو ہدایت پر کر دے۔ پس ہر گز نہ ہو، نادانوں میں سے۔ مقصد یہ ہے کہ ایمان و ہدایت دینا ہمارا کام ہے۔ ان کے ایمان نہ لانے پر ہر گز رنج و غم نہ کرو۔ ان کے ایمان لانے کی امید چھوڑ دو۔

(21)ایک اور دلیل:

بلکہ اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے دین کے بارے میں کسی بھی طرح کی سودے بازی کا خفیف سے خفیف تر پس و پیش یا وسوسہ بھی گوارا نہیں۔

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۔ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا

(الاسرائ:74، 75)

"اور اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے اور ایسا ہوتا تو ہم تم کو دونی عمر اور دو چند موت کا مزہ دیتے۔ (ترجمہ احمد رضا)

بقول احمد رضا کے اللہ نے آپ کو ثابت قدم رکھا۔ کفار کی طرف آپ کا تھوڑا سا جھکنا بھی گوارا نہیں اگر آپ نے ایسا کیا تو آپ کو دوگنا عذاب ہو گا۔ آپ کو کوئی بچانے والا بھی نہ ملے گا۔

(22)سورہ اعراف میں ہے:

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى

اِلَیَّ مِن رَّبِّیۚ

(الاعراف:203)

اور جب کوئی معجزہ نشانی آپ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو لوگ کہتے ہیں کہ آپ معجزہ کیوں نہیں لائے آپ کو حکم ہوا کہ یہ میرا رب میری طرف جو وحی کرتا ہے میں تو صرف اسی کی پیروی کرتا ہوں۔

(23) حضرت ابو طالب کا واقعہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش تھی کہ میرے چچا ابو طالب ایمان لے آئیں آپ نے بہت کوشش کی۔ بخاری شریف حدیث نمبر 1271 میں ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا۔ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس وقت ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے چچا "لا الٰہ الا اللہ" کہہ دو میں اللہ کے نزدیک اس کلمے کی شہادت دوں گا۔

ابو جہل وابو امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاؤ گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب پر اس کلمے کو پیش کرتے رہے اور وہ دونوں اپنی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ ابو طالب نے جو آخری بات کہی وہ یہ تھی میں عبد المطلب کے دین پر ہوں اور کلمہ "لا الٰہ الا اللہ" کہنے سے انکار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما واللہ لاستغفرن لك

کہ بخدا میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے معافی مانگتا رہوں گا۔ اس پر اللہ

تبارک و تعالی کا حکم آیا۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوٓا اُولِيْ قُرْبٰى

(سورہ توبہ:113)

نبی اور ایمان والوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے لیے بخشش چاہیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں جب کہ ان کا جہنمی ہونا ظاہر ہو چکا۔

(24) ابن ابی سلول کا واقعہ:

عبداللہ بن اُبی بن سلول پکے درجے کا منافق تھا۔ اس کے انتقال پر ان کے لڑکے جو صاحب ایمان تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور اپنا کرتا کفن کے لیے عنایت فرما دیں اور نماز جنازہ بھی پڑھا دیں۔ بخاری شریف حدیث نمبر 1275 میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روکنے کی کوشش کی مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ بھی پڑھی اور یہ بھی فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر بار سے زیادہ دعائے مغفرت کروں اور وہ بخشا جائے تو یقینا میں اس سے زیادہ استغفار کرتا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ

(توبہ:84)

ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا۔

معلوم ہوا کہ یہ حکم یہ اختیار صرف اللہ احکم الحاکمین کا حق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو تابع اور فرماں بردار تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ

(نسائ: 125)

"آپ ملت ابراہیمی کو اپنایئے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ حکم خداوندی کے آگے تسلیم ورضا میں گردن جھکانا اور اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ہے اسی لیے طاعت خداوندی میں آپ علیہ السلام کا مقام سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

(25)سورہ یونس کی اور آیت:

مشرکین مکہ کو کب گوارا تھا کہ ان کے بتوں کی برائی و بے چارگی و عاجزی بیان کی جائے۔ ان لوگوں نے درخواست کی کہ ایسی آیات جن میں ہمارے بتوں کی برائی ہے قرآن سے نکال دیں اور قرآن میں تبدیلی فرمادیں۔ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہ جواب دو کہ میں اس میں کوئی تبدیلی کمی بیشی نہیں کر سکتا۔ اور اللہ کے کلام کو بدلنے کا مجھے اختیار نہیں قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِيْ اِنْ اَتَّبِعُ اِلاَّ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ

ترجمہ: کہہ دو مجھے حق نہیں کہ "قرآن" کو اپنی طرف سے بدل دوں اور بقول مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب "یا اللہ کی کتاب کے احکام کو بدل دوں" (خزائن العرفان ص303) میں تو وحی الٰہی کا پابند ہوں۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰكُمْ بِهٖ

(یونس:15، 16)

تم کہہ دو کہ اگر خدا کو منظور ہوتا تو نہ میں تم کو قرآن سناتا نہ میں تم کو اس کی اطلاع دیتا۔"

(26)سورہ انفال کی آیت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے تمام روئے زمین پر کفر و بت پرستی کی تاریکی تھی۔ عرب کے لوگ آپس میں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ ان میں ہمیشہ خانہ جنگی رہتی۔ پھر یہ جنگ کی آگ صدیوں تک ٹھنڈی نہ ہوتی اللہ نے ان کے دلوں میں الف و محبت ڈال دی۔ اسی سلسلہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا ارشاد ہے:

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ اَنفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

(سورہ انفال: 63)

''اور ان کے دلوں میں اتفاق اور میل کر دیا اگر آپ زمین میں جو کچھ ہے دنیا بھر کا مال خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دلوں میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیے بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے۔''

(27)سورہ انعام میں انبیاء علیہم السلام سے متعلق ارشاد:

سیدنا ابراہیم، اسحق، یعقوب، نوح، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ والیاس، اسماعیل، یسع، یونس ولوط علیہم السلام ی ہ سب راہ راست پر ہیں۔ قرآن کریم نے اس قدر معظم و برگزیدہ جماعت سے بالکل دوٹوک الفاظ میں کہا: وَلَوْ اَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(انعام: 88)

بقول احمد رضا خاں بریلوی ''اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کا کیا اکارت جاتا۔''

(کنز الایمان: 201)

اور تفسیر ابن کثیر ص 160 میں ہے ان حضرات کے فضل و تقدم اور درجات کی بلندی کے باوجود اگر بالفرض نعوذ باللہ یہ حضرات شرک کریں تو جو کچھ یہ نیک اعمال کریں سب اکارت ہو جائے گا۔

خود قرآن کریم میں دوسری جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِينَ

(الزمر: 65)

''بے شک ہم نے آپ کی طرف اور آپ کے پہلے پیغمبروں کی طرف راہِ ہدایت کی وحی کی اگر تو نے بھی شرک کیا تو ضرور تیرا کیا دھرا سب اکارت ہو جائے گا۔''

تفسیر جلالین ص 390 میں اس آیت کی تفسیر یہ ہے: لَئِنْ أَشْرَكْتَ يَا مُحَمَّدُ فَرَضًا لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ''فرضِ محال اے محمد! اگر تم نے بھی شرک کیا تو تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور بڑے خسارے میں ہوں گے۔''

بریلویوں کے گھر کی گواہی:

خود مولوی نعیم الدین صاحب لکھتے ہیں : ''ایک روز سید عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے مسجد بنی معاویہ میں دو رکعت نماز ادا فرمائی پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: میں نے اپنے رب سے تین سوال کیے۔ دو قبول فرمائے گئے۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ان میں باہم جنگ وجدال نہ ہو۔ یہ قبول نہیں ہوا۔

(خزائن العرفان 197/141)

معلوم ہوا سارے انسان خدا کے محتاج ہیں اور اللہ بے نیاز ہے، وہی مالک و مختار کل ہے۔ احکم الحاکمین ہے۔

کیاانبیاء اور اولیاء کو خاص حلال و حرام کرنے کا اختیار ہے قرآن کریم نے بے حد واضح طور پر بیان فرمایا کہ حلال و حرام کرنے کا اختیار پیغمبر علیہ السلام کو نہیں ہے۔ احکم الحاکمین اللہ رب العالمین کے ہی حکم سے حلال و حرام ہوتا ہے یقینا انبیاء کرام اور رسول علیہم السلام احکام ربانی کو پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ بریلوی حضرات خدائی اختیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کر کے عوام کو یہ بتانا اور جتانا چاہتے ہیں کہ ہم حضور کا مرتبہ بڑھا رہے ہیں حالانکہ یہ قرآنی آیات و احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے خود گمراہ ہوئے دوسرے اللہ کے بندوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ذیل میں انہیں حضرات کے الفاظ میں ان کے وہ عقائد پڑھیئے جو خود مولوی احمد رضا خاں بریلوی اور ان کے اصحاب و متعلقین کی مستند کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

عقیدہ 1... اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کر دیں، جسے نہ چاہیں نہ کریں۔

(الامن والعلی ص152)

عقیدہ 2... حضرت جل جلالہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں۔

(الامن والعلی ص152)

عقیدہ 3... اگر سبحانہٗ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہر گز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی ہے اس میں سے مستثنیٰ فرمادیں۔

(الامن والعلی ص152)

عقیدہ 4... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

(الامن والعلی ص159)

عقیدہ 5... حرام دو قسم ہے ایک خدا کا حرام اور ایک رسول کا اور دونوں یکساں ہیں۔

(الامن والعلی ص60)

عقیدہ 6... اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرف تام کا اختیار رکھتا ہے۔

(الامن والعلی ص60)

عقیدہ 7... حلال و حرام کرنے کا حضور علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے آپ شارع یعنی صاحب شریعت اور مالک شریعت ہیں۔

(شان حبیب الرحمن از مولوی احمد یار خاں ص67)

عقیدہ 8... قانون الٰہی جنبش لب مصطفی کا منتظر جو جس کو چاہیں حلال فرمادیں، جس کو چاہیں حرام۔

(شان حبیب الرحمن از مولوی احمد یار خاں ص104)

عقیدہ 9... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔ (الامن والعلی ص158)

عقیدہ 10... سب تو قانون کے منتظر مگر قانون نام ہے جنبش زبانِ مصطفی علیہ السلام کا۔

(شان حبیب ص60)

کس قدر باطل ایمان سوز عقائد ہیں جنہیں بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت کا لبادہ اڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ جب کہ یہ قرآنی احکام واحادیث کے خلاف مکمل سازش ہے۔ آخر یہ کون سی الفت ہے، یہ کون سی محبت ہے، کہیں یہ وہ لبادہ تو نہیں، جسے عبداللہ بن سبا نے اوڑھ رکھا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مالک و مختار ہیں، خدائی صفات رکھتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ ہی مددگار کارساز ہیں ان کے قلب میں خداوندی روح ہے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ لعنت وملامت کرتے مگر وہ کہتا میں تو مالک ہی کہوں گا۔ بالکل اسی طرح یہ بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ آپ کو کسی بھی چیز کے حلال و حرام کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

(1) قرآن کریم میں اللہ کا حکم ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ تَبْتَغِي مَرْضَاتَ أَزْوَاجِكَ

"اے نبی تم اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو وہ جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے بیویوں کی مرضی وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے"

(تحریم:1)

اللہ کی حلال و پاکیزہ چیز کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قسم کھانا کہ میں اس چیز کو استعمال نہ کروں گا۔ اللہ نے پسند نہیں فرمایا بلکہ بقول

مولوی احمد رضا یہ فرمایا اے غیب بتانے والے نبی تم نے اپنی بیویوں کی خاطر ان کی رضا کے لیے ایک حلال اور پاک چیز کو کیوں حرام کیا یعنی اے غیب بتانے والے نبی تم کو حلال چیز کے حرام کرنے کا اختیار نہیں ہے۔

اس واقعے کی تفصیل بخاری شریف کتاب الطلاق اور تفسیر سورہ تحریم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد روایتیں منقول ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زینب بنت جحش کے پاس ٹھہرے اور ان کے پاس شہد پیتے تو میں نے اور حفصہ نے نہایت رازداری سے ایک بات طے کی کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو یہ کہے کہ مجھے آپ کے منہ سے بو آرہی ہے۔ کیا آپ نے مغافیر نوش کیا ہے؟ چنانچہ آپ تشریف لائے اور اسی طرح عمل کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے تو زینب کے یہاں شہد نوش کیا ہے اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب کبھی شہد استعمال نہ کروں گا اور آپ نے تاکید بھی فرمائی کہ اس کی خبر کسی کو نہ کرنا۔ شہد جیسی پاکیزہ چیز کے لیے آپ کا بحلف فرمانا کہ میں کبھی استعمال نہ کروں گا۔ اللہ کو پسند نہ آیا اور اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا اے نبی جس چیز کو اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہے اپنی بیویوں کی رضامندی و دل جوئی کی خاطر کیوں حرام کرتے ہو، یعنی تم اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہو۔ اللہ نے تمہارے لیے قسموں کا اتار قسموں کا کفارہ مقرر کیا ہے۔ آپ نے قسم توڑ دی اور مولوی نعیم الدین صاحب کی تحریر کردہ روایت کے مطابق آپ نے کفارے میں ایک غلام بھی آزاد کیا۔

(خزائن العرفان 83/3، تفسیر نعیمی)

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال و حرام کرنے کا اختیار نہیں تھا۔ اگر آپ کو حلال و حرام کا اختیار ہوتا تو آپ مالک و مختار ہوتے یا آپ کو علم غیب ہوتا یا بقول مفتی احمد یار خاں بدایونی اللہ آپ کی جنبش لب کا منتظر ہوتا تو یہ حکم کیوں نازل ہوتا اور کیوں آپ کفارہ دیتے؟

(2) جنگ احد میں کفار نے مسلمانوں کے شہداء کے چہروں کو زخمی کیا ان کے پیٹ چاک کیے، ان کے اعضا کاٹے، ان شہداء میں حضرت حمزہ بھی تھے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو حضور کو بہت صدمہ ہوا۔ حضور نے قسم کھائی ایک حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ ستر کافروں سے لیا جائے گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی حضور نے وہ ارادہ ترک فرمایا اور اپنی قسم کا کفارہ دیا۔

(خزائن العرفان 407/286 نحل)

(3) بخاری شریف کتاب المغازی میں ہے کہ اسی غزوہ احد میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں نام لے لے کر دعا فرماتے کہ اے اللہ فلاں اور فلاں پر لعنت فرما۔ یہ ظالموں کے حق میں بددعا تھی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ

(آل عمران: 128)

یہ بات تمہارے اختیار میں نہیں کہ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے کیوں کہ اللہ علیم خبیر جانتا ہے کہ ان میں سے بیشتر ایمان لانے والے ہیں اسی وجہ سے آپ کو اس دعا سے روک دیا گیا اگر آپ تصرف تام کا اختیار رکھتے تو یہ صورت ہر گز پیش نہ آتی۔

(4) جنگ بدر میں ستر کافر گرفتار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کہ ان قیدیوں پر اللہ نے تم کو قدرت دی ہے۔ ان کا کیا کیا جائے اکثر مسلمانوں نے رائے دی کہ مال لے کر چھوڑ دیا جائے۔ بعض حضرات کی مرضی ہوئی کہ سب کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی رائے یہی تھی بلکہ ہر شخص اپنے عزیز کو قتل کرے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم دیا۔ اللہ کا حکم آیا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ

(الانفال: 67)

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کیا جائے جب تک زمین میں ان کا خون اچھی طرح نہ بہائے یعنی اللہ کو نبیوں کا مال سمیٹنا منظور نہیں بلکہ کافروں کو قتل کیجیے تا کہ خوف سے کفر کی ضد چھوڑ دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محض صلہ رحمی اور رحم دلی کی بنیاد پر فدیہ کو پسند فرمایا جب کہ منشا خداوندی یہ تھا کہ کافی خون بہایا جائے تا کہ کفار کے دلوں میں اسلام کی شوکت ہیبت بیٹھ جائے اور کفر اسلام کے مقابلے میں کبھی سر نہ اٹھا سکے، قرآن میں ہے: لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

(انفال: 68)

ترجمہ احمد رضا: اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانوں تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا، اس میں تم پر عذاب آتا۔''

اللہ کے کلام کا مخصوص انداز شاہد ہے کہ آپ خود مالک شریعت، مختار کل نہیں تھے بلکہ آپ حکم الٰہی کے پابند تھے۔

(5) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کا ارشاد ہے۔ :

وَمَا اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِىۡۤ اِلَيۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ

(الانبیاء: 25)

ترجمہ: "ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے مگر ان کی طرف وحی، حکم بھیجا کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں پس میری عبادت کرو۔"

(6) سورہ زمر میں بار بار آپ کو حکم دیا گیا:

قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ

(الزمر: 10)

آپ کہہ دیجئے "اے میرے ایمان والے بندو اپنے رب سے ڈرو۔"

(7) قُلۡ اِنِّىۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ مُخۡلِصًا لَّهُ

(الزمر: 11)

"کہیے مجھے اللہ کی جانب سے حکم ہے کہ میں خالص اللہ کی عبادت کروں۔"

(8) وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ

(الزمر: 12)

"مجھے خود حکم ہے کہ سب سے پہلے میں بنوں مسلمان"

(9) قُلۡ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ

(الزمر: 13)

''کہہ دو اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں رب کا کہنا نہ مانوں تو مجھے بھی اپنے رب سے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے''

(10) قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ

(الزمر: 14)

''اور یہ بھی کہیے کہ میں تو اسی کی عبادت کرتا ہوں اور خالص اسی کا بندہ ہوں۔''

(11) فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

(الزمر: 15)

''اور اے مشرکو! تم اللہ کو چھوڑ کر چاہے جس کی عبادت کرو۔''

(12) سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ

(آل عمران: 79)

''کسی بشر (آدمی) کی مجال نہیں کہ اللہ اُسے کتاب دے، حکمت دے اور نبوت دے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن وہ یہی کہے گا کہ رب والے بن جاؤ۔''

(13) قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

(الانعام: 162، 163)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے کہ یہ کہیے کہ میری نماز، میری عبادت، میرا مرنا جینا سب اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کا مجھے حکم ہے اور میں سب سے پہلے مسلمان ہوں۔''

یہ قرآنی احکام ہیں کہ اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو بڑے دن کے عذاب کا مجھے خود ڈر ہے۔ میں خود اس کی عبادت کرتا ہوں، خالص اسی کا بندہ ہوں، میری عبادت میرا مرنا جینا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ ان آیات و احکام کے بعد یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے یہ منصب دیا تھا کہ جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں، آپ مالک شریعت ہیں، قانونِ الٰہی حضور کی جنبش لب کا منتظر ہے۔ اللہ کی پناہ کس قدر قرآن وسنت کے خلاف ہے۔

(14) ترمذی شریف میں حاتم طائی کے صاحب زادے حضرت عدی سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حال یہ تھا کہ میری گردن میں سونے کی صلیب لٹکی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بت کو گردن سے نکال دے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورہ توبہ کی یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے۔ {اتَّخَذُوٓا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ} ''عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے'' حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ انہیں رب نہیں سمجھتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کیا تم لوگوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ یہ لوگ جس چیز کو چاہیں حلال اور جس جو چاہیں حرام کر دیں۔''

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں ہمارا ایسا ہی عقیدہ ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کہ یہ عقیدہ رکھنا، انہیں ایسا جاننا ان کی عبادت اور پوجا اور انہیں رب بنانا ہے۔''

دراصل شریعت کی تاسیس، حلال اور حرام کی تعیین جائز و ناجائز کی تفریق، امر و نہی کے احکام یہ سب خدا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ پیغمبر تعلیم الٰہی سے ان احکام کے بیان فرمانے والے پیغام رساں اور مبلغ ہوتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ بریلوی عقائد قرآنی تعلیم کے سراسر منافی ہیں۔ یہ بریلوی حضرات عوام کو باور کراتے ہیں کہ ہم حضور کا مرتبہ بڑھا رہے ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ جس کو چاہیں حلال کر دیں، جس کو چاہیں حرام کر دیں، اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ تم انہیں رب بنا رہے ہو۔ یہ شان تو صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدی! اس سونے کے بت کو توڑ دے اور درویشوں اور اولیاء کے بارے میں اس عقیدے کے بت کو چھوڑ دے۔''

(15) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف پانچ دن پہلے بروز جمعرات ظہر کے وقت (فتح الباری) طبیعت کچھ پر سکون ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا: غسل کے بعد محبوب رب العالمین، رحمۃ اللعالمین، امام الانبیاء والمرسلین غریبوں کے مداوا و غم گسار ہیں جو بے سہاروں کے سہارا ہیں۔ آج کمزوری کا یہ عالم ہے کہ حضرت علی و عباس رضی اللہ عنہما کے سہارے چل رہے ہیں۔ وہ آپ کو تھام کر مسجد میں تشریف لائے۔ ظہر کی نماز حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ کر پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کا آخری خطبہ ہے۔

آپ نے خطبے کے آخر میں فرمایا:

''حلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے۔ جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور میں نے وہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے۔''

پھر آپ نے فرمایا:

''انسان کی جزا و سزا کی بنیاد خود اس کے ذاتی عمل پر ہے۔''

آپ نے پھر فرمایا:

''اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ! اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے یہاں کے لیے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔'' (مسند امام شافعی باب استقبال القبلہ، کتاب الام، امام شافعی اور طبقات ابن سعد جز الوفات بسند حسن یہ روایت مروی ہے)

(16) بخاری شریف باب ذکر من ورع النبی صلی الله علیه وسلم وعصاه وسیفه حضرت زین العابدین و مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بر سر منبر فرمایا:

وانی لست احرم حلالا ولا احل حرام ''میں خود حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا ہوں یعنی حلال وہی ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے اور

حرام وہی ہے۔ جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔'' یہ روایت مسلم شریف جلد دوم 290، ابوداؤد شریف کتاب النکاح حدیث نمبر 223، اور مسند احمد جلد نمبر 3، ص 12 اور ص 61 میں بھی ہے۔

اور آپ نے یہ بھی فرمایا:

انه لیس لی تحریم ما احل الله ''یعنی جس کو اللہ نے حلال کیا ہے، میرے اختیار میں نہیں کہ میں اسے حرام کر دوں۔''

(مسند احمد جلد نمبر3، ص61، ص12)

یہ قرآن اور احادیث آپ کے سامنے ہیں۔ مولوی احمد رضا کے مسلک اور دین ان کے عقائد اور فرمودات ان قرآنی آیات و احادیث و احکام کے یقینا خلاف ہیں۔

آخر میں رضاخانی مذہب سے ایک سوال اگر سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہیں تو پھر ابوطالب جنت میں جائے گا یا جہنم میں، جنت میں تو نہیں جائے گا کیونکہ تم نے بھی اس کو جہنمی لکھا ہے فاضل بریلوی کا پورا رسالہ اسی بات پر ہے، شرح المطالب۔

اگر جہنم میں جائے گا اور ادھر سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار بھی ہے جنت میں لے کے جانے کا، تو کیوں نہیں لے جائیں گے، جو نبی دنیا میں اس کی بخشش کی دعا کرنے کے لیے تیار تھے اگر ان کو اختیار مل جائے تو وہ کیوں نہیں لے جائیں گے ان کو جنت میں۔ اب دو باتیں ہیں یا اختیار کلی کا عقیدہ غلط ہے یا ابوطالب کا جہنم میں جانا غلط ہے جو تمہاری مرضی ہو اسی کو اختیار کر لو۔

مسئلہ نور و بشر

مسئلہ نور و بشر میں فرقہ بریلویہ کے عقائد

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

رسول، اللہ کے نور سے ہیں اور ساری مخلوق آپ کے نور سے ہے۔
(مواعظ نعیمیہ مفتی احمد یار نعیمی ص14)

مولوی محمد عمر صاحب لکھتے ہیں:

وہابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مثل بشر کہتا ہے اور حنفی آپ کو بے مثل نور کہتا ہے تم سوچو کہ کون ہو۔؟

(مقیاس حنفیت ص235)

علماء حق نے اسلام کی چودہ صدیوں میں باطنیہ کے جس عقیدے کو (کہ اللہ ذاتاً نور ہے روشنی ہے) اپنے ہاں جگہ نہ دی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے اہل بدعت (جو اہل سنت ہونے کے مدعی بھی ہیں) اس الحادی عقیدے پر کیوں آگئے اور انہوں نے کیوں یہ عقیدہ اپنا لیا جو اہل السنۃ والجماعۃ کا کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

اس راز کو جاننے کے لیے آپ حضرات کو کچھ پیچھے لوٹنا ہو گا اور ہندوستان کی اس سیاسی فضا کے سائے میں اس بات کو سمجھنا ہو گا جس میں مولانا احمد رضا خاں اپنے اس نئے مذہب کو ترتیب دے رہے تھے اور تاکید فرما رہے تھے کہ میرے دین و مذہب کو جاننا اور اس پر چلنا تمام فرائض میں سب سے بڑا فرض ہے۔

انگریزوں کی ہندوستان میں آمد سے یہ مسئلہ پیدا ہوا جاہل مسلمانوں نے اس عقیدے کو کہ اللہ نور ذات ہے انگریزوں سے دریافت کیا۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور باپ کا نورِ ذات ہیں... باپ بیٹے کی ذات ایک ہوتی ہے مسلمانوں کے لیے ناقابل قبول تھا۔ اب یہاں انگریز حکومت نے ایک چال چلی کہ حضرت عیسیٰ مسیح کے لیے نہ سہی مسلمان اپنے پیغمبر کے لیے ہی اگر اس عقیدے پر آجائیں تو پھر انہیں حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر لانا اور نور من نور اللہ منوانا بہت آسان ہو جائے گا۔ انگریزوں کے ہندوستان میں آنے سے پہلے آپ کو ہندوستان میں اہل سنت کا ایک فرد ایسا نہ ملے گا جو بشریت انبیاء کا منکر ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور ذات سے مان کر نور من نور اللہ کا عقیدہ رکھتا ہو۔

انگریز ہندوستان آئے تو اس وقت ہندوستان کے مسلمانوں کی علمی مسند پر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (1239ھ) کا طوطی بول رہا تھا۔ ان کی علمی سلطنت سمرقند و بخارا سے لے کر مصر و شام تک پھیلی ہوئی تھی۔ آپ کے درس حدیث کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی تھے اور وعظ و تبلیغ میں آپ کے بھتیجے حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید آپ کے جانشین تھے۔ تفسیر میں آپ کے نمائندے حضرت مولانا عبدالحئ تھے اور سلوک و طریقت میں حضرت سید احمد بریلوی آپ کے خلیفہ تھے۔

ان حضرات کے اقتدار علمی میں عیسائیوں کا نور من نور اللہ کا عقیدہ مسلمانوں سے منوانا خاصا مشکل تھا۔ اس کے لیے انگریز حکمرانوں اور عیسائی

پادریوں نے دوہری چال چلی کہ اللہ کے نور ذات ہونے کا عقیدہ پھیلانے کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ اسماعیل شہید کے خلاف کچھ اس قسم کی فضا پیدا کی جائے کہ جاہل مسلمان ان کی بات نہ سنیں اور ہندوستانی مسلمانوں میں ہمیں ایک ایسا طبقہ مل جائے جو پیغمبر اسلام کے بارے میں اس عقیدے کا داعی ہو کہ آپ اللہ کے نور ذات سے بنائے گئے ہیں اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ کے نور ذات سے پیدا ہونے اور نور من نور اللہ ہونے کا عقیدہ مسلمانوں کے سامنے لا کھڑا کیا جائے۔ اس صورت حال میں انہیں یہ عقیدہ سننے میں کوئی وحشت اور اجنبیت نہ رہے گی۔ جب مسلمانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جزو ذات ہونے کا تصور بھی راہ پالے گا۔ تو پھر عقیدہ تثلیث کی گولی آسانی سے ان کے حلق میں اتاری جاسکے گی۔ اور تین میں ایک، ایک میں تین کا مشنری عقیدہ انہیں باآسانی منوایا جاسکے گا۔

1: نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی

(حدائق بخشش ص62)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں۔

2: معراج پر آپ کا نوری جسم نور میں مدغم ہو گیا تھا۔

(سخن رضا ص 283)

بدایوں میں گیارہ روپے یومیہ ایک محفل منعقد کرائی جاتی تھی۔ اور حضرت شاہ محمد اسحاق اور حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید کے خلاف فضا ہموار کی جاتی تھی۔ یہ گیارہ روپے کن کو ملتے تھے، مولانا احمد رضا خاں کے پیشرو مولانا فضل

رسول بدایونی کو! تاریخ نے یہ شہادت محفوظ کرلی ہے۔

مسلمان کہلانے والوں کا نیاالحادی عقیدہ:

چودہویں صدی کے اہل بدعت کو پہلے اس عقیدہ پر کھڑا کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے اور اپنی ذات میں نور ہے اور جو کہتے ہیں اللہ نور نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے منکر اور گستاخ اور بے ادب ہیں۔

پھر انہوں نے اس پر عمارت کھڑی کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور ذات سے پیدا ہوئے ہیں اور وہ ذاتاً نور ہیں اور اللہ کے نور ذات کا ایک حصہ ہیں۔

پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلوق اور ممکن الوجود ہونے کے اسلامی عقیدہ کو اس شعر میں دفن کر دیا۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

(حدائق بخشش حصہ اول ص49)

(شرح) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی قدرتوں کے مالک ہیں کہ انہیں ممکن الوجود کہتے ہوئے حجاب محسوس ہوتا ہے بھلا ممکن الوجود بھی اتنی قدرتوں کا مالک ہو سکتا ہے؟ اور اگر آپ کو واجب الوجود کہیں تو آپ کا نماز پڑھنا اور بندہ کہلوانا اس اطلاق (واجب الوجود) سے روکتا ہے حقیقت کیا ہے اسی میں کھویا جا چکا ہوں حق یہ ہے کہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ یہ بھی درست نہیں کہ آپ مخلوق ہیں اور یہ بھی درست نہیں کہ آپ خدا ہیں۔ استغفر اللہ العظیم

یہاں مولانا احمد رضا خاں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن الوجود ہونے کے عقیدہ کو صراحت سے غلط نہیں کہا لیکن ایک دوسرے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ممکن الوجود ہونے کو کھلے طور پر ایک جھوٹا عقیدہ بتلا رہے ہیں۔ کمان امکان کے جھوٹے نقطو تم اول آخر کے پھیر میں ہو محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(حدائق بخشش حصہ دوم ص114)

(شرح) کمان امکان کے دو نقطے کون سے ہیں ابتدا اور انتہا... یہ ایک کمان ہے جس کے دو کنارے ہیں امکان سے مراد ہے حضور کا دائرہ امکان میں ہونا ہے ممکن الوجود ہونا اور مخلوق ہونا... حضور کے بارے میں جب یہ دو نقطے ابتدا اور انتہا کالعدم ہو گئے تو آپ کی نہ کوئی ابتدا رہی آپ ازلی ٹھہرے... اور نہ کوئی انتہا ٹھہری یعنی آپ ابدی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ازلی اور ابدی کہنے کا یہ وہی عقیدہ ہے جو عیسائی پادری الوہیت مسیح کی دعوت دینے سے پہلے مسلمانوں کے دلوں میں اتارنا چاہتے تھے اور صحیح یہ ہے کہ انہوں نے زہر کی یہ گولی مسلمانوں کے حلق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عظمت کے نام سے اتاری۔ اور اب وہ کھلے بندوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت سے انکار کرتے ہیں اور عقیدہ نور من نور اللہ کا پرچار کرتے ہیں۔ اور آج بھی مسلمانوں میں ایسے جاہلوں کی کمی نہیں ہے۔

جب ذرا ان کا عقیدہ ٹٹولا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا وجود ذات سمجھتے ہیں اور یہ وہی عقیدہ ہے جو عیسائیوں

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قائم کیا ہوا ہے۔ جس کا رد اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا:

لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ

(المائدہ آیت 17)

”بے شک کافر ہو گئے وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہی مسیح ابن مریم کی صورت میں جلوہ گر ہے۔“

بریلویوں نے یہ عقیدہ قائم کر رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نور ذات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مسعود اس ذات سے صادر ہوا ہے نور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ذات ہیں۔ ان کی یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ نہ نور اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور نہ آپ نور ذات ہیں۔ نور اللہ کی صفت ذات نہیں صفت فعل ہے اللہ کا نور اس کی ہدایت اور رحمت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ہدایت ہیں اور اس ہدایت اور رحمت کے اٹھانے والے ہیں۔

رہی ذات دونوں کی تو اللہ رب العزت کے بارے میں ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اس کے ذات اور کنہ کو ہم پا نہیں سکتے۔ اس کی حقیقت ہمارے ادراک سے بالا ہے جو ہم اسے پہچانتے ہیں صرف اس صفات سے پہچانتے ہیں اور اس پہچان کے بارے میں بھی برملا کہتے ہیں۔ ما عرفناك حق معرفتك و ما عبدناك حق عبادتك ہمیں اس باب میں اپنی درماندگی اور عجز کا پورا اقرار ہے کون ہے جو اس کی حقیقت کو پا سکے۔

ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو ہم ذاتِ الٰہی کا جز و نہیں سمجھتے۔ جس طرح علمائے حق نے اللہ کی ذات کے بارے میں صاف لفظوں میں کہا ہے کہ وہ فوق الادراک ہے ہم اس کی کنہ کو نہیں پا سکتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے متعلق انہوں نے نہایت واشگاف پیرائے میں کہا کہ وہ بشر ہیں اور انسان ہیں۔

رہا ان کا نور ہونا تو وہ نور ہدایت ہیں۔ نور ذات نہیں۔ ذات باپ بیٹے کی ایک ہوتی ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذاتاً انسان نہ ہوں تو لازم آئے گا کہ آپ کی جملہ اولاد بھی جو آج بحمد اللہ ہزاروں سادات پر مشتمل ہے سب ذاتاً انسان اور بشر نہ ہوں اور اس کا قائل کوئی دانش مند آپ کو اسلام کی چودہ صدیوں میں نہ ملے گا۔

علمائے حق نے اسلام کی تیرہ صدیوں میں اسی عقیدے کے گرد حفاظت کا پہرہ دیا ہے صرف چودھویں صدی میں آکر بریلویوں نے اہل السنۃ والجماعۃ کے اس اعتقادی قلعے میں اس لیے شگاف کیا کہ انگریز حکومت کے سایہ تلے عیسائیوں کا عقیدہ الوہیت مسیح مسلمانوں کے لیے کوئی وحشت نہ بنا رہے۔

اہل السنت کے ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہونا صرف اس معنی میں ہے کہ آپ سے دوسروں کو روشنی ملی اور ظاہر ہے کہ یہ آپ کے نور ہدایت ہونے کا بیان ہے نور ذات ہونے کا نہیں۔ ان الرسول لنور یستضاء بہ ”بے شک رسول پاک نور ہیں بایں طور کہ آپ سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔“

باایں ہمہ شان نور آپ ذات میں عالمِ امکان کی سرحد سے باہر نہیں نہ آپ کے لیے عالم امکان کے دونوں نقطے ابتدا اور انتہا جھوٹے ہیں۔ آپ کو ممکن الوجود مانتے ہوئے ذاتاً بشر اور انسان ماننا ضروری ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں:

اے برادر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باآں علو شان بشر بود وبداغ حدوث و امکان متسم بشر از خالق بشر چہ دریابد و ممکن از واجب چہ فرا گیرد و حادث قدیم راجلت عظمتہ چہ چور احاطہ نماید

(مکتوبات دفتر اول نمبر173 ص177)

''اے بھائی! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس اونچی شان کے باوجود بشر تھے اور حادث ہونے (پیدا ہونے) اور ممکن الوجود ہونے کا نشان آپ میں قائم تھا۔ بشر خالقِ بشر کا مقام کیا پا سکتا ہے اور ممکن الوجود واجب الوجود کا درجہ کیا لے سکتا ہے اور حادث قدیم کا جس کی عظمت بہت اونچی ہے۔ کیسے احاطہ کر سکتا ہے؟

پھر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات باعامہ در نفس انسانیت برابر اند و در حقیقت وذات ہمہ متحد تفاضل باعتبار صفات کاملہ آمدہ است

(مکتوبات دفتر اول نمبر666 ص329)

''انبیاء کرام ان سب پر صلوات اور تسلیمات ہوں عام انسانوں کے ساتھ نفس انسانیت میں برابر ہیں۔ حقیقت بشری اور ذات انسانی پر سب بنی نوع انسان کے ساتھ وہ متحد اور ایک ہیں۔ ان کی باقی بنی نوع انسان سے خصلت ان کی

صفات کاملہ کی بنا پر ہے۔(نہ یہ کہ وہ انسان ہی نہ ہوں)

مولانا احمد رضا خاں بجائے اس کے کہ نقشبندی حضرات کے سرخیل حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے فیصلہ کے آگے جھک جاتے الٹا حضرت مجدد کو یوں سناتے ہیں:

کوئی مجددی اس کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شیخ کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا۔

(ملفوظات حصہ3 ص70)

اور خان صاحب اپنے ترجمہ قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو ایک ظاہری پردہ کہتے ہیں ذاتاً آپ کو بشر نہیں مانتے۔آیت قل انما بشر مثلکم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:"تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔

(کنز الایمان ص486)

بعض لوگوں کو یہ اشکال ہے کہ یہ ہم پہ بہتان ہے کہ ہم بشریت کے قائل نہیں حالانکہ ہم قائل ہیں۔تو جواباً ہم عرض کرتے ہیں کہ بریلوی بشریت کے منکر ہیں دلائل دیکھیئے۔

(1) مولوی احمد رضا کہتا ہے: نور وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(حدائق حصہ اول ص62)

(2) مفتی احمد یار نعیمی کہتے ہیں: ان کو بشر ماننا ایمان نہیں۔

(تفسیر نعیمی ج1ص100)

(3) خواجہ قمر الدین سیالوی کہتے ہیں: جو ذات سب سے پہلے بشر (ابو البشر) سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہے؟

(انوار قمری ۵ ص94)

(4) مولوی عمر اچھروی کہتا ہے: مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کا دو ٹکڑے ہوتا آپ کی حقیقت بشریہ ہونے کے منافی ہے۔
(مقیاس نور ص61)

کیا یہ اقرار بشریت ہے بلکہ ہم کئی اقوال پیش کر سکتے ہیں کہ بشر کہنے والا کافر ہے نور العرفان رسائل نعیمیہ، رسائل اویسہ، رشد الایمان وغیرہ کی کتب میں اس قسم کے اقوال پائے جاتے ہیں باقی اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں فلاں دیوبندی عالم نے لکھا ہے کہ یہ بشریت کو مانتے ہیں تو اس کے متعلق عرض ہے کہ بریلوی منافقین کی بگڑی ہوئی شکل ہیں ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم بشر مانتے ہیں اور اپنے شیاطین کے پاس جا کر کہتے ہیں کہ نہیں مانتے اس لیے ہمارے اکابرین جو بریلویت کی منافقت سے واقف ہیں وہ کہتے ہیں کہ بشر نہیں مانتے اور جو تمہاری منافقت سے واقف نہیں وہ لکھ دیتے ہیں کہ مانتے ہیں جب کہ حقیقت اس کے خلاف ہوتی ہے۔)

کیا یہ آپ کے حقیقتاً اور ذاتاً بشر اور انسان ہونے کا انکار نہیں اور پھر آپ اس پر بھی غور فرمائیں کہ کیا آپ کی بشریت کا انکار کفر نہیں اور کیا یہ کھلا انکار قرآن نہیں۔ ہماری عرضداشت نہ مانیں جناب خواجہ حمید الدین سجادہ نشین سیال شریف کی تو یہ تحریر پڑھ لیں۔

انبیاء و رسل بشر ہیں اور ابو البشر آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ...
قرآن کریم گواہی دیتا ہے اور صراحۃً بیان کرتا ہے کہ انبیا و رسل بشر ہیں... جو
شخص انبیاء و رسول کی بشریت کا انکار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔
(ضیائے حرم کا اعلی حضرت نمبر 158شائع پیر کرم شاہ)

عیسائیوں اور مسلمانوں میں واضح فرق:

عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف ظاہرا صورت بشری کہتے ہیں
اور مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ظاہراً صورت بشری نہیں کہتے۔
آپ کو ذات اور حقیقت میں (جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے تصریح کی ہے)
بشر مانتے ہیں اور آپ کے لیے وہ تمام لوازم جو یہاں انسان کو پیش آتے ہیں ثابت
کرتے ہیں گرمی سردی بھوک پیاس نکاح اولاد وغیرہ سب امور آپ کے لیے
تسلیم کرتے ہیں۔ جس مسلمان عالم نے بھی عیسائیت سے کبھی ٹکر لی اور پادریوں
سے علمی معرکہ سر کیا۔ اسے آپ کی بشریت کا اقرار پوری تفصیل سے کرنا پڑا۔

علامہ ابو البرکات نعمان خیر الدین الآفندی الآلوسی رحمہ اللہ بغداد کے
نہایت جلیل القدر عالم گزرے ہیں۔ آپ نے عیسائی اسقف عبدالمسیح سے ٹکر لی
اور اس نے جو فریب مسلمانوں کو دیئے تھے انہیں تار تار کیا۔ آپ نے اس کے
جواب میں الجواب الفسیح لما لفقہ عبدالمسیح دو ضخیم جلدوں میں 1306ھ میں
لکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اہل لاہور کو یہ شرف بخشا کہ انہوں نے اسے لاہور سے شائع
کیا۔ مسئلہ بشریت میں عیسائیت اور اسلام میں جو کھلا فرق ہے اسے بیان کرتے
ہوئے۔ حضرت ابو البرکات آلوسی لکھتے ہیں:

فنبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام عبداللہ رسولہ وبشر۔ تحلہ العوارض کما قال سبحانہ قل انما انا بشر مثلکم۔

(الجواب الفسیح جلد2 ص218)

”سو ہمارے نبی کریم علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اس کے رسول ہیں اور بشر ہیں آپ پر بیماریاں اور ضرورتیں اترتی ہیں خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے آپ کہہ دیں میں بھی بشر ہوں جیسے تم۔“

سو اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ رد عیسائیت میں جن عالموں نے شہرت پائی ان میں سے کسی کا وہ عقیدہ نہ تھا جو بریلویوں کا ہے۔ بریلویوں کا عقیدہ انسائیکلو پیڈیا میں یوں مرقوم ہے: آنحضرت نور تھے اور آپ کا سایہ نہ تھا آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج4 ص486)

بشریت انسان کی ذات ہے صفات سے نکلنا کسی درجے میں ہو سکتا ہے مگر ذات سے نکلنا کسی طرح ممکن نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ کسی انسان سے اس کی ہویّت کچھ وقت کے لیے غائب ہو جائے اور اس کے بدن میں کوئی جن ظاہر ہو اب جن اس میں سے ہو کر کلام کرے گا۔ گو دوسروں کو وہی انسان دکھائی دے جس میں جن اترا ہوا ہے یہ انسان کی اپنی

ذات سے کچھ وقت کے لیے دوری ہے مستقل طور پر یہی بدن اس کا وجود ہے اور اس وقتی غیبوبت کے بعد اسے (اس انسان کو) پھر اسی بدن میں آنا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بشری بدن اگر کسی وقت ایسی لطافت اختیار کر لے کہ آپ پر عالم ملکوت کا انکشاف تام ہو جائے تو یہ وقتی طور پر ایک

کیفیت ہے جو بدن پر طاری ہوئی اور پھر اصل صفات عود کر آئیں... اللہ تعالیٰ نے اپنا بے مثل ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر رکھا اور آپ کے لیے ہر چیز روشن ہو گئی۔

(جامع ترمذی ج1 ص156)

تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے بشریت کا لباس اتار دیا اور اندر سے آپ کچھ اور تھے۔ (معاذ اللہ) یہ روحانی طور پر بشریت کا نور میں متبدل ہونا ہے اسی طرح کی ایک عارضی حالت ہے جو حضرت جبریل کے تمثل بشری میں انہیں عارض ہوتی تھی۔ اس کا مطلب کبھی نہ لیا جاتا تھا کہ وہ فرشتہ ہونے سے نکل گئے ہیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ! مجھے نور عطا فرمایا مجھے نور بنا دے تو اس سے انکشافات تام کے یہی جلوے اور فنا فی الذات کے یہی پیرائے مراد ہوتے تھے نہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بشریت اور اس کے عوارض گرمی سردی بھوک پیاس اور نکاح واولاد کے حالات سے نکل گئے ہیں۔ مندرجہ ذیل روایت میں فنا فی الذات کا یہی پیرایہ مراد ہے۔

جب آپ پر وحی اترتی تو آپ اس وقت بھی حال دنیا کے قرار میں نہ رہتے۔ اس برزخی مقام میں آپ کو وردِ موت کے بغیر بار ہا لے جایا جاتا تھا۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی آپ کی وحی آنے کی حالت پر لکھتے ہیں:

ھی حالۃ یوخذ فیھا عن حال الدنیا من غیر موت فھو مقام برزخی یحصل لہ عند تلقی الوحی۔

(فتح الملہم ج1 ص310)

''وہ ایسی حالت تھی جس میں آپ حال دنیا سے بغیر موت کے اٹھائے جاتے سو یہ ایک برزخی حالت تھی جو آپ پر وحی حاصل کرتے وارد ہوتی تھی۔''

محدث کبیر ملا علی قاری (1014ھ) نے حدیث واجعلنی نورًا (اے اللہ مجھے نور بنا دے) کے تحت انقلاب بنورانیت کے جو الفاظ لکھے ہیں اس سے بھی تمثیل مراد ہے جو آپ پر اس انکشاف تام کے وقت جاری ہوتا تھا۔ آپ نے اگراللہ رب العزت کو اس جہان میں بلا حجاب دیکھا تو یہ صرف اس حالت میں ہوا کہ آپ اس تمثل میں آئے کہ بشریت کے جملہ تقاضے آپ سے منتفی تھے۔

واذا انتقفت المومنون عن الکدورات البشریۃ فی دار الثواب فیرونہ بلا حجاب کما ان النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام راہ فی الدنیا لانقلابہ نورا کما قال فی الدعاء اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا الی قولہ واجعلنی نورًا.

(مرقات جلد1 ص164)

''اور جب مومن انسان دار الثواب (آخرت کی دنیا میں) بشری آلائشوں سے پورے طور پر علیحدہ ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کو بلا حجاب دیکھ لیں گے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کو دیکھ لیا تھا کیوں کہ (اس گھڑی) وہ نور میں بدلے ہوئے تھے۔ جیسا کہ آپ نے دعا میں کہا تھا اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما۔ میری آنکھ میں نور پیدا فرما یہاں تک کہ مجھے خود نور کر دے۔'' جبریل امین کتنی دفعہ تمثل بشری میں آئے آپ اپنی ملکی حقیقت سے نہ نکلے ہوئے تھے۔ انبیاء کرام پر قرب الٰہی کے یہ لطیف لمحے کتنے ہی

کیوں نہ اتریں، وہ بشریت سے کلیۃً نہیں نکلتے۔ بشریت کے تقاضوں سے کچھ لمحوں کے لیے غائب ہونا اور بات ہے اور بشریت سے حقیقتاً نکل جانا اور بات ہے۔ بندہ فنا فی اللہ کی منزلوں میں کتنا ہی کیوں نہ اترے وہ ذات واجب کے صفات میں کسی سے کبھی متصف نہیں ہو سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جب وحی اترتی آپ ان لمحات میں بے شک اپنی بشریت سے غائب ہوتے تھے۔ لیکن یہ منقلب بہ نور ہونا اور وقتی طور پر بشریت سے نکلنا آپ کے جوہر ذات کو نہ بدلتا تھا۔ بشریت سے اس طرح نکلنے کی تعبیر نصوص شرع کے خلاف نہیں۔ ایک دفعہ آپ پر یہ خاص حالت وارد تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ کو اچھی طرح نہ پہچانا اور پوچھا کیا تو ابوہریرہ ہے؟

اس پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

قال علی القاری رحمہ اللہ الاستفہام اما علی حقیقہ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام کان غائبا عن بشریتہ بسبب ایحاء ھذا البشارۃ فلم یشعر فی اول الوھلۃ کانہ ھو و اما للتقریر وھو ظاھر و اما للتعجب لاستغرابہ انہ من این دخل علیہ والطرق مسدودۃ۔

(فتح الملہم ج1 ص204)

”آپ کا پوچھنا یا تو حقیقت کے طور پر ہے کہ کیونکہ آپ وحی کی اس بشارت کے سبب اس وقت اپنی بشریت سے نکلے ہوئے تھے۔ سو اول ہلہ آپ نہ جان سکے کہ وہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی ہے۔ اور یا یہ پوچھنا تقریر کلام کے لیے ہے اور وہ ظاہر ہے۔ اور یا یہ بسبب تعجب ہے اس حیرانی کے باعث کہ ابوہریرہ

رضی اللہ عنہ یہاں آپ کے پاس کیسے آ گئے دروازے تو سب بند تھے۔''

سو مذکورہ دعا کے آخر میں جو ہے کہ اے اللہ ! مجھے نور بنا دے تو اس سے مراد بشریت سے کلیۃً نکلنا نہیں ... اس نور سے محدثین نے بیان حق اور نور ہدایت ہی مراد لیا ہے نہ کہ نورِ ذات۔

امام نووی (676ھ) شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

قال العلماء سأل النور فی أعضائه وجهاته والمراد به بیان الحق وضیائه والهدایة إلیه فسأل النور فی جمیع أعضائه وجسمه وتصرفاته وتقلباته وحالاته فی جهاته الست۔

(شرح صحیح مسلم ج1 ص260)

''علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام اعضاء بدن اور جہاتِ وجود میں اللہ تعالیٰ سے نور مانگا اس سے مراد حق کا بیان اس کی روشنی اور اس کی طرف راہ پانا ہے سو آپ نے اپنے تمام اعضاء اور اپنے پورے جسم میں اللہ تعالیٰ سے نور کی درخواست کی کہ آپ کے تمام تصرفات تمام بدلتے اوقات اور تمام حالات میں آپ کی ہر شش جہات میں نور اترے۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی (852ھ) بھی لکھتے ہیں:

وکل هذه الأمور راجعة إلی الهدایة والبیان وضیاء الحق

(فتح الباری ج6 ص430)

''یہ سب امور ہدایت، بیان اور سچائی کی چمک کی طرف لوٹتے ہیں۔''

علامہ یوسف اردبیلی الشافعی نے بھی یہاں یہ تعبیر اختیار کی ہے۔

الغرض اہل السنت والجماعت کا ایک مقتدر محدث بھی ایسا نہیں ملتا جس نے یہاں

نور سے نور ذات مراد لیا ہو۔ سب کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ ذاتاً بشر اور صفۃً نور ہدایت ہیں جبکہ رضاخانی حضرات کے نزدیک نور سے نور ہدایت مراد لینا گمراہی ہے۔

(احسن البیان حصہ دوم ص26از فیض احمد اویسی)

آپ کی یہ نور طلبی بتاتی ہے کہ آپ ذاتاً نور نہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے صفۃً نور ہونا طلب کر رہے ہیں۔

سوال:

اگر آپ ذاتاً نور نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے اول ما خلق اللہ نوری یہ خلقت میں نور ہے صفت و اکتساب میں نہیں۔

جواب:

اگر یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ کہیں ثابت ہو تو لفظ نور یہاں روشنی کے معنی میں نہیں روح کے معنی میں ہوگا۔ روح اور پھر نبی کی روح وہ ایک نورانی چیز ہے اور مزید یہ کہ اس وقت روح مبارک کا جسد بشری سے تعلق بھی نہیں اس اعتبار سے آپ کی روح اقدس کی پیدائش گویا ایک نور کی پیدائش تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نورانیت سے آپ کے دنیا میں تشریف لانے پر آپ کی بشریت کی نفی ہوگئی۔

محدث جلیل مجدد مائۃ دہم ملا علی قاری علیہ رحمۃ ربہ الباری لکھتے ہیں:

ومنہ قولہ اول ما خلق اللہ نوری و فی روایۃ روحی و معناھما واحد فان الارواح نورانیّۃ ای اول ما خلق اللہ من الارواح

روحی۔"اسی طرح آپ کی یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے سب سے پہلے میری روح کو پیدا کیا اور نور اور روح کا معنی یہاں ایک ہے ارواح سب نورانی ہیں۔ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح میں سب سے پہلے میری روح کو خلقت بخشی۔"

نور وہ چیز جو روشن ہو روشنی اس کی صفت ہو اور اس کی روشنی میں چیزیں بھی دیکھی جا سکیں۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج1 ص167 طبع جدید)

النور... ای الظاہر بنفسہ والمظہر لغیرہ وقیل ھو الذی یبصر بنورہ ذوالعمایۃ۔

(مرقات جلد5 ص99)

اور خدا کے نور کے ضمن میں لکھتے ہیں:

یھدی اللہ لنورہ من یشاء ای یھدی اللہ القلوب الیٰ محاسن الاخلاق وینور الحق ویصطفیہ۔

(مرقات جلد5 ص99)

"اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے وہ دلوں کو محاسن اخلاق کی راہ دکھاتا ہے اور ان میں حق کو روشن کرتا ہے اور اسے چن لیتا ہے۔"

سو یاد رہے کہ نور محمدی سید البشر پر اترا ہوا نور ہے۔ اور یہ افاضہ الٰہی ہے خدا کی عطا اور دین ہے، یہ صحیح نہیں کہ نور محمدی نور الٰہی سے صادر ہوا یا یہ کہ

وہ اللہ کے نور کا حصہ ہے اس کی ذاتِ الٰہی سے کوئی شرکت نہیں۔ نورِ الٰہی سے نور محمدی کا صدور الحادی عقیدہ ہے جس میں بریلوی علماء نے جاہل عوام کو بڑی بے دردی سے ڈال رکھا ہے۔ اور اس قسم کے اختلافات پیدا کر کے امت کو لڑا رہے ہیں اور اپنے اس الحاد سے وہ بہت سے لوگوں کو ایمان سے خالی کر رہے ہیں۔

جس طرح حضرت جبریل امین کا تمثل بشری آپ کو حقیقت ملکی سے جدا نہ کرتا تھا ذات رسالت پر قرب الٰہی کے لطیف لمحے انبیاء کو بشریت سے کبھی خارج نہیں کرتے۔ افسوس کہ بریلوی حضرات ایسے تشابہ واقعات سے نصوص سے ٹکرانے لگتے ہیں۔

سایہ نہ ہونے کے تشابہ سے مغالطے میں نہ پڑیں:

بریلوی عقیدہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ ہونا بطور خرق عادت نہیں نور کی صفت کے طور پر تھا اور یہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ میں بشریت بالکل نہ ہو اور آپ کی پیدائش عناصر سے نہ ہو اور یہ عقیدہ بریلویوں کو بالکل عیسائیت کی گود میں لا بٹھاتا ہے کیوں کہ جو مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سایہ نہ ہونے کے قائل گزرے ہیں۔ وہ آپ میں یہ شان بطور معجزہ اور خرق عادت تسلیم کرتے تھے۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ آپ عادۃً اس نوع سے ہوں جس کا سایہ ہوتا ہے اور یہ بشریت کا صریح اقرار ہے قرآن کا انکار نہیں۔

بریلوی حضرات اس عقیدے میں شیعوں سے بھی آگے چلے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات کے اعتبار سے نور ماننا۔ یہ عقیدہ ان کا بھی نہ تھا۔

ملا باقر مجلسی شیعہ کسی ایسے شخص کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ما قيل من ان جسده الشريف كان لطيفًا فلم يكن يمنع نفوذ الشعاع فهو بعيد لانه لو كان جسده الشريف كذلك لم تكن ثيابه كذلك وايضًا لو كان كذلك لكان لا يمنع نفوذ شعاع البصر۔

(مراۃ العقول جلد1 ص356)

''یہ جو کہا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر اس قدر لطیف تھا کہ شعاعوں کو آگے گزرنے سے روکتا نہ تھا۔ یہ بات بعید از علم ہے کیونکہ اگر جسد اطہر اس طرح تھا کہ آپ کے کپڑے تو اس طرح نہ تھے اور کپڑے بھی اس طرح ہوں تو پھر وہ نظر کی شعاعوں کو بھی آگے گزرنے سے کبھی نہ روکتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ لگتی تھی اور اگر زیادہ لگے تو آپ اپنے ہاتھ سے اپنے چہرے کو ڈھانپ لیتے تھے اس پر ہاتھ کا سایہ کرتے تھے اور یہ تبھی ہو سکتا تھا کہ آپ کی بشریت دوسرے انسانوں کی بشریت سے مختلف نہ ہو۔

(دیکھئے الکافی ج4 ص350 باب الظلال للمحرم۔ عبارت یہ ہے کہ ربا ستروجہہ بیدہ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت اسلام کا ایسا بدیہی اور قطعی مسئلہ ہے کہ اس میں مسلمانوں کی کبھی دو راہیں نہیں رہیں۔ حتی کہ شیعہ بھی جو عام مسلمانوں سے عقائد کے قطعی فاصلوں پر کھڑے ہیں انہیں بھی اس سے انکار نہیں ہو سکا۔ اسلام میں انبیاء کی بشریت کا عقیدہ تبھی قائم رہ سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور ذات نہیں نور ہدایت مانا جائے چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ کو نور ذات کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نور من نور اللہ کہا جائے۔

افسوس صد افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں نے کمان امکان کے اول و آخر کو جھوٹے نقطے قرار دیا اور یہ وہ غلطی ہے جس نے مسئلہ نور میں اسلام کی چودہ

صدیوں کی بساط الٹ کر رکھ دی اور آج وہ لوگ بھی اہل سنت کہلاتے ہیں جو عقیدہ اہل سنت پر نہیں ہیں واجب اور ممکن کے درمیان ایک برزخ کے قائل ہیں حالانکہ واجب اور ممکن میں کوئی قدر مشترک نہیں۔ واجب کی مادون الواجب سے وہ برزخ ہو یا امکان کوئی نسبت نہیں۔

مولانا احمد رضا خاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس برزخی درجے کے قائل ہیں جو ممکن الوجود سے کچھ اوپر ہو اور واجب کے قریب ہو۔

معدن اسرار علام الغیوب

برزخ بحرین امکان ووجوب

(حدائق بخشش حصہ2 ص89)

ایران کے مشہور شاعر عرفی نے اپنے تخیل میں وجوب وامکان کو جمع کیا تو سب اکابر اہل اسلام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر ہندوستان کا یہ شاعر ''برزخ بحرین امکان ووجوب'' کا نعرہ لگا رہا ہے تو یہاں اس کی روک تھام کیا، اس عقیدے کی حمایت میں ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی۔ کیوں یہ اس لیے کہ ہندوستان میں انگریزوں کا راج تھا۔

عرفی نے حدوث وقدوم اور وجوب وامکان کو جن شعروں میں جمع کیا تھا اور عالم اسلام نے اسے اسلام کے خلاف ایک بغاوت قرار دیا تھا وہ یہ شعر ہیں:

تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل

سلمائے حدوث تو دلیلائے قدم را

تا مجمع امکان و وجوبت نہ ت وشتند
مورد متعین نہ شد اطلاق اعم را

(دیوان عرفی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مولانا احمد رضا خان نے بھی معدن اسرار علام الغیوب کہا ہے... معدن کان کو کہتے ہیں کان وہ ہوتی ہے جس سے کوئی چیز ابتداءً نکلے جیسے سونے کی کان نمک کی کان تیل کے کنویں وغیرہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کے رازوں کی کان کہنے کا مطلب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) خدا کے پاس وہ اسرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پہنچتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو واجب الوجود بلکہ اس کے بھی اسرار کا معدن سمجھتے ہیں اور صرف مغالطہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وجوب وامکان کے مابین ایک برزخی درجہ رکھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنی بلند شان کے باوجود مخلوق اور حادث ہیں اور عالم امکان سے ذرہ بھر باہر نہیں امکان سے ذرا باہر ہوں تو خدائی پر پہنچ جائیں اور خدا شریک سے پاک ہے۔

بریلوی دوستو! ان باتوں کو چھوڑ دو جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

جو چیز پیدا ہوئی وہ پہلے نہ تھی پھر پیدا ہوئی اور جو چیز پیدا ہوئی اسے ہی حادث اور ممکن کہتے ہیں ممکن کو واجب سے کسی قسم کی شراکت اور نسبت نہیں سوائے اس کے کہ وہ خالق ہے یہ مخلوق... بریلویوں نے اپنا یہ عقیدہ عیسائیوں سے

ہی در آمد کیا ہے۔

اب ہم مسئلہ نور کی دوسری بحث شروع کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نور نہیں نور آپ کی صفت ہے:

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنا نور اتارا... یہ نور اللہ کی ذات نہیں اس کی صفت کا ایک پر تو ہے اس کی صفت فعل ہے یہ نور ہدایت ہے جسے مل گیا سعادت پا گیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: نوری ھدای۔ ''میرا نور میری ہدایت ہے

(تفسیر ابن کثیر ج3 ص289)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق بقول مولانا احمد رضا خان مٹی سے ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ کا نور ہدایت اترا اور وہ نور ہدایت جگمگا اٹھا۔ سو نور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نہیں آپ کی صفت ہے۔ آپ ذاتاً نور نہیں نور ہدایت ہیں۔ بریلوی حضرات آپ کو نور ہدایت کی بجائے نورِ ذات قرار دے کر اہل السنت والجماعت سے دور فاصلے پر جا کھڑے ہوئے۔ دنیا نے انہیں اہل بدعت کہا۔ شاہراہ اسلام سے نکلنے والا کہا۔ مگر یہ بدعات کے ایسے رسیا ہوئے کہ انہیں کچھ بھی ان باتوں کا اثر نہ ہوا۔

یہ حضرات اہل سنت کی راہ سے کٹے اور بریلی کی طرف چل دیئے... یہ لوگ یہ بھی نہ سمجھ سکے کہ اگر آپ ذاتاً نور تھے تو پھر آپ ساری زندگی اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے نور کیوں مانگتے۔ یہ سب اس لیے تھا کہ آپ کا ہر فعل

ہر قدم کائنات کے لیے نور بن جائے یہ نور ہدایت کا پھیلانا ہے جس کی آپ نے اللہ کے حضور طلب کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یہ تھی:

اللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِی قَلْبِی نُورًا وَفِی سَمْعِی نُورًا وَفِی بَصَرِی نُورًا وَعَنْ یَمِینِی نُورًا وَعَنْ شِمَالِی نُورًا وَأَمَامِی نُورًا وَخَلْفِی نُورًا وَفَوْقِی نُورًا وَتَحْتِی نُورًا

(صحیح مسلم ج1 ص261)

اور عوارف المعارف میں اس دعا کے یہ الفاظ ہیں:

اللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِی نُورًا فِی قَلْبِی وَنُورًا فِی قَبْرِی وَنُورًا مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ وَنُورًا مِنْ خَلْفِی وَنُورًا عَنْ یَمِینِی وَنُورًا عَنْ شِمَالِی وَنُورًا مِنْ فَوْقِی وَنُورًا مِنْ تَحْتِی وَنُورًا فِی سَمْعِی وَنُورًا فِی بَصَرِی وَنُورًا فِی شَعْرِی وَنُورًا فِی لَحْمِی وَنُورًا فِی عِظَامِی اللّٰھُمَّ أَعْظِمْ لِی نُورًا وَاجْعَلْ لِی نُورًا۔

کیا نور سے بالا کوئی اور درجہ روشنی بھی ہے؟

روشنی کے دو پیمانے سامنے رکھئے۔ 1۔ سورج اور 2۔ چاند... چاند کی روشنی جہاں بھی ہو وہیں ہوتی ہے یہ آگے نہیں پھیلتی۔ سورج جہاں ہو وہاں بھی ہے اور جہاں نہ ہو وہاں بھی اس کی روشنی پھیلی ہوتی ہے۔ دن کے وقت کمروں کے اندر جو دن کی روشنی ہے وہ سورج کی روشنی کا ہی فیض عام ہے۔ روشنی کے اس انتشار اور پھیلاؤ کو ضیاء کہتے ہیں اور جو روشنی جہاں ہو وہی رہے اسے نور کہتے ہیں قرآن کریم میں ہے: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا

(پ11، یونس آیت5)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے سورج کو ضیا اور چاند کو نور بنایا۔''

اس سے یہی کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ ضیاء اپنے پھیلاؤ اور انتشار میں نور سے قوی ہے۔

لاکھوں ستارے بر فلک ظلمت شب جہاں جہاں
اک طلوع آفتاب کوہ ودمن سحر سحر

حضرت مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روایت میں نور اور ضیاء دونوں لفظ متقابل استعمال فرمائے۔ آپ نے فرمایا:

"الصلوۃ نور والصدقۃ برھان والصبر ضیاء والقرآن حجۃ"
(صحیح مسلم ج1 ص118)

"نماز نور ہے صدقہ نشان ہے صبر ضیاء ہے اور قرآن حجت ہے۔"

روزہ کھانے پینے اور جنسی تقاضوں سے بالا رکھتا ہے۔ یہ بات اللہ کی صفات میں سے ہے اسے ضیاء کہا گیا اور نماز کو نور کہا گیا یہ عاجزی اور بندگی کا نام ہے اور یہ مخلوق کی شان ہے۔ سو اس لحاظ سے روزے کی شان نماز سے بالا ہے اور ضیاء نور سے آگے ایک درجہ۔

علامہ زمخشری اس سے اتفاق نہیں کرتے وہ کہتے ہیں اضاءت روشنی پھیلانے کو کہتے ہیں۔ یہ صفت ہے ذات نہیں۔ سورج اپنی ذات میں نور ہے اور اپنے پھیلاؤ میں ضیاء ہے۔ نور کا لفظ ذوات پر آجاتا ہے مگر ضیاء اضاءت صفات میں جگہ پاتے ہیں۔ اسی صورت میں نور ہی اول رہا گو صفت میں سورج چاند ستاروں سے آگے ہے۔

علامہ سہیلی رحمہ اللہ نے الروض الانف میں ورقہ کا یہ شعر نقل کیا ہے:

ویظھر فی البلاد ضیاء نور   یقیم به البریة ان تموجا

نور کا آگے پھیلاؤ ہے اور ضیاء خود پھیلاؤ ہے اس کا آگے پھیلاؤ نہیں۔ اللہ کے نور سے مراد نور ہدایت ہے۔ یہ ہدایت کا آگے پھیلنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نور کہا جائے تو اس سے مراد بھی یہی نور ہدایت ہے جس سے روشنی آگے پھیلتی ہے۔

علامہ خفاجی نے شرح شفا میں ضوء کو نور کی فرع قرار دیا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ یا حضور نبی خاتم کے لیے لفظ نور تو آ سکتا ہے لفظ ضیاء نہیں اور اس سے بھی مراد نورِ ذات نہیں نور ہدایت ہے۔ اور یہ صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور نبوت کی ضیاء قیامت تک پھیلی ہے۔ اس سے آگے کسی اور روشنی کی ضرورت نہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

فَلَمَّآ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ وَتَرَكَهُمۡ فِىۡ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبۡصِرُوۡنَ

(پ1، البقرہ، ع2، آیت17)

خدا کا نور عام ہے یا کسی ایک فرد میں محدود ہے:

فلاسفہ الواحد لا یصدر منه الا الواحد کے قائل ہیں ان کے قول پر خدا کا نور کسی ایک فرد میں اترے گا اور پھر آگے پھیلے گا اور پھر یہ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ خدا نور ذات ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ وہ نور ہدایت ہے اسی طرح

حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور ذات نہیں کہ ان کا نور بقول شیعہ صرف ایک (حضرت علی) میں اترے۔ آپ نورِ ہدایت ہیں جن کا نور سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

جب یہ بات طے ہوئی کہ اللہ رب العزت کی ذات نور نہیں۔ نور اس کی صفت فعل ہے۔ تو یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اس کا نور عام ہے کسی ایک میں محدود نہیں۔ اللہ رب العزت نے سب انسانوں کو ظلمت میں پیدا کیا اور پھر ان پر اپنا نور (نورِ ہدایت) ڈالا۔ یہ افاضہ الٰہی کسی ایک فرد پر نہ تھا۔ بہت سے سعادت منداس دولت کو پا گئے۔ ان سعادت مندوں کے دل وہ ظروف ہیں جن میں نور الٰہی ان کی بساط استعداد اور طلب کے مطابق اترتا ہے۔

سب سے زیادہ جس ذات گرامی نے اس نور کو اپنے اندر جذب کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے شرح صدر فرمادیا تھا۔ اور ہدایت کی ساری راہیں ان پر کھول دی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان للہ تعالیٰ اٰنیۃ من اھل الارض وانیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین واحبھا الیہ الینھا وارقھا رواہ الطبرانی

(تفسیر مظہری ج5 ص538)

''بے شک زمین والوں میں اللہ کے کچھ ظروف ہیں اور تمہارے رب کے ظروف اللہ کے نیک بندوں کے دل ہیں اور ان میں اللہ کو سب سے پیارے وہ ہیں جو سب سے زیادہ نرم اور بہت زیادہ پسیجنے والے ہیں۔''

اللہ کے ان ظروف میں اللہ رب العزت کا نور اترتا ہے کسی ایک میں نہیں سب اس اضافہ نور سے منور ہیں اور یہ آخرت تک ان کے ساتھ جائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ

(پ27، الحدید آیت 12)

''جس دن تم ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو دیکھو گے ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہو گا اور ان کی داہنی جانب... خوشخبری ہے تمہیں آج کے دن اب کیا یہ مومن اور مومنات نور من نور اللہ ہو گئے۔ (العیاذ باللہ) یا ان کا یہ نور نور ذات تھا؟ یہ نور ذات کے ڈھلے پیمانے تھے جو یہاں بھی ہدایت بن کر ابھرے اور وہاں بھی ہدایت بن کر نکھرے یہی ان کا نور ہے جو ان کے آگے آگے اور دائیں چلتا ہو گا۔

نور باری تعالیٰ کے یہ انسانی ظروف تو ایک طرف خود زمین بھی اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی تو کیا یہ اللہ کا نور ذات ہو گا نہیں اللہ کی ذات نور نہیں اور نہ اب تک کسی نے اس کی ذات اور کنہ کو دریافت کیا ہے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ

(پ24، الزمر ع7، آیت69)

''اور زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور رکھ دیئے جائیں گے دفتر''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا بیان:

سب بنی آدم بشمول جمیع انبیاء و مرسلین اپنے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ معلوم کریں کہ تخلیق آدم نور سے ہوئی یا آپ مٹی سے پیدا کیے گئے فرشتے نور سے، جنات آگ سے، اور انسان مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں ان تینوں میں مٹی سے پیدا ہونے والا سبقت لے گیا اور نور والے اس کے آگے سجدہ ریز ہوئے صرف شیطان اس بات کو نہ سمجھا کہ مٹی سے پیدا ہونے والا نور و نار سے کیسے بڑھ سکتا ہے۔ فضیلت بشری کا یہ پہلا انکار ہے جو ابلیس نے کیا:

قرآن پاک میں ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۔ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ الخ

(پ14، الحجر:28 تا 31)

”اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے۔ پھر جب میں ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی روح تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے سو سب فرشتوں نے مل کر سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے اس نے انکار کیا کہ وہ ہو سجدہ کرنے والوں میں۔ اللہ نے کہا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ تو ساتھ نہ ہوا سجدہ کرنے والوں کے بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں بشر کو جسے تو نے پیدا کیا کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے۔ فرمایا تو نکل جا یہاں سے تجھ پر مار ہے اور تجھ پر لعنت ہے اس دن تک۔“

ان آیات سے پتہ چلا کہ بشر کو حقارت سے دیکھنا اور اسے نوری مخلوق کے مقابلے میں ادنیٰ سمجھنا یہ عملِ شیطان ہے جس میں اس دور کے اہل بدعت گرفتار ہیں۔ یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت آدم علیہ السلام میں اللہ نے اپنی روح ڈالی تھی۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کسی نے روح من روح اللہ کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ یہ روح آدم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت اضافت تشریفی ہے اور وہ اللہ کی پیدا کردہ خاص روح تھی جو اللہ نے آدم علیہ السلام میں پھونکی خالق خود روح نہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے بشر کو خلقت بخشی اسے پیدا کر کے پھر اس پر اپنا نور ڈالا یہ نور بھی اللہ کا پیدا کردہ تھا ایک خاص شان کا نور تھا۔ مگر حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کسی نے نور من نور اللہ کا عقیدہ اختیار نہ کیا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام خلقت میں بشر تھے صفت میں اس اترنے والے نور سے راہ پا گئے پس حضرت آدم علیہ السلام کی بشریت میں جو نوع و ذات کے اعتبار سے تھا اور ان کے نور ہدایت ہونے میں (جو بطور صفت انہیں ملا) کوئی تعارض نہ رہا۔

حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام سے تسلسل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم ہوا کہ اپنی بشریت کا اعلان کریں اور بشریت بھی وہی جو حضرت آدم علیہ السلام کی جملہ اولاد کی ہے البتہ اس اولاد میں آپ ایک محسوس امتیاز کے حامل ہیں کہ آپ پر وحی آتی ہے جو اوروں پر نہیں آتی ارشاد ہوا:

قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَىَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (پ16، الکہف110)

''آپ کہہ دیں میں اس کے سوا نہیں کہ بشر ہوں جیسے تم۔ وحی آتی ہے مجھ پر معبود تمہارا ایک معبود ہے۔''

یہ نصِ صریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوع بشر سے ہیں جیسے اور انسان اس نوع سے ہیں ہاں آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس نص کا منکر نہ ہو گا مگر وہی جو کافر ہو۔ مسلمان کی تو جرأت نہیں کہ وہ نص صریح کا منکر ٹھہرے۔

یہ عقیدہ کافروں کا تھا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا بشر ایک معمولی مخلوق ہے بھلا اس پر نبوت کیسے آسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور حضور کو حکم دیا کہ اپنی بشریت اور رسالت دونوں کا ایک اعلان کریں اور ان دو میں ہر گز کوئی تضاد نہیں۔ بشریت میں آپ جملہ بنی آدم کے ساتھ شریک ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل بشر ہیں۔

انبیاء کو بشر کہنے کے دو پیرایوں میں کھلا فرق:

انبیاء کرام کو اعتقاداً بشر ماننا اور اظہار عقیدہ میں انہیں بشر کہنا یہ ایک پیرایہ بیان ہے دوسرے انہیں بشر کہہ کر بلانا یہ دوسرا پیرایہ ہے جب کسی کو بلانا ہو تو اسے اس کی امتیازی شان سے بلایا جاتا ہے ذات کے درجے سے نہیں۔

بریلوی علماء جب اپنے عوام سے مخاطب ہوتے ہیں تو اس دوسرے پیرائے سے کہتے ہیں کہ انبیاء کو بشر کہنا بے ادبی ہے اور عوام بے چارے بات سمجھ نہیں پاتے۔ وہ یہ عقیدہ لے کر اٹھتے ہیں کہ انبیاء کی بشریت کا عقیدہ درست نہیں، اور خطیب کی زد میں آکر محروم الایمان ہو کر مسجد سے نکلتے ہیں۔ بریلوی علماء کی اپنے عوام کو محروم الایمان کرنے کی یہ روش انتہائی لائق افسوس ہے۔

کیا پیغمبروں کو بشر کہنے والے کافر ہو گئے تھے؟

آپ بریلویوں کو عام کہتے سنیں گے کہ پیغمبروں کو کافروں نے بشر کہا تھا یہ غلط ہے ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے انہیں پیغمبر مان کر پھر بشر کہا ہو اور اس پر وہ کافر ہو گئے ہوں وہ جو انہیں بشر کہتے تھے انکار رسالت کے لیے کہتے تھے نبی مان کر نہیں وہ بشریت اور رسالت میں تضاد کے قائل تھے۔ وہ کہتے تھے

اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا

(پ28، التغابن6)

سو ان پر یہ حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے کہ وہ انہیں پیغمبر تسلیم کر کے انہیں بشر کہتے تھے۔ علماء اہل سنت انبیاء کو انبیاء مان کر ان کی بشریت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ کافر انہیں نبی مانے بغیر بشر کہتے تھے۔ اور اس طرح ان کی نبوت کا انکار کرتے تھے۔ ان دونوں صورتوں کو ایک ساتھ ملانا اور اسے اپنے انکار بشریت کا زینہ بنانا صرف انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہوں اور نہ آخرت کے قائل ہوں اور نہ وہ کسی حساب و کتاب پر یقین رکھتے ہوں۔

بشریت انسان کے معنی میں:

قرآن کریم میں لفظ بشر اور انسان ایک معنی میں آتے ہیں حضرت مریم کو فرشتوں نے کہا کہ تو جب بچے کو ساتھ لے کر چلے اور رستے میں تو کسی انسان کو دیکھے جو اس پر تعجب کر رہا ہو تو اشارے سے کہہ دینا کہ میں آج کسی انسان سے ہم کلام ہونے کی نہیں۔ اس موقعہ پر قرآن نے یہ دونوں لفظ بشر اور انسان ایک ساتھ ایک سیاق میں ذکر فرمائے ہیں۔ دیکھئے

فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُولِيْ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۔

(پ16، مریم26)

''سو اگر تو دیکھے کسی بشر کو تو کہہ کہ میں نے روزہ کی نذر مانی ہے رحمن کی۔ سو آج میں کسی انسان سے کلام نہ کروں گی۔''

یہاں یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۔

(پ 30 سورۃ التین)

کہہ کر انسان کا اشرف المخلوقات ہونا واضح کیا ہے سو اگر انبیاءے کرام کی بشریت کا انکار کیا جائے اور انہیں کسی اور نوع کی مخلوق مانا جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں مقام نبوت کی کھلی توہین اور بے ادبی ہو گی۔

انبیاء کی بشریت کی تیسری کھلی شہادت:

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.

(پ3، آل عمران79)

''کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ تو دے اسے کتاب، حکم اور نبوت اور وہ لوگوں کو کہے تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت اور کتاب کا مورد ہمیشہ انسان ہی رہے ہیں۔ اور نبوت ہمیشہ انسان کو ہی ملی ہے یہ نوع بشر ہے جس پر کتاب اترتی ہے اور اسے نبوت ملتی ہے۔

انبیاء کی بشریت کی چوتھی شہادت:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ۔

(پ25، الشوریٰ51)

''اور یہ کسی بشر کے بس میں نہیں کہ اللہ اس سے باتیں کرے مگر یہ تین صورتیں ہیں۔

1۔اندر ہی اندر ایک بات دل میں اترے۔

2۔پردے کے پیچھے سے کوئی آواز سنائی دے۔

3۔یا وہ کسی کو قاصد بنا کر بھیجے جو اس کے اذن سے اسے اس کی بات کہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں سے جب بھی ہم کلام ہوا ان تین صورتوں سے خالی نہیں۔ پہلی صورت میں بھی فرشتہ پیغمبر کے قلب پر اترتا تھا یہ ایک اندر کی کاروائی تھی جو حسا سامنے آتی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا جب بھی اپنا پیغام دینے کے لیے کسی سے ہم کلام ہو تو وہ بشر سے ہی ہم کلام ہوا اور اس میں بشر کا اعزاز ہے نبوت کی کوئی بے ادبی نہیں ہے۔

بریلوی واعظین کہتے ہیں کہ یہ بات دوسرے انبیاء کے متعلق تو کہی جا سکتی ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نور من نور اللہ تھے وہ اس حکم میں شمار نہیں کیے جا سکتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے معاً بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس حکم میں شریک فرمایا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا۔

(پ25، الشوریٰ52)

''اور اسی طرح ہم نے بھیجا آپ کی طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے اور آپ نہ جانتے تھے کیا ہے کتاب اور نہ ایمان (کی تفاصیل) لیکن ہم نے کیا ہے اسے ایک روشنی اس سے ہم اپنے بندوں کو راہ بتلا دیتے ہیں۔''

انبیاء کا بر سبیل تواضع کوئی بات کہنا:

تواضع اپنے آپ کو نیچے رکھ کر بات کہنے کو کہتے ہیں جیسے گورنمنٹ سکول میں ایک ہیڈ ماسٹر ہے ایک کلرک بھی ہے اور ایک مالی بھی اور ایک چوکیدار بھی۔ اب اگر وہ ہیڈ ماسٹر انہیں یکجا اکٹھا کر کے کہے میں بھی تو تمہاری طرح گورنمنٹ کا ایک ملازم ہوں گورنمنٹ سروس میں ہوں جیسے تم۔ تواضع ایک قدرے مشترک پر لے آئی ورنہ وہ تو سارے ادارے کا سربراہ ہے تواضع کرنے والا تواضع میں جھوٹ نہیں بول رہا ہوتا۔ ہاں وہ اپنے آپ کو قدرے مشترک میں لا کر ایک بات کہہ رہا ہے۔

یاد رکھیے انبیاء کرام تواضع میں بھی جھوٹ نہیں بولتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اگر بطورِ تواضع فرمایا تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں بولا۔ تواضع قدرِ مشترک میں آنا ہے جھوٹ بولنا نہیں ہے۔ اگر کوئی ڈپٹی کمشنر کہے میں ڈپٹی کمشنر نہیں ہوں تو یہ تواضع نہ ہو گی جھوٹ ہو گا۔ یاد رکھیے انبیاء کرام بطور تواضع کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

تواضع ایک اپنی نیاز مندی ہے یہ کسی کے کہنے پر نہیں کی جاتی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا فرمایا اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ میں بھی انسان ہوں جیسے تم۔ کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی کاروائی تھی یا یہ خدا کا حکم تھا؟ آپ اس کا حکم فرمادیں۔ قرآن کریم میں اسے یوں بیان فرمایا گیا ہے قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ نیاز مندی وہ ہوتی ہے جو اپنی طرف سے کی جائے وہ نہیں جو دوسروں کے کہنے پر ہو۔ تاہم جن مفسرین نے اسے تواضع کہا ہے وہ صرف پہلے حصہ آیت کے مطابق ہے دوسرے حصہ میں یوحی الی کے الفاظ نے وہ مثبت توڑ دی ہے۔ یہ قرآن میں آپ کی اپنی بشریت کا اعلان ہے۔

حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بشریت کو بیان کرنا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی بشریت اور دوسروں کے ساتھ شریک فی النوع ہونے میں اپنی مثلیت کو بیان فرمایا اور آپ نے جب بھی اسی طرح اظہار فرمایا وہ ایک موقع پر ضرورت تھا اور ظاہر ہے کہ ضرورت اور استدلال کے وقت کوئی بات خلاف واقع نہیں کہی جاتی۔ سجدہ سہو کی ایک بحث میں آپ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ أَنْبَأْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَنْسَى كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي وَإِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ۔

(صحیح مسلم ج1 ص212)

''اگر نماز میں کوئی اور صورت پیدا ہوتی ہے تو میں تمہیں اس کی خبر کرتا لیکن بات یہ ہے کہ میں بھی بشر ہوں میں بھی بھول سکتا ہوں جیسے تم سو جب میں کبھی بھولوں تو مجھے یاد کرادیا کرو اور جب تم اپنی نماز میں شک میں پڑ جاؤ تو درست صورتِ حال معلوم کرو اور اس غلبہ فکر پر اپنی نماز پوری کرو اور دو سجدے (سہو کے) ادا کرو۔''

اس حدیث میں آپ کا اپنی بشریت کا اعلان ایک ضرورت کے موقع پر ہوا تو اسے کسی طرح نہیں کہا جا سکتا کہ آپ محض انکساری اور تواضع کے طور پر اپنے آپ کو بشر کہہ رہے تھے۔ انکساری سے کہی بات پر دلائل نہیں دیئے جاتے بھولنا ایک انسانی فطرت ہے ایک بشری تقاضا ہے یہ پیغمبر پر بھی وارد ہوتا ہے اور دوسروں پر بھی۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ منشا دونوں کے بھولنے کا الگ الگ ہو۔ ہم اگر نماز میں کبھی بھولتے ہیں تو اس کا منشاء ہماری غفلت اور بے توجہی ہے اور پیغمبر اگر بھولے تو بناء بر غفلت نہیں بناء پر حکمت ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھول اتار کر آپ کی امت کو سجدہ سہو کا مسئلہ بتا دیں۔ قولہ تعالیٰ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ تاہم بھولنے کی کیفیت ایک ہے جو دونوں پر وارد ہوتی ہے۔ علماء اہل سنت نے اس حدیث پر لکھا ہے: 1فیہ دلیل علی جواز النسیان علیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی أحکام الشرع وھو مذھب جمھور العلماء وھو ظاھر القرآن والحدیث واتفقوا علی أنہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقر علیہ بل یعلمہ اللہ بہ۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ج1 ص212)

(ترجمہ) ''اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام شرع میں بھول وارد ہونے کی دلیل ہے اور یہی جمہور علماء اسلام کا موقف ہے اور قرآن اور حدیث کا ظاہر بھی یہی ہے اور اس پر بھی سب علماء کا اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بھول پر رہنے نہیں دیا جاتا اللہ تعالیٰ انہیں صحیح صورت حال بتلا دیتے ہیں۔''

ام المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّكُمْ تَخْتَصِمُونَ إِلَيَّ وَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَكُونَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهِ مِنْ بَعْضٍ فَإِنْ قَضَيْتُ لِأَحَدٍ مِنْكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ حَقِّ أَخِيهِ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهُ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ فَلَا يَأْخُذْ مِنْهُ شَيْئًا... حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

(جامع ترمذی ج1 ص160)

''تم اپنے مقدمے میرے پاس لے کر آتے ہو اور میں بھی انسان ہوں ہو سکتا ہے کہ کوئی تم میں سے اپنے دلائل میں زیادہ چرب زبان ہو سو میں تم سے کسی کے حق میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کر دوں تو یہ ایک قطعہ نار ہے جو میں اسے دوں گا وہ ہرگز اسے نہ لے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے کا عقیدہ:

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فاتح مصر کے بیٹے تھے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مجھ سے زیادہ حضور کی احادیث روایت کرنے والا کوئی نہیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے۔

آپ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حدیث میں لکھتا تھا۔ مجھے دوسرے صحابہ نے مشورہ دیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات نہ لکھا کروں آپ کبھی جذبات میں کوئی بات کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں اس پر میں لکھنے سے رک گیا اور آنحضرت کو اس کی خبر کی آپ نے اپنی انگلی سے اپنے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا یہاں سے جذبات بھی ہوں حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا اُكْتُبْ فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا يَخْرُجُ إِلاَّ حَقٌّ ... حضرت عبداللہ بن عمرو کو صحابہ نے جب لکھنے سے منع کیا تھا تو انہوں نے ان الفاظ میں اپنی بات آپ کے سامنے رکھی تھی:

أَتَكْتُبُ كُلَّ شَيْءٍ تَسْمَعُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرٌ يَتَكَلَّمُ فِي الْغَضَبِ وَالرِّضَا

(سنن ابی داؤد ج2 ص514 طبع 1369ھ سنن دارمی ج1 ص125)

کیا آپ ہر چیز جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہیں لکھ لیتے ہیں حالانکہ حضور بشر ہیں جو کبھی غصے میں ہوتے ہیں کبھی خوشی میں (ایسے مواقع کی بات کس طرح سند بنائی جاسکتی ہے)

اس سے پتہ چلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے پر سب صحابہ متفق تھے ہاں ان کا یہ سمجھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جذبات میں ایسی بات بھی نکل سکتی ہے جو درست نہ ہو اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمادی اور کہا کہ میرے منہ سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ان کی اس کے اقرار بشریت سے انکار نہ فرمایا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخصف نعلہ و یخبط ثوبہ و یعمل فی بیتہ کما یعمل احدکم فی بیتہ و کان بشرًا من البشر

(رواہ الترمذی۔ مشکوٰۃ ص520)

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جوتا مرمت کر لیتے تھے اپنے کپڑے سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح کام کرتے تھے جیسے تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو اور بشر تھے جیسے دوسرے لوگ نوع بشری سے ہیں۔''

دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمہ اللہ اور گیارہویں صدی کے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس حدیث کو بلا جرح قبول کیا ہے مولوی محمد عمر اچھروی کا اس حدیث پر جرح کرنا محدثین سلف صالحین کے مسلک سے ایک کھلی بغاوت ہے اہل سنت کے قطعی عقائد سے نکلنے کی اس سے بڑی جرأت کیا ہو گی۔

حضرت عکرمہ کہتے ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد مات وانہ بشر

(سنن دارمی ج1 ص39)

''بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور بات یہ ہے کہ آپ بے شک انسان تھے۔''

شرح عقائد نسفی اہل سنت کے جملہ مدارس میں پڑھائی جاتی ہے اس میں اسلام کا یہ عقیدہ ان الفاظ میں ہے:

وقد ارسل اللہ تعالی رسلاً من البشر۔ الی البشر۔ مبشرین لاھل الایمان والطاعۃ بالجنۃ والثواب ومنذرین لاھل الکفر والعصیان بالنار والعقاب

(شرح عقائد نسفی ص133)

حافظ ابن ہمام اسکندری (861ھ) نے المسائرہ میں نبی کی تعریف یہ کی ہے:

النبی انسان بعثہ اللہ لتبلیغ ما اوحی الیہ و کذا الرسول فلا فرق بینھما بل ھما بمعنی (المسائرہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے متعلق اولیاء کرام کا عقیدہ:

امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

ھر گاہ سید انبیاء علیھم الصلوٰت والتسلیمات فرماید اغضب کما یغضب البشر. باولیاء چہ رسد ھمچنیں این بزرگواران در اکل و شرب و معاشرت باھل عیال و موانست ایشاں باسائر الناس شریك اند تعلقات شتی کہ از لوازم بشریت است از خواص و عوام زائل نمی گردد حق سبحانہ و تعالیٰ در شان انبیاء علیھم الصلوٰت والتسلیمات می فرماید وما جعلنا ھم جسدا لا یاکلون الطعام (پ17 الانبیاء) و کفار ظاھر بینن مے گفتند ما لھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق

(مبدٔ معاد ص26)

"جب تمام انبیا کے سردار بھی کہتے ہیں کہ مجھے بھی غصہ آتا ہے جیسے کسی اور بشر کو غصہ آئے تو پھر اولیاء کرام کی بات کیا ہے اسی طرح یہ بزرگوار کھانے پینے اہل و عیال کے ساتھ رہنے اور ان سے موانست میں تمام لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔ یہ مختلف قسم کے تعلقات جو لوازم بشریت میں سے ہیں خواص و عوام میں کسی سے منتفی نہیں ہوتے حق تعالیٰ انبیاء کرام کے بارے میں فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو ایسے اجساد نہیں بنایا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور ظاہر بین

کفار کہتے تھے اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے اور لوگوں میں چلتا پھرتا ہے۔

بشریت کا اقرار کیا صحت ایمان کے لیے شرط ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث صحیحہ صریحہ سے ثابت اور صحابہ کرام کے اجماعی موقف کے مطابق ہے تو یہ اعتقاد رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوع بشر میں سے تھے صحت ایمان کے لیے کیوں شرط نہ ہوگا۔ یہی سوال حضرت الشیخ ولی الدین عراقی سے ان الفاظ میں پوچھا گیا۔ هل العلم بكونه صلى الله عليه وسلم بشرا ومن العرب شرط فی صحة الايمان او من فرض الكفاية

آپ نے اس پر یہ جواب تحریر فرمایا:

انه شرط فی صحة الايمان فلو قال شخص او من برسالة محمد صلى الله عليه وسلم الى جميع الخلق لكن لا ادری هل هو من البشر۔ او من الملائكة او من الجن او لا ادری هل هو من العرب او من العجم فلا شك فی كفره لتكذيبه القرآن وجحده ما تلقته الاسلام خلفا عن السلف وصار معلوما بالضرورة۔

(غاية المواعظ للعلامہ خير الدين ابی البركات ج2 ص19)

"یہ صحت ایمان کے لیے شرط ہے کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میں حضور کی رسالت پر ایمان لاتا ہوں کہ آپ سب لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے لیکن میں نہیں جانتا کہ آپ نوع بشر میں سے تھے یا فرشتوں میں سے یا جنات میں سے یا

یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ عرب تھے یا عجم سے تھے تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں وہ شخص تکذیب قرآن کا مرتکب ہے اور اسلام جو بات خلف عن السلف کہتا چلا آیا ہے اور جس چیز کا دین میں سے ہونا بالضرورت معلوم ہو چکا ہے یہ شخص اس کا منکر ہے۔''

غیر اللہ سے مدد مانگنا

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

بحث اولیاء اللہ وانبیاء سے مدد مانگنا۔

(جاء الحق ص193)

پھر لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ اور انبیائے کرام سے مدد مانگنا جائز ہے۔

(جاء الحق ص193)

پھر ص 193 سے لے کر ص 213 تک کل 21 صفحات میں یہ بحث کی ہے۔

(دیکھیے جاء الحق ص193 تا 213)

پھر آگے لکھا ہے:

کہ انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانونِ اسلامی اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق ہے۔

(جاء الحق ص207)

قارئین کرام! دنیا میں جتنے بھی مشرک کسی زمانہ میں گزرے ہیں۔ ان کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نہ صرف ذات ہی موجود ہے۔ بلکہ وہ زمینوں

اور آسمانوں کا خالق اور تمام کائنات ارضی و سماوی کا پیدا کرنے والا بھی ہے اور وہی مدبر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے اور اس کے ورے دوسری مخلوق کو بھی الٰہ مانتے تھے اور ان کی عبادت بھی کرتے تھے اور وہ ''مشرک'' قرار پائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو یہ حکم دیا کہ تم یہ اعلان کردو کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی الٰہ نہیں۔ جب وہ الٰہ ہی نہیں تو اس غیر خدا کی عبادت کیسے؟

(1) وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ

(پ17، انبیاء، ع2، آیت:25)

''اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کہ کوئی الٰہ نہیں مگر میں سو عبادت بھی میری ہی کرو''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جتنے بھی خدا تعالیٰ کے پیغمبر اس دنیا میں تشریف لا چکے ہیں ان سب کو خدا تعالیٰ کا یہی حکم ہوتا رہا کہ میرے بغیر کوئی الٰہ نہیں اس لیے عبادت بھی میری ہی ہونی چاہیے۔

(2) یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ''

(پ 14، النحل:2، ع1)

''خدا اتارتا ہے فرشتوں کو بھید اور وحی دے کر اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ خبردار کردو کہ بے شک کوئی الٰہ نہیں مگر میں سو مجھ سے ڈرو۔''

اس آیت میں بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دعوتِ توحید پر تمام پیغمبروں کا اتفاق رہا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ (مختار کل، نافع و ضار) نہیں اس لیے ڈرنا بھی صرف اسی سے چاہیے۔

(3) حضرت نوح علیہ السلام کا ارشاد سنیے:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

(پ8، الاعراف:59، ع8)

''اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں''

(4) حضرت ہود علیہ السلام قوم سے فرماتے ہیں:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

(پ8، الاعراف:65، ع9)

''اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں''

(5) حضرت صالح علیہ السلام قوم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

(پ8، اعراف:73، ع9)

''اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں''

(6) اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر نبوت اور رسالت عطا فرمائی تو یہ بھی ارشاد فرمایا: اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ

(پ16، طٰہٰ: 14، ع1)

''بیشک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی الٰہ نہیں سو میری ہی عبادت کرو''

ان تمام آیات میں اسی چیز کو دہرایا گیا ہے کہ الوہیت اور عبادت صرف خدا تعالیٰ کے لیے ہے۔ ان میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(7) اللہ تعالیٰ نے حضرت امام الانبیاء خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں خطاب فرمایا:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(پ26، محمد:19، ع2)

''سو آپ جان لیجیے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔''

(8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک موقعہ پر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور علامت مجھے اپنی جوتیاں دے کر یہ فرمایا کہ جس آدمی سے تیری ملاقات ہو درانحالیکہ وہ صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتا ہو تو اس کو جنت کی خوشخبری سنا دینا۔

(مسلم ج1 ص45۔ و ابوعوانہ ج1 ص10۔ و مشکوٰۃ ج1 ص15)

(9) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی اس حالت میں وفات ہو گئی کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں تو وہ جنت میں داخل ہو گا۔

(مسلم ج1 ص41۔ وابو عوانہ ج1 ص18)

(10) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ جنت کی کنجی ہے۔

(مسند احمد ج5 ص242۔ ومشکوٰۃ ج1 ص15)

(11) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص

لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ اور ان محمدًا عبدہ ورسولہ

کی شہادت دے گا، اس پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کر دی ہے۔

(مسلم ج1 ص43- ومشکوٰۃ ج1 ص15)

یعنی اگر اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو موجب نار ہو تو وہ جہنم میں داخل نہ ہو گا۔ اور اگر کوئی ایسا کام اس سے سرزد ہو چکا ہے تو اپنی سزا بھگت کر بالآخر وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور تابیدِ نار اس کے لیے حرام ہے۔

(12) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کو نزع کے وقت یہ کہا کہ اے چچا جان! آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں تاکہ آپ کے لیے قیامت کے دن شہادت دے سکوں مگر بدبختی کہ اس نے یہ نہ کہا۔

(بخاری ج2 ص175- ومسلم ج1 ص40- وابو عوانہ ج1 ص14)

(13) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا اور فرمایا سب سے پہلے مطالبہ جو تم نے ان سے کرنا ہے وہ یہ ہو گا شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ

(مشکوۃ ص155 متفق علیہ)

(14) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنا ایمان تازہ کر لیا کرو۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: وہ کس طرح؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔

(الترغیب والترہیب ج2 ص239)

(15) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی تھی کہ لا الٰہ الا اللہ پر سختی سے کاربند رہنا کیونکہ اگر سات آسمان اور سات زمینیں ترازو کے ایک پلڑے میں رکھی جائیں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے۔ تو لا الٰہ الا اللہ وزنی ثابت ہوگا۔

(ادب المفرد ص80۔ والترغیب والترہیب ج2 ص240۔ وقال ابن کثیر رحمہ اللہ اسناد صحیح البدایہ والنہایہ ج1 ص119۔ مستدرک ج1 ص49 قال الحاکم رحمہ اللہ والذہبی رحمہ اللہ صحیح)

(16) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے باری تعالیٰ! مجھے کوئی دعا بتلایئے جس سے میں آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ کہا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ تعالیٰ! یہ سب بندے کہتے ہیں میں ایسی دعا چاہتا ہوں، جو صرف میرے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے مستدرک حاکم وغیرہ کی روایت میں دو بیٹوں کا ذکر ہے اور ادب المفرد میں ایک بیٹے کا ذکر ہے۔

موسیٰ! اگر سات آسمان اور ان میں بسنے والی مخلوق اور سات زمینیں اور جو کچھ ان میں ہے، ترازو کے ایک پلڑے میں اور لا الٰہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لا الٰہ الا اللہ کا وزن زیادہ ہوگا۔

(مشکوٰۃ ج1 ص201 وقال المنذری رحمہ اللہ صححہ الحاکم رحمہ اللہ ، والترغیب ج2 ص239)

(17) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میدان محشر میں ایک ایسا مجرم پیش کیا جائے گا جس کے گناہوں اور بدکاریوں سے ننانوے رجسٹر پر ہوں گے اور دوسری طرف ایک چھوٹے سے پرچے پر کلمہ شہادت لا الٰہ الا اللہ الخ ہوگا۔

جب وزن کیا جائے گا تو کلمہ شہادت بڑھ جائے گا۔

(ابن ماجہ ص238۔ ومشکوۃ ج2 ص476۔ والترغیب والترہیب ج2 ص241)

یہ وہ شخص ہو گا جس نے نزع سے قبل کلمہ توحید پڑھا ہو گا مگر اس کو عمل کی مہلت نہ مل سکی ہو گی، اس سے وہ کلمہ گو مراد نہیں جس کو زندگی تو ملی مگر اس نے اوامر اور نواہی کی پابندی نہ کی۔

(18) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن اپنے اپنے موقع پر چھوٹے بچے، شہداء، صلحاء اور فرشتے مجرموں کے لیے سفارش کریں گے۔

ثم تشفع الأنبياء في كل من كان يشهد أن لا إله إلا الله (الحديث)

(مستدرک 4 ص586)

"پھر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ان لوگوں کے لیے جو سفارش کریں گے جنہوں نے لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دی ہو گی۔"

(19) جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین دعا وہ ہے جو عرفہ کے دن کی جائے۔

وَأَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ

(موطا امام مالک ص165۔ والترغیب والترہیب2 ص242)

"اور بہترین وہ چیز، جو میں نے اور مجھ سے پہلے تمام پیغمبروں نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں اور وہ وحدہ لا شریک لہٗ ہے۔"

(20) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ

(ترمذی ج2 ص174۔ وابن ماجہ ص278۔ ومشکوۃ ص201)

"کہ سب سے بہتر اور افضل ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔"

(21) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تقوم الساعة حتی یقال فی الأرض لا إله إلا الله

(مستدرک ج4 ص499، مجمع الزوائد ج8 ص12)

''اس وقت تک قیامت برپا نہیں ہوگی جب تک زمین پر لا الٰہ الا اللہ پڑھا جاتا ہوگا۔''

حضرات! آپ اچھی طرح پڑھ اور سمجھ چکے ہوں گے کہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کیا اہمیت حاصل رہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کیا رتبہ اور منزلت ہے۔ دوزخ کی ابدی سزا سے نجات حاصل کرنے اور جنت کی تحصیل میں بفضلہ تعالیٰ اس کو کتنا دخل ہے۔ پیغمبروں کی شفاعت، خدا تعالیٰ کی خوشنودی، اس پر کس حد تک موقوف ہے بلکہ لا الٰہ الا اللہ کی برکت ہی سے زمینوں اور آسمانوں کا نظام چل رہا ہے۔

(22) حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو فرمایا کہ میں تمہیں ایک کلمہ بتانا چاہتا ہوں اگر تم نے وہ قبول کر لیا تو تمام عرب تمہارے تابع ہو جائے گا اور تمام عجم کا جزیہ تمہارے قدموں پر نچھاور کیا جائے گا۔ وہ کلمہ یہ ہے لا الٰہ الا اللہ کہ کوئی الٰہ نہیں، مگر صرف اللہ تعالیٰ۔

(مستدرک حاکم ج2 ص432۔ قال الحکم والذہبی صحیح)

قریش نے سن کر کہا:

اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ

(پ23، ص:5، ع1)

''کیا اس نے سب الٰہوں کا ایک ہی الٰہ کر دیا ہے بے شک یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے۔''

اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ وہی لوگ بالیقین خدا تعالیٰ ہی کو اپنا اور زمین اور آسمان کا خالق بلکہ مدبّر الامر اور ہر چیز کا اختیار رکھنے والا مانتے تھے۔ ان کو صرف ایک الٰہ کے ماننے میں نہ صرف تامل تھا بلکہ تعجب بھی تھا۔ چونکہ وہ عرب اہل زبان تھے۔ وہ اچھی طرح سمجھتے تھے کہ الٰہ کا معنی کیا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ جب ہم کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ پڑھیں گے تو ہمیں کیا کرنا اور کیا کہنا پڑے گا اور کیا چھوڑنا پڑے گا۔ اس لیے وہ اس کڑوے گھونٹ کے قریب ہی نہیں آتے تھے۔ قرآن کریم اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے لا الٰہ الا اللہ ایٹم بم سے کم نہ تھا۔

(i) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ جب مشرکین کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا جاتا تھا کہ خدا تعالیٰ کے بغیر کوئی الٰہ نہیں تو ان کی کیا حالت و کیفیت ہوتی تھی؟ سن لیجیے:

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ

(پ23، صافات:35، ع2)

''بے شک وہ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں تو وہ غرور کرتے تھے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مشرکین خدا تعالیٰ کو خالق اور مالک ماننے کے باوجود صرف خدا تعالیٰ کو الٰہ تسلیم کرنے سے انکار اور غرور کرتے تھے اور ان کو اس کے ماننے میں دقت پیش آتی تھی۔

(ii) حضرت ابو محذورہ فرماتے ہیں کہ ہم ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، اور اسلام سے ہمیں نفرت تھی ہم جب موذن کی آواز سنتے، تو اس کی نقل اتارتے اور اس سے استہزاء کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھ لیا، اور ہماری طرف آدمی بھیجے حتی کہ ہم آپ کے پاس گئے۔ آپ نے فرمایا: کون تم میں سے بلند آواز سے اذان کہہ رہا تھا۔ لوگوں نے میرا نام لیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کہو اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ اَللّٰہُ اَکۡبَرُ میں نے کہہ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہو أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ تو میں نے وہ بھی پڑھا (لیکن پست آواز سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِرۡجِعۡ فَامۡدُدۡ صَوۡتَكَ

(نسائی ج1 ص74- وابن ماجہ ص52- وزیلعی ج1 ص263 وغیرہ)

یعنی دوبارہ بلند آواز سے کہو۔ چنانچہ میں نے دوبارہ بلند آواز سے کہا اور پھر مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی توفیق عنایت فرمائی۔

چونکہ مشرکین کو لا الٰہ الا اللہ کا معنی اچھی طرح آتا تھا اور ان کو اس کا اقرار کرنا (اور اسی ہی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرنا) بڑا ہی مشکل تھا، اس لیے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ نے شہادتین کو پست آواز سے ادا کیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دوبارہ بلند آواز سے کہنے کا حکم دیا، تاکہ مشرکین کو لا الٰہ الا اللہ سے جو وحشت اور نفرت ہوتی ہے وہ کم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ مشرکین کو جو اختلاف تھا وہ الٰہ ہی سے تھا، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ

لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(پ14، النحل:51، ع7)

"تم دو الٰہ نہ بناؤ الٰہ تو صرف ایک ہی ہے۔"

یہ نہیں فرمایا کہ تم دو خالق اور دو خدا نہ بناؤ، بلکہ ارشاد یوں ہوتا ہے کہ تم دو الٰہ نہ بناؤ، حالانکہ وہ اپنا زمین و آسمان کا خالق تو صرف خدا تعالیٰ ہی کو مانتے تھے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

الٰہ کا معنٰی:

الٰہ کا وہ معنی جس میں مشرکین کو بڑا اختلاف تھا قرآن کریم اور حدیث شریف کی رو سے بیان کیا جاتا ہے جس میں زمانہ سابق وحال کے مشرک اور زمانہ قدیم اور حال کے جاہل مبتلا تھے اور ہیں، اور تکالیف کے وقت غیر اللہ کو الٰہ سمجھتے تھے اور اب بھی سمجھتے ہیں۔ کیوں کہ اگر یہ معنی کھول کر نہ بیان کیا جائے تو نہ تو عبادت خدا تعالیٰ کے لیے مخصوص ہو سکے گی اور نہ توحید و شرک کا مفہوم ہی سمجھ آ سکے گا اور قرآن کریم پر ایمان اور یقین رکھنے کے باوجود عقیدہ نامکمل رہے گا۔

ہر ایسی سمجھ والا زبان سے لا الٰہ الا اللہ تو کہتا رہے گا مگر سینکڑوں کو الٰہ بناتا رہے گا۔ وہ زبانی یہ دعویٰ تو ضرور کرے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کو رب نہیں سمجھتا۔ لیکن بایں ہمہ اس نے بہتوں کو اَرْبَابًا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بنا رکھا ہو گا۔ وہ پوری نیک نیتی سے کہے گا کہ میں اللہ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کرتا۔ مگر پھر بھی

بہت سے معبودوں کی عبادت میں مشغول رہے گا۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ

(پ20، النمل:62، ع5)

بھلا کون پہنچتا ہے بیکس کی پکار کو جب اس کو پکارتا ہے اور کون دور کرتا ہے سختی اور کرتا ہے تم کو نائب اگلوں کا زمین میں کیا کوئی الٰہ ہے اللہ کے ساتھ؟ تم بہت کم دھیان دیتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر یہ بیان فرمایا ہے کہ مجبور اور بے کس کی پکار کو سننا اور اس کی مدد کرنا اور اس کی تکلیف کو دور کرنا الٰہ کا کام ہے گویا فریاد رس اور تکلیف دور کرنے والا الٰہ ہوتا ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی الٰہ نہیں ہے۔حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں دعا کی تو یہ فرمایا کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنۡتَ

(پ17، انبیاء، ع6)

''کوئی الٰہ نہیں مگر صرف تو'' مطلب یہ کہ اے اللہ! نہ تیرے بغیر کوئی فریاد رس ہے اور نہ تکلیف دور کرنے والا ہے نہ کوئی حاجت روا ہے اور نہ مشکل کشا ہے۔

حضرات! قرآن کریم کی چند آیات آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں کہ مشرکین غیر اللہ کو فریاد رس اور تکلیف دور کرنے والا سمجھ کر پکارتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف مشرکین کی (دَعَا یَدۡعُوۡ کے الفاظ کو سامنے

رکھ کر) تردید فرمائی ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو وہ نہ نفع کے مالک ہیں اور نہ ضرر کے اور نہ ہی ان کو تمہاری تکلیفوں اور مصیبتوں کی اطلاع ہے۔ اور دوسری طرف طرف اللہ تعالیٰ اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کو یہ حکم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نیچے کسی کو نہ پکارو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ

(پ17، الحج:73، ع1)

’’بے شک وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے ورے وہ ہر گز مکھی نہیں بنا سکیں گے اگرچہ سارے جمع ہو جائیں۔‘‘

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ

(پ22، سبا:22، ع3)

آپ کہہ دیجیے پکارو تم ان کو جن کو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے خیال کرتے ہو وہ مالک نہیں ذرہ بھر کے آسمانوں میں اور زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں شراکت ہے اور نہ ان میں کوئی اس (اللہ تعالیٰ) کا مددگار ہے۔‘‘

قُلْ اَفَرَاَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

(پ24، الزمر:38، ع4)

آپ کہہ دیجیے بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو تم اللہ تعالیٰ کے نیچے اگر چاہے اللہ تعالیٰ مجھ پر کچھ تکلیف تو ایسے ہیں؟ کہ کھول دیں تکلیف اس کی ڈالی ہوئی؟ یا اگر وہ چاہے مجھ پر مہربانی تو وہ ایسے ہیں کہ روک دیں اس کی مہربانی کو؟ تو کہہ مجھ کو تو اللہ تعالیٰ ہی بس ہے اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے۔"

قُلْ اَرَاَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ۔

(پ26، احقاف:4،5، ع1)

"تو کہہ بھلا دیکھو جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے نیچے، دکھاؤ تو مجھ کو انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا ان کی شراکت ہے آسمانوں میں۔ لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا کوئی (عقلی دلیل اور) علم جو چلا آتا ہو، اگر ہو تم سچے، اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو پکارے اللہ تعالیٰ کے نیچے، ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو قیامت کے دن تک اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی۔"

(5) وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ 1 اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ۔

(پ22، فاطر:13، 14، ع2)

"اور وہ لوگ جن کو تم پکارتے ہو اللہ تعالیٰ کے ورے، وہ مالک نہیں ہیں

کھجور کی گٹھلی کے ایک چھلکے کے اگر تم ان کو پکارو تو سنیں نہیں تمہاری پکار اور اگر سنیں بھی تو پہنچ نہ سکیں تمہارے کام پر اور قیامت کے دن منکر ہوں گے تمہارے شرک سے اور کوئی نہ بتلائے گا تجھ کو جیسا بتلائے خبر رکھنے والا (خدا تعالیٰ)''

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا شرک یہ بتلایا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیچے مخلوق کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر پکارا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غیر اللہ تکوینی امور (تکلیف سے نجات دینے اور مہربانی کرنے) میں ایک ذرہ کے مالک نہیں ہیں اور وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے ورے دوسری مخلوق کو مشکل کشا جان کر پکارتے ہیں۔ وہ تو ان کی بات کو نہ سن سکتے ہیں۔ اور نہ ان کو اس کی کچھ خبر ہے۔ اگر قیامت تک پکارو وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور اگر بالفرض وہ تمہاری تکلیف کو سن بھی لیں تو تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتے۔ اور تمہارے اس شرک (یعنی پکارنے) کا قیامت تک صاف انکار کریں گے اور یہ ساری باتیں بتلانے والا وہ ہے جس سے کوئی بات چھپی ڈھکی نہیں اور اسی آخری آیت میں اس قسم کے پکارنے پر شرک کا لفظ بولا گیا ہے بلکہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

ذٰلِكُم بِأَنَّهُۥٓ إِذَا دُعِىَ ٱللَّهُ وَحْدَهُۥ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِۦ تُؤْمِنُوا۟ ۚ فَٱلْحُكْمُ لِلَّهِ ٱلْعَلِىِّ ٱلْكَبِيرِ

(پ24، مومن:12، ع2)

''یہ (عذاب) تم پر اس واسطے ہے کہ جب کسی نے پکارا اللہ تعالیٰ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب اس کے ساتھ پکارتے شریک کو تو تم یقین لانے لگتے اب حکم وہی جو کرے اللہ تعالیٰ سب سے اوپر بڑا''

اس آیت میں بھی اکیلے خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو نافع اور ضار جان کر پکارنا شرک قرار دیا گیا ہے۔ان تمام آیات میں دَعَا یَدۡعُوۡا کے صیغے استعمال کیے گئے ہیں کہ مشرکین سلسلہ اسباب و مسببات سے بالا تر ہو کر غیر اللہ کو مصیبت میں پکارتے تھے اور یہی ان کا شرک تھا اور جو شخص کسی اور کو الٰہ سمجھ کر پکارے گا تو اس کا رتی رتی کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہو گا۔ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنۡ یَّدۡعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـهًا اٰخَرَ لَا بُرۡهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنۡدَ رَبِّهٖ

(پ:18، مومنون 46)

''اور جو کوئی پکارے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے الٰہ کو بلا دلیل تو اس کا حساب ہو گا اس کے رب کے نزدیک۔''

اللہ تعالیٰ عام انسانوں کو سمجھانے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تَدۡعُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنۡفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ 5 فَاِنۡ فَعَلۡتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیۡنَ ٭ وَاِنۡ یَّمۡسَسۡكَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ وَاِنۡ یُّرِدۡكَ بِخَیۡرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضۡلِهٖ

(پ11، یونس:106، 107، ع11)

''اور مت پکارو اللہ تعالیٰ کے نیچے ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور نہ برا، پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اس وقت ہو گا ظالموں میں، اور اگر پہنچائے تجھ کو اللہ تعالیٰ ضرر تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا، اور اگر پہنچائے تجھ کو بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔''

ان آیات سے یہ بات بخوبی اور بلاشک و شبہ ثابت ہو چکی ہے کہ غیر اللہ کو مافوق الاسباب طریق پر حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر مصیبت کے وقت پکارنا شرک ہے اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔ جو ان آیات میں بیان کیا گیا ہے۔یہ یاد رہے کہ پیاس کے وقت اپنے نوکر کو پانی کے لیے پکارنا، بیماری میں علاج کے لیے حکیم اور ڈاکٹر کو بلانا، کسی اور ایسی ہی تکلیف اور مصیبت میں اپنے کسی دوست، عزیز اور رشتہ دار یا عام انسان کی توجہ اپنی طرف منعطف کرنا یہ نہ تو شرک ہے اور نہ اس سے ڈاکٹر یا حکیم وغیرہ کو الٰہ بنانا لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب کچھ سلسلہ اسباب کے تحت ہے نہ کہ سلسلہ اسباب سے مافوق بخلاف اس کے جو شخص بھوک، پیاس، بیماری یا دکھ درد میں کسی پیغمبر، ولی، شہید اور بزرگ کو پکارتا ہے جو سینکڑوں اور ہزاروں میل دور اپنی قبور میں آرام فرمارہے ہیں۔ تو اس پکارنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ان کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے اور اس کو اس معنی میں متصرف فی الامور مانتا ہے کہ یہ مشکل کشائی، حاجت روائی، پناہ دہندگی، امداد و اعانت و خبر گیری و حفاظت میں فوق الطبیعی طور پر اسباب کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور یہی اصل شرک ہے۔

مافوق الاسباب طریق پر امید و نفع اور دفعِ مضرّت کے وقت غیر اللہ کو پکارنا اس لیے شرک ہے کہ شرک کے اصولی طور پر تین ستون ہیں۔

(1) یہ کہ پکارنے والے کو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جس کو میں پکار رہا ہوں۔ وہ میرے حال سے آگاہ اور میری مصیبت کی اس کو خبر اور علم ہے یعنی عالم الغیب یا عالم ماکان و مایکون ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کے نیچے دوسروں کو

قیامت تک بھی اگر پکارا جائے تو ان کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی۔ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (اور ان کو خبر نہیں ان کے پکارنے کی)

(2) یہ کہ پکارنے والا سمجھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ میری حالت کو دیکھتا اور میری آواز کو سنتا ہے یعنی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ

(فاطر:14)

"(کہ اگر تم ان کو پکارو وہ سنیں نہیں پکار تمہاری اور اگر سنیں پہنچ نہ سکیں تمہارے کام پر) بھلا دور سے بجز پروردگار کے اور کون آواز سنتا ہے اور پھر کام پورا کر سکتا ہے۔"

(3) پکارنے والا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جس کو میں پکارتا ہوں وہ مجھے نفع دینے اور تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ جن کو تم پکارتے ہو وہ ذرہ بھر کے مالک نہیں، نہ زمینوں میں نہ آسمانوں میں۔ ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا

(اسرائ:56)

"سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تمہاری تکلیف اور نہ بدل دیں۔"

علمائے امت نے اس مسئلہ کی حقیقت کو جب سمجھا تو نہایت واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ان تینوں چیزوں کا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی۔ فقہاء لکھتے ہیں:

من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر

(فتاویٰ بزازیہ ص326۔ وبحر الرائق ج5 ص124)

"جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی ارواح حاضر ہیں اور وہ جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔"

اس عبارت میں حضرات فقہائے کرام نے پہلی دو چیزوں کو (یعنی غیر اللہ کو عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا) بیان کر کے ایسا عقیدہ رکھنے والے کی تکفیر کی ہے۔

اور تیسری چیز کا حضرات فقہاء حنفیہ کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم نے یوں قلع قمع کیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ولی اور بزرگ کے لیے نذر و منت مانے تو وہ کافر ہو جاتا ہے کیونکہ نذر ماننے والے کا خیال ہوتا ہے کہ (ان المیت یتصرّف فی الامور دون اللہ واعتقادہ بذلك كفر، بحر الرائق ج5 ص298۔ مصری و شامی ج3 ص175۔ و مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی لکھنوی ج2 ص94) میت اللہ کے ورے معاملات میں تصرف کرتی ہے اور اس کا یہ اعتقاد کفر ہے۔

لطیفہ:

وہ لوگ جو شرک صرف بتوں کے ساتھ ہی عقیدت وابستہ رکھنے کو سمجھتے ہیں۔ وہ حضرات فقہائے کرام کی ان عبارات کا کیا جواب ارشاد فرمائیں گے جن میں مشائخ اور میت کے الفاظ موجود ہیں۔ کیا مشائخ اور میت بھی کوئی بت ہوتے ہیں؟ (العیاذ باللہ)

مفتی احمد یار خان صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سے مدد مانگنا جائز ہے۔ الخ

(جاء الحق ص183)

اور پھر آگے لکھا ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا یا ان کو حاجت روا جاننا نہ شرک ہے اور نہ خدا کی بغاوت بلکہ عین قانون اسلامی اور منشاء الٰہی کے بالکل مطابق ہے۔ جناب معراج میں نماز اولاً پچاس وقت کی فرض فرمائی، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر کم کرتے کرتے پانچ رکھیں آخر یہ کیوں؟

(جاء الحق ص197)

مفتی احمد یار خان صاحب نے جتنی آیات اور احادیث پیش کی ہیں ایک بھی ان کے اس دعوے کی دلیل نہیں ہے۔ غرض کہ مافوق الاسباب طریق پر غائبانہ استعانت و استمداد غیر اللہ سے ناجائز ہے۔ بعض لوگوں نے اپنے دعویٰ پر بعض بزرگان دین کے غیر معصوم اقوال پیش کیے ہیں۔ جو عشقیہ طور پر انہوں نے کہے ہیں جو خود قابل تاویل ہیں نہ یہ کہ نصوص قطعیہ کے مقابلہ میں وہ صحیح ہیں۔ اور بعض معجزات اور کرامات ہیں جو محل نزاع نہیں۔ الغرض غیر متعلق دلائل سے استدلال و احتجاج اور غیر معصوم آراء اقوال سے اثبات عقائد مفتی احمد یار خان صاحب اور ان کے ہم مشرب رفقاء کو ہی زیب دیتا ہے۔ تفسیر روح البیان شریف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ "شیخ صلاح الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو رب نے قدرت دی ہے کہ میں آسمان کو زمین پر گرا دوں۔ اگر میں چاہوں تو تمام دنیا والوں کو ہلاک کر دوں، اللہ تعالیٰ کی قدرت سے۔

(جاء الحق ص187)

سبحان اللہ! یہ ہے مفتی صاحب کی وزنی دلیل حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات و التسلیمات تو اظہار معجزات اور مجرم اور نافرمان اقوام کی تباہی و

بربادی کا اختیار نہ حاصل کر سکے، بلکہ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ الآیۃ سے امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان کرنے کا حکم خداوندی موصول ہوا۔ مگر بقول ان حضرات کے شیخ صلاح الدین رحمہ اللہ تمام کائنات کو فنا کرنے اور آسمانوں کو زمین پر دے مارنے پر بھی قادر ہو گئے ہیں۔

اور مفتی احمد یار خان صاحب جوش بیان میں آتے ہیں تو ص302 میں تفسیر صاوی کے حوالہ سے ایک عبارت نقل کر کے اس کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

''اس آیت (وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ) میں ان خارجیوں کی دلیل نہیں جو کہتے ہیں کہ غیر خدا سے خواہ زندہ ہو یا مردہ کچھ مانگنا شرک ہے خارجیوں کی یہ بکواس جہالت ہے۔''

مگر مفتی صاحب یہ بتانے کی مطلقاً زحمت گوارا نہیں کرتے کہ صاوی والا تیرہویں صدی کا غیر معتبر اور رطب و یابس اقوال جمع کرنے والا ایک نیم شیعہ مفسر ہے۔ یہ ہے مفتی احمد یار خاں صاحب کی کارستانی فوااسفا مگر حیرت ہے کہ اب دنیا میں ایسے لوگ بھی مفتی بن گئے ہیں۔

مفتی احمد یار خاں صاحب نے حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ کی وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے حاشیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

''ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت در حقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ بس فیصلہ ہی کر دیا۔'' الخ

(جاء الحق ص191)

اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی (المتوفٰی 1362ھ) کے امداد الفتاویٰ ج4 ص99 کی اس عبارت کو کہ:

''جو استعانت و استمداد باعتقادِ علم و قدرت مستقل ہو وہ شرک ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائے تو جائز ہے خواہ مستمد منہ حیّ ہو یا میّت۔''

لکھ کر مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ بس فیصلہ ہی فرما دیا کہ مخلوق کو غیر مستقل قدرت مان کر ان سے استمداد جائز ہے اگرچہ میت ہی ہو۔ الخ

(جاء الحق ص193)

اس کا جواب یہ ہے کہ فریق مخالف کا نظریہ معلوم نہیں کہ وہ مستقل اور غیر مستقل کا کیا مفہوم مراد لیتا ہے مگر ہمارے اکابر جو کچھ فرماتے ہیں وہ سن لیجیے فتاویٰ رشیدیہ میں منقول ہے:

''قدرت واختیار چیزے عطا فرمودن و قوتّ اقتدارِ آن تفویض نمودن مغمومے دیگر است و فعل خالص خود در چیزے ظاہر کردن مضمومنے دیگر مثلاً تو ان گفت کہ زید بقلم نوشت و فعل خاص خود کہ کتابت است در قلم ظاہر کرد نمی تواں گفت کہ زید قدرت واختیار حرکت و قوتّ اقتدارِ کتابت بقلم سپر زیرا کہ قلم تاوقتیکہ مثل زید انسان نشود قدرت واختیار حرکت و قوت واقتدار از کتابت حاصل نمیتوان کرد وخاصہ ٔ انسان بدست نتواں آورد الی ان قال کہ قدرت و اختیار افعال خاصہ ٔ احدیت و قوتّ واقتدار آثارِ مختصہ صمدیت بکسے یا چیزے سپرون از مرتبہ ٔ امکان بمرتبہ ٔ وجوب بردُن است الخ''

(ج3 ص22 قدیم)

اور پھر ج 3 ص 24 پر لکھا ہے کہ :

''لفظ علم ذاتی و تصرّف استقلال و مثل آں کہ در کلام بعض علماء مثل مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ و شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نسبت بکفار واقع شدہ مراد ازاں ہمیں اثبات قدرت و اختیار از درگاہ پروردگار است کہ موجب شرک کفار نابکار است ورنہ مشرکین عرب ذات و صفات اصنام را مخلوق خدا و قدرت و اختیار آنہا عطافرمودہ جناب کبریاء سید انستنندا''

اس سے معلوم ہوا کہ مستقل تصرف کا یہ معنی ہر گز نہیں کہ وہ تصرف ان کا خانہ زاد ہو بلکہ وہ اختیار اور تصرف خدا تعالیٰ ہی کا عطا فرمودہ ہے جیسا کہ تمام عدالتیں فیصلہ صادر کرنے میں مستقل ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ بسا اوقات اعلیٰ احکام کے خلاف بھی فیصلہ صادر کر دیتی ہیں حتی کہ صوبہ اور مرکز کے خلاف بھی مگر ان کے اختیارات عدالت بالا کے حکام اور ملکی آئین ہی کے تحت اور انہی سے حاصل ہوتے ہیں اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں ان کو معزول بھی کر سکتی اور کرتی رہتی ہیں۔ تصرف مستقل کا یہ معنی تھوڑا ہی ہے کہ ان کو یہ اختیارات خود اپنی طرف سے حاصل ہوں، جب خود ان کا وجود غیر مستقل ہے تو ان کی کسی صفت کا استقلال کیسے ؟ چنانچہ خود حضرت مولانا تھانوی اپنی آخری تالیف میں ارقام فرماتے ہیں کہ ''اور مستقل بالتاثیر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام اس کے سپرد ایسے طور پر کر دیے ہیں کہ وہ اس کے نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے کہ اس کو اس کی تفویض و اختیارات سے معزول کر دے۔'' بلفظہٖ (بوادر النوادر ج2 ص798)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ اکابر جس معنی کو مستقل فرما رہے ہیں وہی مفتی احمد یار خان صاحب وغیرہ کی اصطلاح میں غیر مستقل کے ہیں اور یہی مشرکین عرب کا شرک تھا۔

باقی حضرت تھانوی نے جو یَا شَفِیْعَ الْعِبَادِ خُذْ بِیَدِیْ الخ فرمایا ہے جس سے غیر اللہ سے استعانت کے بارے میں مفتی صاحب کو دھوکہ ہوا ہے۔ اس کے جواب میں خود مولانا کی ''نشر الطیب'' ص253 کا مطالعہ کرنا چاہیے ان شاء اللہ تعالیٰ طبیعت صاف ہو جائے گی۔

حضرت مولانا تھانوی حدیث توسل میں لفظ یا محمد کی تشریح میں فرماتے ہیں اور ندا کا شبہ یہاں بھی نہ کیا جاوے۔ دو وجہ سے ایک تو متبادر قصہ یہ ہے کہ مسجد نبوی میں جانے کو فرمایا ہے سو وہاں حضور قریب ہی تشریف رکھتے ہیں ندا غائب لازم نہیں آئی دوسرے سلف صالح خوش اعتقاد تھے ندا بقصد تبلیغ ملائکہ ان کے حال سے ظاہر تھا بخلاف اس وقت کے عوام کے کہ عقیدہ میں غلو رکھتے ہیں اسی لیے ان کو منع کیا جاتا ہے بلکہ ان کی حفاظت کے لیے خواص کو بھی روکا جاتا ہے تیسرے وہ حضرات یہ نداء حاجت روا سمجھ کر نہ کرتے تھے۔ اب اس میں بھی غلو ہے پس ان کا فعل ان ناقصین کے فعل کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا۔ اور یہی مراد ہے احقر کے اپنے اس قول سے آغاز فصل ہذا میں جب کہ حدود شرعیہ کو محفوظ رکھے انتہٰی بلفظہٖ

(نشر الطیب ص253 طبع جید برقی پریس دہلی)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی نہ تو یارسول اللہ خذ بیدی کے

الفاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر وناظر سمجھتے ہیں اور نہ حاجت روا بلکہ محض عشق و محبت اور شوق کے طور پر ایسا فرماتے ہیں اس قصد سے کہ فرشتے ہماری یہ بات حضرت کی خدمت اقدس میں پیش کر دیں گے۔ بریلوی حضرات کے مشہور اور محقق عالم مولوی عبدالسمیع صاحب ایسے ہی ندائیہ اشعار کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ پھر اسی طرح سمجھ لو کہ جو اشعار شوقیہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بطور خطاب حاضر کیے ہیں وہ اس لیے ہیں چونکہ تصور آپ کا دل میں بندھا ہوا ہے غلبہ اشتیاق میں خطاب حاضرانہ بباعث حضور فی الذہن کے کرتے ہیں۔ الخ

(انوار ساطعہ ص228)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ پھر اسی طرح اس مقام میں سمجھ لو جو کوئی کہتا ہے:

تمہارے نام پر قربان یا رسول اللہ

فدا ہے تم پہ میری جان یا رسول اللہ

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے مراد اس کی جملہ خبر یہ ہے گو اس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو یہ کہہ کر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے۔

(ص229)

اور پھر آگے لکھتے ہیں:

اور جو کوئی فقط یہ لفظ کہے یا رسول اللہ اس کی نسبت ہم یہ کہتے ہیں کہ شرح ملاّ اور غایۃ التحقیق وغیرہ میں ہے کہ لفظ یا بمعنی اَدْعُوْ ہے اور ادعو کے معنی ہیں ہندی میں کہ میں پکارتا ہوں پس جس نے کہا یا رسول اللہ اس کے معنی قاعدہ عربی سے یہ ہوئے کہ پکارتا ہوں رسول اللہ کو یعنی ان کو یاد کرتا ہوں ان کا نام لیتا ہوں کہو اس میں کیا شرک کیا کفر ہو گا؟ اور یہ بھی ضابطہ کلام عرب میں لفظ یا کی نسبت ٹھہر چکا ہے ینادی بہا القریب والبعید یعنی پکارا جاتا ہے لفظ یا کے ساتھ نزدیک و دور ہر طرح۔

(انوار ساطعہ ص230)

مولوی محمد عمر صاحب نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ایک مصنوعی اور جعلی قصیدہ منسوب کر کے اس سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے استمداد استعانت کے جواز پر استدلال کیا ہے اور پھر اس مورچہ کو مفت میں سر کرنے کے بعد یوں لکھا ہے کہ اب تم اپنی حنفیت کو امام ابو حنیفہ کے عقیدہ کی کسوٹی پر پرکھو کہ واقعی تم حنفی ہو یا نہیں اور استمداد من عباد اللہ کا انکار کر کے حنفی کہلانے کے حق دار ہو یا وہابی؟ انتہٰی بلفظہٖ

(مقیاس حنفیت ص481)

مگر مولوی محمد عمر صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام صاحب کی شخصیت کوئی گمنام شخصیت نہیں ہے کہ ان کی طرف ہر اناپ شناپ کو منسوب کر کے منوا لیا جائے اور اس سے عقیدہ باطلہ ثابت کر لیا جائے۔ نہ تو یہ جعلی قصیدہ حضرت امام ابو حنیفہ کا ہے اور نہ وہ غیر اللہ سے مافوق الاسباب استمداد کے قائل ہیں خود ان کی اپنی تالیف فقہ الاکبر دیکھیں کہ وہ کیا عقیدہ بیان فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ جو بھی

دلائل مولوی محمد عمر صاحب وغیرہ نے پیش کیے ہیں ان میں ایک دلیل بھی ان کے باطل مدعا کو ثابت نہیں کرتی۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ بعض حضرات کو بلاوجہ یہ شبہ اور وہم ہوا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کی اپنی کوئی تصنیف نہیں اور خصوصاً الفقہ الاکبر ان کی تصنیف نہیں بلکہ یہ ابو حنیفہ البخاری کی تالیف ہے لیکن یہ ان حضرات کا بالکل بے جا بے حقیقت اور نرا وہم ہے۔

مشہور اور قدیم مؤرخ علامہ ابو الفرج محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفیٰ 385ھ) اپنی معلومات افزاء کتاب الفہرست لابن الندیم (جو انہوں نے 377ھ میں تصنیف کی ہے) میں لکھتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور کتاب العالم والمتعلم اور الرد علیٰ القدریہ وغیرہ امام ابو حنیفہ کی تصانیف ہیں (ملاحظہ ہو ص299 طبع مصر) اور علامہ احمد بن مصطفی المعروف بطاش کبریٰ زادہ (المتوفیٰ 962ھ) فرماتے ہیں کہ الفقہ الاکبر اور العالم والمتعلم حضرت امام ابو حنیفہ کی تصانیف ہیں معتزلہ کا یہ زعم ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ ان کے مسلک پر تھے اور الفقہ الاکبر وغیرہ میں تو ان کا رد ہے تو پھر بھلا بقول ان کے کہ یہ ان کی تصنیف کیسے ہو سکتی ہے؟ اور فرماتے ہیں کہ امام شمس الدین کردری، امام فخر الاسلام نووی، امام عبدالعزیز البخاری اور مشائخ کی ایک بڑی جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ الفقہ الاکبر وغیرہ امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے۔

(محصلہ مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ ج2 ص9)

باب سوم

فرقہ بریلویہ
کے
گستاخانہ عقائد

اللہ تعالیٰ کے متعلق فرقہ بریلویہ کے عقائد

عقیدہ نمبر 1

بشریت کے پردے میں خدا:

مولانا احمد رضا خاں کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور کا ٹکڑا تھے جو بشریت کے پردے میں زمین پر اترا۔

خاں صاحب لکھتے ہیں:

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

(حدائق بخشش حصہ اول ص80)

پہلے مصرع میں یہ بات کہی گئی کہ بشریت کے پردہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نور ہیں، پردہ اٹھا دیں تو واضح ہو جائے گا کہ آپ خود خدا ہیں۔

عقیدہ نمبر 2

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورِ مخلوق نہیں نورِ خالق ہیں:

مولوی احمد رضا کے مدرسہ کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن ایک جگہ لکھتے ہیں:

نور خالق آپ کا نور السلام
آپ ہی نور علیٰ نور السلام

(آئینہ پیغمبر ص158)

دنیا میں جو چیز بھی نور ہے یا ہو سکتی ہے آپ اس سے بالا ایک نور ہیں کیونکہ آپ نور خالق (پیدا کرنے والے کا نور) ہیں۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ خود خدا ہیں۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

عقیدہ نمبر 3:

پھر ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

نور سے تھا بنا نور خدا کے نور کا

پر نہ خدا سے تھا جدا نور خدا کے نور کا

(خمخانہ حجاز ص23)

عقیدہ نمبر 4:

یہی حافظ خلیل حسن کہتے ہیں:

نام خدا حضور نے نام خدا سکھا دیا

ہے بخدا خدا نما نور خدا کے نور کا

آ گئے مکان سے لحظے میں لا مکان تک

نورِ خدا سے جا ملا نور خدا کے نور کا

(خمخانہ حجاز ص24)

عقیدہ نمبر 5

رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السموات والارض ہیں اللہ پھر

رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہیں تو یہ شرک نہ ہو گا۔

(الامن والعلی ص151)

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جملہ تو استفہامیہ ہے تو اعتراض کرنا بے جا ہے تو جواباً عرض ہے کہ اعتراض ہنوز قائم ہے وہ اس طرح کہ اس عبارت کے سیاق وسباق اور اسلوب سے معلوم ہوتا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطائی قدرت سے رازق جہاں کہا جائے تو شرک نہیں ہو گا حالانکہ دیگر صفات خداوندی کی طرح رزاق ہونے کی صفت بھی صرف اللہ کی ہے نہ تو یہ یا کوئی اور صفت اس نے کسی کو عطا کی ہے اور نہ کوئی اور رازق جہاں ہے ذاتی وعطائی کی قید اور پیوند سے اس کی صفات کی تقسیم نہیں کی جاسکتی اور یہ تو مشرکین مکہ کا بھی عقیدہ نہ تھا کہ اللہ کے بغیر کوئی اور رازق جہاں ہے باقی عالم اسباب کے تحت ماں باپ کا اولاد کے لیے، آقا کا غلاموں کے لیے، حکومت کا اپنی رعایا کے لیے رزق مہیا کرنا محل نزاع سے خارج ہے کیونکہ یہ سب کچھ عالم اسباب کے تحت ہوتا ہے نہ کہ مافوق الاسباب۔

اور ایسے ہی موقع کے لیے واللہ خیر الرازقین جمع کا صیغہ مجازی طور پر اختیار کیا گیا ہے لیکن ان میں کوئی بھی رازق جہاں نہیں ہے گو عطائی طور پر کیوں نہ ہو۔ تو فاضل بریلوی نے آپ علیہ السلام کو رازق تسلیم کیا ہے اور دوسری خرابی یہ ہے کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے لیے بھی عطائی قدرت ہو کیونکہ لکھا ہے اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں ہے تو یہ شرک نہ ہو گا؟ یعنی شرک ضرور ہو گا اور اسی سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ اور رسول عطائی

قدرت سے رازق ہوں تو پھر نہ ہو گا۔

تو یہ جو خدا تعالیٰ کے لیے عطائی قدرت کا اثبات ہو رہا ہے یہ بھی تو جرم ہے۔(ماخوذ چہل مسئلہ) کوئی کہے کہ یہ تو مفہوم مخالف ہے تو ہم عرض کریں گے کہ فہارس فتاویٰ رضویہ ص 501 پر لکھا ہے کہ صحابہ اور ان کے بعد والوں کے کلام میں مفہوم مخالف معتبر ہو گا۔

مشرکین مکہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ صفت خلق میں کسی کو شریک نہ سمجھتے تھے۔ (لقمان:25)

بلکہ رازق ہونے میں بھی وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرتے تھے۔

(یونس:31)

مگر خان صاحب کو دیکھیے وہ کس دیدہ دلیری سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذاتی قدرت سے رازق جہاں مانتے ہیں کیا یہ عقیدہ کسی مسلمان کا ہو سکتا ہے؟

عقیدہ نمبر 6:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت

مفتی احمد یار گجراتی فرماتے ہیں:

حضور علیہ السلام ذات الٰہی کے مظہر اتم ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی یکتائے روزگار ہیں کہ ان کے ہر وصف عمل، علم و قدرت دیکھ کر خدا تعالیٰ کی یکتائی یاد آتی ہے۔

(مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص67)

عقیدہ نمبر 7:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو کیا قدر اس خمیرہ ماء ومدر کی ہے

(حدائق بخشش حصہ اول ص97)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا نور تھے جو بشری شکل میں ظاہر ہوا اور نہ بشریت کے لحاظ سے اس وجود کی جو پانی اور مٹی سے تیار ہوا کیا قدر ہوسکتی ہے، کچھ بھی نہیں۔

عقیدہ نمبر 8:

پردے میں ہونے اور پردے سے باہر آنے کا فرق:

بریلوی مولوی غلام جہانیاں صاحب صدر پاک سنی تنظیم ڈیرہ غازی خاں لکھتے ہیں:

اللہ و محمد میں جو ہے فرق تو اتنا
واں پردہ نشینی ہے یہاں پردہ دری ہے
طالب وہی اللہ وہی احمد وہی نازک
اغیار کہاں سب یار کی جلوہ گری ہے

(ہفت اقطاب ص151)

(سلیس) اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ خدا تعالیٰ پردے میں ہے اور آپ پردہ سے باہر ہیں یعنی جو پردے میں تھا وہی پیغمبر ہو کر پردے سے باہر آگیا۔ اے طالب اللہ تعالیٰ پیغمبر صلی اللہ

علیہ وسلم اور میرے پیر جناب ناز کریم تینوں ایک ہیں۔

عقیدہ نمبر9:

پھر لکھتے ہیں:

در پردہ نور قدیم توئی بے پردہ رؤف رحیم توئی

یعنی پردے کے پیچھے ہوں تو آپ ہی ذات الٰہی ہیں، پردے سے باہر آئیں تو آپ نبی رؤف رحیم ہیں۔ ایک ہی ذات جس کے دو جلوے ہیں۔ (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر10:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا ہونے کا دعویٰ:

یہ بات معروف ہے کہ بریلوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نور ذات کا جزو قرار دیتے ہیں۔ اور ان کے واعظ جھوم جھوم کر نور من نور اللہ کی گردان کراتے ہیں۔ اس عقیدہ کی حمایت میں انہوں نے ایک مجموعہ نعت نور محمد کے نام سے شائع کیا ہے۔

میں سو جاؤں یا مصطفی کہتے کہتے
کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے
خدا مل گیا مصطفی کہتے کہتے

حبیب خدا کو خدا ماننا اور حضور کو خدا کہنا قطعاً کفر ہے۔ یہ مجموعہ نعت بریلویوں نے آرٹ پریس لاہور سے چھپوا کر نو لکھا بازار لاہور سے شائع کیا ہے۔

عقیدہ نمبر 11:

اس عقیدے کو مولوی محمد یار فریدی اپنی زبان میں ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

احد نال احمد رَلا کیوں نہ دیکھاں

حبیب خدا کو خدا کیوں نہ دیکھاں

ہے صورت دے اولے او بے صورت آیا

محمد دے اولے خدا کیوں نہ دیکھاں

(سلیس) اَحد اور احمد بالکل ایک ہیں۔ درمیان میں صرف میم کا پردہ ہے۔ سو حبیب خدا کو میں خدا ہی نہ کہہ دوں؟ خدا وہ ذات ہے جو صورت اور شکل سے پاک ہے۔ اس بے صورت ذات نے جب ظہور چاہا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ظاہر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے دراصل خدا ہی جلوہ گر تھا۔

(دیوان محمدی ص205)

عقیدہ نمبر 12

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کہنے کا ایک اور پیرایہ:

مولوی محمد یار ایک دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں رقم طراز ہیں:

محمد مصطفی محشر میں طٰہٰ بن کے نکلیں گے

اٹھا کر میم کا پردہ ہویدا بن کے نکلیں گے

حقیقت جن کی مشکل تھی تماشا بن کے نکلیں گے
جسے کہتے ہیں بندہ قل ھو اللہ کے بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو انی عبدہ کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش پر انی انا اللہ بن کے نکلیں گے

(دیوان محمدی ص149)

انی عبدہ کا معنی ہے میں اس کا بندہ ہوں اور انی انا اللہ کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ ہی ہوں یعنی خود خدا ہوں۔

دیوان محمدی جس سے یہ حوالے لیے گئے ہیں۔ اس کا مقدمہ جو مولانا احمد سعید کاظمی نے مولوی محمد یار فریدی کے ایک شعر کی شرح کی صورت میں لکھا تھا اسے بنایا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بریلوی حلقوں میں کس طرح ان عقائد کو فروغ دیا جارہا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں یہ گستاخی کہ آپ میدان حشر میں تماشہ بنیں گے۔ ایک کھلا کفر ہے اور کسی طرح لائق درگزر نہیں۔

عقیدہ نمبر13:

یہی مولوی محمد یار لکھتے ہیں:

اتھاں خود عبد سڈ ویندے، اتھاں حق نال مل ویندے
دماغیں کوں چکر ڈیندے، ہے الٹی چال کیا پچھدیں

سرائیکی زبان سے سلیس اردو میں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بندہ کہلاتے رہے لیکن وہاں آپ صلی اللہ

علیہ وسلم خدا کے ساتھ جا ملیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دماغوں کو چکر ہی دیتے رہے۔اس الٹی چال کے بارے میں تم کیا پوچھتے ہو۔(معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر14:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خداوند اعتقاد کرنا:

مولانا احمد رضا خاں کے خصوصی نعت گو حافظ خلیل حسن نے مدرسہ بریلی کے سالانہ جلسہ میں یہ نظم پڑھی تھی:

وہ عالم و فاضل واحمد رضا خاں

وہ سر خیل و سر لشکر اہل سنت

کیا مدرسہ دیں کا جس نے قائم

ہوئی علم دیں پڑھنے والوں کی کثرت

رضائے خدا و نبی کے مقابل

یہ کیا مال ہے جس کو کہتے ہو دولت

اگر مال ہے بھی تو ہے مال کس کا

اگر ہے بھی دولت تو کس کی بدولت

ہے جس کی بدولت وہ محبوب رب ہے

خدائی کا آقا ، خداوند امت

(آئینہ پیغمبر ص191)

عام لوگ اس لفظ خداوند سے کیا سمجھیں گے؟ حضور علیہ السلام کے بارے میں خدا ہونے کا ایہام پیدا کرنا شرک پروری نہیں تو کیا ایمان داری ہے؟

عقیدہ نمبر 15

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لامکانی ہونے کا دعویٰ: حافظ خلیل حسن صاحب آپ کے مکین عرش ہونے کے تصور سے آپ پر سلام پڑھتے ہیں۔

السلام اے عرش منزل السلام
لامکان کے شمع محفل السلام

(آئینہ پیغمبر ص195)

عقیدہ نمبر 16:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

وہی نور حق وہی ظل رب ہے انہی سے سب ہے انہی کا سب ہے
نہیں ان کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی لامکان کے مکین ہوئے سر عرش تخت نشین ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

(حدائق بخشش حصہ اول ص48)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنا کہ آپ ہی سے سب چیزیں موجود ہوئیں، زمین و آسمان سب آپ ہی کی ملک ہیں۔ زمانہ آپ کے حکم سے ہی گردش کرتا ہے۔ آپ ہی لامکان کے مکین اور مستوی علی العرش ہیں۔

عقیدہ نمبر 17:

معراج کی رات خود اپنے آپ سے ملاقات:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچے مولانا

احمد رضا خاں کے عقیدے میں اللہ تعالیٰ کا جلوہ اس رات خود اپنے آپ سے ہی ملاقات کر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں خود اپنے آپ سے ہی ملنے گئے تھے۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

(حدائق بخشش حصہ اول ص114)

ان خیالات سے آپ اندازہ لگائیں کہ مولانا احمد رضا خاں نے کس بے دردی سے اسلام کے عقیدہ توحید پر تلوار چلائی ہے۔

عقیدہ نمبر 18:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عین خدا ہونے کا دعویٰ:

معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب پہنچے۔ مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ یہ فاصلہ بھی ایک ظاہری پردہ تھا۔ یہ پردہ اٹھے تو صاف پتہ چل جائے کہ یہ دو نہ تھے حقیقت میں ایک ہی تھا، وہاں دوئی (2) کا کیا سوال! فرماتے ہیں:

اٹھے جو قصر دنٰی کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی، نہ کہہ وہ ہی نہ تھے، ارے تھے

(حدائق بخشش حصہ اول ص114)

یعنی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہاں دو ہستیاں تھیں۔ یہ نہ کہنا کہ وہی ذات برحق نہ تھے، ارے وہی تو تھے۔ (معاذ اللہ)

عقیدہ نمبر 19:

مولانا احمد رضا خاں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

مظہر حق ہو تمہی، مظہر حق ہو تمہی

تم میں ظاہر خدا تم پر کروڑوں درود

(حدائق بخشش 16/2)

حضور بے شک خدا کے محبوب اور اس کی سب مخلوق سے اعلیٰ اور بر تر ہیں لیکن یہ عقیدہ صحیح نہیں کہ آپ کی ذات گرامی میں خدا جلوہ گر تھا۔

عقیدہ نمبر 20:

مولانا احمد رضا خاں کے بڑے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں بھی کہتے ہیں:

نہ ہو سکتے ہیں دو اول نہ ہو سکتے ہیں دو آخر

تم اول اور آخر ابتدا تم انتہا تم ہو

خدا کہتے نہیں بنتی جدا کہتے نہیں بنتی

اسی پر اس کو چھوڑا ہے وہی جانے کیا تم ہو

(حدائق بخشش حصہ دوم ص104)

عقیدہ نمبر 21

خدا خواجہ فرید کے روپ میں:

بریلویوں کی خود ساختہ شریعت کی ایک اور جھلک ملاحظہ ہو۔ مولوی غلام جہانیاں ایک جگہ لکھتے ہیں:

نقش فرید ، نقش ہے رب مجید کا
اظہار ذات حق ہے سراپا فرید کا
طالب کبھی چھپا ہے چھپانے سے نورِ حق
پردہ نشیں نے پردہ لیا ہے فرید کا

(ہفت اقطاب ص101)

یعنی خواجہ فرید کا نقش وہ خدا کا نقش ہے اور خدا کی ذات کا اظہار وہ خواجہ فرید ہیں۔ اے طالب نور حق چھپانے سے کبھی چھپتا نہیں ہے وہ پردہ نشین والا (یعنی خدا) خواجہ فرید ہی میں۔ (معاذاللہ)

عقیدہ نمبر22

خدا کی تصویر:

محمد یار گڑھی بختیار خاں لکھتا ہے:

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر
ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی

(دیوان محمدی ص78)

یعنی میرے پیر میں خدا کی شان اتری ہے یا پھر خدا خود اس میں اترا ہوا ہے اور اسی پر بس نہیں، حق یہ ہے کہ میرے پیر کی تصویر اللہ سے ملتی ہے۔ (معاذاللہ)

عقیدہ نمبر23:

حضرت علی خدائی صفات میں:

مولانا احمد رضا خاں کے نعت خواں خاص حافظ خلیل حسن اللہ رب

العزت کی صفت علی کو حضرت علی کے ساتھ ملانے کے لیے یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں:

بے شک ہے علی کا نام نام اللہ
باتیں ہیں آپ کی کلام اللہ
قامت ہے الف دہن کو ہے ہ سے تشبیہ
دونوں گیسو ہیں دونوں لام اللہ

(نعت مقبول خدا ص82)

عقیدہ نمبر24:

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

سمی حضرت رب علا علی ہے علی
ہے اس کا نام نہ شرک خفی نہ شرک جلی

(نغمہ روح ص90)

عقیدہ نمبر25:

خدا کی پیدائش کا عقیدہ:

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ 350ھ کو پیدا ہوئے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت ابو الحسن الخرقانی کی پیدائش 352ھ کو ہوئی اور بریلوی حضرات بیان کرتے ہیں کہ:

(حضرت ابو الحسن الخرقانی نے) یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو

سال چھوٹا ہوں۔

(فیوضات فریدیہ ص78)

عقیدہ نمبر26:

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل وفرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

(حدائق بخشش حصہ اول ص113)

جنم کے بچھڑے جڑواں بچوں کو کہتے ہیں جو پیدا ہونے کے بعد کہیں بچھڑ گئے ہوں۔ مولانا احمد رضا خاں کے عقیدے میں یہ دونوں جوڑے تھے جو پہلے کہیں کھو گئے تھے اور معراج کی رات عرش معلی پر گلے مل رہے تھے۔ (استغفر اللہ ثم استغفر اللہ)

عقیدہ نمبر27:

خدا کے لیے بیٹے کی تجویز:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

''ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے منہ سے اپنے اوصاف سنیں۔ تم ہمیں سناؤ اللہ احد بلا تشبیہ یوں سمجھو کہ محبوب فرزند سے باتیں سنتے ہیں۔''

(شان حبیب الرحمن ص13)

فرزند کا لفظ یہاں کسی مثال یا تشبیہ کے لیے نہیں کہا جارہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا تشبیہ اللہ کا بیٹا کہا ہے۔

عقیدہ نمبر 28:

خدا سے کشتی کرنے کا تصور: حضرت ابو الحسن الخرقانی نے فرمایا کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں بچھاڑ دیا۔

(فوائد فریدیہ ص78)

عقیدہ نمبر 29

خدا سے لڑائی لینے کا عقیدہ:

مولانا احمد رضا خاں ایک مقام پر لکھتے ہیں:

خدا سے لیں لڑائی وہ ہے معطی　　　　نبی قاسم ہے تو موصل ہے یا غوث

(حدائق بخشش)

اس شعر کا مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں کو پریشانی ہوئی ہے اس لیے ہم مطلب عرض کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی خدا سے لڑ کر بھی لے کے دلوادیتے ہیں۔ خدا اعطا فرمانے والا ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بانٹنے والے ہیں اور آپ شیخ جیلانی لے کر پہنچانے والے ہیں۔

تو فاضل بریلوی نے یہ عقیدہ دیا کہ آپ خدا سے لڑ سکتے ہیں ویسے بریلویوں کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ فلاں پیر صاحب نے خدا سے کشتی کی تو خدا نے گرادیا اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں اولیاء کرام وغیر ھم کا اللہ تعالیٰ پر ناز کی بنیاد پر لڑ جھگڑ کر دخول جنت کے لیے شفاعت (کرنا درست ہے)

(شرح مسلم ج2ص60)

تو معلوم ہوا کہ بریلوی مذہب میں خدا سے لڑائی جائز ہے۔

اب شاید بریلوی یہ کہیں کہ فلاں پیر صاحب اور صوفی صاحب نے بھی تو اس

قسم کی بات کی ہے تو جواباً عرض ہے کہ صوفیاء کے غیر شرعی اقوال کے متعلق اصول یہ ہے کہ نہ ان کی تکفیر کرتے ہیں اور نہ تقلید کرتے ہیں اس لیے صوفیاء کی باتوں سے دلیل پکڑنا جائز نہیں دلیل تو قرآن وسنت سے پیش کرنی چاہیے۔

عقیدہ نمبر 30:

امکان کذب کا بریلوی عقیدہ:

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اللہ نے خبر دی کہ فلاں بات ہو گی یا نہ ہو گی اب اس کا خلاف ممکن ہے یا محال؟ ممکن تو ہے نہیں اور محال بالذات ہو نہیں سکتا کہ نفس ذات میں امکان ہے

(ملفوظات حصہ چہارم ص18)

عقیدہ نمبر 31:

اللہ تعالیٰ کے بالفعل جھوٹا ہونے کا بریلوی عقیدہ:

بریلویوں کے مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی حقیقت کو ''اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ'' کہہ کر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ سی آئی ڈی والا مخالف کو گرفتار کرنے سے پہلے اس کے منہ سے مخالفت کے اظہار کے لیے چند کلمات اس کی مرضی کے کہہ دیتا ہے۔ تو مخالف جب ان کلمات کو منہ پر لاتا ہے۔ سی آئی ڈی والا اس کو فوراً مجرم قرار دے کر گرفتار کرا دیتا ہے۔ ایسے ہی رب

العزت نے مخالف نبی اللہ کو جب معلوم کر لیا کہ یہ نبی اللہ کے قدر شان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ بلکہ یہ تو اس کے ظاہر کی طرف دیکھنے لگ گیا ہے۔ تو رب العزت نے مخالف نبی اللہ کو ظاہر کرنے کے لیے اس کے خیال کے الفاظ پیش کر کے پھر سجدے کا حکم صادر فرمایا۔

(مقیاس النور ص191)

عقیدہ نمبر32:

بریلوی مذہب میں خدا تعالیٰ کے بالفعل جھوٹ بولنے کی ایک اور مثال:

اللہ تعالیٰ سورہ توبہ جو سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی میں فرماتے ہیں:

"وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ"

(پ11، سورہ توبہ:101، ع13)

"اور مدینہ والوں میں سے کچھ لوگ منافقت پر اڑے بیٹھے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔"

اس پر مولوی محمد عمر اچھروی لکھتے ہیں:

"یہ محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب کسی دوست کے مقابلے میں اس کے دشمن کو ضروری سزا دینی مقصود ہو تو دوست کی طرف مخاطب ہو کر اور دشمن کی طرف تہدیدی نظر اٹھا کر کہا جاتا ہے کہ تو نہیں جانتا میں اس کو جانتا ہوں تاکہ دوست کے علم پر ہی موقوف رکھے اور اس کی سفارش نہ کرے۔"

(مقیاس الحنفیت ص386)

اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ بات کو دوست کے علم تک موقوف رکھنے اور اسے سفارش کرنے سے روکنے کے لیے کہا جا رہا ہے کہ "آپ انہیں نہیں جانتے" مطلب یہ ہے کہ آپ جانتے تو ہیں لیکن ان کی سفارش نہ کریں۔ اب آپ ہی غور کریں کہ اللہ تعالیٰ تو کہے لاتعلمھم (آپ انہیں نہیں جانتے) اور بریلوی کہیں کہ مراد یہ ہے کہ آپ جانتے ہیں "لیکن مصلحتاً ایسا کہا کہ کہیں آپ ان کی سفارش کر کے انہیں چھڑا نہ لیں۔ اس کا حاصل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مصلحت کے لیے ایک بات خلاف واقعہ کہہ دی۔

عقیدہ نمبر 33:

اللہ تعالیٰ کی قدرت کو کھلا چیلنج:

مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نظیر محال بالذات ہے تحت قدرت ہی نہیں ہو ہی نہیں سکتا۔

(ملفوظات حصہ سوم ص59)

مولانا اگر یہی بات لکھ دیتے کہ ہو ہی نہیں سکتا کیا یہ کافی نہ تھا تحت قدرت ہی نہیں۔ یہ کہہ کر مولانا کو کیا ذہنی سکون حاصل ہوا... یہی نا کہ اللہ کی قدرت کو چیلنج کر دیا ہے۔ حیرت ہے جس خدا نے پہلی مرتبہ پیدا کیا اب کیوں قادر نہیں؟

عقیدہ نمبر 34:

شرمناک قلم کا نقطہ منتہٰی:

مولانا احمد رضا خاں اور ان کے پیروؤں نے اسلام کے چشمہ توحید کو کس

بے دردی سے گدلا کیا۔ اس کے نظائر و شواہد آپ کے سامنے ہیں۔ ان کی گہرائی میں اتریں تو جاہلیت کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ ظاہر میں دیکھیں تو اسلامی بستیاں اجڑی دکھائی دیں گی۔ جہاں الحاد و بدعات کے اڑتے غبار کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ لیکن ایک خالی الذہن شخص سر پیٹ کر بیٹھ جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ ایک شرمناک قلم ایک فرضی عقیدے کے بارے میں لکھتا ہے کہ ایسا لکھنے والے کو کافر نہ کہو۔ اس عقیدے کے باوجود انسان مسلمان رہ سکتا ہے۔ (استغفر اللہ) مولانا احمد رضا خان نے جس عقیدے کے بارے میں کہا کہ اس کے قائل کو کافر نہ کہو وہ شرمناک الفاظ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ ہیں:

''ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بے حیائی کا مرتکب ہونا، حتی کہ مخنث کی طرح مفعول بننا، کوئی فضیحت اس (خدا) کی شان کے خلاف نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ ج1 ص745)

یہ الفاظ کسی اور شخص کے نہیں نہ اب تک یہ کسی کا عقیدہ رہا ہے نہ آج تک کوئی شرمناک قلم اس سمت چلا ہے نہ یہ تحریر با یں الفاظ دنیا کی کسی کتاب میں پائی جاتی ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے کسی شخص کے نام پر یہ الفاظ خود ہی وضع کیے ہیں خود ہی ان کے چٹخارے لیے ہیں اور یہی بات ان کے شرمناک قلم کا نقطہ منتہٰی ہے اور پھر ایسا عقیدہ رکھنے والے کے بارے میں لکھتے ہیں:

علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں۔ یہی صواب ہے۔ وھو الجواب وبہ یفتی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ

والسواد یہی جواب ہے یہی فتویٰ دیا جاے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت۔''

(تمہید ایمان، مولفہ مولانا احمد رضا خان ص42)

اگر ایسا شرمناک عقیدہ رکھنے والا بھی کافر نہیں تو آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ اور کفر کیا ہو گا؟ جو شخص ایسا عقیدہ رکھنے والے کو بھی کافر نہ کہے اس شخص کا اللہ رب العزت کے بارے میں اپنا تصور کیا ہو گا؟ مولانا احمد رضا خاں نے یہ شرمناک الفاظ وضع کر کے اللہ کے حضور جس گستاخی کا ارتکاب کیا ہے شاید انسانیت کی پوری تاریخ اس کی نظیر نہ پیش کر سکے۔ یہاں پہنچ کر زبان رکتی ہے اور قلم تھمتا ہے پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

واللہ علی ما اقول شھید۔

انبیائے کرام علیہم السلام کے متعلق

فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد

رسالت کے بارے میں:

الحمد للہ الذی اصطفی من الملائکۃ رسلا ومن الناس وھو اعلم حیث یجعل رسالتہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصا علی من لاینطق عن الھوی وعلی الہ الاتقیاء واصحابہ الاصفیاء اما بعد!

جاننا چاہیے کہ رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی طرف پیغام رسانی ہے۔ دین ومذہب کا سارا دائرہ اسی مرکز کے گرد گھومتا ہے۔ عالم محسوسات میں پیغمبر ہی خدا کے ترجمان اور اس کی رضا اور عدم رضا کے نشان ہیں۔ عقیدہ ان نفوس قدسیہ کے بارے میں صحیح ہو تو پورے دین و مذہب کا نقشہ صحیح کھنچتا چلا جاتا ہے۔ رسالت خدا کے ماتحت ہے اور وہی جانتا ہے کہ اسے کہاں رکھنا ہے، کوئی اپنی محنت سے اس مرتبے کو نہیں پا سکتا۔

عقیدہ نمبر35:

انبیاء کرام علیہم السلام اخلاق فاضلہ کا نمونہ علیا ہوتے ہیں وہ کبھی مجرا Dance نہیں کرتے نہ مجرا کرنا ان کی شان کے لائق ہوتا ہے، مگر مفتی احمد یار صاحب شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات مسجد اقصیٰ میں پہنچے تو انبیاء کرام نے آپ کے استقبال میں مجرا کیا۔ (معاذ اللہ)

’’نماز کی تیاری ہے، امام الانبیاء کا انتظار ہے، دولہا کا پہنچنا تھا کہ سب نے سلامی مجرا ادا کیا۔‘‘

(مواعظ نعمیہ حصہ اول ص7)

عقیدہ نمبر 36:

مولانا احمد رضا خاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قسمتوں کا مالک قرار دیتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ محو و اثبات کے دفتر پر آخری افسر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی مقررہ کردہ ہے۔

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پر کڑ وڑا تیرا

(حدائق بخشش حصہ اول ص3)

عقیدہ نمبر 37:

انسانی قسمتوں کے فیصلے کہاں تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں، مفتی یار احمد گجراتی لکھتے ہیں:

’’حضور کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ جس کے لیے چاہیں، اس کی زندگی میں ہی توبہ کا دروازہ بند کر دیں کہ وہ توبہ کرے اور قبول نہ ہو۔‘‘

(سلطنت مصطفی ص43 نعیمی کتب خانہ گجرات)

عقیدہ نمبر 38

شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دینا:

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کو مخاطب کرتے ہوئے

لکھتے ہیں:

ولی کیا مرسل آیں خود حضور آیں
وہ تری وعظ کی مجلس ہے یا غوث

(حدائق بخشش حصہ دوم ص7)

تشریح:

ولی کا کیا مقام ہے یہاں تو پیغمبر بھی حاضری دیتے ہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی نصیحت سننے کے لیے آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت غوث پاک کی تعریف بیان کرنے کا ایسا انداز جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی اور توہین ہو جائے ہر گز لائق قبول نہیں۔ ولی بڑے سے بڑا ہو کسی نبی کے درجے تک نہیں پہنچتا۔

عقیدہ نمبر39:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو حضرت یوسف علیہ السلام پر ترجیح دینا:

مولانا احمد رضا خاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ کی تعریف میں حضرت یوسف علیہ السلام کی یوں توہین کرتے ہیں:

روئے یوسف سے فزوں تر ہے حسن روئے شاہ
پشت آئینہ نہ ہو انباز روئے آئینہ

(حدائق حصہ سوم ص64)

سلیس: حضرت شاہ عبدالقادر جیلانی حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی زیادہ حسین ہیں۔ آئینہ کی پشت آئینہ کے چہرے کی برابری نہیں کر سکتی۔

یہ شعر جس نظم سے لیا گیا ہے اس نظم کا عنوان حسب ذیل ہے:

در شان حضور غوث الثقلین غیث الکونین مغیث الملوین سلطان بغداد سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا

صرف یوسف علیہ السلام ہی نہیں، بریلوی مذہب والے حضرت شاہ جیلانی کو حضرت یوسف، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ علیہم السلام بلکہ سب انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات سے افضل قرار دیتے ہیں اور حضرت شاہ جیلانی کو سب انبیاء کرام کا جامع سمجھتے ہیں۔ اہل سنت عقیدہ کے مطابق یہ زندقہ والحاد ہے کہ ایک ولی کو پیغمبروں سے افضل یا ان کے برابر مانا جائے۔

عقیدہ نمبر40:

مولانا ابو البرکات نے الجواہر المضیہ کے نام سے قصیدہ غوثیہ کی ایک اردو شرح لکھی ہے، اس میں مقالہ ثامنہ کے تحت کرامات و خوارق کے عنوان سے لکھتے ہیں: حضرت قدس سرہ (حضرت شیخ عبد القادر جیلانی) کی کرامات و کمالات اس قدر مشہور و معروف ہیں اور سینکڑوں کتابوں میں جمع کیے گئے ہیں کہ تفصیل و تشریح سے مستغنی ہیں۔ میں اس شعر کو تفصیل کے لیے کافی خیال کرتا ہوں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(شرح عقیدہ غوثیہ ص61 نوری بک ڈپو لاہور)

(سلیس) حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

دم مسیحائی، جس سے مردے زندہ ہوتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ید بیضا (روشن ہاتھ) یہ سب کمالات آپ رکھتے ہیں۔ ان محبوبات خدا کے جملہ اوصاف آپ کی ایک ذات میں جمع ہیں۔

عقیدہ نمبر41:

حضرت یحییٰ منیری رحمہ اللہ کو حضرت خضر علیہ السلام پر ترجیح دینا:

حضرت یحییٰ منیری (782ھ) سلسلہ فردوسیہ کے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کے روحانی کمالات کا بیان آسان کام نہیں۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ آپ نبی نہ تھے نہ نبوت کے درجے تک پہنچے تھے۔ مولانا احمد رضا خاں حضرت یحییٰ منیری کو ایک پیغمبر پر کس طرح ترجیح دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے اس عقیدے کو اس کہانی میں یوں لپیٹا ہے۔

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

حضرت یحییٰ منیری کا ایک سچا مرید دریا میں ڈوبنے لگا، امداد کے لیے اپنے پیر کو یاد کیا، اتنے میں ایک صاحب آئے اور کہنے لگے لاؤ ہاتھ میں نکال لوں۔ مرید نے پوچھا تم کون ہو؟ کہا میں خضر علیہ السلام ہوں۔ اس مرید نے کہا ڈوب جانا بہتر ہے مگر جو ہاتھ یحییٰ منیری کے ہاتھ میں جا چکا ہے کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں جائے گا۔ ابھی مرید کا یہ جملہ پورا ابھی نہ ہونے پایا تھا کہ خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور یحییٰ منیری موجود تھے۔ فرمانے لگے شاباش ایک مرید کو اپنے پیر کا اتنا ہی پکا معتقد ہونا چاہیے اور ہاتھ پکڑ کر دریا کے پار کر دیا۔

(سوانح اعلیٰ حضرت بریلوی ص133)

حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یا ولی؟

حضرت یحییٰ منیری ولی اللہ تھے، نبی اللہ نہیں کوئی شخص ان کے نبی ہونے کا مدعی نہیں لیکن خضر علیہ السلام راجح قول کے مطابق نبی ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح فقہ اکبر میں انہیں نبی لکھا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے ڈوبنے کی مذکورہ حکایت کی تائید کی ہے اور ایک ولی کو ایک نبی کے مقابلے میں لائے ہیں۔ کیا یہ شان نبوت میں گستاخی نہیں؟ بعض بریلوی مولانا احمد رضا خاں کو بچانے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت سے ہی انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی اصلاح اور اطلاع کے لیے خاں صاحب کا اپنا ایک ملفوظ ملحوظ رکھیے۔

''جمہور کا مذہب یہی ہے اور صحیح بھی یہی ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں۔ خدمت بحر انہی سے متعلق ہے۔''

(ملفوظات مولانا احمد رضا خاں 3 ص40)

عقیدہ نمبر42:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین:

پیغمبروں کی توہین کا سلسلہ بریلویوں میں ایسا چلا ہے کہ وہ بعض انبیاء کرام کو اپنے مشن میں فیل تک کہنے سے نہیں چوکتے۔ ان کے مفتی ملا نظام الدین ملتانی جو ان پانچ بڑے علماء میں سے ہیں، جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوار شریعت (THE LIGHT OF ISLAM) کہلاتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکام رہے۔ امتحان میں دوبارہ وہ لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں۔ حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکام رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت انجام نہ دے سکے۔ اس لیے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے۔''

(انوار شریعت جلد2 ص38 حصہ نہم)

بریلویوں کے پانچ بڑے علماء جن کے فتاویٰ ان کے ہاں انوار شریعت کہلاتے ہیں، یہ ہیں:

1۔ مولانا احمد رضا خاں　　2۔ مولانا حامد رضا خاں

3۔ مولانا نعیم الدین مراد آبادی　　4۔ مولانا سردار احمد لائل پوری

5۔ مولانا نظام الدین ملتانی

مولانا محمد اسلم علوی قادری نے یہ کتاب انوار شریعت سنی دار الاشاعت ڈجکوٹ لائل پور سے دو جلدوں میں شائع کی ہے۔ اس میں سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ سخت توہین کی گئی ہے۔

عقیدہ نمبر 43:

حضرت یعقوب علیہ السلام کی توہین:

بریلوی ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ نبی کے معنی غیب کی خبریں دینے والے کے ہیں اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس خبر پر کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا بہت گھبرا گئے تھے۔ مولوی نعیم الدین مراد آبادی برادران یوسف کی بحث میں لکھتے ہیں: ان

کے چیخنے کی آواز حضرت یعقوب علیہ السلام نے سنی تو گھبرا کر باہر تشریف لائے۔
(خزائن العرفان ص282)

افسوس کہ جناب نعیم الدین صاحب مراد آبادی کو اسے ایک پیغمبر کی طرف نسبت کرتے ہوئے ایمانی حجاب مانع نہ آیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو پائی تو اپنے بیٹوں سے کہا:

"اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ"

(پ13، یوسف ع11، آیت94)

"میں یوسف کی خوشبو پا رہا ہوں اگر تم میری طرف نقصان عقل کی نسبت نہ کرو۔

اب مولانا احمد رضا خاں کا ترجمہ دیکھیے:

"بے شک میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں اگر مجھے نہ کہو کہ سٹھ گیا ہوں۔"
(کنز الایمان ص492)

سٹھ گیا ہوں عجیب دیہاتی زبان ہے، سٹھ جانا اس وقت بولتے ہیں جب انسان عام آبادی میں ناکارہ سمجھا جانے لگے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس بات پر اپنے ناکارہ ہونے کا اندیشہ ہرگز نہ ہوا تھا۔ نبی ناکارہ نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں کہیں سٹھیانے کا لفظ نہیں تھا۔ خان صاحب نے اپنی طرف سے یہ لفظ یہاں بڑھا دیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے خاں صاحب خود ہی سٹھیائے ہوئے تھے۔ ساٹھ سے اوپر پہنچے ہوئے تھے۔ پیغمبر ساٹھ سے اوپر بھی چلا جائے تو سٹھیاتا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کے اس ترجمہ میں کھلی توہین ہے۔

عقیدہ نمبر 44:

شیطان کو مقیاس بنانے کی گستاخی:

بریلویوں نے مقام نبوت کی اس قدر توہین کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور کمالات بیان کرنے میں ابلیس لعین کو کسوٹی بنانے تک سے باز نہیں رہے۔ ان کے مولوی عبد السمیع صاحب رام پوری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ناظر ہونے کو ثابت کرنے کے لیے شیطان کی مثال لاتے ہیں:

اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک مجالس اور غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نہیں کرتے، ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر و غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔

(انوار ساطعہ ص57)

عقیدہ نمبر 45:

مفتی احمد یار گجراتی بھی ایک جگہ اپنے عقائد کے اثبات کے لیے شیطان کی صفات کو اس طرح کسوٹی بناتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے چنانچہ اکثر لوگ ناشکرے ہیں... تو نبی کا علم اس سے زیادہ ہونا چاہیے۔

(تفسیر نور العرفان ص241)

عقیدہ نمبر 46:

مفتی صاحب ہی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

جب شیطان مردود کی دعا سے عمر میں زیادتی ہو گئی تو اگر انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی دعاؤں سے یا بعض نیک اعمال کی برکت سے عمر لمبی ہو جاوے تو کیا مضائقہ ہے۔

(تفسیر نور العرفان ص240)

عقیدہ نمبر47:

پیغمبر شیطان کی زد میں (معاذاللہ):

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

کوئی شخص کسی جگہ شیطان کے وسوسہ سے محفوظ نہیں، آدم علیہ السلام مقبول بارگاہ تھے... یہ بھی معلوم ہوا کہ وسوسہ انبیاء کرام کو بھی ہو سکتا ہے۔

(تفسیر نور العرفان ص241)

عقیدہ نمبر48:

حضرت آدم علیہ السلام کی توہین:

مولانا ابو الحسنات محمد احمد الوری لکھتے ہیں:

وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے، وہ آدم جو متوج عزت تھے آج شکار تیر مذلت ہیں۔ (استغفر اللہ)

(اوراق غم ص2)

عقیدہ نمبر49:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی توہین:

مفتی احمد یار حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں لکھتے ہیں:

"بعض مشرکین آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا احترام کرتے ہیں۔ مجھ سے ایک مذہبی ہندو نے کہا کہ جنہیں تم ابراہیم کہتے ہو انہیں ہم کرشن جی کہتے ہیں اور حضرت اسماعیل کو ارجن۔"

(تفسیر نور العرفان ص492)

عقیدہ نمبر50:

مفتی صاحب حاشیہ قرآن میں ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

ہند کے مشرک انہیں کرشن کا نام دے کر تعریفیں کرتے ہیں مشرکین عرب بھی اپنے کو ابراہیمی کہتے تھے۔

(تفسیر نور العرفان ص590)

عقیدہ نمبر51

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے مشابہت:

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ شیطان حضور علیہ السلام کی سی آواز نکال سکتا ہے اور مغالطہ دے سکتا ہے کہ گویا حضور علیہ السلام ہی بول رہے ہیں (معاذ اللہ)

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت خاص ہے کہ آپ کا ہمشکل کوئی نہیں بن سکتا، ورنہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ہمشکل بن گئے البتہ شیطان اپنی آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے مشابہ کر سکتا ہے جیسا کہ سورہ النجم شیطان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح پڑھ دی۔

(مواعظ نعیمیہ حصہ اول ص142 نوری کتب خانہ لاہور)

عقیدہ نمبر52:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے مشابہت:

مولانا احمد رضا خاں فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ برکات احمد کی قبر کی خوشبو بالکل روضہ انور کی سی خوشبو تھی اور تصریح کرتے ہیں کہ وہ یہ بات کوئی مبالغے کے طور پر نہیں کہہ رہے بلکہ حقیقت کہہ رہے ہیں۔

جب ان کا انتقال ہوا اور میں دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی۔

(ملفوظات حصہ دوم ص23)

عقیدہ نمبر53:

بریلویوں کا گستاخانہ عقیدہ پیغمبر شکاری کی ادائیں:

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں: میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں، شکاری جانوروں کی آواز نکال کر شکار کرتا ہے۔

(جاء الحق ص176)

عقیدہ نمبر54:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں: بعض اولیاء اللہ جو کچھ اپنے مراتب بیان کر جاتے ہیں وہ ان کے جوش کی غیر اختیاری آواز ہوتی ہے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اس درجہ کی آوز تھی اور ایکم مثلی میں شریعت کی جلوہ گری تھی۔

(شان حبیب الرحمن ص238)

یہ تو سنا تھا کہ منصور کا نعرہ انا الحق ایک جوش بے خودی تھا، اسلام کی رو

سے کوئی جائز آواز نہ تھی۔ بعض اولیاء اللہ سے بعض اوقات شطیحات کا صدور ہو جاتا ہے لیکن کسی صحابی یا امام نے آج تک نہ کہا تھا کہ پیغمبر بھی کبھی اس بے اختیاری سے بولتے ہیں یا یہ قرآن کریم میں بھی اس جوش کی غیر اختیاری آوازیں پائی جاتی ہیں اس سے بڑھ کر انبیاء کی شان میں بڑی گستاخی کیا ہو گی ؟

عقیدہ نمبر 55:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں خواجہ غلام فرید:

حضرت خواجہ غلام فرید نے کبھی یہ دعویٰ نہ کیا تھا کہ ان کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بروز و ظہور ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع صفات جمال و جلال اور کمال و افضال میں بے مثل پیدا فرمایا ہے، مگر افسوس کہ اہل بدعت اپنے پیروں کی عقیدت میں اتنے کھو گئے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی بے ادبی کی پرواہ نہ کی، حضرت خواجہ غلام فرید کو عین محمد قرار دے دیا۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

ایک بریلوی انوارِ فریدی میں لکھتے ہیں:

فرید باصفا ہستی محمد مصطفی ہستی
چہا گویم چہا ہستی خدا ہستی خدا ہستی

(انوار فریدی ص63)

تسہیل:

”آپ باصفا فرید ہیں، یہاں تک کہ آپ ہی محمد مصطفی ہیں میں کیا

کہوں آپ کیا ہیں ؟ آپ خدا ہیں خدا آپ ہی ہیں۔''

عقیدہ نمبر 56:

حضور حضرت معین الدین کی صورت میں:

کوٹ مٹھن ضلع راجن پور پاکستان میں ایک شخص میاں جمعہ کی بیوی فوت ہوگئی، وہ بہت اداس تھا، کہتے ہیں کہ اس کی تسلی کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے خواب میں ملے۔ یہ واقعہ ان لوگوں کے اپنے الفاظ میں سنیے :

''رات کو خواب میں میاں جمعہ کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرہ انور پر نقاب ڈالا ہوا ہے۔ جس وقت میاں جمعہ قدم بوس ہوتا ہے اور حضور پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھاتے ہیں تو عین شہنشاہ مولانا محمد معین الدین کا چہرہ سامنے آجاتا ہے۔''

(ہفت اقطاب ص191 از غلام جہانیاں)

عقیدہ نمبر 57:

غلام جہانیاں صاحب لکھتے ہیں:

وہ مدنی محمد معین بن کے آیا
غضب کا جوان حسین بن کے آیا
میری لاکھ جانیں ہوں قربان اس پر
جو یثرب سے چاچڑ نشین بن کے آیا

(ہفت اقطاب ص168)

ولی اللہ کتنے ہی اونچے مرتبہ پر کیوں نہ ہو عین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں ہو سکتا۔

عقیدہ نمبر 58:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ کمالات شیخ جیلانی رحمہ اللہ میں:

افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں یہی عقیدہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں رکھتے تھے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جمع صفات کا ظلی وجود ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس وانور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث کامل نائب تام وآئینہ ذات ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی جمیع صفات جمال وجلال وکمال وافضال کے ان میں متجلی ہیں۔

(فتاویٰ افریقہ ص116 مطبوعہ کراچی)

عقیدہ نمبر 59:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا دعویٰ:

مولانا احمد رضا بریلوی صاحبزادہ برکات احمد کی وفات کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

ان کے انتقال کے دن مولوی سید امیر احمد صاحب مرحوم خواب میں زیارت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لیے جاتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں، فرمایا برکات احمد کے جنازہ کی نماز پڑھنے۔ الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے

پڑھایا۔

(ملفوظات حصہ دوم ص23)

عقیدہ نمبر60:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جسم پاک سے تشریف لائے:

بریلویوں کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف روحانی طور پر اس جنازہ میں تشریف لائے تھے بلکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضور مع اپنے جسم اطہر کے اس میں تشریف لائے تھے۔ مفتی احمد یار لکھتے ہیں: اس طرح صالحین کی نماز جنازہ میں خاص طور پر اپنے جسم پاک سے تشریف فرما ہوتے ہیں۔

(جاء الحق ص144)

عقیدہ نمبر61:

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر طنز:

مولانا احمد رضا خاں صاحب کے خلیفہ ابو الحسنات قادری لکھتے ہیں:

خلافت پہ اترے تو سنیئے لطیفہ
یہ لگتی ہے رائے بجی و خفیفہ
کہ اجماع میں چوکے اہل سقیفہ
بنانا تھا حضرت حسن کو خلیفہ
تو ہوتے نہ اتنے تفنن کے جھگڑے
تشیع کے قصے تسنن کے جھگڑے

(اوراق غم ص176)

مولانا احمد رضا خاں کے خلیفہ نے اسے تحقیق حق قرار دیا ہے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے صحابہ کے اجماع پر طنز کیا ہے۔

عقیدہ نمبر 62:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زوال کہنا (معاذاللہ):

مولانا ابوالحسنات آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ پر لکھتے ہیں:

آقائے مدینہ رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں رائحہ انتقال پائی اس لیے کہ بعد کمال زوال ہوتا ہے:

چو آفتاب بہ نصف النہار یافت کمال
مقرر است کہ روئے نہد بہ سوئے زوال

(اوراق غم ص113)

عقیدہ نمبر 63:

بریلویوں کے نزدیک احمد رضا کا مقام:

بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے لیے نشان ہدایت تھے، عجم کے لیے مولانا احمد رضا خاں اس الٰہی ہدایت کا قبلہ نما تھا۔ آپ کے خلیفہ عبدالعلیم صدیقی والد گرامی شاہ احمد نورانی جب حج سے واپس لوٹے تو آپ نے احمد رضا خاں کے حضور ایک مدحیہ نظم پڑھی، ایک شعر ملاحظہ ہو:

عرب میں جاکے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لاریب وہ قبلہ نما تم ہو

(سوانح اعلیٰ حضرت ص148)

اس نظم پر مولانا احمد رضا خاں نے مولانا عبدالعلیم صدیقی کو ایک قیمتی مخملی جبہ مرحمت فرمایا۔

عقیدہ نمبر64:

سیدنا آدم علیہ السلام کی توہین:

جب کبھی حضور علیہ السلام کسی سے بے توجہی فرمالیتے ہیں تو وہ بد بخت بنتا ہے اور گناہ ہے حضرت آدم علیہ السلام سے خطا کا ہونا اس سے ہوا۔

(شان حبیب الرحمن ص146)

سیدنا آدم علیہ السلام کو بدبخت و گناہ گار بنا رہے ہیں (العیاذ باللہ)

عقیدہ نمبر65:

مولانا احمد رضا خاں کا عقیدہ حیات مسیح:

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودی نہ قتل کر سکے نہ پھانسی دے سکے بلکہ وہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لیے گئے اور قریب قیامت میں آپ پھر نزول فرمائیں گے۔ ان کا وجود علامات قیامت میں سے ایک علامت ہو گا۔ قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس حیات کا انکار کرتے ہیں اور انہیں وفات طبعی سے فوت شدہ مانتے ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چند لمحوں کے لیے موت کے قائل ہیں اور پھر ان کے جی اٹھنے اور آسمانوں میں چلے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں کا تصور حیات مسیح اسلامی اعتقاد سے دور اور قادیانی عقیدے کے بہت قریب ہے۔

آپ لکھتے ہیں:

''حیات وفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ اللہ تسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں جو خود ایک فرعی سہل، خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے۔ جس کا اقرار یا انکار کفر تو در کنار ضلال بھی نہیں۔''

(الجراز الدیانی ص23 مطبوعہ کانپور)

مزید لکھتے ہیں: ''حیات و وفات حضرت مسیح علیہ السلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجال لعین کو قتل کرنے میں کسی کو کلام نہیں۔''

(الجراز الدیانی ص25 مطبوعہ کانپور)

عقیدہ نمبر66:

حضرت پیران پیر کا بچایا ہوا دولہا گجرات میں:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

وہ دولہا جسے شیخ عبدالقادر جیلانی نے بارہ سال بعد دریا سے نکالا تھا یہ وہی ہے جو شاہ دولہ کے نام سے معروف ہے اور اس کی قبر گجرات میں ہے۔

(نور العرفان ص688)

دولہ دولہا کی ہی بدلی ہوئی شکل ہے! مفتی صاحب نے یہ کیسا جوڑ ملایا ہے۔ حضرت پیران پیر چھٹی صدی ہجری 561 میں فوت ہوئے اور شاہ دولہ جن کا مزار گجرات (پاکستان) میں ہے وہ 1075ھ میں فوت ہوئے۔ مفتی صاحب نے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے پھر یوں زقند لگائی کہ شاہ دولہ کی عمر چھ سو سال تک بڑھا کر انہیں پیچھے حضرت پیران پیر تک لے آئے!

عقیدہ نمبر 67:

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنین میں داخل نہیں؟

قرآن کریم میں ہے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

(پ3 البقرۃ، ع40)

حضور ایمان لائے مگر بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین میں سے نہ تھے ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں: مومنین کے لفظ میں نبی داخل نہیں ہوتے۔

(نور العرفان ص77)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق فرقہ بریلویہ کے گستاخانہ عقائد

عقیدہ نمبر 68:

صحابہ کرام کی برابری کا دعویٰ:

مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مولانا احمد رضا خاں کے بارے میں لکھتے ہیں:

””اعلیٰ حضرت (بریلوی) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔““

(وصایا شریف ص23)

عقیدہ نمبر 69:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی برابری کا دعویٰ:

مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی مولانا احمد نورانی کے والد ایک موقع پر مولانا احمد رضا خاں کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے وہاں مولانا احمد رضا خاں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کا حامل قرار دیا اور آپ کو مخاطب کر کے کہا:

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جب کہ خیر الاتقیاء تم ہو

(سوانح اعلیٰ حضرت ص148)

عقیدہ نمبر 70:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن:

اہل علم سے مخفی نہیں کہ سید نا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے ہونے لگی اور اس پر اجماع صحابہ ہوا۔ کسی نے اس پر نکیر نہ کی۔ اس وقت سے لے کر اب تک یہ سنت اسلام اسی طرح چلی آرہی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور فتویٰ دیا کہ جمعہ کی اذان ثانی بھی مسجد کے باہر ہونی چاہیے۔ علماء بدایوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حمایت میں اٹھے تو مولانا احمد رضا خاں نے انہیں پدر پرستی کا طعنہ دیا۔ مولانا عبدالمقتدر بدایونی نسباً عثمانی تھے اور مسلک اہل سنت کے تصلب میں خلفائے راشدین کی اتباع سے نکلنے کے لیے تیار نہ تھے اب مولانا

احمد رضا خاں کے الفاظ دیکھئے کس بے دردی سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ٹھہراتے ہیں، لکھتے ہیں:

جو در بارہ اذان سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرے۔ اگر امام وقت ہے۔ جاہل و نامہذب اور ہزاروں دشنام کا مستوجب ہے۔ اور جو پدر پرستی میں سنت نبوی اور ارشادات فقہ کو پس پشت پھینک دے وہ جاہل سے جاہل ہو امام اور علامہ چنیں و چناں ہے۔

(اجلی انوار رضا ص13)

اجمیر شریف کے مشہور عالم دین حضرت مولانا معین الدین صدر مدرس مدرسہ عثمانیہ علماء دیوبند میں سے نہ تھے۔ خیر آبادی حضرات سے تلمذ رکھتے تھے اور جناب پیر قمر الدین صاحب سیالوی کے استاد تھے۔ وہ مولانا احمد رضا خاں کی اس گستاخی پر چپ نہ رہ سکے۔

<u>آپ لکھتے ہیں:</u>

یہ صریح حضرت عثمان غنی ذوالنورین خلیفہ سوم رضی اللہ عنہ پر طعن ہے کہ معاذ اللہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کیا اور اس خلاف میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کے ساتھی ہوئے اور اتباع سنت کی توفیق ملی تو اس شخص کو جو چودھویں صدی میں خاک بریلی سے اٹھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب فرمایئے کیا وہابیوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں کہ وہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن اور آزادی کے باعث لا مذہب (یہاں لا مذہب بمعنی غیر مقلد ہے نفی اسلام یہاں مراد نہیں) کہلائے جاویں اور اعلیٰ حضرت حضرت

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ایسی صاف سنانے پر بھی ہٹے کٹے سنی بنے رہے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار ۔

(تجلیات انوار المعین ص43)

عقیدہ نمبر71:

صحابہ رضی اللہ عنہم سے برتری کا دعویٰ:

مولانا حسنین رضا خاں لکھتے ہیں:

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی زیارت کا شوق کم ہو گیا۔

(وصایا شریف ص24 طبع اول)

عقیدہ نمبر72:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے متعلق:

پھر ان لوگوں کا صحابہ کے بارے میں انداز کلام دیکھیے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ابوہریرہ فتح خیبر میں مسلمان ہوا تھا پس قطعاً متاخر...

(نجم الرحمن ص17 مولوی غلام محمود پیلانوی مطبوعہ لاہور)

نہ ”حضرت“ کا لفظ ہے نہ ”رضی اللہ عنہ“ لکھا ہے نہ احتراماً جمع کے لفظ سے ذکر کیا ہے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شیعہ مولوی صاحب یہ عبارت لکھ رہے ہیں۔ اس کتاب میں حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے اسم گرامی کے

ساتھ امام معصوم کے الفاظ مذکور ہیں مگر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کس عامی انداز میں کیا ہے یہ بہت لائق افسوس ہے انہی میں سے ایک صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں: ''اگر امام معصوم کے ساتھ کچھ کینہ و بغض ہو یا اس کی حدیث پر کوئی طعن ہو تو بخاری شریف کی حدیث سن لیجیے۔''

(نجم الرحمن ص17 مولوی غلام محمود پیلانوی مطبوعہ لاہور)

عقیدہ نمبر73:

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کی گستاخی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن مکتوم رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اللہ تعالیٰ کو یہ زیادہ پسند تھا کہ آپ ان معذوری شکستہ حالی اور طلب صادق کے پیش نظر ان کی طرف زیادہ توجہ فرمائیں لیکن آپ نے ان کی طرف زیادہ توجہ نہ کی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو سکتا تھا کہ آپ کے فیض توجہ سے وہ اور سنورتے قرآن کریم کے پارہ 30 ''سورہ عبس'' میں اس کا بیان ہے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کی تو یہ شان ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے پیچھے نماز پڑھی تھی مگر اب بریلوی جرأت بھی دیکھیے کس طرح ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔

بریلویوں کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

''عشاق آداب سے بے خبر ہوتے ہیں ان کے ایسے قصور معافی کے لائق ہیں اس لیے انہیں نابینا فرمایا یعنی جو آپ کے عشق میں آداب سے نابینا ہے۔''

(نور العرفان ص934)

غور کیجیے اور دیکھیے کہ ایک ممتاز صحابی کو کس بے دردی سے آداب سے اندھا کہا جا رہا ہے۔ یہ لوگ تو وہ تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے تزکیہ قلبی کی نعمت پا چکے تھے۔ ظاہری آنکھوں سے نابینا ہونا یہ کوئی عیب نہیں اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے رکھے لیکن باطنی آنکھوں سے نابینا ہونا بلاشبہ ایک عیب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے کے آداب سے اندھا ہونا ایک بڑی کمزوری ہے افسوس کہ بریلوی مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے ظاہری طور پر نابینا ہونے کو باطنی طور پر نابینا ہونے پر محمول کر دیا۔ افسوس صد افسوس۔

عقیدہ نمبر 74:

بریلوی عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے ناراض تھے (معاذ اللہ): صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری اور اطاعت شعاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان پاکیزہ ہستیوں نے اپنی ہر خواہش کو امر رسالت کے آگے زیر کر رکھا تھا شمع رسالت کے پروانوں میں تسلیم و رضا اور امتثال و وفا کے جوہر انتہائی شان میں ممتاز تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دنیوی بات میں (کہ کھجور پیوند لگانے کے بغیر کاشت کی جائے)

(صحیح مسلم ج1 ص264)

ایک رائے دی لیکن اس کا نتیجہ حسب منشاء ظاہر نہ ہو آپ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیا کم کہ تم اپنی دنیا کے امور کو بہتر سمجھتے ہو۔ صحابہ کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مبنی نہ تھی نہ صحابہ کبھی اس کی جرأت

کر سکتے تھے۔ لیکن بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور (معاذ اللہ) صحابہ سے ناراض تھے اس لیے آپ نے ایسا فرمایا تھا۔ ان کے مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

اظہار ناراضگی کے لیے فرمایا: انتم اعلم بامور دنیا کم

(نور العرفان ص383)

مفتی احمد یار صاحب کو بتلانا چاہیے تھا کہ تابیر نخل کے واقعہ میں نتیجہ حسب منشاء نہ نکلا تو صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ پر کچھ اعتراض کیا ہو پھر اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم سے ناراض ہوں تو بات سمجھ میں آتی ہے لیکن یونہی بے پر کی اڑا دینا کہ آپ صحابہ سے ناراض تھے اہل السنۃ والجماعۃ کی بری طرح دل آزاری ہے۔

عقیدہ نمبر 75:

صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ قاری کی تکفیر:

صحابہ کے بارے میں بریلوی روش آپ کے سامنے ہے قبیلہ بنی قارہ کے حضرت عبدالرحمٰن قاری صحابی رسول تھے۔ (تہذیب ج6 ص223)

ان کے بارے میں سنیے ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا۔

(ملفوظات حصہ دوم ص44)

حضرت عبدالرحمن قاری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال پر مامور تھے علمائے مدینہ میں ان کا شمار ہوتا ہے مولانا احمد رضا خاں نے ان پر جو طبع آزمائی کی ہے یہ ایک بہت بڑی زیادتی ہے۔ مولانا احمد رضا خاں یہ بھی بیان

کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی وفات کفر پر ہوئی تھی اور حضرت ابو قتادہ نے انہیں قتل کیا تھا۔ (استغفر اللہ ھذا بھتان عظیم)

مولانا احمد رضا خاں لکھتے ہیں:

اس محمدی شیر (حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ) نے خوک شیطان (عبدالرحمن قاری) کو دے۔

(ملفوظات حصہ دوم46)

مولانا احمد رضا خاں صاحب کا صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن قاری کی تکفیر سے جب جی نہ بھرا تو انہوں نے ان کے لیے خوک (سور) اور شیطان جیسے ناپاک الفاظ بھی کہہ دیے سچ ہے برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس میں ہو الاناء یترشح بما فیہ مشہور مثل ہے۔ مولانا احمد رضا خاں کی صحابہ کی شان میں اس گستاخی پر غور کیجیے۔

عقیدہ نمبر76:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی:

مولانا احمد رضا خاں نے اپنی چلبلی طبیعت میں آکر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کر دی اور وہ فحش زبان استعمال کی کہ کوئی شریف انسان اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی شرم ناک بات نہ کہہ سکے گا۔ چہ جائیکہ اس ماں کے بارے میں جو تمام مومنین کی ماں ہے اور جس کی عزت پر کروڑوں ماؤں کی عزتیں نچھاور کی جا سکتی ہیں مگر مولانا احمد رضا خاں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لکھتے ہیں:

تنگ و چست ان کا لباس اور وہ جوبن کا ابہار

مسکی جاتی ہے قبا سر سے کمر تک لے کر

یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن مرے دل کی صورت

کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ وبر

(حدائق بخشش حصہ سوم ص37)

(سلیس) آپ اتنا چست و تنگ ٹیڈی لباس پہنتی تھیں کہ قبا سر سے لے کر کمر تک بالکل کھچ جاتی تھی گویا ابھی پھٹی کہ پھٹی جوانی کا ایسا ابھار تھا کہ سینہ اور پہلو کپڑے سے باہر ہوئے جاتے تھے۔

بریلوی لوگ جب اس کے جواب سے عاجز آ جاتے ہیں تو اپنے عوام کو مظالطہ دینے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ حدائق بخشش دو حصوں میں مکمل ہے اس کا کوئی تیسرا حصہ نہیں یہ لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے یہ بات ہر گز صحیح نہیں۔ کچھوچھوی صاحب کے صاحبزادے مدنی میاں بمبئی سے ایک ماہنامہ المیزان نکالتے ہیں ادارہ المیزان نے 1976ء میں اس کا امام احمد رضا نمبر نکالا تھا اس کے ص447، 448، 451، 452، 453 پر حدائق بخشش حصہ سوم کے کئی حوالے موجود ہیں۔ پہلے دو حصوں کے پبلیشر نے کتاب کو مکمل ظاہر کرنے کے لیے پہلے دو حصوں پر حدائق بخشش مکمل لکھ دیا ہے تو یہ ایک تاجرانہ ہوشیاری ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدائق بخشش حصہ سوم لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے مولانا احمد رضا خاں کے اس کلام کو ترتیب دینے والے مولانا محبوب علی خاں صاحب، مولوی حشمت علی لکھنوی کے حقیقی بھائی اور بریلوی جماعت کے

ممتاز عالم دین تھے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کو مخالفین کی اختراع بتلانا بریلویوں کا ایک شرمناک جھوٹ ہے۔ مولوی محبوب علی صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے کلام کے اس حصے کو بڑی احتیاط سے جمع کیا تھا)

قارئین کرام غور کیجیے کیا اس ستم کیش میں جب وہ یہ اشعار کہہ رہا تھا ایمان اور حیا باقی تھا؟ علماء کی کیا یہی زبان ہوتی ہے؟

بریلویوں کے ہاں یہ معمولی غلطی ہے:

بریلویوں کے مایہ ناز مفتی مظہر اللہ صاحب کا جواب مسلمانوں کے زخموں پر اور نمک پاشی کر رہا ہے آپ لکھتے ہیں:

اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں کیا ان کی (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی) ذات کریمہ معاف نہ فرمائے گی؟ اور فرض کیجیے وہ معاف نہ فرمائیں گی تب بھی مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟ کہ یہ معاملہ ایک خطا کار بچہ کا اور اس کی مشفقہ ماں کا ہے جس پر کروڑوں ماؤں کے اشفاق بے پایاں نثار پھر یہ معاملہ قیامت کا ہے دنیوی احکام تو توبہ پر ختم ہو جاتے ہیں۔

(فتاویٰ مظہری ص388)

مفتی صاحب! یہ معاملہ صرف گستاخ بچے کی ماں کا نہیں سب مسلمانوں کی ماں کا ہے یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اس سے کیا علاقہ؟ کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ بریلوی جو چاہیں کریں مسلمان انہیں کچھ نہ کہیں یاد رکھیے مسلمان بریلویوں کی ان گستاخیوں کا ضرور نوٹس لیں گے آپ کا جواب عذر گناہ بدتر از گناہ کی بدترین مثال ہے۔

حدائق بخشش حصہ سوم کا تعارف:

ماہنامہ المیزان بمبئی کے احمد رضا نمبر میں ہے۔

حدائق بخشش حصہ سوم مرتبہ مولانا محمد محبوب علی خاں صاحب قادری برکاتی رضوی اسٹیم پریس ریاست نابھ 1342

(المیزان احمد رضا نمبر ص448)

مولانا احمد رضا خاں 1340ھ میں فوت ہوئے اس کے دو سال بعد ان کے خادم خاص مولانا محبوب علی خاں نے ان کا وہ کلام جو حدائق بخشش کے پہلے دو حصوں میں نہ آسکا تھا مرتب کر کے شائع کیا ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی کتاب ارمغان حجاز بھی تو ان کی وفات کے بعد ہی شائع ہوئی تھی اگر اس سے حوالے ڈاکٹر اقبال کے نام سے دیے جا سکتے ہیں تو حدائق بخشش حصہ سوم کے حوالے سے مولانا احمد رضا خاں کے نام سے کیوں نہیں دیے جا سکتے۔ مولانا احمد رضا خاں کے ملفوظات بھی تو آخر ان کے عقیدت مندوں کے ہی مرتب کردہ ہیں۔ حدائق بخشش حصہ سوم محبوب علی خاں نے مرتب کر لی تو کیا ستم ہو گیا۔ رہا یہ جواب کہ ممکن ہے مرتب کتاب سے غلطی ہو گئی ہو اس کا جواب الجواب حدائق بخشش حصہ سوم کے خود مرتب سے ہی سن لیجیے۔

یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط کے ساتھ نقل کیے۔

(المیزان احمد رضا نمبر448)

مولانا احمد رضا خاں کے صاحبزادوں اور عقیدت مندوں نے کبھی ان گستاخانہ اشعار سے اظہار لاتعلقی نہ کیا یہاں تک کہ اس پر تیس سال گزر گئے اور کتاب کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو گیا اور ام المومنین کی شان میں گستاخی اور

دریدہ دہنی اسی طرح رہی اور بریلوی اس کی برابر اشاعت کرتے رہے۔

توبہ کی بات کب اٹھی:

مولانا محبوب علی خاں مذکورہ محلہ مدن پورہ بمبئی کی مسجد میں امام تھے اپنے مسلک کی کتابوں کی برابر اشاعت کرتے رہتے تھے لوگوں کو جب ان گستاخانہ اشعار کا علم ہوا تو انہوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ ایجی ٹیشن شروع ہوا اور ناموس رسالت کی خاطر ایک شخص نے جان بھی دے دی یہ شہید غازی علم دین کے قریبی دوست تھے۔ بریلویوں کو اعتراف ہے کہ علمائے دیوبند ہی اس گستاخی کے خلاف میدان عمل میں نکلے تھے یہ لیجیے: سنیے ہندوستان کے دیوبندوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مضمون لکھے اور پورے بمبئی میں جلسے کیے ایجی ٹیشن چلایا کہ امام موصوف کو مسجد سے علیحدہ کیا جائے اور اسی سلسلہ میں اس مسجد میں فساد ہوا اور ایک قتل بھی ہوا اور بہت دنوں تک مقدمہ چلتا رہا۔

(دیکھیے ماہنامہ سنی لکھنؤ ذوالحجہ 1374 کا شمارہ، فتاویٰ مظہری ص393 سطر12)

مولانا محبوب علی خاں نے اس وقت اپنی ذمہ داری محسوس کی اور ایک بیان شائع کیا کہ وہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے اس طرح چھپ گئے تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب علمائے دیوبند اس گستاخی کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے مضمون لکھ رہے تھے اس وقت مولانا محبوب علی خاں نے کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ اشعار ترتیب کی الٹ پلٹ سے چھپ گئے ہیں اگر یہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نہ ہوتے تو وہ اس احتجاج سے پہلے ہی

یہ بیان دے دیتے انہوں نے آخر خود تو اپنی مرتبہ کتاب کو بارہا پڑھا ہو گا اور پھر اشعار کی کتابیں تو اصحاب ذوق بار بار پڑھتے ہی رہتے ہیں آخر کیا وجہ تھی کہ جب تک ایجی ٹیشن میں ایک شخص شہید نہ ہو گیا مولانا محبوب علی خاں صاحب نے انگڑائی تک نہ لی۔ ترتیب کی الٹ پلٹ کا عذر کہیں بیان نہ کیا اور اپنی ذمہ داری اس وقت محسوس کی جب ان کے لیے بمبئی میں زندہ رہنا مشکل ہو گیا تھا۔اس کی وجہ یہی تھی کہ ان کے نزدیک یہ گستاخانہ اشعار واقعی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کہے گئے اور اشعار واقعی مولانا احمد رضا خاں کے ہی تھے مولانا محبوب علی خاں نہ چاہتے تھے کہ شاگرد کے ہاتھوں استاد کی اصلاح ہو وہ ان اشعار کو مولانا احمد رضا خاں کے نام پر اسی طرح رکھنا چاہتے تھے اپنے ذوق کے اعتبار سے ایک معمولی غلطی سمجھتے تھے لیکن جب لوگوں نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ ان ناپاک اشعار کو ہرگز برداشت نہ کریں گے تو انہوں نے 1955ء میں ایک توبہ نامہ شائع کر دیا۔ بریلویوں کے فتاویٰ مظہری میں ہے ''اس معمولی غلطی کو جو شرعاً قابل گرفت نہیں ان کی ذات کریمہ کیا معاف نہ فرمائے گی''

(فتاویٰ مظہری ص388)

گستاخی مولانا احمد رضا خاں کی ہو اور توبہ مولانا محبوب علی خاں کی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی مولانا محبوب علی خاں نے اگر ان گستاخانہ اشعار کی اشاعت سے توبہ کی ہے تو ان اشعار سے توبہ کون کرے؟ یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں جن کے ذمہ اس گستاخی سے توبہ کرنا تھا وہ قبر کے گڑھے میں جا چکے اور اب یہاں وہ کبھی توبہ کرنے کے لیے نہ آئیں گے ان کا

یہ کلام ان کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادوں اور عقیدت مندوں میں پینتیس سال تک بلا کسی نکیر اور سوال کے بڑی عقیدت سے دیکھا اور پڑھا جاتا رہا ہے۔ حدائق بخشش حصہ سوم کی پہلی اشاعت 1342 ہجری میں مولانا احمد رضا خاں کے انتقال کے دو سال بعد ہوئی تیس سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن بھی اسی طرح نکل گیا اور سالہا سال تک اندھے عقیدت مندان گستاخانہ اشعار سے اپنے ایمان کو برباد کرتے رہے۔ مولانا محبوب علی خاں جب انتہائی تنگ آ گئے تو انہوں نے ان اشعار سے توبہ کی بریلویوں نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے ایک اور جھوٹ گھڑا کہ حدائق بخشش حصہ سوم مولانا احمد رضا خاں کی وفات کے پچیس تیس سال بعد شائع ہوئی تھی۔ان لوگوں کا جھوٹ ملاحظہ کیجیے:

مولانا احمد رضا خاں کی نعتوں کا دیوان جس کے دو حصے حدائق بخشش کے نام سے شائع ہو چکے ہیں آپ کی حیات ہی میں شائع ہو چکے ہیں اور ساری دنیا انہیں کو مولانا احمد رضا خاں صاحب کا دیوان جانتی اور مانتی رہی اور آج بھی جانتی اور مانتی ہے۔ 25، 30 سال بعد مولانا محبوب علی خاں صاحب پیش امام بڑی مسجد مدن پورہ بمبئی نے ایک اور مجموعہ اشعار شائع کیا... اس کو انہوں نے حدائق بخشش حصہ سوم کا نام دیا۔

(احمد رضا نمبر ص435)

مولانا احمد رضا خاں کی وفات 1340ھ میں ہوئی حدائق بخشش حصہ سوم 1342ھ میں شائع ہوئی اسے آپ کے پچیس یا تیس سال بعد کی اشاعت بتلانا اور اس طرح مولانا احمد رضا خاں کو اس کی ذمہ داریوں سے فارغ کرنا ایک

طفلانہ حرکت ہے اور ایک شرم ناک جھوٹ ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں صاحب لیکچرار مسلم یونیورسٹی علی گڑھ جنہوں نے مولانا احمد رضا خاں کی شاعری پر ریسرچ کی ہے وہ حدائق بخشش حصہ سوم کو1342ھ کی اشاعت ہی بتلارہے ہیں۔

(احمد رضا نمبر ص348)

اس وقت یہ کتاب اسٹیم پریس ریاست نابھ سے شائع ہوئی تھی۔ 25 تیس سال بعد اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا جسے بریلوی مولانا محبوب علی خاں کے توبہ نامے کے قریب کرنے کے لیے پہلی اشاعت کہہ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بریلوی حضرات مولانا احمد رضا خاں کے ان اشعار کی وجہ سے انتہائی پریشان ہیں نت نئے بیان دیتے ہیں اور بڑے اضطراب اور تذبذب کا شکار ہیں۔ مولانا مصطفی رضا خاں کہتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے ہیں ہی نہیں۔

(فتاویٰ مظہری ص389 سطر25)

مولانا محبوب علی خاں کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ اشعار اعلیٰ حضرت کی بیاض سے نہایت احتیاط سے نقل کیے تھے۔

(فتاویٰ مظہری ص393 سطر12)

پھر انہوں نے اپنے توبہ نامے میں یہ فحش اشعار ام زرع پر لگائے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا تھا:

كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لِأُمِّ زَرْعٍ

(صحیح بخاری)

"میں تیرے لیے اس طرح ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیے تھے۔"

اب آپ ہی غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام زرع کی تشبیہ حضرت عائشہ صدیقہ کے لیے ذکر فرماویں اور مولانا احمد رضا خاں ام زرع کے

لیے یہ فحش اشعار کہیں تو اس کی زد انجام کار کیا حضرت عائشہ صدیقہ پر بھی نہیں پڑتی؟ مولانا محبوب علی خاں نے اپنے توبہ نامے میں یہ شعر ام زرع پر منطبق کیے ہیں اور وہ یہ نہ سمجھے کہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام زرع کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نسبت دے چکے ہیں خان صاحب نے مولانا احمد رضا خاں کے دفاع کی تو بہت کوشش کی لیکن بات جہاں تھی وہیں رہی۔

بریلویوں سے جب کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو کہہ دیتے ہیں کہ انہوں نے تنگ پاجامہ پہننے والی عورتوں کے لیے دعائے بخشش بھی تو کی تھی سو اس میں توہین کا کوئی پہلو نہیں اس کے لیے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تحریر پیش کی جاتی ہے: اللھم اغفر للمستورات

''اے اللہ بخش دے ان عورتوں کو جو پاجامہ پہنتی ہیں غالباً پاجامہ تنگ تھا۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص223)

مولانا احمد رضا خاں کو کیسے پتہ چل گیا کہ پاجامہ تنگ تھا؟ اعلیٰ حضرت کی نظر کہاں رہتی تھی اور ایسے امور کو کیسے بھانپ لیتی تھی؟ افسوس صد افسوس۔

عقیدہ نمبر 77:

حضرت ام المومنین کی شان میں ایک اور گستاخی:

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ بے شک تمام مسلمانوں کی ماں ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو بیوی تھیں اور آپ کے حضور انتہائی مودب آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبھی کوئی ایسا کلمہ نہیں کہا جس میں

گستاخی ہو اور وہ شان اقدس کے منافی ہو یہ تصور کہ آپ حضور سے جلال کے ساتھ پیش آتی تھیں آپ پر ایک تہمت اور حضور اور حضرت ام المومنین دونوں کی گستاخی ہے۔ مگر افسوس مولانا احمد رضا خاں کہتے ہیں کہ آپ حضور کی شان میں ایسی باتیں بھی کہہ جاتی تھیں جن پر شرعاً سزائے موت دی جاسکے۔ فرماتے ہیں:

”ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا جو الفاظ شان جلال میں ارشاد کر گئی ہیں دوسرا کہے تو گردن ماری جائے۔“

(ملفوظات حصہ سوم ص87)

یہ فیصلہ اب آپ ہی کریں کہ کیا کوئی مسلمان ام المومنین کی شان میں اس قسم کی گستاخی کر سکتا ہے؟ استغفر اللہ۔

صحابہ کرام اور امہات المومنین کے بارے میں بریلوی مذہب کیا ہے۔ ہم اس کی مزید تفصیل میں نہیں جاتے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کی گئی اس گستاخی سے دل زخمی ہے اور بات کو آگے لے جانے سے دل لرزتا ہے اور قلم تھراتا ہے۔

عقیدہ نمبر 78:

جمیع امہات المومنین کی شان میں گستاخی:

کوئی ہونہار بیٹا اپنی ماں کے بارے میں وہ بات نہیں کہتا جو ایک گستاخ بچے نے اپنی دینی ماؤں کے بارے میں کہی ہے پھر یہ وہ مائیں ہیں جن کے ساتھ صرف احترام کا ہی تعلق نہیں ایمان کا بھی تعلق ہے اور یہ بات بھی اس کے ساتھ ہے کہ اس گستاخی سے خود احترام رسالت بھی بری طرح مجروح ہوتا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں ارشاد فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

(ملفوظات حصہ سوم ص28)

مولانا احمد رضا خاں اپنی اس گستاخی میں محمد بن عبدالباقی کو بھی شامل کرتے ہیں۔ یہ قطعاً جھوٹ ہے تاہم ہم ہر اس شخص سے لاتعلق ہیں جو ایسی لغو بات کہے۔ کسی بیٹے کے لیے اپنی ماں کے بارے میں اس قسم کی کھلی بات ہر گز جائز نہیں پھر اس کی بھی تحقیق چاہیے کہ محمد بن عبدالباقی نے یہ لغو بات کہی بھی یا نہیں۔ مولانا احمد رضا خاں نے یہاں کوئی حوالہ پیش نہیں کیا اور ہمیں پورا یقین ہے کہ خاں صاحب نے اپنی عادت کے مطابق یہاں جھوٹ بولا ہے اور قیامت تک یہ الفاظ کہ انبیاء کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں کسی سنی بزرگ کی کتاب سے نہیں دکھا سکتے چاہے سارے بریلوی سر جوڑ کر بیٹھ جائیں۔ کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کے بارے میں اس قسم کا تصور نہیں کر سکتا جو مولانا احمد رضا خاں نے پیش کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خاں شیعیت کی آغوش میں:

شیعہ لوگ امہات المومنین کے خلاف ہیں انہیں اہل بیت میں سے نہیں مانتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخ ہیں۔ یہ عقیدہ دراصل ان کا تھا کہ ازواج روضہ اطہر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔ (معاذ اللہ)

شیعہ کے جلیل القدر محدث محمد بن یعقوب الکلینی نے اصول کافی میں باب باندھا ہے:

باب النهى عن الاشراف على قبر النبى صلى الله عليه وآله

''اس باب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اوپر چڑھنا منع ہے۔''

شیعہ مذہب کے علامہ کلینی جعفر بن المثنیٰ الخطیب سے روایت کرتے ہیں:

میں ان دنوں مدینہ میں تھا جب مسجد کی چھت کا وہ حصہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر تھا گرا، کام کرنے والے اوپر چڑھتے اور اترتے تھے۔ میں نے اپنے ساتھیوں (شیعوں) سے کہا کہ آج رات کیا تم میں سے کوئی امام جعفر الصادق کے پاس جائے گا۔ مہران بن ابی نصر اور اسماعیل بن عمار الصیرنی دونوں نے کہا ہاں۔ ہم نے انہیں کہا کہ وہ حضرت امام سے پوچھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے اونچا چڑھنا کیا جائز ہے؟ آپ نے فرمایا:

ما احب لاحد منهم ان يعلوا فوقه ولا آمنه ان يرى شيئا يذهب منه بصره او يراه قائما يصلى او يراه مع بعض ازواجه۔

(اصول الکافی ج1 ص452)

(ترجمہ) ''میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی ان میں سے اس سے اوپر چڑھے اور نہ میں اس سے بے خوف ہوں کہ وہ کوئی ایسی چیز دیکھے کہ اس کی نظر ہی جاتی رہے یا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا نماز پڑھتے پائے یا یہ کہ آپ کو اپنی بیوی سے مشغول دیکھے۔''

شیعوں نے اپنا یہ عقیدہ یونہی حضرت امام جعفر صادق کے ذمے لگایا

ہے جعفر بن المثنیٰ تو ان کے عہد میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ تاہم اس سے انکار نہیں کہ یہ عقیدہ شیعوں کا ہے جسے مولانا احمد رضا خاں نے اپنایا ہے اور دروغ بیانی سے اسے محمد بن عبدالباقی الرزقانی کے ذمہ لگایا ہے۔ علامہ زرقانی نے حیات انبیاء کی بحث میں شیعوں کے اس عقیدے کا اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ علامہ زرقانی لکھتے ہیں: **والانبیاء والشهداء یأكلون فی قبورهم ویشربون ویصلون ویصومون ویحجون واختلف هل ینكحون نساء هم ام لا۔ ویثابون علیٰ صلواتهم وحجهم ولا كلفة علیهم فی ذلك**

(شرح مواہب اللدنیہ للزرقانی المالکی ج5 ص334، طبع 1326ھ مطبع ازہریہ مصر)

''انبیاء اور شہداء اپنی قبور میں (وہاں کے مناسب حال) کھاتے بھی ہیں اور پیتے بھی، نماز، روزہ اور حج کرتے ہیں اور یہ کہ وہ اپنی عورتوں سے نکاح کریں اس میں (شیعہ کا) اختلاف ہے۔ وہ اپنی نمازوں اور حج پر ثواب بھی پاتے ہیں لیکن وہ وہاں ان کاموں کے مکلف نہیں ہیں۔

پچھلے صفحات میں علامہ زرقانی نے وراثت انبیاء کی بحث میں شیعوں سے ہی اختلاف کیا تھا۔ یہاں بھی انہی کا اختلاف مراد ہے اور علامہ کلینی کی روایت بھی اس کی شاہد ہے۔ سو اسے محمد بن عبدالباقی کا عقیدہ قرار دینا کذب صریح اور مولانا احمد رضا خاں کا کھلا جھوٹ ہے اور حضور کی شان میں گستاخی کی انتہا ہے۔

فرقہ بریلویہ کے اولیاء اللہ کے متعلق گستاخانہ عقائد

عقیدہ نمبر 79

اولیاء کو شیطان سے ملانے کی گستاخی:

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

خیال رہے کہ موت کا دن بزرگوں کی دعا سے ٹل جاتا ہے بلکہ شیطان کی دعا سے بھی۔ اس کی عمر لمبی بخشی گئی فرماتا ہے فانک من المنظرین حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے چالیس سال کے سو سال فرما دی گئی۔

(نور العرفان ص688)

عقیدہ نمبر 80:

شیطان غائبانہ امداد کر سکتا ہے:

فرقہ بریلویہ کے مناظر اعظم مولوی محمد عمر صاحب اچھروی سے سوال کیا گیا "کیا

شیطان بھی غائبانہ امداد کر سکتا ہے" تو آپ نے فرمایا: ضرور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بے شک ہم نے بنایا شیطان کو بے ایمانوں کے واسطے مددگار (مقیاس حنفیت ص482 یہ آیت سورہ اعراف رکوع دوم کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے "بے شک ہم نے شیطانوں کو ان کا دوست ذکر کیا جو ایمان نہیں لاتے" (ترجمہ مولانا احمد رضا

خاں) مولوی صاحب نے یہاں اولیاء کا ترجمہ دوست کرنے کی بجائے مددگار اس لیے کیا ہے کہ وہ اپنا عقیدہ ثابت کر سکیں۔

عقیدہ نمبر 81:

خدا تعالی بہروپیا (العیاذ باللہ):

اگر ذات مطلق تنزل نہ کرتی
تو فرمائیں کیا ہوتی صورت
یہ کارہ گری کس ہے بہروپیا کی
خدا کی خدائی ہوئی محو حیرت

(اسرارالمشتاق ص12)

یعنی خدا تعالی نے آسمانوں سے نزول فرمایا اور بہروپیا بن کے انسانیت کے سامنے آیا ہے تو خدا بن کے نبی آیا تو ساری خدائی دیکھ کر محو حیرت گئی۔

عقیدہ نمبر 82:

مفتی احمد یار صاحب گجراتی لکھتے ہیں:

ایک وقت میں چند جگہ موجود ہو جانا اللہ والوں کے نزدیک باذن الٰہی مشکل نہیں ایسے ہی قبر میں سوال کرنے والے، ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے والے، فرشتے یہ طاقت رکھتے ہیں حاضر ناظر ہونا بعض بندوں کی صفت ہے۔

(نور العرفان ص245)

اب آپ ہی خیال کریں کیا یہ لوگ کئی جگہ پر حاضر و ناظر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مانتے ہیں یا ان کے ہاں اور بھی کئی بندے اس شان

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہیں۔

عقیدہ نمبر 83:

اولیاء اللہ کے لیے گدھے کی مثال لانا:

مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اولیاء اللہ کے الہام غیبی اور کشف باطنی کو گدھے کے برابر لا کر ایک اور گستاخی کا ارتکاب کیا ہے اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ جب اور جتنے غیب کی خبر دیں یہ نور سنت کا فیض ہے ان کی پاک ہستیوں کو جب بھی امور غیبیہ پر کوئی اطلاع ملے تو یہ اطلاع غیب ہوتی ہے علم غیب نہیں ہوتا۔ یہ ان کے روحانی کمال کی ایک جھلک ہوتی ہے جو کبھی کشف سے اور کبھی اطلاع علی الغیب سے بعض امور غیبیہ کو پا لیتے ہیں۔

مگر بریلویوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا علم گدھے سے بڑھ کر نہیں مولانا احمد رضا خاں نے اپنے اس عقیدہ کے ثابت کرنے کے لیے ایک حکایت نقل کی ہے ایک بادشاہ نے ایک ولی اللہ کے دربار میں حاضری دی ان کے پاس کچھ سیب تھے بادشاہ نے ایک خاص سیب کا ارادہ کیا کہ مجھے دیں گے تو انہیں ولی سمجھوں گا اس پر انہوں نے ایک گدھے والی حکایت بیان کی اعلیٰ حضرت یہ بات ان الفاظ میں پیش فرماتے ہیں:

ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے۔ حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو

سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔ آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی ایک دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں۔ اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال دکھایا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا۔

غیب کی بات جاننا کوئی درجہ کمال نہیں:

مولانا احمد رضا خاں مذکورہ بالا واقعہ پر لکھتے ہیں:

بس سمجھ لیجیے وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص10)

اس تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ علم غیب اور حاضر ناظر جیسے دیگر مسائل جن کو بریلوی مذہب کے پیرو اپنے امتیازی عقائد سمجھتے ہیں ان کی اپنی حقیقت ان لوگوں کے نزدیک کیا ہے؟ کچھ نہیں نہ اس میں ان کا کوئی کمال ہے۔ اولیاء اللہ کا غیب کی کسی بات کو جان لینا ان کے ہاں گدھے سے بڑھ کر نہیں اور ان کا کئی جگہ حاضر و ناظر ہو جانا ان کے ہاں یہ کوئی شان نہیں۔ یہ لوگ کفار و مشرکین اور کرشن کنہیا میں بھی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں پھر تعظیم کہاں

گئی اور تکریم کہاں رہی؟ کیا یہی عنوان ہیں جن کے ماننے اور نہ ماننے پر مسلمانوں میں کفر و اسلام کے فاصلے قائم کیے جاتے ہیں اور انہی کے محاذ پر عرصہ دراز سے جنگ لڑی جارہی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

عقیدہ نمبر 84:

شیطان بھی علم غیب رکھتا ہے:

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

شیطان کو بھی آئندہ غیب کی باتوں کا علم دیا گیا ہے۔

(نور العرفان ص241)

اب آپ ہی اندازہ کریں کہ بریلوی اولیاء کے ساتھ شیطان کو کیوں ملا رہے ہیں۔ اولیاء کرام کی کیا کچھ عزت ان کے دلوں میں ہے؟ بالکل نہیں۔

عقیدہ نمبر 85:

اولیاء اللہ پہلوانوں کے اکھاڑے میں:

مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کہتے ہیں:

خواجہ نقشبند بخارا میں حضور امیر کلال کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو دیکھا ایک مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے۔ اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند عالم جلیل پابند شریعت ان کے قلب نے کچھ پسند نہیں کیا حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی یہ خطرہ آتے ہی غنودگی آگئی دیکھا کہ معرکہ حشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے یہ اس سے پار جانا چاہتے تھے دریا میں

اترے جتنا زور کرتے دھنسے جاتے کہ بغلوں تک دھنس گئے اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے؟ اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلال تشریف لائے اور ایک ہاتھ سے نکال کر دریا کے اس پار کر دیا آپ کی آنکھ کھل گئی قبل اس کے کچھ عرض کریں حضرت امیر کلال نے فرمایا اگر ہم کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص27)

عقیدہ نمبر86:

اولیاءاللہ ' خدا کے ساتھ اکھاڑے میں:

فوائد فریدیہ میں ہے:

''حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی نے فرمایا ہے کہ صبح سویرے اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کشتی کی اور ہمیں پچھاڑ دیا۔''

اب اس کی دلیل بھی سنیے:

''اور یہ بھی فرمایا کہ میں اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔''

(فوائد فریدیہ ص78)

عقیدہ نمبر87:

ہر وقت مرید کے پاس ہونا:

منشی محبوب بخش میاں محمد خاں صاحب کے آخری لمحات کے ذکر میں لکھتے ہیں: آپ کے پاس صرف حضرت میاں علی محمد خاں صاحب علیہ الرحمۃ بیٹھے رہے اور آپ پر گریہ طاری تھا حضرت قبلہ قطب زمان نے حضرت میاں علی محمد خاں صاحب کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنا چہرہ جھکا دیں تو حضرت میاں علیہ الرحمۃ

نے اپنا چہرہ اپنے مقدس شیخ اور مشفق نانا کے حضور جھکا دیا تو نانا نے اپنے پیارے نواسے کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا ''گھبراؤ نہیں ہم ہر وقت ہر آن تمہارے ساتھ ہیں۔'' اس کے بعد آخری سانس لیا اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

(شہباز قدس ص15 شائع کردہ جامعہ فریدیہ ساہیوال)

عقیدہ نمبر 88:

پیر کا قبر میں آنا:

''جان لو اپنا شیخ جس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا ہے، مرنے کے بعد قبر میں آجاتا ہے اور اپنے مرید کی طرف سے فرشتوں کو حق کے مطابق جواب دیتا ہے اور اسے نجات دلاتا ہے۔''

(فیوضات فریدیہ ص60)

بریلوی عوام کو اور کیا چاہیے بس ضمانت مل گئی کہ انہیں قبر تک میں کسی سوال کا جواب دینا نہ پڑے گا پیر ہی سب کام کرے گا تمہارے ذمہ صرف یہی ہے کہ پیر بناؤ اور نذرانے دیتے جاؤ۔

عقیدہ نمبر 89:

ولی عارف زوجین کی خلوت کے وقت بھی سامنے:

بریلوی اپنے اس قسم کے نظریات ثابت کرنے کے لیے بزرگان دین کو بھی اپنے ساتھ بری طرح ملوث کرتے ہیں اور لوگ جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ بزرگوں نے ایسی باتیں کہی بھی یا یونہی ان کا نام استعمال کیا جا رہا ہے۔ حضرت سید احمد بن رفاعی کے کسی خادم یعقوب کے نام سے ان لوگوں نے ولی

عارف کی یہ پہچان لکھی ہے۔

لا تستقر نطفة فی فرج اثنی لا ینظر ذلك الرجل الیھا ویعلم بھا

(نجم الرحمن ص52)

"کسی عورت کے اندام نہانی میں کوئی نطفہ قرار نہیں پاتا مگر یہ کہ ولی عارف ضرور اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

عقیدہ نمبر90:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین کے جفت کے وقت موجود ہوتے ہیں:

مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر (موجود اور دیکھنے والے) ہوتے ہیں۔

خلاصہ مقیاس حنفیت ص282

عقیدہ نمبر91:

حضرت شیخ سرہندی کی شان میں گستاخی:

مولانا احمد رضا خاں قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی سلسلہ کے پیشوائے طریقت تھے مولانا احمد رضا خاں ان کی عظمت شان کے معتقد نہ تھے اس لیے آپ انہیں جہاں بھی ذکر کرتے ہیں اس میں ان کی جبلی عصبیت کار فرما دکھائی دیتی ہے مولانا احمد رضا خاں انہیں مسلمانوں کے عمومی پیشوا اور بزرگ کے طور پر نہیں صرف خاندان دہلی کے پیشوا کی حیثیت سے ذکر کرتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں ان کے لیے محض اتفاقی طور پر یہ لقب ذکر نہیں کرتے اس کا بار بار تکرار کرتے ہیں۔ مولانا احمد رضا خاں اپنی کتاب الکوکبۃ الشہابیہ ص 41 میں یوں ذکر کرتے ہیں: ''تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت'' پھر الیاقوۃ الواسطہ ص 10 پر کہتے ہیں۔ ''تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت''

اور کہیں حضرت امام ربانی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی نہیں لکھتے۔ نقشبندی سلسلے سے مولانا احمد رضا کو یہ بغض کیوں ہے؟ اس لیے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سنت کی حمایت اور بدعت کی مخالفت میں بہت کوشاں تھے مولانا احمد رضا خاں انہیں اپنے بزرگوں میں جگہ ہی نہیں دیتے۔

عقیدہ نمبر 92:

حالت سکر میں غلطیاں:

مولانا احمد رضا خاں صاحب حضرت مجدد الف ثانی پر اعتراض کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتے ہیں: ''کوئی مجددی ان کے قول سے استدلال کرے اس کو وہ جانے ہم تو ایسے شخص کے غلام ہیں جس نے جو بتایا صحو سے بتایا خدا کے فرمانے سے کہا تمام جہان کے شیوخ نے جو زبانی دعوے کیے ہیں ظاہر کر دیا ہے کہ ہمارا سکر ہے اور ایسی غلطیاں دو وجہوں سے ہوتی ہیں ناواقفی یا سُکر سکر تو یہی ہے۔''

(ملفوظات حصہ 3 ص 70)

سب مسلمانوں کے مسلم پیشوا اور نقشبندی حضرات کے پیرو مرشد حضرت امام ربانی کی غلطیاں نکالنے والے اور ان پر طنز کرنے والے اعلیٰ حضرت کے اپنے عقائد آپ دیکھ چکے ہیں۔

باب چہارم

فرقہ بریلویہ

کی

تعلیمات

فرقہ بریلویہ کی تعلیمات

(1) محفل میلاد کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے واقعات و حالات بیان کرنا ایک ایسی بات ہے جو یقینا مطلوب ہے۔ اس لیے کہ اسلام کی نگاہ میں ہدایت و فلاح اور نجات و رستگاری تمام تر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک نقشِ پا کی پیروی اور متابعت میں ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مسلمانوں کی نگاہ میں ہو۔ اس لیے ایسے جلسوں کا انعقاد جس میں سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو، بے شک جائز بلکہ بہتر ہے۔

لیکن افسوس کہ ہمارے زمانہ میں اس کے ساتھ متعدد ایسی چیزیں شریک کر دی گئی ہیں جس نے اس کی حقیقی افادیت کو بھی ضائع کر دیا ہے اور بدعات کے زمرہ میں لا کھڑا کیا ہے۔

ان میں پہلی چیز:

یہ ہے کہ 12 ربیع الاول کی تعیین کرتے ہیں۔

دوسری چیز:

12 ربیع الاول کو محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔

تیسری چیز:

محفل میلاد میں قیام کو ضروری سمجھتے ہیں۔

چوتھی چیز:

اس دن جلوس نکالتے ہیں۔

پانچویں چیز:

اس دن عید میلاد النبی مناتے ہیں۔

یہ تمام چیزیں بریلوی حضرات کی کتب میں موجود ہیں۔ حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔ بریلوں کے مسند عالم دین جناب مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں: محفل میلاد شریف منعقد کرنا اور ولادت پاک کی خوشی منانا۔ اس کے ذکر کے موقعہ پر خوشبو لگانا، گلاب چھڑکنا، شرینی تقسیم کرنا، غرضیکہ خوشی کا اظہار جس جائز طریقہ سے ہو وہ مستحب اور بہت ہی باعث برکت اور رحمت الٰہی کے نزول کا سبب ہے۔

(جاء الحق، حصہ اول، بحث محفل میلاد شریف، ص231، نعیمی کتب خانہ، مفتی احمد یار)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی

"رَبَّنَا اَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا"

معلوم ہوا کہ مائدہ آنے کے دن کو حضرت مسیح علیہ السلام نے عید کا دن بنایا۔ آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لیے عید مناتے ہیں کہ اس دن دستر خوان اترا تھا اور حضور علیہ السلام کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت ہے لہٰذا ان کی ولادت کا دن بھی یوم العید ہے

(جاء الحق بحث محفل میلاد ص231)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

میلاد شریف قرآن واحادیث واقوال علماءاور ملائکہ اور پیغمبروں سے ثابت ہے

(جاء الحق بحث محفل میلاد ص231)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

میلاد نسبت ملائکہ بھی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بوقت پیدائش کھڑا ہونا ملائکہ کا کام خان روڈ گجرات)ہے۔اور بھاگا بھاگا پھرنا شیطان کا فعل۔

(جاء الحق بحث محفل میلاد ص233)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

میلاد پاک میں ذکر ولادت کے وقت قیام کرنا سنت صحابہ اور سنت سلف صالحین سے ثابت ہے۔

(جاء الحق بحث محفل میلاد ص252)

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

لہٰذا قیام میلاد چند وجہ سے سنت میں داخل ہوا۔

(جاء الحق بحث محفل میلاد ص252)

مولانا عبدالسمیع رام پوری انوارِ ساطعہ دربیان مولود وفاتحہ مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کے ص504 سطر 20پر ایک سرخی قائم کرتے ہیں: نقل مواہیر علماء عرب: پھر ص506 سطر 6 نمبر5 میں ایک عبارت محمد بن یحییٰ کی اپنی تائید میں نقل کی ہے،اس میں ہے:

یحب القیام عند ذکر ولادته صلی الله علیه وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ذکر کے وقت کھڑا ہوا

واجب ہے۔ قارئین آپ نے بریلوی علماء کے میلاد اور قیام میلاد کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ فرمائے۔اب ہم اس کی اصل حقیقت کو واضح کرتے ہیں۔

مجلس میلاد کا بانی:

یہ بدعت 604ھ میں موصل کے شہر میں مظفر الدین کوکری بل اربل المتوفٰی 630ھ کے حکم سے ایجاد ہوئی جو ایک مسرف اور دین سے بے پروا بادشاہ تھا۔

(دیکھیے ابن خلکان وغیرہ)

بریلوی مسلک کے عالم مولانا عبدالسمیع لکھتے ہیں:

جس وقت ملک ابو سعید مظفر نے محفل مولد شریف کا سامان کیا اور مفتیان دین میں اس مسئلہ کا 604ھ میں اعلان کیا۔

(انوارِ ساطعہ ص324، مطبوعہ ضیاء القرآن لاہور)

مولانا عبدالسمیع صاحب مزید لکھتے ہیں:

لیکن یہ سامان فرحت و سرور کرنا اور اس کو بھی مخصوص شہر ربیع الاول کے ساتھ اور اس میں خاص وہی بارہواں دن میلاد شریف کا معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں اور اول یہ عمل ربیع الاول میں کرنا تخصیص اور تعیّن کے ساتھ شہر موصل میں ہوا کہ ایک شہر ہے ملک عراق میں۔

(انوار ساطعہ ص267)

مولانا عبدالسمیع صاحب لکھتے ہیں:

اور بادشاہوں میں اول بادشاہ ابو سعید مظفر نے مولد شریف تخصیص و تعیّن

کے ساتھ ربیع الاول میں کیا غرض کہ اس بادشاہ نے شیخ عمر مذکور کی پیروی اس فعل میں کی ہر سال ربیع الاول میں تین لاکھ اشرفی لگا کر بڑی محفل کیا کرتا تھا۔
(انوار ساطعہ ص267)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ المتوفی 748ھ نقل کرتے ہیں:

وہ ہر سال میلاد (جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پر تقریباً تین لاکھ روپیہ خرچ کیا کرتا تھا۔

(دول الاسلام ج2 ص103)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ شافعی نقل کرتے ہیں:

وہ ائمہ دین اور سلف کی شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتا تھا، گندی زبان کا مالک تھا۔ بڑا احمق اور متکبر تھا، دین کے کاموں میں بڑا بے پرواہ اور سست تھا۔
(لسان المیزان ج4 ص296)

نیز حافظ موصوف نقل کرتے ہیں کہ علامہ ابن نجار فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو اس کے جھوٹ اور ضعف پر متفق پایا۔

(لسان المیزان ج4 ص295)

میلاد پر سب سے پہلے کتاب لکھنے والا:

جس دنیا پرست مولوی نے اس جشن کے دلدادہ بادشاہ کے لیے محفل میلاد کے جواز پر مواد اکٹھا کیا تھا اس کا نام عمر بن دحیہ ابو الخطاب (المتوفی 633ھ) تھا جس کو اس کتاب کے صلے میں صاحب اربل اور مسرف بادشاہ نے ایک ہزار پونڈ انعام دیا تھا۔

(دول الاسلام ص104 ذہبی)

عمر بن دحیہ کے متعلق حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

یہ جھوٹا شخص تھا لوگوں نے اس کی روایت پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس کی بہت زیادہ تذلیل کی تھی۔

(البدایہ والنہایہ ج13 ص145)

بارہ وفات ختم کرا کے اس کی جگہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جاری کرانے والا شخص

عید میلاد النبی کا بانی:

عیسائی 25 دسمبر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دن مناتے تھے۔ مسلمانوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا 12 ربیع الاول کو یوم وفات منانا شروع کیا اور یہ دن 12 وفات کے نام سے مشہور ہو گیا۔ پہلے 12 ربیع الاول کا دن 12 وفات کے نام سے منایا جاتا تھا۔ بعد میں بریلوی مولویوں کی انجمن نعمانیہ ٹکسالی گیٹ لاہور کے زیر اہتمام پیر سید جماعت علی شاہ مولوی محمد بخش مسلم اور خاص کر پروفیسر مولانا نور بخش توکلی ایم اے اور دیگر بریلوی علماء نے قرار داد کے ذریعے گورنمنٹ کے کاغذات میں سے 12 وفات ختم کرا کر اس کی جگہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منظور کرایا۔

بریلوی مسلک کے مشہور عالم دین مولانا محمد عبدالحکیم شریف قادری علامہ محمد نور بخش توکلی کے متعلق لکھتے ہیں: مولانا مرحوم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرشار تھے۔ آپ ہی کی مساعیٔ جمیلہ سے متحدہ ہندو پاک میں بارہ وفات کی بجائے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی تھی۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت ص559، مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

عید میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس کا بانی:

سب سے پہلے 12 ربیع الاول کا جلوس لاہور میں سن 1934ء/1935ء میں موچی دروازہ سے نکالا گیا۔ جلوس نکالنے کی اجازت کا لائسنس انگریزوں کے گورنر سے حاصل کیا گیا۔ بریلویوں کے ایک وفد جس میں خلیفہ شجاع الدین، محمد الدین، بیرسٹر چوہدری فتح محمد، محمد فیاض اور میاں فیرورالدین احمد انگریز گورنر سے ملے۔ انگریز گورنر نے میاں فیروز الدین احمد کے نام جلوس کا لائسنس واجازت نامہ جاری کیا۔ عملی طور پر جلوس کی قیادت انجمن فرزندان توحید موچی گیٹ کے سپرد ہوئی۔ بعض بریلوی مؤرخ جلوس کا بانی الحاج عنایت اللہ قادری کو بناتے ہیں جیسا کہ ان کی وفات پر روزنامہ جنگ لاہور مورخہ 21 جنوری 2002ء کی اشاعت میں لکھا ہے: عید میلاد النبی جلوس کے بانی عنایت اللہ قادری لاہور میں انتقال کر گئے۔ رسم قل کل ہو گی۔ ہماری طرف سے بانی کوئی بھی ہو ہم نے تو صرف ناظرین کو یہ بتانا ہے کہ یہ جلوس نکالنا عبادت نہیں ہے بعد کی ایجاد ہے۔

بریلوی مسلک کے مشہور عالم دین مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

پہلے مسلمان صرف محافل کا انعقاد اور صدقہ خیرات کیا کرتے تھے بعد میں اہل صحبت نے اس خوشی میں جلوس نکالنا شروع کیا۔ (شرح مسلم ج3 ص120)

مروجہ محفل میلاد مفسرین، محدثین، فقہاء اور علمائے امت کی نظر میں:

جب سے یہ محفل میلاد شروع ہوئی ہے اس وقت سے لے کر آج تک علماء کی دو رائے رہی ہیں۔ بعض صرف جواز کے قائل تھے اور بعض بدعت کہتے تھے۔ بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے ان اضافوں کی وجہ سے حکم بھی بدلتا رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے میں ہر طبقہ کے علماء نے اس محفل میلاد کی تردید کی

ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

1... امام ابو اسحاق شاطبیؒ نے بدعات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

کالذکر بہیئۃ الاجتماع علی صوت واحد واتخاذ یوم ولادۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عیدًا۔

(الاعتصام ج1 ص39)

جیسے کہ ہم آواز ہو کر اجتماعی طور پر ذکر کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو عید کے طور پر منانا۔

2... علامہ تاج الدین فاکہانی کا مسلک اور ان کا قول معروف ہے کہ

لاجائز ان یکون عمل المولد مباحًا لان الابتداع فی الدین لیس مباحا باجماع المسلمین۔

(بحوالہ مجموعہ الفتاوی)

ممکن نہیں ہے کہ عمل میلاد درست اور مباح ہو۔ اس لیے کہ دین میں کسی نئی بات کا اضافہ بالاجماع مباح نہیں ہے۔

3... ابن امیر الحاج فرماتے ہیں:

ومن جملۃ ما احدثوہ من البدع مع اعتقادھم ان ذلك من اکبر العبادات واظہار الشعائر ما یفعلونہ فی شہر ربیع الاول من المولد وقد احتوی ذٰلك علی بدع ومحرمات۔

(المدخل ج1 ص75)

اور من جملہ من گھڑت بدعات کے ایک بدعت جس کو وہ بہت بڑی عبادت اور شعائر اسلام کا اظہار تصور کرتے ہیں وہ ہے جو ربیع الاول کے مہینہ میں میلاد کے سلسلہ میں کیا کرتے ہیں اور یہ میلاد مختلف بدعات اور حرام چیزوں کو

شامل ہے۔

4... حافظ ابوالحسن علی بن فضل مالکی فرماتے ہیں:

بلاشبہ یہ محفل میلاد سلف صالحین سے منقول نہیں بلکہ بعد کے برے زمانے میں ایجاد ہوئی۔

(جامع الفضائل بحوالہ تاریخ میلاد ص86)

5... شیخ عبدالرحمن مغربی حنفی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

محفل میلاد منعقد کرنا بدعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین اور ائمہ نے نہ تو ایسا کیا اور نہ ایسا کرنے کو فرمایا۔

(بحوالہ الجنہ ص177)

6... امام نصیر الدین شافعی نے فرمایا: میلاد نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ سلف سے ایسا منقول نہیں بلکہ عمل قرون ثلاثہ کے بعد برے زمانے میں ایجاد ہوا ہے۔

(بحوالہ الجنہ ص177)

7... علامہ حسن بن علی کتاب طریقۃ السنۃ میں لکھتے ہیں: جاہل صوفیوں نے ماہ ربیع الاول میں محفل میلاد نکالی ہے شریعت میں اس کی کچھ اصل نہیں بلکہ وہ بدعت سیئہ ہے۔

(بحوالہ الجنہ ص178)

8... قاضی شہاب الدین حنفی تحفۃ القضاۃ میں لکھتے ہیں: یہ جو جاہل لوگ ہر سال ماہِ ربیع الاول میں میلاد کرتے ہیں اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(بحوالہ الجنہ ص177)

9... علامہ احمد بن محمد مصری مالکی قول معتمد میں لکھتے ہیں: چاروں مذاہب کے علماء اس محفل میلاد کی مذمت پر متفق ہیں۔

(بحوالہ الجنہ ص178)

10... حافظ ابو بکر بغدادی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں: میلاد کا عمل سلف صالحین سے منقول نہیں جو کام سلف نہ کیا ہو اس میں کوئی خوبی نہیں۔

(بجوالہ الجنہ ص178)

11... فتاویٰ ذخیرہ السالکین میں ہے: جس کو میلاد کہا جاتا ہے وہ بدعت ہے کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا کسی کو حکم نہیں دیا اور نہ ہی خلفاء رضی اللہ عنہم، ائمہ رحمہم اللہ نے فرمایا نہ ہی خود ایسا کی۔

(بجوالہ الجنہ ص178)

12... علامہ تاج الدین فاکہانی جو اجلہ فقہاء میں سے ہیں انہوں نے لکھا ہے:

اس محفل میلاد کے لیے کوئی دلیل مجھے کتاب و سنت سے نہیں ملی اور نہ ہی سلف کے پیروکار ائمہ دین سے اس کا کوئی ثبوت منقول ہے بلکہ یہ ایسی بدعت ہے جو جھوٹے اور نفس پرست لوگوں نے کھانے پینے کی غرض سے نکالی ہے۔

(بجوالہ الجنہ ص176)

13... حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے محترم! میں سمجھتا ہوں جب تک اس قسم کی محفل میلاد کا دروازہ بند نہ کیا جائے ہوس پرست باز نہیں آئیں گے۔

(مکتوبات، ج1 حصہ5 ص22 مکتوب نمبر273)

اس مسئلہ کی مزید تفصیل کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں۔

(1) اَلْجُنَّۃُ لِاَھْلِ السُّنَّۃِ مولانا محمد عبدالغنی خان

(2) تاریخ میلاد، مولانا عبدالشکور مرزاپوری

(3) تحفہ میلاد اقبال رنگوئی

(4) مروجہ محفل میلاد قاری عبدالرشید

(2) قبروں پر قبہ (گنبد) بنانا

بریلوی مسلک کے مشہور عالم دین مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

علماء مشائخ عظام اولیاء اللہ جن کے مزارات پر خلقت کا ہجوم رہتا ہے۔ لوگ وہاں بیٹھ کر قرآن خوانی و فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں۔ ان کے آسائش اور صاحب قبر کی اظہار عظمت کے لیے اس کے آس پاس سایہ کے لیے قبہ وغیرہ بنانا شرعاً جائز بلکہ سنت صحابہ سے ثابت ہے۔

(جاء الحق ص282)

جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور قبر پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(مسلم کتاب الجنائز)

اب فقہ حنفی کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1... خلاصۃ الفتاویٰ ج1 ص226 میں ہے: فان کتب علیہ شیء او وضع الاحجار فلا باس بہ عند البعض ولا یجصص القبر ولا یطیین ولا یرفع علیہ بنائ۔

قبر پر کچھ لکھنے یا پتھر لگانے میں بعضوں کے نزدیک مضائقہ نہیں، البتہ قبر پختہ نہ بنائی جائے، نہ اس کو مٹی سے لیپا جائے اور نہ اس پر عمارت تعمیر کی جائے۔

2... فتاویٰ عالمگیری ج4 ص110 میں ہے:

ولو اتخذ کاشانہ لیدفن فیھا موتی کثیرۃ یکرہ ایضًا لان البناء علی المقابر یکرہ۔

اگر کاشانہ بنایا کہ اس میں بہت سے مردے دفن کیے جائیں تو یہ بھی مکروہ ہے۔ اس لیے کہ قبر پر تعمیر مکروہ ہے۔

3... مراقی الفلاح میں ہے:

یکرہ الدفن فی الاماکن التی تسمی الفساقی وھی کبیت متعدد بالبناء۔

ایسی جگہوں میں دفن کرنا مکروہ ہے جن کو "فساقی" کہتے ہیں اور وہ متعدد گھروں کے حکم میں ہے۔ تعمیر کی وجہ سے۔

4... اس کی شرح میں ہے:

الرابع تجصیصھا والبناء علیھا الخ

چوتھی وجہ اس کو پختہ بنانا اور اس پر عمارت تعمیر کرنا ہے۔

(طحطاوی شرح مراقی الفلاح ص357)

5... امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

ہم اس کو صحیح نہیں سمجھتے کہ جو مٹی قبر سے نکلی ہے اس سے زیادہ اس پر ڈالی جائے۔ اور ہم مکروہ سمجھتے ہیں کہ قبر پختہ بنائی جائے یا اس پر لپائی کی جائے۔

(کتاب الآثار ص49 مطبوعہ کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

6... فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

قبر ایک بالشت اونچی کوہان نما بنائی جائے چوکور نہیں۔ اسے پختہ نہ کیا جائے۔ البتہ پانی چھڑکنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور مکروہ ہے کہ قبر پر کوئی عمارت بنائی جائے

(فتاویٰ عالم گیری ج1 ص166 مطبع امیریہ بولاق مصر 1310ھ)

(3) قبروں پر چادریں ڈالنا

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

چادریں ڈالنا اولیاء، علماء، صلحا کی قبور پر جائز ہے۔

(جاء الحق ص296)

مزید لکھتے ہیں:

ان کی (یعنی اولیاء اللہ کی) قبروں پر پھول ڈالنا، چادریں چڑھانا، چراغاں کرنا سب میں ان کی تعظیم ہے لہٰذا جائز ہے۔

(جاء الحق ص297)

مزید لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کی قبروں پر چادریں ڈالنا جائز ہے کیوں کہ اس کی وجہ سے عام زائرین کی نگاہ میں صاحب قبر کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔

(جاء الحق ص299)

مزید لکھتے ہیں:

احترام اولیاء کے لیے ان کی قبور پر بھی غلاف ڈالنا مستحب ہے۔

(جاء الحق ص299)

جب کہ حدیث میں ممانعت موجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا کہ ہم مٹی اور پتھر کو کپڑے پہنائیں۔

(مسلم ص200 ج2)

شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں صفحہ 14 پر ہے:

واما ارتکاب محرمات از روشن کردن چراغہا و ملبوس ساختن قبور بدعت شنیعه اند

یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرنا مثلاً قبروں پر چراغ جلانا اور ان پر چادریں چڑھانا اور سرود اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرنا بدعات، شنیعہ میں سے ہے اور ایسی مجالس میں حاضر ہونا ممنوع ہے۔

(فتاویٰ شاہ رفیع الدین ص14)

فتاویٰ شامی میں ہے:

کرہ بعض الفقھاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبر الصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجة وتکرہ الستور علی القبور۔

(رد المحتار 232/5)

فقہاء نے صالحین اور بزرگوں کی قبروں پر کپڑے، عمامے اور چادر چڑھانے کو مکروہ قرار دیا ہے۔ فتاویٰ حجہ میں بھی قبروں پر چادر چڑھانے کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔

قاضی ابراہیم حنفی نے ''مجالس الابرار'' ص118، میں ان امور کا ذکر کرتے ہوئے جو مسلمانوں کے تمام ائمہ کرام کے یہاں بالاتفاق ناجائز ہیں، لکھا ہے:

تعلیق الستور علیھا ''ان پر چادریں چڑھانا''

لیکن کیا کیا جائے کہ بریلوی حضرات مان کر ہی نہیں دیتے۔

(4) قبروں پر چراغ جلانا

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں: عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورۃً اولیاء اللہ کی مزارات پر اظہار عظمت کے لیے چراغ روشن کرنا جائز ہے۔

(جاء الحق ص300)

جب کہ حدیث میں ممانعت آئی ہے۔

حدیث:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے والوں پر اور ان پر چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے۔

(ابوداؤد ج2 ص105)

اس سلسلہ میں فقہائے کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمائی جائیں:

تفسیر مظہری میں ہے:

"لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء والشهداء من السجود والطواف حولها واتخاذ السروج الیها ومن اجتماع بعد الحول کالعیاد ویسمونه عرسًا

(تفسیر مظہری، ج2 ص650)

"جہلاء اولیاء و شہداء کی قبروں پر جو سجدہ و طواف، چراغاں اور سالانہ عرس وغیرہ کرتے ہیں وہ جائز نہیں۔"

قبروں پر چراغ جلانے اور چراغاں کرنے کی بابت فتاویٰ عالم گیری میں ہے:

"وایقاد النار علی القبور فمن رسوم الجاھلیۃ والباطل والغرور

(ج1 ص86)

"قبروں پر آگ روشن کرنا جاہلانہ رسوم اور باطل طریقوں میں سے ہے۔"

مزید لکھا ہے:

واخراج الشموع الی رأس القبور فی اللیالی الاولی بدعۃ

(فتاویٰ عالمگیری 110/4)

"ابتدائی راتوں میں قبروں پر چراغ جلانا بدعت ہے۔"

ملا علی قاری قبروں پر چراغاں کیے جانے کی ممانعت کی حکمت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"النھی عن اتخاذ السرج اما لما فیہ من تضییع المال لانہ لا نفع لاحد من السراج ولانھا من اٰثار جھنم واما للاحتراز عن تعظیم القبور کالنھی عن اتخاذ القبور مساجد۔"

(مرقات ج1 ص470)

قبروں پر چراغاں چلانے کی ممانعت، سو وہ اس لیے کہ اس میں تضییع مال ہے کیوں کہ اس چراغ سے کوئی فائدہ نہیں اور اس لیے کہ یہ دوزخ کے آثار میں سے ہے اور اس لیے کہ قبروں کی ایسی تعظیم سے بچا جائے جیسا کہ قبروں کو مسجد بنائے جانے سے منع کیا گیا ہے۔

لیکن بریلویوں کی دکانداری ہی نہیں چلتی جب تک مزارات پر اور قبروں پر چراغ نہ جلائے جائیں۔

(5) قبروں پر پھول ڈالنا:

بریلوی مسلک کے مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

''علمائے اہل سنت کا فرمان ہے کہ پھول ڈالنا تو ہر مومن کی قبر پر جائز ہے خواہ وہ ولی اللہ ہو یا گنہگار''

(جاء الحق ص296)

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

تر پھول میں چونکہ زندگی ہے اس لیے وہ تسبیح و تہلیل کرتا ہے جس سے میت کو ثواب ہوتا ہے یا اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ زائرین کو خوشبو حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ہر مسلمان کی قبر پر ڈالنا جائز ہے۔

(جاء الحق ص297)

مفتی صاحب کے استاذ مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے تو اس مسئلہ پر پورا رسالہ فرائد النور کے نام سے لکھا ہے۔ جبکہ نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈالے نہ امت کو ترغیب دی اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ڈالے اور نہ ائمہ مجتہدین حضرات نے بلکہ اکابر ائمہ نے اس کو رد کیا ہے۔

مثلاً (1) امام خطابی لکھتے ہیں: جو عمل یہ لوگ کرتے ہیں (قبور پر کھجور کی سبز شاخیں رکھنے کا) اس کی کوئی اصل نہیں۔ (معالم السنن ج1ص19، 20)

(2) علامہ عینی لکھتے ہیں: جو فعل کہ اکثر لوگ کرتے ہیں یعنی پھول اور سبزہ وغیرہ رطوبت والی چیزیں قبروں پر ڈالنا یہ کوئی چیز نہیں (لیس شئی) سنت اگر ہے تو شاخ گاڑنا ہے۔

(3) شیخ عبدالحق دہلوی فرماتے ہیں امام خطابی نے جو ائمہ علم اور قدوہ شراح حدیث میں سے ہیں اس قول کو (پھول وغیرہ قبروں پر ڈالنے کو) رد کیا اور اس حدیث سے تمسک کرتے ہوئے قبروں پر سبزہ اور پھول ڈالنے سے انکار کیا ہے اور فرمایا کہ یہ بات کوئی اصل نہیں رکھتی اور صدر اول میں تھی۔

(اشعۃ اللعمات ج1ص200)

(4) شیخ عبدالحق محدث دہلوی مزید حنفیہ کے امام حافظ فضل اللہ توریشی سے نقل کرتے ہیں یہ ایک (قبروں پر پھول ڈالنا وغیرہ) بے مغزوبے مقصد قول ہے اہل علم کے نزدیک اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(لمعات التنقیح ج ص44)

(6) قبروں پر ہر سال عرس کرنا

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

بحث عرس بزرگان، اس کے بعد پھر ایک سرخی قائم کرتے ہیں پہلا باب ثبوت عرس میں۔

(جاء الحق ص321)

آگے لکھتے ہیں:

عرس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ ہر سال تاریخ وفات پر قبر کی زیارت کرنا اور قرآن خوانی وصدقات کا ثواب پہنچانا۔

(جاء الحق ص322)

جب کہ اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

تم میری قبر کو عید نہ بناؤ۔

(مسند احمد ص367 ج3، مشکوٰۃ جلد1 ص86)

اس حدیث کی شرح میں شاہ اللہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کر دیا جائے کیونکہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو حج کی طرح عید اور موسم بنا دیا تھا۔

(حجۃ االلہ البالغہ ج22/1)

قاضی ثناءاللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

کہ جاہل لوگ حضرات اولیاء و شہداء کے مزارات کے ساتھ جو معاملات کرتے ہیں وہ سب کے سب ناجائز ہیں یعنی ان کو سجدہ کرنا اور ان کے گرد طواف کرنا اور ان پر چراغاں کرنا اور ان کی طرف سجدے کرنا اور ہر سال میلوں کی طرح ان پر جمع ہونا جس کا نام عرس ہے۔

(تفسیر مظہری ج2 ص65)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

بڑی بدعتوں میں سے یہ ہے کہ لوگوں نے قبور کے بارے میں بہت کچھ اختراع کیا ہے اور قبروں کو میلہ گاہ بنالیا ہے۔

(تفہیمات الٰہیہ ج2 ص64)

شاہ اسحاق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں ہے۔

(مسائل اربعین ص38)

(7) تیجہ، دسواں، چالیسواں اور برسی کرنا

یہ لوگ کسی کے مرنے کے بعد بہت سے بدعتیں کرتے ہیں جو مرنے کے بعد سال ہا سال جاری رہتی ہیں۔

مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں:

بحث فاتحہ تیجہ، دسواں، چالیسواں کا بیان۔

(جاء الحق ص 260)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

فاتحہ تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ اسی ایصال ثواب کی شاخیں ہیں۔

(جاء الحق ص261)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

تیجہ و چہلم کا اجتماع سنت سلف ہے۔

(جاء الحق ص262)

موت کے بعد ''سوم'' اور ''چہلم'' کا رواج جو ہمارے ملک میں ہے اور جس میں اکثر اوقات ان لوگوں کی شرکت بھی ہو جاتی ہے جن کو اہل دین و تقویٰ سمجھا جاتا ہے، بالکل غیر شرعی اور خلافِ کتاب و سنت ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولا یباح اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام کذا فی التاتار خانیه"

(فتاوىٰ عالمگیری ج1 ص86)

موت کے تیسرے دن ضیافت کا اہتمام جائز نہیں۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"قرر اصحاب المذهب انه يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع"

(مرقات ج5 ص483)

اصحاب مذہب نے ثابت کیا ہے کہ پہلے، تیسرے دن اور ایک ہفتہ کے بعد ضیافت کا اہتمام مکروہ ہے۔

اسی طرح تعزیت کی ایسی مجلسیں جس میں آنے والوں کے لیے کھانے کا اہتمام بھی ہو، کراہت سے خالی نہیں۔ حضرت جعفر کی وفات کے موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اہل خانہ کے لیے کھانا بنوایا، اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

"واصطناع اهل البيت له لاجل اجتماع الناس عليه بدعة مكروهة بل صح عن جويرية كنا نعده من النياحة وهو ظاهر فى التحريم قال الغزالى ويكره الاكل منه وهذا اذا لم يكن من مال اليتيم او الغائب والا فهو حرام بخلاف۔

(مرقاۃ المفاتیح 393/2)

میت کے اہل خانہ کا لوگوں کے اجتماع کے لیے کھانا بنانا مکروہ بدعت ہے، بلکہ صحیح طور پر ثابت ہے (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے وہ فرماتے ہیں) کہ ہم لوگ ایسا نوحہ کرنے والوں کے لیے (جاہلیت) میں کیا کرتے تھے اور اس کا حرام ہونا ظاہر ہے، امام غزالی نے کہا ہے کہ اگر یتیم یا کسی غیر موجود وارث کا مال اس میں شریک نہ ہو تو اس دعوت میں کھانا مکروہ ورنہ حرام ہے۔

مشہور حنفی فقیہ علامہ ابراہیم حلبی فرماتے ہیں:

"ویکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوۃ بقرأۃ والقراٰن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأۃ سورۃ الانعام والاخلاص۔"

(کبیری:565)

پہلے دن، تیسرے دن اور ایک ہفتہ پر کھانا بنانا، قبر پر خصوصی، مواقع پر کھانے کا لے جانا، قرآن خوانی کے لیے دعوت کا اہتمام کرنا، صالحین اور حفاظ و قراء کو ختم قرآن کے لیے جمع کرنا یا سورہ انعام اور سورہ اخلاص پڑھنے کے لیے جمع کرنا مکروہ ہے۔

علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:

"وتکرہ ضیافۃ من اھل البیت لانھا شرعت فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ۔"

(طحطاوی علی مراقی الفلاح: 339)

اہل میت کی طرف سے ضیافت مکروہ ہے اس لیے کہ یہ موقع خوشی کے لیے ہے نہ کہ مواقعِ غم کے لیے اور یہ بدترین بدعت ہے۔

(8) اذان میں انگوٹھے چومنا

مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

بحث اذان میں انگوٹھے چومنے کا بیان۔

(جاء الحق ص394)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

جب مؤذن کہے "اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلَ اللّٰہِ" تو اس کو سن کر اپنے دونوں انگوٹھے یا کلمے کی انگلی چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحب ہے۔ اس میں دنیاوی و دینی بہت فائدے ہیں۔

(جاء الحق ص394)

اس بارے میں بریلویوں کی طرف سے جو روایتیں پیش کی جاتی ہیں وہ سب سخت قسم کی ضعیف یا موضوع ہیں۔

امام زرقانی کا بیان ہے:

"مسح العینین بباطن اعلی السبابتین بعد تقبیلھا عند قول المؤذن اشھد ان محمدًا رسول اللہ لا یصح"

(مختصر المقاصد الحسنہ ص182)

شہادت کی انگلیوں کے بالائی حصہ کا بوسہ لے کر مؤذن کے "اشھد ان محمدا رسول اللہ" کہنے کے وقت آنکھوں پر پھیرنا درست نہیں ہے۔ اور یہی رائے سخاوی، ابن ربیع، غرس الدین خلیلی جیسے بلند پایہ ناقدین کی ہے۔

(المقاصد الحسنہ ص382،تمیز الطیب 15 لابن ربیع ، کشف الالتباس 306/1لغرس الدین)

(9) ایصال ثواب کے کھانے پر ختم پڑھنا

مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ ختم قرآن کے وقت دعا قبول ہوتی ہے اور ایصالِ ثواب بھی دعا ہے لہٰذا اس وقت ختم پڑھنا بہتر ہے۔

(جاء الحق ص262)

مفتی صاحب مزید لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رواج ہے کہ بعد موت سات روز تک برابر روٹیاں خیرات کرتے ہیں اور ہمیشہ جمعرات کو فاتحہ کرتے ہیں

(جاء الحق ص262)

حالانکہ کھانے پر جو مروجہ فاتحہ دی جاتی ہے اس کی کوئی اصل نہیں اور یہ صریح بدعت ہے۔ شریعت نے اصول متعین کر دیا ہے کہ جو ذبیحے ہوں ان پر ذبح کے وقت ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہا جائے اور دوسرے کھانے پر مسنون ہے کہ کھانے سے پہلے ''بسم اللہ وعلیٰ برکۃ اللہ'' اور کھانے کی تکمیل پر کلمہ ''الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین'' کہا جائے۔ اس کے علاوہ کوئی ذکر نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔

اس مروجہ فاتحہ یعنی ختم کا کہیں کوئی ذکر ہے؟ اور نہ اس کی کوئی اصل ہے؟ ایصالِ ثواب کے لیے جو کھانا دینا ہو تو اس پر فاتحہ کی ضرورت نہیں کہ وہ صدقہ کے حکم میں ہے اور صدقات کی جتنی صورتیں شریعت میں ہیں یعنی زکوٰۃ و صدقہ فطر وغیرہ جس کا مقصود صدقہ کرنے والے کا اپنے آپ کو ثواب پہونچانا ہوتا ہے ان میں کہیں یہ حکم نہیں کہ سامنے رکھ کر کچھ مخصوص آیات پڑھ کر فاتحہ دی جائے تب ہی زکوٰۃ و صدقہ قبول ہوگا ورنہ نہیں یا کم از کم ازراہِ استحباب ہی اس پر فاتحہ دینے کا حکم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ان چیزوں پر کوئی فاتحہ نہیں دیتا۔ فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے کہ سورہ فاتحہ اور اخلاص اور کافرون کا کھانے پر پڑھنا بدعت ہے۔

(بحوالہ الجنہ ص155)

(10) نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا

بریلوی عالم مفتی احمد یار نعیمی گجراتی لکھتے ہیں:

پہلا باب دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت میں۔

(جاء الحق ص274)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

عقل کا بھی یہی تقاضا ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا جائز ہو۔

(جاء الحق ص277)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

معلوم ہوا کہ بعد نماز جنازہ دعائے مغفرت جائز ہے۔

(جاء الحق ص275)

حالانکہ فقہائے احناف جنازہ کے بعد دعا کو منع کرتے ہیں۔

قرآن و حدیث سے جنازہ کے بعد یہ مخصوص دعا ثابت نہیں ہے، اسی طرح نمازِ جنازہ سے پہلے قرآن مجید کی تلاوت یا اس کے بعد مروجہ طور پر تلاوت اور دعا بھی شرعاً ثابت نہیں ہے۔

صاحبِ خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں:

"لا یقوم بالدعاء فی قرآۃ القرا الجنازۃ و لا یقوم بالدعاء فی قرأۃ القراٰن لاجل المیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ وقبلھا"

(خلاصۃ الفتاوٰی، ج1 ص225)

نمازِ جنازہ کے بعد پھر دعا کے لیے نہ کھڑا ہو اور نہ نمازِ جنازہ سے پہلے یا اس کے بعد قرأت قرآن کے ساتھ دعا کی جائے۔

علامہ ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

"کرہ ان یقوم رجل بعد ما اجتمع القوم للصلوٰۃ ویدعو للمیت ویرفع صوتہٗ"

(البحر الرائق 319/5)

لوگ نماز جنازہ کے لیے جمع ہوں تو اس موقع پر ایک شخص کا کھڑا ہو کر زور زور سے با آواز بلند دعا کرنا مکروہ ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

"ولا یدعو للمیت بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ"

(مرقات 219/2)

نمازِ جنازہ کے بعد مردہ کے لیے الگ دعا نہ کرے کہ اس سے نماز جنازہ میں اضافہ کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

ہاں البتہ تدفین کے بعد قبر پر کچھ دیر تک ٹھہرنا، تلاوت کرنا اور مردہ کے لیے دعا کرنا درست ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ویستحب اذا دفن المیت ان یجلسوا ساعۃ عند القبر بعد الفراغ بقدر ما ینحر جزور ویقسم لحمہا یتلون القراٰن ویدعون للمیت۔"

(فتاویٰ عالمگیری ج1 ص85)

تدفین کے بعد اونٹ کے ذبح کرنے اور اس کا گوشت تقسیم کرنے کے بقدر قبر پر لوگوں کا بیٹھنا قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور میت کے لیے دعا کرنا مستحب ہے۔

(11) جنازہ لے جاتے وقت جنازہ کے ساتھ ساتھ ذکر بالجہر و نعت خوانی وغیرہ کرنا

مفتی صاحب احمد یار نعیمی گجراتی بریلوی لکھتے ہیں:

باب جنازہ کے آگے کلمہ طیب یا نعت خوانی کا ثبوت

(جاء الحق ص404)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

جنازہ کے آگے کلمہ طیبہ یا تسبیح و تہلیل یا درود شریف یا نعت شریف آہستہ آہستہ یا بلند آواز سے پڑھنا جائز اور میت و حاضرین کو مفید ہے اس پر قرآنی آیات واحادیث صحیحہ واقوال فقہاء شاہد ہیں۔

(جاء الحق ص404)

لیکن فقہاء احناف اس کو پسند نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک آدمی خاموشی کے ساتھ جنازہ میں شریک رہے اور اپنے ذہن میں موت اور آخرت کا استحضار کرے، اگر کچھ ذکر کرنا چاہے تو آہستہ آہستہ کرے، بلند آواز سے نہ اذکار پڑھے نہ قرآن مجید کی تلاوت کرے بلکہ بقول طحطاوی کے جو اس کیفیت سے روکنے پر قادر ہو اس کے لیے اس پر خاموشی اختیار کرنا بھی جائز نہیں۔ ملاحظہ ہو:

امام طحطاوی نقل کرتے ہیں:

"ویستحب لمن تبع الجنازۃ ان یکون مشغولاً بذکر اللہ ای اسرًا والتفکر فی ما یلقاہ المیت وان ھذا عاقبۃ اھل الدنیا ولیحذر عما لا فائدۃ

فیہ من الکلام وان ھذا وقت ذکر وموعظۃ فتصبح فیہ الفضلۃ فان لم یذکر اللہ تعالیٰ فلیلزم الصمت ولا یرفع صوتہ بالقرأۃ ولا بالذکر ولا یغتر بکثرۃ من یفعل ذلك واما ما یفعل الجھال فی القرأۃ علی الجنازۃ من رفع الصوت والتمطیط فیہ فلا یجوز بالاجماع ولا یسع احدًا یقدر علی انکارہ ان یسکت عنہ ولا ینکر علیہ"

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص253)

جنازہ کے پیچھے چلنے والوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور میت کو پیش آنے والے اور اہل دنیا کے انجام پر غور کرتا رہے اور بے فائدہ باتوں سے بچتا رہے کہ یہ پند و موعظت کا وقت ہے جس میں بڑے بڑوں کا حال بگڑ جاتا ہے۔ پس اگر اللہ کا ذکر نہ کرے تو خاموش رہے اور ذکر و قرأت میں آواز بلند نہ کرے اور ایسا کرنے والوں کی کثرت کی وجہ سے دھوکہ نہ کھائے، جنازہ پر بآواز بلند پڑھنے کا جو عمل جہال کرتے ہیں یہ بالاجماع جائز نہیں، اور نہ کسی ایسے شخص کے لیے جو اس پر اظہار ناپسندیدگی کرنے پر قادر ہو اس پر خاموش رہنا اور اظہارِ ناپسندیدگی سے گریز کرنا جائز ہے، یعنی وہ منع کرے۔

یہی بات علامہ شامی نے بھی لکھی ہے، درمختار کی عبارت کہ جنازہ میں بلند آواز سے تلاوت اور ذکر مکروہ ہے "وکرہ فیھا رفع الصوت بذکر اوقرأۃ" کی تشریح کرتے ہوئے "البحر الرائق" سے نقل کرتے ہیں:

"وینبغی لمن تبع الجنازۃ ان یطیل الصمت وفیہ عن الظھیرۃ فان اراد ان یذکر اللہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہٖ لقولہٖ تعالیٰ انہ لا یحب المعتدین ای

المجاھرین بالدعاء۔"

(رد المحتار باب الجنائز ج1)

جنازہ کے پیچھے چلنے والے کے لیے مناسب ہے کہ طویل خاموشی اختیار کرے اور اس میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے اس ارشادِ خداوندی کہ وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا یعنی زور زور سے دعا کرنے والوں کو۔

پس ہمارے زمانہ میں جنازہ کے ساتھ گزرتے ہوئے باآواز بلند بلکہ راگ کے ساتھ ذکر و تسبیح کا جو رواج پڑ گیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(12) دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا

مفتی احمد یار صاحب لکھتے ہیں:

مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے۔

(جاء الحق ص310)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

پہلا باب اذان قبر کے ثبوت میں ۔

(جاء الحق ص311)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے

(جاء الحق ص311)

لیکن فقہائے احناف منع کرتے ہیں کیوں کہ اذان ایک عبادت ہے اور

اسی موقع پر دی جاسکتی ہے جہاں سنت سے ثابت ہو۔ اسی لیے جنازہ، عیدین اور نوافل وغیرہ کے لیے بالاتفاق اذان نہیں دی جاسکتی کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔ موت کے بعد اگر اذان دی جاتی تو جنازہ کی نماز کے لیے دی جاتی مگر ایسا نہیں کیا جاتا کہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

پس چونکہ میت کو قبر میں داخل کرتے وقت بھی اذان دینی کسی وزنی دلیل سے ثابت نہیں اس لیے یہ عمل بھی بدعت ہوگا۔

علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

"لا یسن الاذان عند ادخال المیت"

میت کو قبر میں داخل کرنے کے وقت اذان (کہنا جیسا کہ آج کل عادت ہوگئی ہے) مسنون نہیں ہے۔

علامہ شامی حافظ ابن حجر شافعی کا فتویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد صرح ابن حجر فی فتاواہ بانہ بدعۃ"

(رد المحتار ج1 ص659)

ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں صراحت کی ہے کہ یہ بدعت ہے۔

(13) قبروں کی زیارت کے لیے عرس کے موقعہ پر اور دیگر اوقات میں دور دراز سے سفر کر کے آنا

بریلوی مسلک کے حکیم الامت مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

بحث نمبر 17 زیارت قبور کے لیے سفر کرنا۔ پھر آگے لکھتے ہیں: عرس

بزرگان اور زیارت قبور کے لیے سفر کرنا بھی جائز اور باعث ثواب ہے۔

(جاء الحق ص330)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

پہلا باب سفر عرس کے ثبوت میں

(جاء الحق ص330)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

غرضیکہ سفر کا حکم معلوم کرنا ہو تو اس کے مقصد کا حکم دیکھ لو۔ عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت ہے۔ لہٰذا اس کے لیے سفر بھی سنت ہی میں شمار ہو گا۔

(جاء الحق ص330)

جب کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ کے تحت لکھتے ہیں: حق میرے نزدیک یہ ہے کہ قبر اور اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کی عبادت کا محل اور طور سب کے سب اس نہی میں برابر ہیں۔

(حجۃ االلہ البالغہ ج1 ص192)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

کہ جو شخص اجمیر میں حضرت خواجہ (معین الدین) چشتی کی قبر پر یا حضرت سالار مسعود غازی کی قبر یا ان کی مانند کسی اور قبر پر اس لیے گیا کہ وہاں کوئی حاجت طلب کرے تو اس نے ایسا گناہ کیا جو قتل اور زنا سے بھی بد ترین گناہ ہے۔

(تفہیمات الٰہیہ ج45/2)

(14) کفن کے اوپر کلمہ یا عہد نامہ وغیرہ لکھنا یعنی کفنی یا الفی لکھنا

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے شاگرد مفتی احمد یار خان نعیمی لکھتے ہیں:

پہلا باب کفنی یا الفی لکھنے کے ثبوت میں

(جاء الحق ص336)

مفتی صاحب لکھتے ہیں: لہٰذا میت کے لیے کفن وغیرہ پر ضرور عہد نامہ لکھا جاوے۔

(جاء الحق ص341)

مگر یہ کفن پر لکھنا نہ قرآن سے ثابت نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہ فقہ حنفی کی کسی معتبر کتاب سے ثابت بلکہ فقہاء نے تو اس سے منع فرمایا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی نے ردالمحتار شرح در مختار میں کفن پر لکھنے سے منع کیا ہے۔ لکھتے ہیں: یعنی ابن صلاح نے کفن پر سورہ کہف اور یٰسین لکھنے کی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے کیوں کہ میت کی پیپ سے کفن ناپاک ہو جائے گا اور قرآن مجید کی توہین ہو گی اور یہ کہتے ہیں (مبتدعین) کہ لکھ لینا چاہیے یہ بات مردود ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے اور ہم پہلے باب المیاہ میں فتح القدیر سے بیان کر چکے ہیں کہ انہوں نے (ابن ہمام حنفی نے) دراہم، محرابوں، دیواروں پر قرآن پاک کی کتابت اور اللہ تعالیٰ کے اسماء لکھنے سے منع کیا ہے اور یہ ان کا فتویٰ نہیں مگر اس خوف وخطر کی وجہ سے کہ اس سے ان کی اہانت (توہین) ہو گی اور یہاں (کفن و کفنی) پر تو بالاولیٰ منع ہونا چاہیے۔ یہاں تک کہ

اس سلسلہ میں کسی مجتہد کا فتویٰ یا حدیث ثابت نہ کی جائے۔ ملخصاً

(فتاویٰ شامی ج2 ص246 کتاب الجنائز)

(15) بلند آواز سے ذکر کرنا

بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

پہلا باب ذکر بالجہر کے ثبوت میں

(جاء الحق ص344)

مخالفین اس کو حرام کہتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو روکنا چاہتے ہیں۔

(جاء الحق ص344)

جب کہ فقہاء منع فرماتے ہیں۔ فتاویٰ عالم گیری ج4 ص92 میں لکھا ہے:

"ولو اجتمعوا فی ذکر اللہ تعالیٰ والتسبیح والتهلیل یخفون"

(فتاویٰ عالمگیری ج4 ص90)

اگر اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیح و تہلیل کے لیے اکٹھے ہوں تو آہستہ پڑھیں۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

"رفع الصوت بالذکر حرام وقد صح عن ابن مسعود انہ سمع قومًا اجتمعوا فی مسجد یھللون ویصلون علیہ الصلوٰۃ والسلام جھرًا فراح علیھم فقال عھدنا ذٰلك علی عھدہ علیہ السلام ولا اراکم الا مبتدین فما زال یذکر ذٰلك حتی اخرجھم عن المسجد

(فتاویٰ بزازیہ برحاشیہ عالمگیری ج2 ص378)

ذکر میں آواز بلند کرنا حرام ہے، حضرت ابن مسعود سے ثابت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو جمع ہو کر کلمہ طیبہ اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے دیکھا تو ان کے پاس گئے اور فرمایا: ہم نے حضور کا زمانہ دیکھا ہے اور میرا خیال تمہارے متعلق نہیں ہے مگر یہ کہ تم بدعت گڑھنے والے ہو، حضرت ابن مسعود اس بات کو دہراتے رہے یہاں تک کہ ان کو مسجد سے نکال دیا۔

(16) اولیاءاللہ کے نام پر جانور پالنا

مفتی احمد یار خان صاحب لکھتے ہیں:

بحث نمبر 20 اولیاءاللہ کے نام پر جانور پالنا۔

(جاء الحق ص358)

پہلا باب اس کے جواز کے ثبوت میں

(جاء الحق ص359)

بعض لوگ جو کہ فاتحہ گیارہویں یا کہ میلاد شریف کے پابند ہیں وہ اس کے لیے کچھ عرصہ سے بکرے اور مرغے وغیرہ پالتے ہیں اور ان کو فربہ کرتے ہیں۔ تاریخ فاتحہ پر ان کو بسم اللہ پر ذبح کر کے کھانا پکا کر فاتحہ کرتے ہیں اور فقراء اور صلحاء کو کھلاتے ہیں۔ چونکہ وہ جانور اس نیت سے پالا گیا ہے اس لیے کہہ دیتے ہیں۔ گیارہویں کا بکرا یہ غوث پاک کی گائے وغیرہ یہ شرعاً حلال ہے۔

(جاء الحق ص358)

مفتی صاحب لکھتے ہیں:

یہ گیارہویں وغیرہ کا جانور حلال ہے اور یہ فعل باعث ثواب۔

(جاء الحق ص361)

لیکن فقہاء احناف منع کرتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی لکھتے ہیں:

''وحیوانات را کہ نذر مشائخ مے کنندہ وبر سر قبر ہائے ایشاں رفتہ آن حیوانات را ذبح مے نمایند در روایات فقیہ ایں عمل راہ نیز داخل شرک ساختہ اند''

اور یہ لوگ بزرگوں کے لیے جانوروں کی نذر مانتے ہیں اور پھر ان کی قبروں پر جا کر ان بکروں اور مرغوں وغیرہ کو وہاں ذبح کرتے ہیں، فقہ کی روایات میں ان کے اس عمل کو بھی داخل شرک کیا گیا ہے۔

(مکتوبات شریف دفتر سوم مکتوب نمبر 41)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کے آنے پر جانور ذبح کیا تو وہ حرام ہے کہ اس پر غیر خدا کا نام پکارا گیا۔ اگرچہ اس پر اللہ ہی کا نام لیا گیا ہو۔

قارئین ہم نے نمونہ کے طور پر کچھ بدعات ورسومات کا ذکر کر دیا ہے بدعات تو بہت زیادہ ہیں مگر ہم یہاں پر ان ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ کیوں کہ ابھی آگے بہت کچھ لکھنا ہے۔ ان شاءاللہ

قصے اور کہانیاں

فرقہ بریلویہ کی اساس

قصے اور کہانیاں فرقہ بریلویہ کی اساس

پہلا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

بریلی میں ایک مجذوب بشیر الدین صاحب اخوند زادہ کی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ جو کوئی ان کے پاس جاتا کم سے کم پچاس گالیاں سناتے۔ مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرے والد ماجد قدس سرہ کی ممانعت کہ کہیں باہر بغیر آدمی کے ساتھ لیے نہ جانا۔ ایک رات گیارہ بجے اکیلا ان کے پاس پہنچا اور فرش پر جا کر بیٹھ گیا۔ وہ حجرے میں چارپائی پر بیٹھے تھے مجھ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے۔ آخر مجھ سے پوچھا: صاحب زادے تم مولوی رضا علی خاں صاحب کے کون ہو؟ میں نے کہا: ان کا پوتا ہوں۔

فوراً وہاں سے جھپٹے اور مجھ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ فرمایا۔ آپ یہاں تشریف رکھیے۔ پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو۔ میں نے کہا مقدمہ تو ہے لیکن میں اس لیے نہیں آیا ہوں۔ میں دعائے مغفرت کے واسطے حاضر ہوا ہوں۔ قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے ''اللہ کرم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ کرم کرے، اللہ کرم کرے'' اس کے بعد میرے منجھلے بھائی (مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم) ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ ان سے خود ہی پوچھا: کیا مقدمہ کے لیے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! فرمایا مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے نَصۡرٌ مِّنَ

اللہِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ پس دوسرے ہی دن مقدمہ فتح ہو گیا۔

(ملفوظات مکمل 4 حصے ص386، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

دوسرا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں: حضرت سیدی موسیٰ سہاگ مشہور مجاذیب سے تھے، احمد آباد میں مزار شریف ہے۔ میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں، زنانہ وضع رکھتے تھے ایک بار قحط شدید پڑھا۔ بادشاہ و قاضی و اکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لیے گئے۔ انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں۔ جب لوگوں کی آہ و زاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا: مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجیے۔ یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح امڈیں اور جل تھل بھر دیئے۔

ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے، ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے، انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے، مردانہ لباس پہنیے اور نماز کو چلئے اس پر انکار و مقابلہ نہ کیا۔ چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتار کر مسجد کو ہو لیے۔ خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی۔ فرمایا: اللہ اکبر میرا خاوند حی لایموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا۔ اور یہ مجھے بیوہ کیے دیتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔

(ملفوظات مکمل 4 حصے ص208، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

تیسرا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

حضرت سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر بہت بڑا میلہ اور ہجوم ہوتا تھا۔ اس مجمع میں چلے آتے تھے ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: اَلنَّظْرَةُ الْاُوْلٰى لَكَ وَالثَّانِيَةُ عَلَيْكَ ''پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر'' یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی مگر وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف پر حاضر ہوئے ارشاد فرمایا: عبدالوہاب وہ کنیز پسند ہے؟ عرض کی ہاں اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے ارشاد فرمایا اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کی۔ اب آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کی۔ خادم کو اشارہ ہوا انہوں نے آپ کی نذر کر دی اور فرمایا عبدالوہاب اب دیر کاہے کی فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

(ملفوظات مکمل ص275، 276، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

چوتھا قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

حافظ الحدیث سیّدی احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جاتے تھے۔ راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑ گئی۔ یہ نظر اول تھی۔ بلا قصد تھی۔ دوبارہ پھر آپ کی نظر اٹھ گئی۔ اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث

الوقت عبدالعزیز دباغ آپ کے پیرو مرشد تشریف فرماہیں اور فرماتے ہیں احمد عالم ہو کر۔

انہیں سیّدی احمد سجلماسی کے دو بیویاں تھیں۔ سیدی عبدالعزیز دباغ نے فرمایا کہ رات کو تم نے ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی، یہ نہیں چاہیے۔ عرض کیا: حضور اس وقت وہ سوتی تھی۔ فرمایا: سوتی نہ تھی سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا: کہ حضور کو کس طرح علم ہوا۔ فرمایا: جہاں وہ سو رہی تھی کوئی اور پلنگ بھی تھا۔ عرض کیا: ہاں ایک پلنگ خالی تھی تھا فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔

(ملفوظات مکمل ص169، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

پانچواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

سیدی محمدی یمینی کے ایک صاحبزادے مادر زاد ولی تھے۔ ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی باہر تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف رکھی۔ ایک شخص سے کہا لکھ فُلاَنٌ فِي الْجَنَّةِ یعنی فلاں شخص جنت میں ہے۔ یونہی نام بنام بہت سے اشخاص کو لکھوایا۔ پھر فرمایا لکھ فُلاَنٌ فِي النَّارِ یعنی فلاں شخص دوزخ میں ہے انہوں نے لکھنے سے ہاتھ روک لیا، آپ نے پھر فرمایا انہوں نے نہ لکھا آپ نے سہ بار ارشاد کیا۔ انہوں نے لکھنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا اَنْتَ فِي النَّارِ تو آگ میں ہے۔

وہ گھبرائے ان کے والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے

فرمایا اَنْتَ فِي النَّارِ کہا یا اَنْتَ فِیْ جَھَنَّمَ عرض کی انت فی النار فرمایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میں اس کے کہے کو نہیں بدل سکتا اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی۔ عرض کی دنیا کی آگ پسند ہے۔ ان کا جل کر انتقال ہوا۔ حدیث میں آگ کے جلے ہوئے کو بھی شہید فرمایا ہے۔

(ملفوظات مکمل ص23، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

چھٹا قصہ:

مولانا احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں:

حضرت یحییٰ منیری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں۔ اُن مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحییٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحییٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔

(ملفوظات مکمل ص164، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

ساتواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دوکان پر کھڑا کہہ رہا تھا۔ ایک روپیہ دے وہ نہ دیتا تھا۔ فقیر نے کہا: روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دوکان الٹ دوں گا۔ اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے۔ اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے انہوں نے دوکاندار سے فرمایا جلد روپیہ اسے دے ورنہ دوکان الٹ جائے گی۔ لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرع

جاہل کیا کر سکتا ہے؟ فرمایا: میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی معلوم ہوا بالکل خالی ہے پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا۔ اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا۔ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دوکان الٹ دوں۔

(ملفوظات مکمل ص119، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

آٹھواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک بار حضرت سیدی اسماعیل حضرمی قدس سرہ العزیز کہ اجلہ اولیائے کرام سے ہیں۔ ایک قبرستان میں گزرے۔ امام محب الدین طبری کہ اکابر محدثین میں سے ہیں ہمراہ رکاب تھے۔ حضرت سیدی اسماعیل نے ان سے فرمایا: اَتُؤْمِنُ بِکَلَامِ الْمَوْتٰی کیا اس پر آپ ایمان لاتے ہیں کہ مردے زندوں سے کلام کرتے ہیں۔ عرض کی ہاں فرمایا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے انا من حشوب الجنۃ میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں آگے چلے۔

چالیس قبریں تھیں آپ بہت دیر تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ دھوپ چڑھ گئی۔ اس کے بعد آپ ہنسے اور فرمایا تو بھی انہیں میں سے ہے لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کی۔ حضرت یہ کیا راز ہے؟ ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ فرمایا: ان قبور پر عذاب ہو رہا تھا جسے دیکھ کر میں روتا رہا اور حضرت عزت میں میں نے ان کی شفاعت کی۔ مولیٰ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی اور ان سے عذاب اٹھا لیا۔ ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا اس میں

سے آواز آئی۔ یَا سَیِّدِیْ اَنَا مِنْھُمْ اَنَا فُلَانَۃُ الْمُغَنِّیَۃُ ''اے میرے آقا میں بھی تو انہیں میں ہوں فلاں ڈومنی ہوں۔''

مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آگئی اور میں نے کہا اَنْتِ مِنْھُمْ تو بھی انہیں میں ہے۔ اس پر اس سے بھی عذاب اٹھالیا گیا تو یہ حضرات سراپا رحمت ہیں جس طرف گزر ہو رحمت ساتھ ہے۔

(ملفوظات مکمل ص200، 201، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

نواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا۔ میرا کفن ایسا خراب ہے مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے ہوئے شرم آتی ہے پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے۔ اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں تیسرے روز خبر ملی اس کا انتقال ہو گیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا یہ میری ماں کو پہنچا دینا رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔

(ملفوظات مکمل ص95، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

دسواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ العزیز کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرما لیا ہے یہ کیوں کر ہو سکے گا۔ شیخ نے فرمایا کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا۔ فتح محمد اگرچند جگہ ایک وقت میں ہو کیا تعجب ہے۔

(ملفوظات مکمل ص114، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

گیارہواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے۔ آپ کی خدمت میں بادشاہ وقت قدم بوسی کے لیے حاضر ہوا۔ حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں آئے تھے۔ حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ۔ عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں۔ آپ نے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی۔ اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دے دیں گے تو جان لوں گا کہ یہ ولی ہیں۔

آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا ایک شخص ہے اس کے پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے ایک چیز ایک شخص کی ایک دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔ اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ حکایت ہم نے اس لیے بیان کی کہ اگر یہ سیب

سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں۔ اور اگر دے دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال دکھایا۔ یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک دیا بس یہ سمجھ گئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے انسان کے لیے کمال نہیں اور جو غیر مسلم کے لیے ہو سکتی ہے مسلم کے لیے کمال نہیں۔

(ملفوظات مکمل ص342، 343، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

بارہواں قصہ:

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد کو ایک شخص آیا اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے ہوئے دیکھا عرض کی: میں کس طرح آؤں؟

فرمایا: یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا۔ حضرت میں چلا فرمایا وہی کہہ یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔ فرمایا ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں اللہ تک رسائی کی ہوس ہے۔ اللہ اکبر!

(ملفوظات مکمل ص104، 105، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

تیرہواں قصہ:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

دو صاحب اولیائے کرام سے ایک دریا کے اس کنارے اور دوسرے اس پار رہتے تھے۔ ان میں ایک صاحب نے اپنے یہاں کھیر پکائی اور خادم سے کہا تھوڑی ہمارے دوست کو بھی دے آؤ۔ خادم نے عرض کی حضور راستے میں تو دریا پڑتا ہے کیوں کر پار اتروں گا۔ کشتی وغیرہ کا کوئی سامان نہیں۔ فرمایا دریا کے کنارے جا کر کہہ میں اس کے پاس سے آیا ہوں جو آج تک اپنی عورت کے پاس نہیں گیا۔ خادم حیران تھا کہ یہ کیا معمّہ ہے اس واسطے کہ حضرت صاحب اولاد تھے۔ بہر حال تکمیل حکم ضرور تھی۔ دریا پر گیا وہ پیغام جو ارشاد فرمایا تھا کہا۔ دریا نے فوراً راستہ دے دیا۔ اس نے پار پہنچ کر ان بزرگ کی خدمت میں کھیر پیش کی۔ انہوں نے نوش جان فرمائی اور فرمایا ہمارا سلام اپنے آقا سے کہہ دینا۔

خادم نے عرض کی کہ سلام تو جبھی کہوں گا جب دریا سے پار اتر جاؤں۔ فرمایا: دریا پر جا کر کہہ دینا میں اس کے پاس سے آتا ہوں جس نے تیس برس سے آج تک کچھ نہیں کھایا۔ خادم شش و پنج میں تھا۔ یہ عجیب بات ہے ابھی تو میرے سامنے کھیر تناول فرمائی اور فرماتے ہیں اتنی مدت سے کچھ نہیں کھایا مگر بلحاظ ادب خاموش رہا دریا پر آکر جیسا فرمایا تھا کہہ دیا۔ دریا نے پھر راستہ دے دیا۔ جب اپنے آقا کی خدمت میں پہنچا تو اس سے نہ رہا گیا اور عرض کی حضور یہ کیا معاملہ تھا فرمایا ہمارا کوئی فعل اپنے نفس کے لیے نہیں ہوتا۔

(ملفوظات مکمل ص105، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

چودھواں قصہ:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی مجلس میلاد مصر میں ہوتی ہے۔ مزار مبارک پر آپ کی ولادت کے دن ہر سال مجمع ہوتا ہے اور آپ کا میلاد پڑھا جاتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی الربانی التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے اپنی کتاب میں بھی بہت تعریف لکھی ہے۔ کئی ورقوں میں اس مجلس کے حالات بیان کیے ہیں۔ مجلس تین دن ہوتی ہے ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہو گئی۔ یہ ہمیشہ ایک دن پہلے حاضر ہو جاتے تھے۔ اس دفعہ آخر دن پہنچے جو اولیائے کرام مزار مبارک پر مراقب تھے انہوں نے فرمایا کہاں تھے دو روز سے حضرت مزار مبارک سے پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں عبدالوہاب آیا، عبدالوہاب آیا۔ انہوں نے فرمایا کیا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے۔ انہوں نے فرمایا اطلاع کیسی حضور تو فرماتے ہیں کہ کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اس کی حفاظت کرتا ہوں اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا۔

(ملفوظات مکمل ص274، 275، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

پندرھواں قصہ:

مولانا احمد رضا فرماتے ہیں:

حضرت سیدی محمد یمینی نماز فجر کے لیے مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ منبر پر ایک بچہ بیٹھا ہوا ہے سوا حضرت کے کسی نے نہ دیکھا۔ آپ نے کچھ

تعرض نہ فرمایا۔ نماز پڑھ کر تشریف لے آئے پھر ظہر کے لیے آئے تو دیکھا کہ ایک جوان بیٹھا ہے نماز پڑھ کر چلے آئے اور اس سے کچھ نہ کہا۔ پھر عصر کے لیے گئے تو وہیں منبر پر ایک بوڑھے کو پایا اب بھی کچھ نہ پوچھا اور نماز سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ پھر مغرب کے لیے گئے تو ایک بیل کو وہاں دیکھا۔

اب فرمایا: تو کیا ہے کہ اتنی حالتوں میں میں نے تجھے دیکھا ہے؟ اس نے کہا: میں وبا ہوں اگر آپ اس وقت مجھ سے کلام کرتے جب میں بچہ تھا تو یمن میں کوئی بچہ نہ رہتا اور اگر اس وقت دریافت فرماتے جب جوان تھا تو یہاں کوئی جوان نہ رہتا۔ یونہی اگر اس وقت بات کرتے جب میں بڈھا تھا تو اس شہر میں کوئی بوڑھا نہ رہتا۔ اب آپ نے اس حال میں مجھے بیل دیکھا، کلام فرمایا یمن میں کوئی بیل نہ رہے گا۔ یہ کہہ کر غائب ہو گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت تھی کہ آپ نے پہلی تین حالتوں میں اس سے سوال نہ کیا۔ بیلوں میں مرگ عام ہو گئی اگر اس وقت کوئی بیل اچھا بھی ذبح کیا جاتا تو گوشت ایسا خراب ہوتا کہ کوئی کھا نہ سکتا اس میں گندھک کی بو آتی۔

(ملفوظات مکمل ص22، 23، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور)

قارئین کرام ہم نے صرف نمونہ کے طور پر پندرہ قصے نقل کیے ہیں اور یہ تمام قصے مولانا احمد رضا ہی کے ہیں۔ کسی اور کے نہیں۔ اور ان پر تبصرہ بھی نہیں کیا۔ آپ خود فیصلہ کر لیں۔ اس باب کو ہم یہاں پر ہی ختم کرتے ہیں۔

باب ششم

فرقہ بریلویہ اور حرمین شریفین

فرقہ بریلویہ اور حرمین شریفین

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد

ان صفحات میں ہم بیت اللہ شریف اور حرم شریف نبوی کے بارے میں بریلوی تحریرات کا جائزہ لیں گے۔ شیخوپورہ کے جناب فاروق رضوی نے 14 فروری 1971ء کو اپنے علماء سے ایک استفتا کیا تھا۔ لائل پور کے مولانا ابو الخلیل صاحب نے دار الافتاء جامعہ رضویہ سے اس کا جواب تحریر کیا۔ وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں:

فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو حج یا عمرہ کی غرض سے جانے والا صحیح العقیدہ سنی مسلمان سرزمین عرب میں ان لوگوں کی اقتدا میں نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ کیونکہ وہاں سے آنے والوں کا کہنا یہ ہے کہ مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جو امام ہیں وہ کٹر قسم کے وہابی ہیں۔ وہاں کیا صورت اختیار کی جائے۔ **بینوا توجروا**۔

(السائل یکے از عند لیبان چمن رضویہ فاروق شیخوپوری 14، 2 76)

الجواب

جو ان کے پیشواؤں پر فتویٰ ہے وہی ان کے ماننے والوں پر فتویٰ ہے۔

جب ان کے پاس ایمان ہی نہیں تو ایسے امام کی اپنی خود نماز نہیں ہوتی تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز کیسے ہو گی۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے فرئضہ ادانہ ہو گا۔ بلکہ مقتدی کے ذمہ فرئضہ باقی رہتا ہے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب، مولانا محمد عمر صاحب اچھروی نجدیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز فرماتے تھے بلکہ حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین طیبین میں اپنی نماز علیحدہ پڑھتے رہے۔

نجدی امام کے پیچھے بالکل نماز نہیں پڑھی جس واقعہ کا عوام کو علم ہے۔

اہل سنت حجاج کرام کسی اہل سنت کے پیچھے نمازیں پڑھیں ورنہ تنہا پڑھیں۔ اکثر اہل سنت مولوی صاحبان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ ان کے پیچھے نماز باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

ابوالخلیل غفرلہٗ خادم الافتاء جامعہ رضویہ لائل پور

حرمین کے بارے میں بریلوی مذہب:

بریلوی مذہب کے لوگ حرمین شریفین کے ائمہ کرام اور وہاں کی حکومت کو مسلمان نہیں وہابی کہتے ہیں اور وہابیوں کو مرتد یقین کرتے ہیں۔

(ملفوظات حصہ نمبر 1 ص84، احکام شریعت ص122)

یہی وجہ ہے کہ بریلوی لوگ وہاں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ حرمین شریفین جا کر بھی وہاں کی نماز باجماعت سے محروم رہتے ہیں۔

(احکام شریعت 2 ص224)

مولانا احمد رضا خاں کی کتاب احکام شریعت میں ہے:

مسئلہ: اگر ہجرت میں یہ نیت کرے کہ جب تک بیت اللہ شریف اور مدینہ منورہ پر کفار کا قبضہ ہے اتنی مدت اپنے وطن میں واپس نہ آئے گا ایسی نیت اس کی درست ہو گی یا نہیں؟

جواب: زید کے بالائی خیالات سب صحیح ہیں۔

(احکام شریعت2 ص147)

یاد رہے اس وقت حرمین شریفین میں شریف مکہ کا اقتدار تھا جنہیں خاں صاحب بریلوی کافر نہ کہتے تھے کیوں کہ شریف ترکوں کے مخالف تھے مگر خاں صاحب اس امکان کو ضرور تسلیم کرتے ہیں کہ وہاں کفار کا قبضہ ہو سکتا ہے اب بریلوی وہاں جا کر وہاں کے اماموں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے انہیں کافر سمجھتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خاں کا فتویٰ ہے کہ وہابی کافر اور مرتد ہیں اس فتوے کی رو سے یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان دنوں مکہ اور مدینہ کفار کے قبضے میں ہیں۔ (معاذ اللہ) بریلویوں کے مولوی محمد عمر صاحب اچھروی لکھتے ہیں:

میرے ہم خیال ساتھی پچیس کی تعداد میں تھے جنہوں نے ان کے پیچھے اقتداء نہیں کی۔ وہاں کے بریلوی احناف کو میں نے اپنے اپنے گھروں میں نماز گزارتے دیکھا۔ سوال کرنے پر یہی جواب ملتا تھا کہ نجدیوں کی اقتدا ہمارے علماء کے فتوے سے از روئے احادیث صحیحہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں بلکہ گناہ ہے۔

(مقیاس حنفیت حصہ اول ص112)

مولانا احمد رضا خاں کی ایک پیش گوئی:

حرمین شریفین پر کافروں کے قبضے کا اعلان تو ایک طرف رہا مولانا احمد رضا خاں اپنے پیروؤں کو تو یہ بھی بتا گئے کہ آئندہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کی دنیا میں کہیں حکومت نہ رہے گی مولانا احمد رضا خاں نے بتایا۔ ''شائید 1837 میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے۔''

(ملفوظات حصہ1 ص112)

خدا کرے مولانا احمد رضا خاں کی یہ تمنا اور آرزو کبھی پوری نہ ہو اور حرمین شریفین ہمیشہ اسلام کی حفاظت میں رہیں۔ اس پس منظر میں آپ کعبہ شریف اور حرم نبوی کے بارے میں بریلویوں سے کیا کسی ادب و احترام کی امید رکھ سکتے ہیں۔ آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ ان کے ہاں مکہ اور مدینہ کی عظمت و رفعت کا عقیدہ کس حد تک پامال ہے۔

کعبہ حقیقی بیت اللہ نہیں:

بریلوی کا عقیدہ ہے کہ کعبہ شریف حقیقی بیت اللہ نہیں مولوی محمد یار صاحب لکھتے ہیں: بیت اللہ شریف دو ہیں ایک مجازی اور دوسرا حقیقی بیت اللہ شریف مجازی تو کعبہ شریف ہے اور بیت اللہ حقیقی انسان کامل۔

(شرح دیوان فرید ص3)

بیت اللہ کا مجرا کرنا:

مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ہوئی اس وقت بھی کعبہ نے آپ کے گرد طواف کیا تھا۔ طواف تو

ایک طرف مولانا احمد رضا خاں عقیدہ رکھتے تھے کہ بیت اللہ شریف اس وقت فرطِ مسرت میں مجرا کر رہا تھا۔ معاذ اللہ (مجرا کرنا معنی لغت میں ہیں باادب سلام کرنا ناچنا محفل میں ناچ کرنا وغیرہ (دیکھیے علمی اردو لغت ص1347) افسوس کہ مولانا احمد رضا خاں کو کعبہ شریف کے لیے ایسا لفظ استعمال کرتے ہوئے کوئی حجاب نہ آیا اور اس کے لیے وہ لفظ استعمال کر گئے جو ناچ و تھیٹر کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔)

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرا کر گر گیا

اسی پر اکتفا نہیں کی خاں صاحب نے عرش المعلّٰی کے لیے مجرے کا لفظ استعمال کیا

جھکا تھا مجرے کو عرش اعلیٰ

گرے تھے سجدے میں بزم بالا

کہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا

وہ گرد قربان ہو رہے تھے

(حدائق بخشش حصہ اول ص112)

بریلویوں کے ایک بزرگ نے تو یہاں تک فرمادیا کہ خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کرلو شرح دیوان فرید میں ہے: ایک شیخ نے حضرت بایزید بسطامی کو جو بیت اللہ کے طواف کے لیے مکہ معظمہ جا رہے تھے۔ فرمایا کہ اگر بیت اللہ کا طواف کرنا ہو تو مکہ معظمہ جاؤ اور اگر خدا کا طواف کرنا ہو تو میرا طواف کرلو۔

(شرح دیوان فرید ص7)

کسی بزرگ یا شیخ کی عظمت بڑھاتے بڑھاتے کعبہ کی عظمت سے کھیلنا

لگتا ہے بریلویوں کا دن رات کا کھیل ہے۔

علی پور سیداں کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا:

مدینہ بھی مطہر ہے مقدس ہے علی پور بھی
اِدھر آؤ تو اچھا ہے اُدھر جاؤ تو اچھا ہے

(رسالہ انوار صوفیہ ستمبر 1920ء ص9)

پیران عظام کا ہر آستانہ عقیدت مدینہ منورہ کے تابع ہے بالمقابل نہیں کہ ادھر بھی جاؤ تو وہی بات ہے اور ادھر بھی آؤ تو وہی بات ہے۔ ایک علی پور تو کیا کروڑوں علی پور مل کر بھی مدینہ منورہ کی برابری نہیں کر سکتے مگر افسوس کہ انہوں نے اپنے پیر صاحب کو سامنے رکھتے ہوئے کہا:

تیرا آستاں ہے وہ آستاں کہ حریف بیت حرام ہے
تیری بارگاہ ہے وہ بارگاہ کہ جو قبلہ گاہ انام ہے

ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ پیر جماعت علی شاہ صاحب نے اس شعر یا مضمون کی کہیں مذمت کی ہو۔

بریلی کو مدینہ شریف کے برابر قرار دینا:

اللہ تعالیٰ نے عرب کو عجم پر فوقیت بخشی کہ نبی آخر الزمان کو عرب میں مبعوث فرمایا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں حرم عرب میں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف (عرب) میں ہیں۔ اور مولانا احمد رضا خاں عجم بریلی (عجم) میں تھے مولانا نورانی کے والد عبدالعلیم حج کے بعد جب مدینہ سے واپس بریلی پہنچے تو مولانا احمد رضا خاں کو مخاطب کر کے یہ شعر کہا:

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو

(سوانح اعلیٰ حضرت ص148)

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کے عقیدے میں جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے لیے مولانا احمد رضا خاں عجم کے لیے تھے کیا اس میں بریلی کو مدینہ شریف کے بالمقابل نہیں لایا جا رہا؟

ملتان کو مدینہ کے برابر لانے کی کوشش:

بریلویوں کے مولوی محمد یار صاحب شاہ صدر الدین کی منقبت کہتے ہوئے لکھتے ہیں:

برائے چشم بینا از مدینہ بر سر ملتان
بشکل صدر دین خود رحمۃ اللعالمین آمد

(دیوان محمدی ص22)

ملتان کو بھی مدینہ شریف کے برابر لانے کی بے ادبی کی گئی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ دیکھنے والی آنکھ ہو تو مدینہ شریف سے حضور ہی صدر دین کی شکل میں ملتان آئے ہیں۔ (معاذ اللہ)

یہ ہے بریلوی حضرات کا عشق رسول، اور یہ ہے ان کے مدینہ منورہ سے نام نہاد پیار و محبت کے دعووں کی اصل حقیقت۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس فتنے کی اصل حقیقت سے آگاہ رہنے اور اس کے دام پر فریب میں پھنسنے سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

باب ہفتم
فرقہ بریلویہ
اور
تحریک پاکستان

ابتدائیہ

جس شخص نے بھی گہری نظر سے فرقہ بریلویہ کا مطالعہ کیا ہے اس پر روزِ روشن کی طرح عیاں و ظاہر ہو گیا کہ اس فرقہ کو ملک و ملت کی تخریب اور تفریق بین المسلمین کے لیے انگریزوں نے اٹھایا اور پروان چڑھایا تھا۔ یوں تو ہر باطل فرقہ اپنی تحریک کی نشر واشاعت کے لیے دجل و فریب سے کام لیتا ہے لیکن بریلوی فرقہ نے مکر و فریب اور کذب و دجل میں تمام ائمہ تلبیس و قائدین تضلیل کے کان کتر لیے ہیں۔ ان کے دجل و مکر کی داستان تو بہت طویل ہے جس کے بیان کے لیے دفاتر اور اسفار چاہییں۔ اس جگہ صرف ایک مسئلہ میں ان کے دجل و کذب کا ایک شمہ بطور نمونہ ہدیہ آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مسلم لیگ کی مخالفت سیاسی جماعتوں میں سے جس قدر مخالفت بریلویوں نے کی ہے تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس جماعت نے مصور پاکستان، شاعر مشرق علامہ اقبال مرحوم کو ملحد و زندیق بتایا۔ قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کو دوزخیوں کا کتا قرار دیا اور کہا کہ ان کی تعریف کرنے والے کا نکاح ٹوٹ گیا۔ مسلم لیگ کی شرکت کو حرام ہی نہیں بلکہ کفر قرار دیا اور اعلان کیا کہ مسلم لیگ کا ممبر بننے والا مرتد ہے اور اس کا بائیکاٹ کرنا فرض، مسلم لیگ کو کافروں مرتدوں اور منافقوں کی جماعت قرار دیا وغیرہ۔ جن کے حوالے اصل عبارات کے ساتھ اس باب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

لیکن یہ نیرنگی زمانہ ملاحظہ ہو کہ آج یہی جماعت لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تمام تاریخی حقائق کے برعکس کس دیدہ دلیری، بے باکی اور بے حیائی سے تاریخ کو مسخ کر رہی ہے۔ اور مسلم لیگ کو بریلویوں کی جماعت قرار دے کر پاکستان بنانے کی واحد ٹھیکیدار بن رہی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

مسلم لیگ کے خلاف بریلوی جماعت نے سینکڑوں فتوے اور رسائل لکھے جن کو پاکستان بن جانے کے بعد حتی المقدور تلف و ضائع کر دیا گیا ہے۔ چند کتب جو ان کے قائدین و عمائدین علماء نے تحریر فرمائی تھیں۔ ہم نے کوشش کر کے ان کو فراہم کیا اور انہیں کتابوں سے عنوانات قائم کر کے انتہائی اختصار کے ساتھ آپ کی ضیافت طبع کے لیے کچھ حوالہ جات بطور نمونہ نقل کیے جا رہے ہیں۔ چونکہ ہمیں اختصار ملحوظ ہے اس لیے کوئی زیادہ طویل و عریض تبصرہ ہم اپنی جانب سے پیش نہیں کریں گے۔ تفصیلات کے لیے اصل کتب کی طرف مراجعت فرمائیں۔

مصور پاکستان علامہ اقبال بریلویوں کی نظر میں:

مولانا محمد طیب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور تحریر فرماتے ہیں:

(1) فلسفی نیچیریت ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی و اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے کہیں اللہ عز و جل پر اعتراضات کی بھرمار ہے کہیں علماء شریعت و ائمہ طریقت پر حملوں کی بوچھاڑ ہے، کہیں سیدنا

جبریل امین و سیدنا موسیٰ کلیم و سیدنا عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنقیصوں توہینوں کا انبار ہے۔ کہیں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا واٰلہ والصلوٰۃ والتحیۃ واحکام مذہبیہ و عقائد اسلامیہ پر تمسخر و استہزاء وانکار ہے کہیں اپنی زندیقیت و بے دینی کا فخر و مباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار ہے۔

(تجانب اہل سنت ص334)

(2) وہ خود (ڈاکٹر اقبال) اللہ عز و جل کی بارگاہ میں بکمال جرأت و جسارت گستاخیوں بے ادبیاں کرتے رہتے ہیں۔

(تجانب اہل سنت ص337)

(3) ڈاکٹر اقبال آفتاب کے لیے صفاتِ خدائی ثابت کر کے سورج کے بارے میں عرض کرتے ہیں:

ہے محفل وجود کا ساماں طراز تو

یزداں ساکنان نشیب و فراز تو

ہر چیز کی حیات کا پروردگار تو

زائدگانِ نور کا ہے تاجدار تو

ملاحظہ ہو ڈاکٹر صاحب نے ان شعروں میں آفتاب کو تمام جہان کی ہستی کا سامان کرنے والا اور پستی و بلندی کے سب رہنے والوں کا معبود اور ہر چیز کی زندگی کا پروردگار بتا دیا۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی اور شے کا نام آفتاب پرستی ہے؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(تجانب اہل سنت ص345)

(4) ڈاکٹر صاحب کے فلسفہ کی حقیقت صوفی و ملّا پر پھبتیاں اڑانا، اللہ

عز و جل کو کھری کھری بے نقط سنانا، حور، فردوس و قصور جنت کے معانی ضروریہ دینیہ سے انکار کرے، یورپ کی لیڈیاں، یورپین طرز کی کوٹھیاں ان کی مراد بتانا۔ ابلیس کی عظمت کے گیت اور

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادی افکار ہے ابلیس کی ایجاد

کے ترانے گانا غرض کھل کر زندیق ہو جانا ہے۔

(تجانب اہل سنت ص343)

(5) اگر ان اعتقادات کے باوجود بھی ڈاکٹر صاحب مسلمان ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی اور اسلام گھڑ لیا ہے اور وہ اپنے اسی گھڑے ہوئے اسلام کی بناپر مسلمان ہیں۔

(تجانب اہل سنت ص345)

(6) ڈاکٹر صاحب نے کمال صاف گوئی کے ساتھ اس امر کا بھی اظہار کر دیا ہے کہ ان کو یہ نیچیریت و دہریت و زندیقیت یورپ کے فرنگیوں نے سکھائی۔

(تجانب اہل سنت ص346)

قائداعظم بریلویوں کی نظر میں:

1۔ مسٹر محمد علی جناح کو قائداعظم کہنا حرام، مخالف قرآن مجید و حدیث حمید ہے:

چنانچہ اس سوال کے جواب میں مسٹر محمد علی جناح کو قائداعظم کے لقب سے خطاب کرنا کیسا ہے؟ مولانا اولاد رسول صاحب قادری برکاتی تحریر فرماتے

ہیں:

1۔ کسی بھی بددین، بد مذہب کو قائد اعظم و سیدنا وغیرہ وغیرہ کے القاب مدح و تعظیم سے خطاب کرنا شرعاً سخت شنیع و قبیح و فظیع اشد محظور و ممنوع و حرام صریح مخالف قرآن مجید و حدیث حمید ہے۔

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص3)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

''بد مذہب سارے جہان سے بدتر ہیں، جانوروں سے بدتر ہیں، بد مذہب جہنمیوں کے کتے ہیں، کیا کوئی سچا ایمان دار مسلمان کسی کتے اور وہ بھی دوزخیوں کے کتے کو اپنا قائد اعظم سب سے بڑا پیشوا اور سردار بنانا پسند کرے گا۔ حاشا و کلاّ ہر گز نہیں۔

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص4)

2۔ قائد اعظم بریلویوں کی نگاہ میں مرتد اور خارج از اسلام ہیں:

مولانا محمد طیب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور تحریر فرماتے ہیں:

''بحکم شریعت مسٹر جناح کے کافر مرتد ہونے کے لیے اس کا اثنا عشری رافضی ہونا ہی بس ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص119)

چند سطروں بعد ارشاد ہوتا ہے:

''اگر صرف انہی دو کفروں پر اکتفا کرتا تو قائد اعظم کی خصوصیت ہی کیا رہتی لہذا وہ اپنی اسپیچوں، اپنے لیکچروں میں نئے نئے کفریات قطعیہ بکتا رہتا ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص119)

یہی فاضل حزب الاحناف ایک دوسری کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں:

''قرآن پاک کے ان کھلے ہوئے روشن ارشادات کو مسٹر جینا نے منہ بھر کر جھٹلا دیا اور اپنے اس کفر ملعون کا قرآن پاک پر افترا جڑ دیا۔''

(قہر القاد علی الکفار اللیاڈر ص11)

پھر تقریباً ایک صفحہ بعد رقم طراز ہیں:

''اس وقت مسٹر جینا کے کفر و ارتداد کو واضح تر کرنے کے لیے ہم صرف دو ہی آیت کریمہ تلاوت کرتے ہیں الخ''

(قہر القاد علی الکفار اللیاڈر ص12)

نیز مسٹر محمد علی جناح کے ایک پیغامِ عید کا خلاصہ تحریر کرتے ہوئے فاضل مذکور یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں کہ:

''مسٹر جینا کے اس سارے پیغام (پیغام عید) کا خلاصہ بھی یہی ہوا کہ اسلام غلط و باطل ہے اور بے دینی و لا مذہبی صحیح و درست ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔''

(قہر القاد علی الکفار اللیاڈر ص13)

3۔ قائد اعظم کی تعریف کرنے والوں کا نکاح ٹوٹ گیا۔

مولانا ابوالبرکات ناظم مرکزی انجمن مرکزی حزب الاحناف کا فتویٰ:

فتویٰ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

اگر رافضی کی تعریف حلال اور جناح کو اس کا اہل سمجھ کر کرتا ہے تو وہ مرتد ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے کلی مقاطعہ (بائیکاٹ) کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کرے۔

(الجوابات السنیہ علی زہاء السوالات اللیگیہ ص32)

(4) جب مسلم لیگی حضرات کی جانب سے یہ کہا گیا کہ ہم حضرت قائداعظم کو صرف ایک عظیم سیاسی رہنما سمجھتے ہیں، دینی و مذہبی امور میں اہم ان کو قائد و رہبر نہیں قرار دیتے تو اس پر بریلویوں کے سرخیل مولوی حشمت لکھنوی یوں گویا ہوئے کہ:

''اگر لیگی لیڈران سچے ہیں اور مسلمانوں کو دھوکہ دینا نہیں چاہتے تو وہ ظفر علی خاں، نواب اسماعیل خاں، سر سکندر حیات خاں، مسٹر فضل حق، مولوی عبد الحامد، مولوی قطب الدین، عبدالوالی صاحبان وغیرہم ذمہ دار لیگیوں سے ہمیں اس کی تحریر لے دیں کہ لیگی لیڈران مسٹر جناح کو ایک کافر بیرسٹر سے زیادہ حیثیت نہیں دیتے۔

(احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ص29)

5۔ قائداعظم کو کافر نہ سمجھنے والے بھی کافر اور مرتد ہیں۔ بریلوی علماء کا فتویٰ:

مولانا محمد طیب فاضل حزب الاحناف ارشاد فرماتے ہیں:

''بحکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقائد کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے اور جو شخص اس کے ان کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اسے کافر نہ مانے یا اس کے مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر مرتد شر اللئام (تمام کمینوں میں زیادہ کمینہ) بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام۔''

(''تجانب اہل سنت'' ص122)

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کس قدر سخت زبان استعمال کی جارہی ہے۔

عام لیگی حضرات بریلویوں کی نظر میں:

مولوی حشمت علی خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں :

1۔ جو لوگ ان مقاصد اساسیہ لیگیہ کی تفصیلات کو سمجھتے ہوئے ان کی تائید و پابندی کا حلفی اقرار لکھ کر ممبر بنیں گے وہ خود ہی بد مذہب و مرتد ہو جائیں گے۔

(الجوابات السنیہ ص11)

نیز یہی بریلوی بزرگ ایک اور سوال کے جواب میں ارقام فرماتے ہیں:

2۔ دراصل ایسا سنی (جو مسلم لیگ میں شامل ہو گیا) سچا سنی ہی نہ رہا وہ خود بد مذہب (مرتد) ہو گیا کہ سنی کے معنی ہیں راہ سنت کا پیرو اور اس نے ایک گمراہ بد مذہب (قائد اعظم) کی ان گمراہیوں میں اس کی قیادت قبول کر کے گمراہی اختیار کی۔"

(الجوابات السنیہ ص11)

مولانا ابوالبرکات ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور اپنے فتویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

3۔ مسلم لیگ نے مسلمانوں کی جانی و مالی قربانیوں کا مقصد اشاعتِ کفر و تبلیغ شرک ٹھہرادیا۔ قرآن عظیم نے ارشاد فرمایا: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ جب گناہ و ظلم پر باہم ایک دوسرے کو مدد دینا بحکم قرآن عظیم حرام و گناہ قرار دیا گیا اور ظلم بتایا گیا تو کفر و شرک کی حمایت کرنا کیوں کر حرام اور کفر و شرک نہ ہوگا۔

(الجوابات السنیہ ص11)

مولانا اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری مسلم لیگ کے جھنڈے کے

نیچے آنے والوں کو یہ مژدہ سناتے ہیں کہ ''وہ جنتی نہیں بلکہ دوزخ کے عذاب الیم کی طرف جائے گا۔''

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص21)

ملکِ پاکستان بریلویوں کی نظر میں:

مولانا اولاد رسول صاحب مسلم لیگ کی اسلامی حکومت (پاکستان) سے پناہ مانگتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :''جب خود ان کی (مسلم لیگ کی) حکوت ہو گی تو سیّاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کا قرآن کو بھی بالائے طاق رکھ یہ اپنے دل کے من گندے جی کھول کر پورے کریں گے۔ اللہ عزوجل ایسی سراپا فساد نام نہاد اسلامی حکومت سے سچے اسلام و مسلمین کو پناہ ہی میں رکھے۔ آمین''

(الجوابات السنیہ)

مولانا ابو البرکات صاحب مسلم لیگ کی حکومت کے خلاف یوں دل کی بھڑاس نکالتے ہیں:

''کون سے دین و قرآن نے اسے جائز رکھا کہ خود مسلمانوں پر کفار و مشرکین و مرتدین کی حکومت قائم کرنے کے لیے مسلمان اپنی جانی و مالی قربانیاں پیش کریں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باﷲ العلی العظیم۔''

(الجوابات السنیہ ص21)

فرقہ بریلویہ کے مشہور مناظر مولوی حشمت علی صاحب مطالبہ پاکستان پر دانت پیستے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''رہا مطالبہ پاکستان یعنی تقسیم ملک کہ اتنا لیگیوں کا اتنا ہندؤں کا اس صورت میں احکام کفر ملک کے بڑے حصے میں لیگیوں کی رضا سے جاری ہوں گے

کہ وہی اس تقسیم پر راضی اور اس کے طالب ہیں احکام کفر پر رضا کفر اور کم از کم سخت بے دینی ہے۔''

(الجوابات السنیہ ص28 واجمل انوار الرضا)

مسلم لیگ کے مقاصد اور اس میں شرکت کا حکم:

مولانا اولاد رسول محمد میاں قادری صاحب مسلم لیگ کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ سب اغراض و مقاصد صریح محرمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی اور منجر باشد وبال و نکال و کفر سلال (یعنی سخت وبال و عذاب اور شدید کفر و گمراہی کی طرف لے جانے والے) ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے لیگ کی شرکت اور رکنیت سخت ممنوع و حرام ہے۔''

(الجوابات السنیہ ص3)

مولانا سید آل مصطفی صاحب اپنے فتویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''لیگ کا مقصد اول ہی چند در چند قبائح دینیہ و محرمات شرعیہ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا جو جماعت ایسے خلاف اسلام و قرآن مقصد کی حامی و حامل ہو اس کی شرکت یقینا حرام و سبب غضب رب انام ہے۔''

(الجوابات السنیہ ص8)

مشہور بریلوی عالم مولوی حشمت علی خاں صاحب یوں رقم طراز ہیں:

''بد مذہب کو صدر بنانا اور کسی مجلس (مسلم لیگ) کا بد مذہب صدر ہو تو اس کا کارکن بننا ناجائز اور حرام ہے۔''

(الجوابات السنیہ ص8)

اور یہی بریلویوں کے مناظر ایک اور سوال کے جواب میں انتہائی غضب کے عالم میں فرماتے ہیں: ''لیگ چاہتی ہے کہ عقائد کی پابندی کو اڑا کر شریعت کی قیود میں اٹھا کر مذہب کی حدود کو مٹا کر صرف اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا ہی نام اسلام رکھ دیا جائے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کیا اب بھی کسی ایمان دار سنی مسلمان کو اس میں کچھ شک رہ سکتا ہے کہ لیگ اسلام کو مٹا کر صرف مسلمان کا نام باقی رکھنا چاہتی ہے۔''

(الجوابات السنیہ ص22)

مولانا سید چراغ دین صاحب قادری ''مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری'' پر تقریظ لکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''بے شک مسلم لیگ وہی ندوۃ مخذولہ کا فتنہ ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا رہا۔ کبھی خدام کعبہ کی شکل میں ظاہر ہوا، کبھی مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا چولا پہنا، کبھی خلافت کمیٹی کی صورت میں ابھرا، کبھی خدام الحرمین کے بھیس میں اچھلا، کبھی اتحاد ملت کے روپ میں نکلا، کبھی سیرت کمیٹی کے نام سے ظاہر ہوا، اور اب ہمارے زمانہ میں مسلم لیگ کا برقعہ اوڑھ کر اٹھا۔ درحقیقت ان سب فتنوں کا مقصد وہی مسلمانوں کو بد دین گمراہ بنانا ہے۔

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص30)

مولانا ابوالبرکات صاحب ناظم انجمن حزب الاحناف لاہور مسلم لیگ کا چندہ بند کرنے کا فتویٰ دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

''لیگ کے لیڈروں کو رہنما سمجھنا یا ان پر اعتبار کرنا، منافقین و مرتدین کو رہنما بنانا اور ان پر اعتبار کرنا ہے جو شرعاً ناجائز ہے کسی طرح بھی جائز نہیں۔

لیگ کی حمایت کرنا اور اس میں چندے دینا اس کا ممبر بننا اس کی اشاعت و تبلیغ کرنا منافقین و مرتدین کی جماعت کو فروغ دینا اور دین اسلام کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔''

(الجوابات السنیہ ص32)

مسلم لیگ؛ کانگریس سے زیادہ مضر ہے:

مولانا اولاد رسول صاحب اپنے فتویٰ میں یوں رقم طراز ہیں:

''لیگ میں شرکت عوام کی سب سے زیادہ گراں مایہ متاعِ دین و ایمان کے لیے کانگریس سے زیادہ قوی اور سریع الاثر سمّ قاتل ہے جس سے علماء ربانی کو تغافل اب ہرگز جائز نہیں۔

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری)

بریلویوں کے مناظر مولوی حشمت علی تحریر فرماتے ہیں:

''لیگ کی شرکت عامہ مسلمین کے لیے شرکت کانگریس سے اشد فتنہ ہے اور ان کے دین و مذہب کے لیے کانگریس سے زیادہ لیگ مہلک اور سمّ قاتل ہے۔''

(الجواب السنیہ، احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

''کانگریس اگر کھلم کھلا اسلام کو مٹانا چاہتی ہے تو لیگ ہمدردی اسلام و مسلمین کے پردے میں اسلام و ایمان و مذہب کو فنا کرانا مسلمانوں کو ملحد و بے دین بنانا چاہتی ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔''

(الجوابات السنیہ، احکام نوریہ شرعیہ برمسلم لیگ)

''جن وجوہات کو پیش کر کے یہ کہا جاتا ہے کہ کانگریس مسلمانوں کی جان کی دشمن ہے تو اس سے بڑھ کر لیگ میں وہ وجوہات (لیگی لیڈروں کے بیانات) موجود ہیں جن سے مسلمانوں کے اسلام و ایمان کی دشمنی کا مبرہین او رارشادالٰہی {وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ} کی حقانیت آج نہیں توکل عیاں۔

(الجوابات السنیہ ص28)

مسلم لیگ کا ماضی اور حال یکساں ہے:

حضرت مولانا اولاد رسول صاحب مسلم لیگ کی خرابیوں کا ذکر فرمانے کے بعد یہ گوہر افشانی فرماتے ہیں:

(1) ''یہ نہ سمجھئے گا کہ یہ سب کچھ تو لیگ کا ماضی تھا اور الماضی لایذکر اب لیگ اس سے توبہ کر چکی۔ نہیں نہیں۔ چھٹتی کہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص15)

فرقہ بریلویہ کے مناظر مولوی حشمت علی صاحب کا ایک فتویٰ کتابی صورت میں ''اجمل انوار الرضا'' کے نام سے کانپور کے انتظامی پریس سے پہلی بار ماہ دسمبر 1945ء میں چھپ کر آیا جب کہ تحریک پاکستان اپنے انتہائی عروج و شباب پر پہنچی ہوئی تھی اس میں بھی پورے شدو مد سے مطالبہ پاکستان اور مسلم لیگ کی امداد واعانت کی مخالفت کی گئی چنانچہ وہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہر سنی مسلمان پر شریعت مطہرہ کی روشنی میں روشن کہ یہ سب اغراض و مقاصد صریح محرمات شرعیہ پر مشتمل اور حرام قطعی اور منجر باشد و بال و نکال و کفر و ضلال ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ کی شرکت و رکنیت، امداد و اعانت بحکم شریعت مطہرہ اسی طرح گناہ و ممنوع و حرام و ناجائز ہے جس

طرح ندوہ و کانگریس کی شرکت و رکنیت و امداد و اعانت شرعاً حرام و گناہ ہے۔"

(اجمل انوار الرضا بحوالہ تکفیری افسانے ص131)

مسلم لیگ کی مخالفت کرنا فرض ہے:

بریلویوں کے مناظر مولوی حشمت علی صاحب اپنے ایک فتویٰ میں مسلم لیگ کی مخالفت فرض قرار دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"علمائے کرام کا فرض ہے کہ پوری قوت کے ساتھ عوام کو اس کی شرکت و رکنیت سے باز رکھنے کی سعی و کوشش کریں۔"

(الجوابات السنیہ ص13)

مولانا سید آل مصطفیٰ صاحب نے یہ فتویٰ صادر فرمایا:

"علماء کرام اہل سنت پر فرض ہے کہ اس وقت وہ مسلم لیگ کے رد کو اہم الہام (تمام اہم کاموں میں سب سے زیادہ اہم) سمجھیں کہ یہ تازہ فتنہ اس وقت اسلام و مسلمین کے لیے اشد طور پر نقصان دہ ہے۔

(الجوابات السنیہ ص13)

مولوی حشمت علی خاں نے ارشاد فرمایا:

"لیگ کی مخالفِ شریعت کاروائیوں کا رد لیگ کا نام لے کر ہو ورنہ درپردہ گول گول الفاظ میں بد مذہبوں، بے دینوں کا رد کرنے سے عوام لیگ کا رد نہ سمجھیں گے بالخصوص ایسی حالت میں کہ حامیان لیگ انہیں یہ سمجھاتے پھرتے ہیں کہ لیگ میں آکر بد مذہب بد مذہب نہیں رہتے بلکہ مسلمانوں کے معظم و مکرم شہید ملت اور قائد اعظم وغیرہ وغیرہ ہو جاتے ہیں۔"

(الجوابات السنیہ ص16)

نیز ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں:

''اس کی (مسلم لیگ کا اثر ختم کرنے کی) کامیاب صورت صرف وہی ہے جو بحکم شریعت مسلمانانِ اہل سنت نے ندوہ و خلافت کمیٹی کے ساتھ اختیار کی۔ یعنی حضرات علماء اہل سنت و مشائخ طریقت و مفتیان دین و ملت جن کا اس پر فتن زمانے میں بھی عامۃ المسلمین پر کافی اثر و اقتدار ہے ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے حلقہ اثر میں کفار و مشرکین کی کھچڑی کانگریس اور مبتدعین و ملحدین کی معجون مرکب لیگ دونوں پر حتی الاستطاعۃ پوری قوت کے ساتھ تحریراً اور تقریراً خلوت و جلوت میں رد فرمائیں۔

(الجوابات السنیہ ص24)

مولانا اولاد رسول قادری ایک جگہ یوں ارشاد فرماتے ہیں:

''اہل سنت کے علماء کرام اور مشائخ عظام جن کا اس وقت بھی عوام علماء اسلام پر بہت کافی اثر ہے۔ اہل بطالت و ضلالت کی معجون مرکب لیگ پر حتی الوسع پوری قوت سے رود و طرد کریں ... لیگ سے محترز و مجتنب رہنے کے احکام شرعیہ صاف صاف بتا کر لیگ سے نفور کریں۔

(الجوابات السنیہ ص24)

مولانا سید آل مصطفی قادری برکاتی کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو:

''عوام مسلمین کو گمراہی اور بدمذہبی کے اندھیرے گڑھے (مسلم لیگ) میں دیدہ و دانستہ جاتے ہوئے دیکھنا اور پھر تغافل برتنا اسلام اور مسلمین سے غداری نہیں تو اور کیا ہے؟''

(الجوابات السنیہ ص24)

بریلوی علماء تحریک پاکستان سے علیحدہ رہے:

مولانا اولاد رسول صاحب قادری ارشاد فرماتے ہیں:

(1) ”لیگی لیکچرار صاحب نے یہ کہا کہ ان علماء کا اتباع کرو جو لیگ میں ہیں ظاہر ہے کہ اول تو لیگ میں سچے علماء دین ہیں ہی نہیں اور اگر کوئی مولوی عالم نام کے ہیں بھی تو نئی روشنی سے تاریک دل مغرب زدہ تعلیم یافتگان جدید خداوندانِ لیگ کے سامنے ان کی ہاں میں ہاں ملانے کے علاوہ وہ بے چارے کر ہی کیا سکتے ہیں۔

(الجوابات السنیہ ص23)

(2) ”یہ لیگی علماء کس طرح اپنے لیڈر اللیاڈر قائد اعظم کے ہاتھوں میں ایک گراموفون کے ریکاڈر کی حیثیت رکھتے ہیں اور وہی سنا دیتے ہیں جو ان کے سیاسی پیغمبر (قائد اعظم) نے ان میں بھر دیا ہے۔

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص12)

(3) فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف مولوی محمد طیب لکھتے ہیں:

”علماء اہل سنت (بریلوی علماء) کے خارا شگاف حملوں کا اثر ان خبیث لیڈروں میں سب سے زیادہ لیگ اور جماعت خاکسار کے لحیم و شحیم مولوی نما لیڈروں کے بے رونق چہروں پر نظر آتا ہے۔“

(قہر القادر علی الکفار اللیاڈر ص28)

مسلم لیگ بریلوی علماء کی سخت مخالف ہے:

چونکہ بریلوی علماء مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کی شدید مخالفت کر رہے تھے اس لیے مسلم لیگی حضرات نے بھی بریلوی جماعت ختم اور اپنے راستہ کا ایک پتھر سمجھتے ہوئے اسے ہٹانے میں پوری سرگرمی دکھائی۔ اس کے بھی ایک دو

حوالے ہم بریلوی بزرگوں سے نقل کیے دیتے ہیں تاکہ ان کا درجہ استناد بھی دو بالا ہو جائے۔ چنانچہ مولانا اولادرسول صاحب رقم طراز ہیں:

''یہ لیگی ان کانگریس کے ہمیشہ کے سچے پکے ایمانی دینی دشمن علماء حقانی کو بھی کانگریسی ملانوں سے بڑھ کر اپنا دشمن جانتے ہیں۔''

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص14)

مولانا محمد طیب صاحب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور تحریر فرماتے ہیں: ''یہ دونوں ناپاک کمیٹیاں (مسلم لیگ اور جماعت خاکسار) علمائے اہل سنت کی مخالفت پر اس طرح کمربستہ ہیں کہ انہوں نے اپنے اپنے پیر نیچر (سر سید احمد خاں) کی قسم کھالی ہے کہ جب تک علماء اہل سنت کے مبارک گروہ کو معاذ اللہ فنا نہ کر دیں گی اس وقت تک کھانا، پینا، سونا، جاگنا، چلنا، پھرنا سب حرام اور قطعاً حرام ہے۔ خواہ اس کے لیے قرامطہ اور یزیدیوں کا سا مکر و فریب ہی کیوں نہ اختیار کرنا پڑے۔''

(قہر القادر علی الکفار اللیاڈر ص18)

بریلویوں کا طریقہ کار لیگ کے مقابلہ میں کیا ہونا چاہیے؟

بریلوی علماء نے اپنے عوام کو مسلم لیگ کے مقابلہ میں جس طرز عمل کی تلقین فرمائی وہ بھی ملاحظہ ہو۔

(1) حضرت مولانا اولادرسول صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مسلمان اہل سنت (بریلویوں) کے لیے سچا، سیدھا، بے خطر دینی، ایمانی، یقینی، نافع و مفید راستہ اور منزل رساں صراط مستقیم یہی اور صرف یہی کہ وہ نہ کانگریس میں ملیں نہ لیگ میں جڑیں نہ احراری بنیں نہ جمعیتی بلکہ تمام

مشرکین و کفار و مرتدین و مبتدعین فجار سے علیحدہ رہیں۔''

(مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری ص2)

(2) مولوی محمد طیب صاحب فاضل مرکزی انجمن حزب الاحزاب لاہور بڑے ہی ناصحانہ لہجہ میں بریلویوں کو تلقین فرماتے ہیں:

''ہم اتنا کہہ دیتے ہیں کہ کانگریس اور احرار لیگ اور خاکسار، ان چاروں جماعتوں سے دور اور سب بدمذہبوں اور بے دینوں سے بے زار اور نفور ہو۔ ساڑھے تیرہ سو برس والے دین اسلام و مذہب اہل سنت پر استقامت اختیار کرو۔ احکام شرعیہ کے سچے متبع بنو۔ اولیائے کرام و حضرات علمائے اہل سنت و اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے دین و مذہب پر مضبوطی سے قائم رہو۔''

(تجانب اہل سنت ص117، 118)

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ فرما لیا کہ فرقہ بریلویہ نے تحریک پاکستان کو ناکام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اس کے خلاف فتووں کا انبار لگا دیا اور انہوں نے اپنی طرف سے اس تحریک کو فیل کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی لیکن یہ صرف اللہ کا احسان ہے کہ یہ ملک ہمیں حاصل ہوا۔

مسلم لیگ، قائد اعظم اور علامہ اقبال کے خلاف فرقہ بریلویہ کی کچھ کتب کے نام یہاں تحریر کر دیتے ہیں، قارئین انہیں ملاحظہ فرمائیں۔

(1) مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری (2) احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ

(3) الجوابات السنیہ علی زہاء السوالات اللیگیہ (4) تجانب اہل سنت

(5) قہر القادر علی الکفار اللیاڈر (6) اجمل انوار الرضا وغیرہ

ہم اس باب کو یہاں پر ہی ختم کرتے ہیں۔

باب ہشتم
فرقہ بریلویہ
اور
تکفیر المسلمین

فرقہ بریلویہ اور تکفیر المسلمین

اس باب میں ہم یہ ثابت کریں گے کہ فرقہ بریلویہ نے کن کن لوگوں اور کس کس جماعت کی تکفیر کی ہے۔ تمام افراد اور تمام جماعتوں کا ذکر تو یہاں پر بہت مشکل ہے مگر خاص خاص افراد کا ذکر مختصر طور پر ضرور کریں گے۔

مثلاً شاہ اسماعیل شہید، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی، سید نذیر حسین دہلوی، مولانا امیر حسن سہسوانی، مولانا امیر احمد سہسوانی، ڈپٹی نذیر احمد دہلوی، مولانا شبلی نعمانی، مولانا عبدالماجد بدایونی، مولانا عبدالقدیر بدایونی، مولانا معین الدین اجمیری، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا آزاد سبحانی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، سرسید احمد خاں، قائداعظم محمد جناح، علامہ اقبال، مولانا الطاف حسین حالی، ابن سعود اور جنرل محمد ضیاء الحق۔اور جماعتوں میں مسلم لیگ، مجلس احرار، خلافت کمیٹی، خدام کعبہ، سیرت کمیٹی، جمعیت علمائے ہند وغیرہ اور ان کے علاوہ بہت سی جماعتوں کی تکفیر کی ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل رحمہ اللہ شہید کی تکفیر:

خان صاحب بریلوی حضرت شہید رحمہ اللہ کی جانب بے شمار کفریات و شرکیات منسوب کرنے کے بعد یہ قطعی فیصلہ کرتے ہیں کہ

"بالجملہ ماہ و مہر نیم روز کی طرح ظاہر وزاہر کہ اس فرقۂ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً اجماعاً بہ وجوہ کثیر کفر لازم اور

بلا شبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد و کافر بہ اجماع ائمہ ان سب پر اپنے کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھنا فرض و واجب۔''

(الکوکبۃ الشہابۃ، ص45 مطبوعہ بار پنجم)

اس کے علاوہ خان صاحب نے اپنی کتاب الاستمداد علی اجیال الارتداد، سل السیوف الہندیۃ، الکوکبۃ الشہابیۃ اور فتاویٰ رضویہ ج1، ص46،745 میں بھی بہت گندے الزامات حضرت امام شہید رحمہ اللہ کی جانب منسوب کر کے آپ کے کفر و ارتداد پر مہر لگا دی ہے۔

مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا اشرف علی تھانوی کی تکفیر:

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

(1)... سید احمد، خلیل احمد، رشید احمد، اشرف علی کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر۔

(احکام شریعت وغیرہ)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

(2)... اس (حسام الحرمین) میں نانوتوی و دیوبندیوں کی نسبت صاف صریح تصریح ہے کہ ''مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ فَقَدْ كَفَرَ''، جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

(عرفان شریعت ج1 ص24)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

(3)... اس کے چند سطروں کے بعد مختلف کتابوں سے اپنی تاید و تصدیق میں نقل کرتے ہیں: ''جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے خود کافر ہے... ہمارے ائمہ اعلام کا اتفاق ہے، فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے۔

(حسام الحرمین ص113)

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں:

(4)... حمد و صلوٰۃ کے بعد میں کہتا ہوں کہ یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ کسی طرح کسی حال میں انہیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں شک نہیں۔''

(حسام الحرمین ص43)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(5)... دیوبندیت بھی اسی وہابیت کی ایک شاخ ہے، اس کا بھی مطمع نظر انبیاء و اولیاء علی سیدہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تنقیص ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص5)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(6)... پھر توحیدوں کے امام اول ابلیس نے حکم خداوندی سے کفر و

عناد کر کے اپنے آپ کو اس خبیثہ ہمیسہ تقویۃ الایمان کا وارث ثابت کر دیا۔ کافر ان گنگوہ وانبیٹھ اس اپنے پیشوائے اول۔''

(تجانب اہل سنت ص10)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(7)... ''اور ابائسہ نجد کے یہ وہ عقائد خبیثہ ہیں جن میں ان کے ساتھ شیاطین دیوبندی بھی برابر کے شریک ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص268)

مولانا طیب داناپوری بریلوی لکھتے ہیں:

(8)... اب تو معلوم ہوا کہ دیوبندی و نجدی دونوں ایک ہی طرح کے عقاید کفریہ رکھتے ہیں۔ کفر و ارتداد میں دونوں ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص286)

اسی کتاب کے ص17 میں ''مرتد نانوتوی'' اور ص303 میں ''مرتد تھانوی''اور ''مرتدان گنگوہ وانبیٹھ'' جیسے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔

سید نذیر حسین محدث دہلوی، امیر حسن، امیر احمد سہسوانی کی تکفیر

یہ تینوں بزرگانِ غیر مقلد ہیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے آپ کی اور آپ کی جماعت کی علی الاعلان تکفیر کی ہے۔ حسام الحرمین میں جن فرقوں کی نام لے کر تکفیر کی ہے ان میں ایک آپ کا بھی نام ہے۔ لکھتے ہیں:

''اور وہ کئی قسم ہیں۔ ایک امیر یہ امیر حسن و امیر احمد سہسوانیوں کی

طرف منسوب اور نذیریہ نذیر حسین دہلوی کی طرف منسوب۔''

(حسام الحرمین ص101)

اس کے بعد آپ ان تمام فرقوں کے بارے میں جن کا وہ حسام الحرمین میں تذکرہ کر چکے ہیں لکھتے ہیں کہ

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب کافر و مرتد ہیں، بہ اجماع امت اسلام سے خارج ہیں۔''

(حسام الحرمین ص113)

ڈپٹی نذیر احمد غیر مقلد، مولانا بشیر قنوجی غیر مقلد کی تکفیر:

مولوی محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

''اور نذیرین دہلوین و امیرین سہسوانین و بشیرین قنوجین یعنی نذیر حسین دہلوی و محمد نذیر دہلوی و امیر احمد سہسوانی و امیر حسن سہسوانی بشیر حسن قنوجی و محمد بشیر قنوجی ... الجملہ بابی بعید و نیچری پلید وبھائی عنید و مرزائی طرید و دیوبندی خواتمی مرید وہابی شش امثالی شرید یہ چھون فرقے ... بہ حکم شریعت مطہرہ قطعاً یقیناً کافر، مرتد، مستحق عذاب ابدی شدید و لعنت رب وحید''

(تجانب اہل سنت ص219)

''جو لوگ وہابیہ ہوں یا غیر مقلدین ایسے کفریات صریحہ کے معتقد ہیں وہ سب بہ حکم شریعت کافر و مرتد ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص5)

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کی تکفیر:

''اس ناپاک عبارت میں مرتد ثناء اللہ امرتسری سرغنہ غیر مقلدین

کھلے لفظوں میں بک دیا۔"

(تجانب اہل سنت ص247)

"اور غیر مقلدین ثنائیہ ... سب کے سب بہ حکم شریعت مطہرہ مرتد اکفرہیں اور بہ مقتضائے "ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ" کفر وارتداد میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔"

(تجانب اہل سنت ص248)

اس کے علاوہ اس کتاب کے صفحہ 11، 90، 175، 247 میں ان حضرات اور ان کی جماعت اہل حدیث کی تکفیر مذکور ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی تکفیر:

مولانا طیب داناپوری لکھتے ہیں:

(1)... "صلح کلی کوئی مستقل مذہب نہیں بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بد مذہبوں، بے دینوں پر رد وطرد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے۔"

(تجانب اہل سنت ص275)

(2)... "اس ناپاک ترین فرقہ "صلح کلیہ" کے افراد ہر طبقے میں ہیں اور ہر ایک طبقے میں علاحدہ علاحدہ مختلف طریقوں سے اپنی صلح کلیت ملعونہ کا پرچار کرتے ہیں۔"

(تجانب اہل سنت ص278)

علامہ شبلی نعمانی "صلح کلیہ لیڈر" ہیں:

(3)... "اور ان صلح کلی نیچری لیڈروں کا مقصد سیاست کے پردے میں بے دینی و دہریت پھیلانا ہے۔ ان صلح کلی لیڈروں میں اعظم گڑھ کے مولوی شبلی بہت

نمایاں ہستی رکھتے ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص289)

فرقہ ''صلح کلیہ''اور اس کے لیڈر کافر ہیں:

(4)... ''صلح کلیہ نابکار جو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی توہینیں و صریح تکذیبیں کرنے والوں کے کفر و ارتداد کو چھپانے، ان کی تکفیر شرعی کو غلط و باطل ٹھہرانے کے لیے اپنی صلح کلیت بگھارتے ہیں، یہ سب بہ حکم شریعت مطہرہ کفار مرتدین ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص453)

(5)...''ان بے ایمان صلح کلیوں کا ملعون فریب ہے۔''(تجانب اہل سنت ص281، 288) اور ان صلح کلیوں کو کفر وارتدادی لائن میں (نمبر)14، پر رکھا ہے۔

(تجانب اہل سنت ص453)

دوسری وجہ تکفیر:

(6)... علامہ شبلی نعمانی کو فرقہ ''صلح کلیہ'' کے ممتاز لیڈر ماننے کے ساتھ نیچریوں کا بھی لیڈر کہہ کر ان پر کفر وارتداد کی دوہری مہریں لگادی ہیں۔

''شبلی اعظم گڑھی کی نیچریت و دہریت اس کی کتابوں سیرۃ النبی والفاروق اور سیرۃ النعمان میں اپنی زندیقی کرشموں کی بہار و الحادی جوبنوں کی بہار دکھارہی ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص289)

(7)... علامہ شبلی نعمانی کی ایک مثنوی ''صبح امید'' پر غلط تنقید کرتے ہوئے آپ

پر مندرجہ ذیل بے بنیاد الزامات کی وجہ سے کفر وارتداد کی بوچھاڑ کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

''شبلی اعظم گڑھی نے ایک مثنوی صبح امید لکھی ہے، جو نیچریوں کے دار المصنفین نے شائع کی۔''

(تجانب اہل سنت ص289)

اس کے بعض اشعار پر تنقید کر کے کفر و ارتداد کے الزام لگائے ہیں۔ لکھتے ہیں:

''پھر آگے چل کر مرتد اکفر پیر نیچر (سر سید) کی منقبت میں قصیدہ خوانی کی ہے، حتی کہ اسے راہ ہدایت کا خضر ہی بنا ڈالا۔ پھر نواب محسن الملک و نواب وقار الملک واشرف علی کی تحریری وتقریری تبلیغ نیچریت کی تعریف وتوصیف کر کے صاف کہہ دیا۔''

(تجانب اہل سنت ص293)

(8)... پھر آگے چل کر پیر نیچر (سر سید) کے قائم کردہ کالج (مسلم یونی ورسٹی) علی گڑھ کی ثنا خوانی میں چند اشعار ہیں، یہاں تک کہ اس کو قوم اسلام کا پشت و پناہ اور اپنی آرزوؤں کا کعبہ بھی کہہ ڈالا۔ پھر سر سید کے عقاید کفریہ قطعیہ یقینیہ بر حضرات علمائے اہل سنت دامت برکاتہم نے جو فتاویٰ شرعیہ کو باطل اور پیر نیچر کے عقاید کفریہ ملعون کو حق بھی کہہ دیا۔ پھر کالج نیچریت کے قایم ہونے کو قوم کے دن پھرنا کہا۔ آخر میں اس مرکز نیچریت منبع دہریت کے قیام وبقا کی دعا کر کے پھر بک دیا۔''

(تجانب اہل سنت ص394)

(9)... اس قسم کے لغو و غلط وجوہ کفر و ارتداد کے اظہار کے بعد علامہ نعمانی کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

''شبلی اعظم گڑھی کے ان اشعار کا کفر یقینی وارتداد قطعی ہونا مہر نیم روز وماہ نیم سے بھی بڑھ کر واضح وروشن ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص295)

(10)... ''کیا کسی سنی مسلمان کو اپنے دین و مذہب کی رو سے ان کلمات ملعونہ کے قایل (علامہ شبلی نعمانی) کے قطعی یقینی کافر و مرتد ہونے میں کچھ شک و شبہ رہ سکتا ہے؟''

(تجانب اہل سنت ص296)

مولانا آزاد سبحانی پر کفر کا فتویٰ:

مولانا آزاد سبحانی رحمہ اللہ (م1376ھ/1957ء) نے لاہور میں طلبہ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''کیا وہ راستہ جو ملت اسلامیہ کے اجماع کا راستہ ہے اور جس پر تمام علمائے ہند اور حضرت مولانا محمود حسن رحمہ اللہ جیسے شیخ الاسلام اور صدق و امانت کے حامل آپ کے رہنماہیں کسی حالت میں گم راہی کا راستہ ہو سکتا ہے؟''

اس پر جماعت مبارکہ رضائے مصطفی بریلی کی طرف سے درج ذیل فتویٰ شایع کیا گیا:

''لا حول ولا قوۃ الا باللہ'' یہ محمود الحسن وہی جناب ہیں جن کی مذہبی خباثت نمبر 54 میں گزر چکی ہے۔ کیا اسلام ایسے مرتد کو شیخ الاسلام یا صدق

وامانت کا حامل یا رہنما یا حضرت مولانا کے لفظ سے تعبیر کرنے کی اجازت کر سکتا ہے ؟ کیا جو مرتد کی ایسی تعریف کرے خود کافر مرتد خارج از اسلام نہ ہو گیا؟ مسلمانو ! تمہیں انصاف سے کہنا خدا لگتی''۔

(تحقیقات قادریہ ص42، شایع کردہ جماعت رضائے مصطفی بریلی)

مولانا عبدالماجد بدایونی کی تکفیر:

مولانا عبد الماجد بدایونی (م1340ھ/ 1921ء) پر بھی بریلوی حضرات نے کفر کا فتویٰ لگایا تھا۔ ملاحظہ ہو اراکین جماعت مبارکہ رضائے مصطفی کی طرف سے شایع کردہ مضمون بہ عنوان ''رودادِ مناظر جناب مولانا مولوی سید سلیمان اشرف صاحب و مولوی ابو الکلام آزاد'' جو ماہ نامہ ''الرضا'' کے شمارہ رجب 1339ھ/1920ء میں شایع ہوا تھا۔ اس مناظرے کے بارے میں بریلویوں کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی (م1367ھ/1948ء) نے احمد رضا خان صاحب کو ایک خط تحریر کیا تھا، جو ''الرضا'' کے شمارہ مذکورہ میں طبع ہوا تھا، مذکورہ خط میں بریلویوں کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی نے فتویٰ مذکورہ کی تائید کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد بدایونی رحمہ اللہ کے علاوہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمہ اللہ وغیرہ کو بھی کافر قرار دیا ہے۔

ایک جلسے میں مولانا عبدالماجد بدایونی نے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کو صدر جلسہ منتخب کرنے کی پر زور تحریک فرمائی اور دیگر علما کی تائید سے حضرت موصوف صدر جلسہ منتخب ہو گئے۔ اس پر جماعت مبارکہ رضائے مصطفی بریلی کی طرف سے مولانا عبدالماجد بدایونی رحمہ اللہ کے اس فعل کو کفر قرار دیا گیا:

''مرتد کی اس درجہ تعظیم کہ وہ ساری پارٹی کے اوپر ہو اور ساری پارٹی اس کے نیچے ہو، کس درجہ موجب لعنت الٰہی ہو گی؟ افسوس کہ ایسے ہی جلسے میں علمائے اہل سنت کو شرکت کی دعوت دی تھی۔ مسلمانو! تمہیں انصاف سے کہنا خدا لگتی عالم تو عالم کیا ناخواندہ سنی مسلمان بھی (جس کے دل میں اسلام کا درد اللہ اور رسول سے محبت، دشمنانِ خدا اور رسول سے بہ حکم خدا اور رسول عداوت ہو) ایسے جلسے میں شرکت روا رکھے گا؟ اس پر یہ شور مچایا جاتا ہے کہ اس جلسے میں پانچ سو علما شریک تھے، کیا یہ سب بے دین تھے؟...'' الخ

(تحقیقات قادریہ ص40، شایع کردہ جماعت رضائے مصطفی بریلی)

مولانا عبد القدیر بدایونی کی تکفیر:

جماعت رضائے مصطفی بریلی کی شایع کردہ کتاب ''تحقیقات قادریہ ملقب بہ پاسبان مذہب و ملت'' کے ابتدائی 16 صفحات میں ان تمام بدایونی بزرگوں کو خوب لتاڑا گیا ہے جو تحریک خلافت میں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات کی تکفیر کر کے ان کا تعلق اپنے سے کاٹتے ہوئے لکھا گیا کہ

''جس نے وہابیہ، دیوبندیہ، نیچریہ وغیرہم بد مذہبوں سے علاقہ رکھا اس کا علاقہ ہمارے اکابر کرام سے ٹوٹ گیا۔ وہ قادری برکاتی دائرے سے خارج ہو گیا، بلکہ مدح و ستایش کفار پر یہ فرما دیا گیا کہ کفار کی تعریف کرنے والا انہیں کفار کے شمار میں ہے، انہیں کی رسی میں ہے، انہیں کفار کے ساتھ حشر ہو گا۔''

(تحقیقات قادریہ ص9)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

"یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ" ارشاد باری ہے: اس (قیامت) دن ہم پکاریں گے ہر گروہ کو اس کے امام کے نام سے۔ اس وقت معلوم ہو گا کہ کون بوالحسینی آل رسولی برکاتی قادری محمدی کہہ کر پکارا جاتا ہے کہ کون گاندھوی تلکی شیخ الہندوی کہہ کر پکارا جاتا ہے؟"

ایک اور جگہ لکھا گیا ہے:

"جس وقت مرتد کو شیخ الہند و صدر جلسہ بنایا ہو گا مشرکین و مرتدین وہابیہ، دیوبندیہ، نیچریہ غیر مقلدین کو مسند وعظ پر بٹھایا ہو گا، جس وقت ان کو ایڈریس دیے ہوں گے، جس وقت ان کی مدح و ثنا کے خطبے پڑھے ہوں گے... سچ کہہ دینا ورنہ دل ہی میں شرما کر توبہ کا اعلان دے دینا کہ اس وقت مسلمانوں کے آقا قاتل المشرکین والکفار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسا صدمہ عظیم ہوا ہو گا... مارہرہ مطہرہ کے مشائخ کرام کی ارواح طیبات پر کیا گزری ہو گی؟ سیدی تاج الفحول بدایونی اور مولوی عبدالقیوم صاحب بدایونی کی ارواح کیسی بے چین و بے قرار ہوئی ہوں گی؟ قبریں لرز گئی ہوں گی۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

کیا شان الٰہی ہے۔ کل جن حضرات کے گھر سے بد مذہبوں کا چمکتا رد ہو رہا تھا۔ مشرکین و کفار پر لعنت برسائی جاتی تھی، تکفیر کفار کی مشین سر گرم تکفیر تھی، آج اس گھر میں بالعکس اس کے مشرکین و کفار و مرتدین و بدمذہباں سے

اتحاد، اتفاق، دوستی محبت، مودت و مالات قایم اور ان کے نیچے کام کیا جارہا ہے۔''

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(ص 9،10)

ایک اور مقام پر یوں گوہرافشانی کی جاتی ہے:

''کدھر ہیں پارٹی والے قادری برکاتی نوری ہونے کے مدعی؟ خصوصاً جلسہ جمعیت علمائے مجموعہ وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین نیچریہ مشرکین وغیرہ دہلی میں شریک ہو کر اتحادی تقریریں کرنے والے مرتد (حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن) کو اپنا صدر بنانے والے مشرک کو ہادی و مذکر مبعوث من اللہ کہنے والے اور علمائے اہل سنت اید ہم اللہ یعنی رضا خانیوں کو مخالف اسلام، نصاریٰ کا تنخواہ دار اور دشمن اسلام بتانے والے؟ ذرا گریبان میں منہ ڈال کر شرمائیں اور خود ہی انصاف کر لیں کہ حضرت میاں صاحب قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان والا شان کے مطابق شاہ ابوالبرکات و جملہ مشائخ کرام سلسلہ مارہرہ سے علاقہ رہا یا قطع ہو گیا ببین کہ از کہ بریدی وبا کہ پیوستی

ولیوں سے جدا ہوا ستم گر

ایمان نکل گیا ستم گر

(شعر 4 تحقیقات قادریہ ص8)

مولانا عبدالماجد بدایونی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالقدیر بدایونی رحمہ اللہ وغیرہ پر مزید غصہ نکالتے ہوئے لکھا جاتا ہے: ''مسلمانو! دیکھا کہ جناب مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کے پردادا اور مولوی عبدالقدیر صاحب کے والد ماجد حضرت تاج الفحول بدایونی علیہ الرحمۃ نے وعظ میں کیا نصیحت کی کہ کفار

مرتدین وہابیہ، نیچریہ روافض وغیرہم جیسے لوگوں کے ساتھ شدت بغض و عناد و عداوت کہ فعل صحابہ کرام فرمایا۔''

(ص11)

اسی بناپر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا تھا:

''(احمد رضا) خان صاحب کی روح اور ان کی موجودہ ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے افتاء کا قلم دان خان صاحب کے بے باک ہاتھوں میں گیا ہے اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ! ندوۃ العلماء والے کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، علمائے دیوبند کافر، جو انہیں کافر نہ کہے وہ کافر، غیر مقلدین اہل حدیث کافر، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کافر اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے جرم میں اپنے برادران طریقت مولوی عبدالماجد صاحب بدایونی کافر، مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کافر، کفر کی وہ بے پناہ مشین گن چلی کہ الٰہی توبہ! بریلی کے ڈھائی نفر انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔''

(فیصلہ کن مناظرہ ص75)

مولانا نعمانی رحمہ اللہ نے ڈھائی نفر مسلمانوں کا جو استثنا فرمایا ہے وہ بھی صرف ظاہری اعتبار سے ہے، ورنہ احمد رضا خان صاحب نے کفر کی ایسی زبردست مشین گن چلائی کہ اس کی زد سے خود بھی نہ بچ سکے۔ ملاحظہ ہو: احدی التسعۃ والتسعین اور شکوہ الحاد جو مجموعہ رسائل چاندپوری جلد اول میں شامل ہیں۔

بہرحال اپنے بدایونی پیر بھائیوں کی تکفیر پر آج بھی بریلوی حضرات اظہار ندامت کے بجائے خوش ہیں، بلکہ اس کو احمد رضا خان صاحب کی حقانیت اور کمال ایمان کی علامت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''شریعت غرا کے مقابلے میں ان کا کوئی اپنا نہ تھا نہ کوئی پرایا، نہ یگانہ تھا نہ بیگانہ، نہ رشتہ تھا نہ کنبہ، نہ ہم خیال نہ مخالف، نہ پیر بھائی تھا نہ کوئی استاد بھائی ... اس ہنر و خوبی کے اعتراف کے بجائے دشمن دین و ایمان اس کو اعلیٰ حضرت کے لیے معایب و مطاعن کے طور پر استعمال کرتے ہیں کہ یہ سب کو العیاذ باللہ کافر کہتے ہیں۔ نہ پیر بھائیوں کو چھوڑا نہ ہم خیال علماء کو بخشا... حالانکہ یہی ان کا ایمان کمال گواہی دے رہا ہے کہ آں جناب کو کسی سے ذاتی پرخاش نہ تھی ... اگر ایسا نہ ہوتا تو البتہ دیوبندی حضرات کہتے کہ دیکھیے! میرا اور فلاں کا جرم ایک ہے لیکن ہماری تکفیر کی، فلاں صاحب ان کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے اس لیے ان کی تکفیر نہیں کی، یہ دورنگی محض اغراض دنیاوی کی بنا ہے۔''

(انوار رضا ص424)

مولانا معین الدین اجمیری کی تکفیر:

سلسلہ خیر آبادی کے خاتم حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ اکابر علمائے دیوبند کو سچا پکا مسلمان سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ ''فیصلہ خصومات'' میں علمائے دیوبند کے سچے پکے حنفی اہل سنت و جماعت ہونے پر جن چھ سو سے زائد اکابر علما کے دستخط موجود ہیں۔ ان میں نمبر 137 پر مولانا موصوف کے دستخط موجود ہیں۔ نیز مولانا موصوف نے احمد رضا خان صاحب کے خلاف ایک رسالہ ''القول الاظہر فیما یتعلق بمسئلۃ الاذان عند المنبر'' تالیف فرمایا تھا بعد ازاں احمد رضا خان صاحب کے فرزند ارجمند جناب حامد رضا خان نے مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کے خلاف ایک رسالہ تحریر کیا، اس میں لکھا:

''القول الاظہر سے ظاہر ومترشح ہے کہ اس کے مصنف کے نزدیک حد درجے کے مفسدین فی الدین گنگوہی و تھانوی ونانوتوی ودیوبندی مرتدین مسلمان ہیں۔''

(اجلی انوار رضا ص13)

اور جو شخص حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی و حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کو مسلمان سمجھے اس کے بارے میں احمد رضا خان صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ ''جو شخص ان کو مسلمان سمجھے یا ان کے کفر میں شک رکھے یا ان کے کفر میں توقف کرے وہ بھی کافر ہے۔''

(حسام الحرمین ص6 ملخصاً)

مسٹر محمد علی جناح کی تکفیر:

مولوی محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

(1)... ''اور مسٹر جینا ان کا قائد اعظم ہے، اگر صرف انہیں دو کفروں پر اکتفا کرتا تو قائد اعظم کی خصوصیت ہی کیا رہتی؟ لہٰذا وہ اپنی اسپیچوں اپنے لیکچروں میں نئے نئے کفریات قطعیہ بکتا رہتا ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص119)

(2)... ''بہ حکم شریعت مسٹر جینا اپنے ان عقاید کفریہ قطعیہ خبیثہ کی بنا پر قطعاً مرتد اور خارج از اسلام ہے۔ جو شخص اس کے کفروں پر مطلع ہونے کے بعد اس کو مسلمان جانے یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر کہنے میں توقف کرے وہ بھی کافر و مرتد اور شر اللئام اور بے توبہ مرا تو مستحق لعنت عزیز علام۔''

(تجانب اہل سنت ص122)

مولوی حشمت علی لکھتے ہیں:

(3)... ''مسٹر جینا جیسے کھلے ہوئے مرتد کو ہند و مسلم اتحاد کا پیغام بر ملکہ سیاسی پیغمبر کہہ دیتا ہے۔''

(مظاہر الحق الاجلی ص33)

(4)... اس کے علاوہ کتاب قہر القادر علی الکفار اللیاڈر مصنف مولوی محمد طیب دانا پوری کے صفحہ 4، 12، 18 میں بھی مسٹر جناح کی تکفیر کی گئی ہے۔

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کی تکفیر:

مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم (1357ھ/1938ء) پر بریلویوں کے فتویٰ کفر کے سلسلے میں عبدالمجید سالک (م1379ھ/1959ء) رقم طراز ہیں:

''سلطان ابن سعود کی تطہیر حجاز کے غلغلے نے ہندوستان میں مسلمانوں کو دو مذہبی کیمپوں میں تقسیم کر رکھا تھا... علامہ اقبال سلطان ابن مسعود کی حمایت میں بیان دے چکے تھے اور بدعتی علما ان کے خلاف خار کھائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک خوش طبع مسلمان کو دل لگی سوجھی، اس نے ایک استفتا مرتب کر کے مولانا ابو محمد سید دیدار علی شاہ خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کو بھیج دیا۔ یہ صاحب اپنے شوقِ تکفیر کے لیے بے حد مشہور تھے۔ چناں چہ متعدد اکابر مسلمین کو کافر بنا چکے تھے۔ اس خوش طبع مسلمان نے اپنا نام ''پیرزادہ محمد صدیق سہارن پوری'' تجویز کیا۔''

(ذکر اقبال ص127)

چنانچہ احمد رضا خان صاحب کے خلیفہ اور بریلویوں کے ''امام المحدثین'' مولوی دیدار علی صاحب بانی مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور نے علامہ اقبال مرحوم کو کافر قرار دے دیا اور ساتھ ہی ان کے بائیکاٹ کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''جب تک ان کفریات سے قایل اشعارِ مذکورہ توبہ نہ کرے اس سے ملنا جلنا تمام مسلمان ترک کر دیں ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے۔''

(ذکر اقبال ص129، سرگزشت اقبال ص191)

ڈاکٹر عبدالسلام خورشید اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''یہ ایک بہت بڑی دھاندلی تھی، چنانچہ چاروں طرف شور مچ گیا، مولوی دیدار علی صاحب پر لعن طعن و ملامت ہوئی، مولانا سید سلیمان ندوی (خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی) نے اس فتوے کو جاہلانہ فتویٰ قرار دیا۔''

چونکہ اقبال مرحوم پر کفر کا فتویٰ لگانے والے بریلوی عالم ریاست الور کے رہنے والے تھے، اس لیے علامہ نے الور کے عنوان سے مفتی مذکور کے خلاف درج ذیل چار اشعار سپرد قلم فرمائے اور اسے انسانیت سے عاری اور اس کی اس حرکت کو گدھا پن قرار دیا۔

گر فلک در الور انداز وترا
اے کہ می داری تمیز خوب وزشت
گویمت در مصرعہ برجستہ
آں کہ برقرطاسِ دل باید نوشت

آدمیت در زمین او مجو!
آسمان این دانہ در الور نہ کشت
کشت اگر زآب و ہو خرستۂ است
زاں کہ خاکش را خرے آمد سرشت

(ڈاکٹر جاوید اقبال، روز گار فقیر ج2 ص232)

مولانا ظفر علی خان پر فتویٰ کفر:

مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ (م1376ھ/1956ء) کی جانب جب بریلوی علمائے کرام کی عنایات متوجہ ہوئیں تو موصوف کو بھی فتویٰ تکفیر کا نشانہ بننا پڑا۔ چنانچہ احمد رضا خان صاحب کے صاحب زادے اور بریلویوں کے مفتی اعظم ہند محمد حامد رضا خان صاحب نے مولانا ظفر علی خان پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ جسے بعد میں بریلویوں کے سابق مفتی اعظم پاکستان اور شیخ الحدیث دار العلوم حزب الاحناف لاہور سید ابو البرکات احمد بن سید دیدار علی شاہ الوری، والد محترم سید محمود رضوی صاحب نے پچپیں سے زاید دیگر بریلوی علما سے دستخط کرانے کے بعد کتابی صورت میں شایع کیا اور اس کا نام رکھا ''سیف الجبار علی کفر زمیندار'' مسمیٰ بہ نام تاریخی ''القسورۃ علی ادوار الحمر الکفرۃ'' ملقب بہ لقب تاریخی ''ظفر علی رمۃ من کفر'' اس فتوے پر دستخط کرنے والوں میں بریلویوں کے صدر الشریعہ مولوی محمد امجد علی صاحب مصنف ''بہار شریعت'' اور ان کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی اور شاہ احمد نورانی کے تایا جان مولوی مختار احمد صدیقی میرٹھی بھی شامل ہیں۔ اسی فتوے پر مولانا ظفر علی خان مرحوم نے فرمایا

تھا۔

کوئی ترکی لے گیا اور کوئی ایران لے گیا
کوئی دامن لے گیا کوئی گریبان لے گیا
رہ گیا تھا نام باقی اک فقط اسلام کا
وہ بھی ہم سے چھین کر احمد رضا خان لے گیا

مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ کی جب تکفیر کی گئی تو مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ نے اپنے اخبار ''ہمدرد'' میں اس کے بارے میں ایک مضمون شایع فرمایا تھا۔ وہ ہم یہاں پر نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

شغل تکفیر:

بیسویں صدی ایجادات کے لیے مشہور ہے۔ دنیا کی آنکھوں نے اس صدی میں بہت سی ایجادات دیکھی ہیں۔ ہندوستان جنت نشان کے بعض خاص قسم کے علماء اگر کوئی خاص قسم کی ایجاد نہ کر سکتے تھے تو کیا ان کے لیے بھی ناممکن تھا کہ فتوائے کفر کے پرانے طریقے کو جلا دے کر اس میں الٹی سیدھی کوئی جدت پیدا کر سکتے۔ ایسے زمانے تو بہت کم ہیں کہ جب علما کا کوئی طبقہ ایسا موجود نہ ہو جو مسلمانوں کو کافر بنائے، لیکن ہمارے ہندوستان کے مولویوں کے اس طبقے نے جس کا دار الصدر بریلی شریف ہے اس سلسلے میں خاص نام پیدا کیا ہے۔ شغلِ کفر ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے۔

مسلمان مریں یا جئیں، ان کی حالت تباہ ہو یا برباد، ان کے لیے ایک اور صرف ایک کام ہے، یعنی اچھے خاصے مسلمانوں کو کافر بنانا، اس صنعت کفر

سازی میں خوبیاں پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ جدت بھی یقینا قابل تعریف ہے کہ تو کافر۔ تجھے کافر نہ سمجھنے والا کافر۔ تیری بیوی پر طلاق۔ تجھے کافر نہ سمجھنے والے کی بیوی پر طلاق۔ غنیمت یہ ہے کہ ابھی تک سلسلہ اس سے آگے نہیں بڑھا۔ اگر طبع رسا زیادہ جولانیاں دکھانے لگے تو خدا معلوم سوائے کافر بنانے والے مولانا کے اور کوئی مسلمان باقی رہے بھی یا نہیں؟ یہ تو کچھ مشکل ہی نہیں کہ تو کافر، تیری اولاد کافر، تیری اولاد کی اولاد کافر، تیری بیوی پر طلاق، تیری اولاد کی بیویوں پر طلاق وغیرہ وغیرہ۔ اگر لیل ونہار یہی ہیں تو اندیشہ ہے کہ کفر اور طلاق کے اعلان بالجہر کا مرض بہت بڑھ جائے گا۔ اگر آپ نام نہاد انجمن حزب الاحناف کی کاروائیوں کو پڑھیں تو آپ ہماری طرح اس اندیشے میں گرفتار ہو جائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ ''سیاست'' و''زمین دار'' کے مقاطعہ کی تجویز حزب الاحناف میں پیش کی گئی۔ جرم یہ تھا کہ علماء کے خلاف لکھتے ہیں۔ تجویز پر گفتگو میں بات کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی۔ مولوی دیدار علی صاحب شعر پڑھنے لگے۔ مولوی ظفر علی خان کے اشعار کفر کی دلیل میں پیش کیے گئے۔ پھر کیا تھا جو اٹھتا تھا کافر بناتا ہوا اٹھتا تھا۔ کافر بنانے والے بڑے باپ کے بڑے بیٹے حامد رضا خان صاحب بھلا اس میں کیوں کر حصہ نہ لیتے؟ انہیں تو بڑا حصہ لینا چاہیے تھا۔ کفر کے فتوے میں کون سی دیر لگتی ہے۔ ظفر علی خان کافر، اس کی بیوی پر طلاق ہے، کافر نہ سمجھنے والا کافر، اس کی بیوی پر بھی طلاق۔ یہ تھا فتویٰ۔

پنجاب کے بڑے پیر جماعت علی شاہ صاحب نے بھی بیان کیا جاتا ہے

کہ اس فتویٰ پر مہر تصدیق ثبت کی۔ اصل تجویز تو کچھ بہت پیچھے سی پڑ گئی البتہ کافر گری کا شغل بہت نمایاں ہو گیا لیکن جب کچھ دیر بعد ہوش آیا تو مقاطعہ کی تجویز پھر یاد آ گئی۔ وعدے ہوئے، دعوے ہوئے اور تجویز پاس ہو گئی۔ غرض یہ کہ یہ جلسہ ختم ہو گیا، ممکن ہے کہ بعض لوگوں کو یہ خیال ہو کہ ہم نے بڑا کام کیا۔ لیکن جو شخص سوچ سمجھ سکتا ہے وہ تو اس جلسے کا حال سن کر خون کے آنسو روئے گا۔ آج مسلمانوں کی جو کچھ حالت ہے کیا اس کا اقتضا یہ ہے کہ اس قسم کی لغویات میں وقت ضائع کیا جائے؟ اور ایسی مثالیں دنیا کے سامنے پیش کی جائیں جس سے مسلمان شرمندہ ہوں اور دشمنان اسلام خوش۔

(ہم درد بہ حوالہ روزنامہ سیاست: 4 جون 1925ء: ص7)

مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کی تکفیر:

علی برادران بھی بریلویوں کے خنجر تکفیر سے نہ بچ سکے چنانچہ مولانا شوکت علی صاحب رحمہ اللہ کو کسی شخص نے حامیانِ اسلام میں سے کہا تو اس پر ارشاد ہوتا ہے:

''شوکت علی صاحب کو حامیان اسلام میں گنا ہے، مگر یہ وہی ہیں جنہوں نے مشرکین کی خوش نودی خدا کی خوش نودی مانی، رام دہائی پکاری، خدا کی رسی مضبوط پکڑنے پر دین جاتا رہنا بتایا۔''

(دوامغ الحمیر ص21)

نیز ان دونوں حضرات کے وجوہ کفر میں سے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے:

''میرٹھ میں پنڈت سیتا رام پریذیڈنٹ جلسہ نے ایک قابلانہ تقریر کی اور شوکت علی کو پنڈت اور محمد علی کو لالہ کے خطاب سے منسوب کیا، جس پر ان

دونوں نے اظہار مسرت کیا۔''

(تحقیقات قادریہ ص42)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

''جب انہوں (علی برادران) نے مشرک کو اپنا امام ورہنما مانا تو امام اوپر ہونا ہی چاہیے اور یہ سب اس کے نیچے ضرور ہوں گے۔ لہٰذا یہ تشبیہ دینی ضرور تھی کہ دماغ (گاندھی) اوپر مخدوم اور ہاتھ (علی برادران) کے نیچے اور دماغ کے خادم ہیں۔''

(تحقیقات قادریہ ص25)

چوں کہ بریلوی حضرات کے نزدیک یہ دونوں حضرات کافر و مرتد تھے اس لیے ان کی وفات کے بعد بریلوی صاحبان غیر مسلموں کے مانند لفظ ''آں جہانی'' سے ان حضرات کو یاد کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس والوں کے کفر وارتداد پر احمد رضا خان صاحب کے فتوے ''الدلائل القاہرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ'' کو جب 1942ء میں مسلم لیگ پر چسپاں کر کے شائع کیا گیا تو اس میں درج تھا:

''ستمبر 1917ء کے سالانہ اجلاس میں مسلم لیگ میں مشہور گاندھی لیڈر محمد علی آں جہانی اس کے صدر ہوئے، مگر جب وہ بہ وجہ ممانعت گورنمنٹ شریک نہ ہو سکے تو کرسی صدارت پر ان کا فوٹو آویزاں کر دیا گیا۔''

(الدلائل القاہرہ، طبع بمبئی 1942ء ص3)

''الدلائل القاہرہ'' یہ مسلم لیگ کے خلاف وہ فتویٰ ہے جس پر 80 رضا خانی علما کے دستخط ثبت ہیں، لیکن افسوس کہ اب لاہور کے ایک بریلوی مکتبہ

نے مسلم لیگ کے خلاف مواد خارج کر کے شائع کیا ہے۔ مگر الحمد للہ! انجمن ارشاد المسلمین لاہور نے رسالہ مذکورہ کا 1942ء والا ایڈیشن عکسی صورت میں شائع کر دیا ہے۔ مولانا شوکت علی رحمہ اللہ کے بارے میں بریلویوں کے شیر بیشہ سنت مولوی حشمت علی صاحب ارشاد فرماتے ہیں:

''لیگیوں کے ایک بڑے بھاری بھرکم لیڈر آں جہانی بابائے خلافت الخ''

(احکام نوریہ شرعیہ بر مسلم لیگ ص25)

بریلوی حضرات کے فتوے کی رو سے اب جو لوگ ان بزرگوں کو کافر قرار نہیں دیں گے وہ خود کافر ہو جائیں گے (مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور علی برادران کے بارے میں توبہ کا جو ڈھونگ آج کل کے بریلویوں نے رچایا ہے، اس کے مکمل اور صحیح پوسٹ مارٹم کے لیے ''مجموعہ رسائل چاند پوری، جلد اول کے ص46 تا 51 کا حاشیہ ملاحظہ فرمالیں)۔

مولانا الطاف حسین حالی کی تکفیر:

طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

(1)... ''الطاف حسین حالی نے ایک مسدس لکھا، جس کا نام مد و جزر اسلام رکھا۔ نیچری لیڈروں و صلح کلی واعظوں نے اس کی اشاعت میں ایڑی چوٹی کے زور لگائے۔ اس نے اپنے مسدس کے 3 و 4 پر اپنے نیچری شاعر بن جانے کا سبب ان لفظوں میں لکھا ہے۔

(تجانب اہل سنت ص297)

(2)... ''شبلی و حالی دونوں کے اقوال سے اتنا ضرور ثابت ہو گیا کہ ان دونوں کو

گمراہ و بے دین بنانے والی، ان دونوں کے دین و ایمان کو مٹانے والی وہی سر سید احمد خان کولی علی گڑھی کی کافرانہ و ساحرانہ نگاہ تھی۔"

(تجانب اہل سنت ص298)

(3)... "یہ کفریات معلونہ تو وہی ہیں جو امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے اپنی ناپاک کتاب تقویۃ الایمان میں بکے۔"

(تجانب اہل سنت ص298)

(4)... "حالی نے امام الوہابیہ کی شاگردی میں ان سب کفروں کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کر دیا۔"

(تجانب اہل سنت ص299)

(5)... "تو اس بے دین قائل (حالی کو) کافر مرتد ماننا پڑے گا۔"

(تجانب اہل سنت ص302)

(6)... "اس کفر ملعون میں حالی و مشرقی دونوں متحد و مشترک ہیں۔"

(تجانب اہل سنت ص324)

(7)... "مسٹر حالی کے اس مسدس میں بیسویں کفریات کے انبار ہیں اور ہزاروں ضلالات کے طومار۔"

(تجانب اہل سنت ص334)

(8)... "بہر حال حالی و شبلی کا محض خدمت خلق و احسان الی الخلق کے حیلہ مکذوبہ و بہانہ کاذبہ کی بنا پر تمام مسلمانوں کو قطعاً کافر و بے دین بنانا... قطعی کفر و ارتداد ہے اور یقینی زندقہ والحاد۔"

(تجانب اہل سنت ص322)

اس کے علاوہ اسی کتاب کے صفحہ 302،304،316،317،360

میں آپ پر ''صلح کلیت''، ''نیچریت''، تکذیب آیات الٰہیہ''، ''توہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' اور ''تحریف مسائل ضروریہ'' کا الزام لگا کر کافر و مرتد کہا گیا ہے۔

علامہ اقبال کی تکفیر:

مولانا محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں:

(1)... ''اور زمانہ حال کے مشہور شاعر ڈاکٹر اقبال بہت نمایاں ہستی رکھتے ہیں۔ ان کی ''صلح کلیت'' اپنی حد سے گزر کر شدید نیچریت و دہریت تک پہنچی ہوئی ہے۔ انہوں نے اپنے مضامین میں نظم و نثر کے ذریعے سے نیچریت کا زبردست پرچار کیا ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص289)

(2)... ''اسی طرح فلسفی ڈاکٹر اقبال صاحب نے اپنی فارسی و اردو نظموں میں دہریت اور الحاد کا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہے۔ کہیں اللہ عزوجل پر اعتراضات کی بھرمار ہے، کہیں علمائے شریعت و ائمہ طریقت پر حملوں کی بوچھاڑ ہے، کہیں سیدنا جبرئیل امین و سیدنا موسیٰ کلیم و سیدنا عیسیٰ مسیح علیہم السلام کی تنقیصوں توہینوں کا انبار ہے، کہیں شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ واحکام مذہبیہ وعقاید اسلامیہ پر تمسخر و استہزا و انکار ہے، کہیں اپنی زندیقیت و بے دینی کا فخر و مباہات کے ساتھ کھلا ہوا اقرار ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص334، 335)

اس کے علاوہ اسی کتاب کے صفحہ 336، 337، 341، 343 میں ڈاکٹر اقبال مرحوم پر ان کے اشعار کے تنقیدی سلسلے میں مختلف قسم کے تکفیری و

ارتدادی الزامات لگا کر بڑی ہوشیاری سے مندرجہ ذیل عبارت میں آپ کو بھی اسلام سے خارج کر دیا ہے۔

(3)... ''مسلمانان اہل سنت خود ہی انصاف کر لیں کہ ڈاکٹر صاحب کے مذہب کو سچے دین اسلام کے ساتھ کیا تعلق ہے؟''

(تجانب اہل سنت ص341)

مزید لکھتے ہیں:

''سائنس کے یہی وہ ہمیات کاذبہ اور خرافات باطلہ ہیں جن کا پتا ڈاکٹر اقبال جیسا ترجمان حقیقت جب حضرات علمائے اہل سنت کی درس گاہوں میں نہیں پاتا ہے تو وہ بھی آٹھ آٹھ آنسو رو رو کر بال جبریل کے صفحہ 17 پر یہ مرثیہ گاتا ہے... بالجملہ جو شخص سائنس کے وسوسات کاذبہ وہوسات عاطلہ پر آنکھ بند کر کے ایمان لے آئے اور ان پر بھروسا کر کے ارشادات الٰہیہ کو جھٹلائے وہ بہ حکم شریعت مطہرہ یقینا بے ایمان وبے دین ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص334)

سرسید احمد خان کی تکفیر:

(1)... مولانا احمد رضا صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عرض: بعض علی گڑھ ہی کو سید صاحب کہتے ہیں۔ ارشاد: وہ تو ایک خبیث مرتد تھا۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، مطبوعہ لکھنؤ ج3 ص71)

مولانا محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

(2)... ''نیچریت بھی مادر وہابیت کی دختر نوزایدہ ہے اور اس کے عقاید اس سے

بھی اخبث وانجس ہیں۔اس کا بانی پیر نیچر سر سید احمد خاں کولی علی گڑھی ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص20)

(3)... ''بہر حال جو شخص پیر نیچر (سر سید) کے کفریات قطعیہ یقینیہ میں سے کسی ایک ہی کفر پر مطلع ہونے کے بعد اس کے کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر و مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی بہ حکم شریعت مطہرہ قطعاً یقینا کافر و مرتد اور بے توبہ مرا تو مستحق عذاب ابدی ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص86)

اس کے علاوہ اسی کے کتاب کے صفحہ 22، 23 میں آپ کی تکفیر کی گئی ہے۔اور صفحہ 35، 49، 85، 218، 225 میں سر سید کو ''مرتد اکفر پیر نیچر'' کے خطاب سے یاد کیا گیا ہے۔

سر سید کے نورتن کی تکفیر:

مولانا محمد طیب دانا پوری لکھتے ہیں: ''جس طرح بے دین بادشاہ اکبر نے اپنے نورتن بنائے تھے جو اس کے وزیران حکومت اور مشیران سلطنت تھے اسی طرح پیر نیچر نے بھی اپنے نورتن بنا رکھے تھے، جو پیر نیچر کے وزیران نیچریت اور مشیران دہریت اور مبلغین زندیقیت تھے، جن کے نام یہ ہیں:

(1)نواب المحسن الملک مہدی علی خاں، (2)نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی خاں، (3)نواب انتصار جنگ مولوی مشتاق حسین، (4)مولوی الطاف حسین حالی، (5)شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ، (6)مولوی مہدی حسن، (7)سید محمود خاں، (8)شبلی نعمانی اعظم گڑھی، (9)ڈپٹی نذیر احمد خاں دہلوی۔''

(تجانب اہل سنت ص86، 87)

ہندوستان کی تمام مسلم جماعتوں

اور

اسلامی انجمنوں کی پرزور تکفیر

مولوی محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

"اسی پیر نیچر (سرسید) کے اذناب و متبعین و مقلدین و مرتدین نیاچرہ ہیں، جو مسلمانوں کے دین وایمان اور ان کے دنیوی سروسامان پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے ہمیشہ نئی نئی کمیٹیاں نئی نئی پارٹیاں گھڑتے رہتے ہیں اور کبھی بندگان زر اور بدنام کنندہ نکو نامے چند نام کے مولویوں کو اپنے کفری مقاصد کی ترویج واشاعت کے لیے اپنا آلہ کار بنالیتے ہیں۔

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس و ندوۃ العلماء و خدام کعبہ و خلافت کمیٹی و جمعیت علمائے ہند و خدام الحرمین و اتحاد ملت و مجلس احرار و مسلم لیگ و اتحاد کانفرنس و مسلم آزاد کانفرنس و نوجوان کانفرنس و نمازی فوج و جمعیۃ تبلیغ الاسلام انبالہ و سیرت کمیٹی پٹی ضلع لاہور و امارت شرعیہ بہار شریف و آل پارٹیز کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں اسی مقصد کے لیے انہیں کفرہ نیاچرہ نے اپنی نیچریت و دہریت پھیلانے اور بھولے بالے مسلمانوں کو دین سے آزاد اور دنیوی سر و سامان سے بھی تہی دست بنانے کے لیے وقتاً فوقتاً خود اپنے ہاتھوں سے یا دوسرے بددینوں و بدمذہبوں کو اپنا شریک کار بنا کر یا بعض جاہلوں، سادہ لوح بے وقوفوں یا

چند دین فروش و نیاچرہ و نیا خر ملانوں کو اپنے دام فریب میں پھانس کر انہیں اپنا آلہ کار بنا کر گڑھی ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص 90)

مولوی محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

''اور نیچری مرتدوں کو اپنی ہنگامہ آرائیوں کے لیے ایسے بھولے بھالے سنی مسلمانوں، دین پاک کے نام پر جی جان سے قربان ہونے والوں کی ضرورت تھی تو ان بے ایمانوں نے ان عوام مسلمین کے پھانسنے کے لیے اصلاح قوم کے نام سے قومی عصبیت کو آڑ بنا کر بننے والوں کی مومن کانفرنس، جمعیۃ المومنین، جمعیۃ الانصار، روئی دھنکنے والوں کی جمعیۃ المنصور، کپڑا سینے والوں کی جمعیۃ الادریسیہ، قصابوں کی جمعیۃ القریش، سبزی فروشوں کی جمعیۃ الراعین، پٹھانوں کی افغان کانفرنس، میمنوں کی میمن کانفرنس، مسلم کھتریوں کی مسلم کانفرنس، عباسیوں کی جمعیۃ آل عباس، کنبوہوں کی آل انڈیا کنبوہ کانفرنس، پنجابیوں کی آل انڈیا پنجابی کانفرنس وغیرہ کمیٹیاں خود گڑھیں یا اپنے دام افتادوں سے گڑھوائیں، تاکہ غریب دین دار مسلمانوں کی قومی جکڑ بندیوں میں جکڑ کر قومی ترقی، قومی اصلاح و فلاح کا سبز باغ دکھا کر ان کو گم راہ کیا جا سکے اور ایسی کمیٹیوں کی بنا محض قومیت پر رکھی۔ دین و مذہب کو نظر انداز کر دیا گیا اور ایسے عمل درآمد رکھے گئے کہ اپنی قوم کا ہر فرد اگرچہ وہ دیوبندی ہو، نیچری ہو یا خارجی رافضی ہو یا لیگی خاک ساری ہو یا احراری قادیانی ہو یا گاندھوی کانگریسی ہو وہ اپنا قومی بھائی، اپنے خاندان والا اپنا رشتہ دار ہے۔ اگرچہ وہ کافر مرتد ہو لیکن قومیت کی بنا پر وہ صلہ رحم کے تمام

احکام کا حق دار ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص91)

مولوی محمد طیب داناپوری لکھتے ہیں:

''جواب سوال پانزدہم! وہابیہ، دیوبندیہ و قادیانیہ وروافض و نیاچرہ و خاک ساریہ و چکڑالویہ و احراریہ و جٹادہاریہ و آغا خانی وہابیہ بہابیہ، وہابیہ غیر مقلدین، وہابیہ نجدیہ و لیگیہ غالیہ و صلح کلیہ غالیہ اپنے عقاید کفریہ قطعیہ یقینیہ کی بنا پر بہ حکم شریعت قطعاً یقینا اسلام سے خارج اور کفار و مرتدین جو مدعی اسلام ان میں سے کسی کے قطعی یقینی کفر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے بھی اس کو مسلمان کہے یا اس کے کافر و مرتد ہونے میں شک رکھے یا اس کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بھی یقینا کافر مرتد ہے اور بے توبہ مرا تو مستحق نار ابد۔''

(تجانب اہل سنت ص453)

''نیچریت اگرچہ فی الحقیقت وہابیت ہی کی ایک شاخ ہے، مگر آج کھلے طور پر اسلام کی بیخ کنی اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی ضرر رسانی میں نیچریہ مرتدین ان وہابیہ ملعونین سے بدرجہا بڑھے چڑھے ہوئے ہیں۔ بھولے بھالے سنی مسلمانو! بچو تم گم راہوں اور گم گروں سے۔''

(تجانب اہل سنت ص94)

''سنی مسلمانوں پر فرض شرعی دینی مذہبی قرآنی ایمانی قطعی یقینی ہے کہ اس قسم کے تمام مریدوں اور بے دینوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بھائی یا بیٹے ہوں یا ان کے کنبے قبیلے والے ہوں خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لیے قطعاً علاحدہ و بے زار رہیں۔ ان سے نفرت و مجانبت برتیں۔ ان

سے مسلمانوں کے سے جملہ تعلقات قطعاً قطع کر دیں۔ ان کو اپنی اپنی جماعت و برادری سے خارج کر دیں۔ اسی میں ان کے ایمان کی سلامتی ہے... اور جو شخص اس حکم شرعی کو حق نہ مانے اور اس کو جھگڑا اور فساد اور نااتفاقی بتائے وہ بہ حکم قرآن عظیم انہیں بے ایمانوں کے حکم میں ہے، انہیں کی طرح کافر ہے۔ قیامت کے روز انہیں کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جائے گا، انہیں کے ساتھ ابدی نار میں داخل ہوگا۔ اور جو شخص اس حکم شرعی کو حق مانتا ہو مگر دنیوی راحت و آرام و آسایش کی خاطر باوصف قدرت و استطاعت اس پر عمل نہ کرے وہ سخت ترین فاسق، شدید ترین گناہ گار، مستحق غضب جبار لایق دخول نار سزاوار لعنت کردار ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص454)

مجلس احرار اسلام کے ارکان اور دیگر سیاسی لیڈران کی تکفیر

مولانا ابو الکلام آزاد، شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی، مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، سرحدی گاندھی عبدالغفار خان پشاوری، امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی کی پرزور تکفیر:

مولانا طیب دانا پوری نے تجانب اہل سنت کے ص:453 میں ہندوستان کی اسلامی انجمنوں اور جماعتوں کی تکفیر کی ہے۔ اس میں مجلس احرار اسلام کا ساتواں نمبر ہے۔ اس کے بعد مجلس احرار اسلام اور موصوف الصدر بزرگان ملت کو جن مہذب الفاظ میں یاد کیا گیا ہے۔ وہ بریلویوں کی تہذیب و شرافت کا ایک روشن منارہ ہے۔

''فرقہ احرار اشرار بھی فرقہ نیچریت کی ایک شاخ ہے۔ اس ناپاک فرقے کے بڑے بڑے مکلبمین یہ ہیں۔ ملکی جی امام الخوارج مبلغ وہابیہ ایڈیٹر النجم عبدالشکور کاکوروی، صدر مدرسہ دیوبند حسین احمد اجودھیا باشی، شبیر احمد دیوبندی، عطاء اللہ بخاری، حبیب الرحمن لدھیانوی، احمد سعید دہلوی، نائی عن الاسلام کفایت اللہ شاہ جہان پوری، عبدالغفار خان سرحدی گاندھیاس فرقہ کا سرغنہ ابو الکلام آزاد ہے جو امام الاحرار کہلاتا ہے۔ مرتد عبدالشکور ایڈیٹر النجم خارجی کاکوروی کے عقاید خبیثہ کی تفصیل بازغ مع رد بالغ... میں ملاحظہ ہو۔''

(تجانب اہل سنت ص160)

(2)... ''بہر حال جو شخص احراریوں کے ان ناپاک اقوال ملعونہ پر مطلع ہونے کے بعد بھی ان کے قائلین کے قطعی یقینی کافر مرتد ہونے میں شک رکھے یا ان کو کافر مرتد کہنے میں توقف کرے وہ بہ حکم شریعت قطعاً یقینا کافر مرتد ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص177)

(3)... ''ان ناپاک ملعون عبارتوں میں دین سے آزاد مسٹر ابوالکلام مرتد نے صاف صاف بک دیا۔''

(تجانب اہل سنت ص168)

(4)... ''امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی کی عبارت کفریہ سے جو ناپاک مطلب کھلم کھلا ظاہر ہے جس کا مرتد ابو الکلام آزاد نے قطعاً یقینا التزام کیا، اس کا ماننے والا اور ایسا بکنے والا قطعاً یقینا کافر مرتد ہے اور بے توبہ مرا تو ابدی حالک و خاسر ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص176)

(5)... اور اسی کتاب تجانب اہل سنت کے صفحہ 89، 164، 166، 167، 169، 174، 176 میں امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کو ''مرتد ابو

الکلام آزاد'' کے مہذب لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

بریلوی عالم مولوی محبوب علی خان لکھتے ہیں:

(6)... ''حسین احمد اجودھیا باشی نے کتنے جھوٹ بولے ... اجودھیا باشی کو یہ فریب کاری، مکاری، عیاری دجال کرنے کی کیا ضرورت پڑی اور اجودھیا باشی جی کذاب، دجال، مکار، عیار اور مستحق لعنت جبار ہوئے۔''

(برق خداوندی ص5)

(7)... ''اجودھیا باشی کذاب دجال مکار ملعون غدار ہوئے... دیوبندیوں کا شیخ الاسلام اتنا کذاب ودجال ہوا کرتا ہے۔''

(برق خداوندی ص6)

اس کتاب میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی صاحب کو بلاوجہ و بلا سبب اپنی گالیوں کا آماج گاہ بنایا ہے۔ تمام کتاب آپ ہی کی برائیوں سے بھری پڑی ہے۔ صرف دو صفحے میں آپ کے بارے میں یہ الفاظ لکھے گئے ہیں:

1... ''آپ ٹھیٹ کافر مرتد ہوئے۔''

2... ''آپ کھلے ہوئے کافر مرتد ہوئے۔''

3... ''آپ ڈبل کافر مرتد ہوئے۔''

4... ''آپ اشد کافر مرتد ہوئے۔''

5... ''آپ کافر مرتد ہوئے۔''

(برق خداوندی ص143، 144)

شاہ ابن سعود اور عام نجدی مسلمانوں کی پرزور تکفیر:

(1)... مولانا محمد طیب دانا پوری اپنی کتاب تجانب اہل سنت کے صفحہ 257،

259 میں شاہ ابن سعود والیٔ حجاز کو

''ابن سعود خَذَلَهُ الْمَلِكُ الْمَعْبُوْدُ''

اور ''ابن سَعُوْد قَبَّحَهُ الْمَلِكُ الْوَدُوْدُ'' جیسے قبیح الفاظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

''کفار نجد کے اس مجموعہ خبیثہ میں اور بھی بہ کثرت کفریات قطعیہ وارتدادات یقینیہ اہلے گہلے پھر رہے ہیں، مگر آدمی کے کافر و مرتد ہو جانے کے لیے معاذ اللہ ایک ہی کفر وارتداد بس ہے۔''

(تجانب اہل سنت ص263)

(2)... ''بہر حال شک نہیں کہ وہابیہ نجدیہ علیہم اللعنۃ السرمدیہ اپنے ان عقاید کفریہ قطعیہ کے سبب بہ حکم شریعت قطعاً یقینا کافر ومرتد اور بے توبہ مرے تو مستحق نار ابد ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص263، 264)

(3)... ''جب ملحدین نجد اپنے کفریات ملعونہ قطعیہ کو صحیح و درست مانتے ہوئے عقیدہ شفاعت پر اپنا ایمان بھی بتاتے ہیں تو بہ حکم شریعت مطہرہ خود اپنے ناپاک فتوے سے بھی کافر و مرتد ہو گئے۔''

(تجانب اہل سنت ص267)

(4)... ''آپ کو معلوم ہوا کہ دیوبندی و نجدی دونوں ایک ہی طرح کے عقاید کفریہ رکھتے ہیں۔ کفر وارتداد میں دونوں ایک دوسرے کے سگے بھائی ہیں۔''

(تجانب اہل سنت ص268)

(5)... اسی کتاب کے صفحہ 259 تا صفحہ 269 تک نجدیوں کو مندرجہ ذیل

مہذب الفاظ سے یاد کیا گیا ہے:

(1) ملاعنہ نجد (2) کفرہ نجد (3) مردہ نجد (4) مرتدین نجد (5) بے دینان نجد (6) ملاحدہ نجد (7) ائمہ نجد (8) نجدی مرتدوں۔

شاہ ابن سعود رحمہ اللہ کے صاحب زادے کا استقبال کرنے والے امام مسجد زکریا (بمبئی) کی پر زور تکفیر:

(1)... ''امام زکریا مسجد بمبئی احمد یوسف نے مردود ابن سعود کے بیٹوں کا استقبال اور آداب بجالایا۔ حکومت نجدیہ و ابن سعود کے بیٹوں کی تعریف کی، نجدی مرتدوں کی مدح وثنا میں قصیدے پڑھے گئے۔''

(تجانب اہل سنت ص268)

(2)... ''امام مذکور نے صرف اپنے اعمال و اقوال سے غضب الٰہی کا استحقاق کمانے، عرش الٰہی کے لرزانے، اسلام و سنت کو ڈھانے، مخلوق خدا کو لعنت خداوندی کی طرف بلانے، سنت سے روک کر بد مذہبی پر جمانے ہی پر اکتفا کیا بلکہ اس نے حکومت شقیہ نجدیہ کی دعوت کو صحیح اور ایسی درست بتا کر جس میں کجی و نقصان نہیں اور وہابیہ نجدیہ کو مسلمان ٹھہرا کر نجدی مرتدوں کے عقاید کفریہ کی بھی تحسین و تائید کی اور بہ حکم شریعت مطہرہ ایسا شخص کافر و مرتد ہو گیا۔''

(تجانب اہل سنت ص270)

فرقہ بریلویہ کی طرف سے ممانعت حج کا فتویٰ:

حکومت سعودیہ نجدیہ کی موجودگی میں کسی مسلمان پر حج فرض نہیں ہے:

چونکہ بریلویوں کے نزدیک شاہ ابن سعود معاذ اللہ ایسے کافر مرتد ہیں

کہ جو ان کے کفر و ارتداد میں شک کرے یا ان کو اچھا جانے تو وہ بھی کافر و مرتد ہے۔ اس وجہ سے حرمین طیبین (مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ) کے رہنے والے وہ تمام مقدس مسلمان اور معلمین و مطوفین بھی شاہ ابن سعود کے مسلمان ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ اسی طرح بے شمار مسلمانوں کا طواف و حج اور زیارت روضہ اقدس بھی نہ صرف ناجائز و باطل ہو گیا بلکہ ان حجاج کرام کے ایمان و اسلام میں بھی لالے و رخنے پڑ گئے اور نیکی بر باد گناہ لازم ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے چھوٹے بیٹے مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب نے بڑی جرأت و جسارت سے یہ فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ جب تک مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ میں حکومت سعودیہ نجدیہ موجود رہے اس وقت تک کسی مسلمان پر حج فرض ہی نہیں ہوتا، چہ جائے کہ اس کی عدم ادائیگی سے گناہ لازم ہو۔ چناںچہ آپ نے اس مضمون پر ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ جس کا نام ''تنویر الحجۃ لمن یجوز التواء الحجۃ'' ہے اور مطبع اہل سنت والجماعت بریلی میں طبع ہو کر شائع ہوا۔ اس کی چند قابل تذکرہ عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔

سب سے پہلے مصطفیٰ رضا خان صاحب نے حسب عادت شاہ ابن سعود کے بارے میں ایک بے بنیاد مفروضہ اپنے دماغ و ذہن سے یہ تراشا کہ ابن سعود کی حکومت میں بدامنی و غارت گری اور قتل و خون کا بازار گرم ہے، اس لیے کسی مسلمان پر حج فرض نہیں ہے۔ حالاں کہ اس سے زیادہ بڑا جھوٹ اس دنیا میں کبھی بھی نہ بولا گیا ہو گا۔ سنیے وہ لکھتے ہیں کہ

(1)... ''یہ تو کسی سے مخفی نہیں کہ نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر و مشرک جانتی ہے اور ان کے اموال کو شیر مادر سمجھتی ہے۔ ان کا یہ عقیدہ خبیثہ اور ان کا قتل و نہب مسلمین کا عادی ہونا ہی مسلمانوں کے ان سے خوف ضرب و نہب و قتل وغارت کا کافی ذریعہ ہے اور جب کہ وہ سب ان خبثا نے کرکے دکھا دیا جس کی ان کے اس ملعون عقیدے سے قوی امید ہو سکتی تھی، اب تو عدم امن پر یقین کامل ہو گیا۔ جب ظن غالب ہی سقوط فرضیت یا عدم لزوم ادا کے لیے کافی ہے کہ ظن غالب فقہیات میں ملحق بالیقین ہے تو یقین کامل تو اس سے بھی اعلیٰ ہے۔ اب فرضیت حج یا لزوم ادا کا حکم کیوں کر ہو سکتا ہے؟''

(تنویر الحجہ ص10)

(2)... ''جب یہ معلوم ہو گیا تو ہم کہتے ہیں اور بہ جزم یقین کہتے ہیں کہ آج جب کہ حجاز مقدس میں ابن سعود منحوس اور نامسعود مخذول و مطرود و مردود اور اس کے ہم راہیان نامحمود کا نحس ورود ہے اور حسب بیان سائل فاضل و دیگر کثیر حضرات حجاج و افاضل امام مفقود ہے فرضیت ساقط ہے یا ادائے غیر لازم ہے۔''

(تنویر الحجہ ص9)

(3)... ''تو یہاں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اگر دفع شر اشرار لائم ناممکن ہو تو کسی کے نزدیک بھی اس وقت حج کرنا فرض نہیں رہتا اور ہر وہ شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل اور پہلو میں دل اور دل میں ذرا سا انصاف اور چہرے پر آنکھیں اور آنکھوں میں حق کی روشنی اور کان اور کانوں میں قوت سمع موجود ہے، دیکھتا، سنتا، سمجھتا اور اعتراف کرتا ہے کہ آج ان نجدیان نافرجام کے اس فتنے کی روک تھام حاجیوں سے ممکن نہیں ہے تو کس طرح ان پر حج کرنا فرض ہو گا؟''

(تنویر الحجہ ص12)

(4)... ''ہمارے اس واضح بیان روشن بتیاں سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جو اس مدت تک حج نہ کریں گے بہ عونہ وکرمہ تعالیٰ فتنہ معلونہ نجدیہ کا استیصال ہو اور استیصال فتنہ سے پہلے ان کا وقت آجائے گا وہ آثم (گناہ گار) نہیں مریں گے۔ جب کہ اس فتنہ ملعونہ سے پہلے ان پر حج فرض نہ ہو گیا اور انہوں نے وقت ادا نہ پالیا ہو کہ اس فتنے کے بعد سے جب تک یہ فتنہ رہے۔ ان پر معلوم ہو چکا کہ فرضیت حج یا لزوم ادا ساقط ہے گناہ تو جب ہو کہ ان پر واجب بھی ہوا ہو، نہ ان کے نزدیک وہ گناہ گار ہیں۔''

(تنویر الحجہ ص21)

''گرامی برادران! یہ تو آفتاب نصف النہار کی طرح ہر ذی عقل پر روشن اور آشکارا ہو لیا کہ ان دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا ادا لازم نہیں۔''

(تنویر الحجہ ص23)

پاک بھارت کرکٹ میچ دیکھنے والے سب کافر ہیں:

پاک بھارت کرکٹ میچ دیکھنے والوں کے بارے میں بریلویوں کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی مصنف جاء الحق کے فرزند ارجمند مفتی مختار احمد صاحب گجراتی نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ سب کافر ہیں۔ جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔ یاد رہے کہ صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے بھی پاک بھارت کرکٹ میچ دیکھا تھا۔ گویا پورا ملک پاکستان مع صدر مملکت کے کفر کی آغوش میں چلا گیا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اصل فتویٰ ملاحظہ ہو جو روزنامہ امروز میں شائع ہوا تھا۔

''سیال کوٹ (4، اکتوبر اپ پ) جمعیت علمائے پاکستان کے ممتاز لیڈر

اور جامع مسجد کے خطیب مفتی مختار احمد گجراتی نے ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کرکٹ میچ دیکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔انہوں نے فتویٰ دیا ہے کہ جو شخص پاکستان اور ہندوستان کے درمیان کرکٹ میچ دیکھتا ہے اسے دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے۔''

(روزنامہ ''امروز'' لاہور، 5 اکتوبر 1978ء ص اول کالم8)

مولانا ظفر علی خان مرحوم نے بریلویوں کے فتاویٰ کفر کے بارے میں بالکل درست اور بجا فرمایا تھا:

جب سے پھوٹی ہے بریلی سے کرن تکفیر کی
دید کے قابل ہے اس کا انعکاس وانعطاف
مشغلہ ان کا ہے تکفیر مسلمانان ہند
ہے وہ کافر جس کو ہو ان سے ذرا بھی اختلاف

ائمہ حرمین شریفین بریلوی فتوؤں کی زد میں

پہلا فتویٰ:

1... استفتاء: کیا حکم شرعی ہے مسئلہ ہذا میں کہ شیخ عبدالعزیز بن صالح امام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علمائے اہل سنت وجماعت فرماتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔اس کے بارے میں حکم شرعی ارشاد فرمائیں۔غلام حسین

الجواب ہو الموفق للصواب

صورت مسؤل عنہا میں معلوم ہو کہ مذکور امام صاحب وہابی عقاید رکھتے ہیں اور وہابی حضرات اہل سنت وجماعت کو مشرک قرار دیتے ہیں۔ایسی صورت

میں ان کی اقتدا میں اہل سنت کس طرح نماز ادا کر سکتے ہیں؟ اگر تفصیل دیکھنا ہو تو محمد ابن عبدالوہاب نجدی کی کتب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ نیز اس کے بعد جو علماء اس مسلک کے متبع رہے ہیں ان کی کتابوں سے معلوم ہو سکتی ہے۔

فقط: العبد المجیب سید شجاعت علی قادری 29 فروری 1976ء

دوسرا فتویٰ:

2… استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے متعلق کہ زید حج کو جا رہا ہے اور وہ سنی حنفی بریلوی مسلک سے تعلق رکھتا ہے۔ اس نے حج اور مدینہ پاک کی حاضر کے مسائل علماء سے سیکھنے شروع کیے۔ ایک عالم یہ فرماتے ہیں کہ حرمین کی حاضری کے دوران بیت اللہ شریف اور مدینہ پاک میں جماعت سے نماز نہ پڑھنا۔ اس لیے کہ وہاں کے امام سنی بریلوی نہیں اور نہ ہی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کے مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی، لہٰذا نماز علیحدہ ہی پڑھنا اور دوسرے عالم فرماتے ہیں کہ حتی الامکان کوشش جدا نماز پڑھنے کی کرنا، کیوں کہ وہ امام وہابی اور گستاخ ہیں۔ اگر مجبوراً نماز ان کے پیچھے پڑھنی پڑ جائے تو ہو جائے گی۔ براہ کرم آپ بادلیل واضح فرمائیں کہ زید (یعنی بندہ خود) حج پر جا رہا ہے نماز کیسے ادا کرے؟ فتوے سے ذرا جلد نوازیں کیونکہ بندہ خود حج پر جا رہا ہے۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

معرفت عبدالرسول ہاشمی، مکان نمبر 26، بلاک اے، وہاڑی بازار، بورے والا، ملتان

الجواب وہو الموفق للصواب

حرمین شریفین خلدہما اللہ تعالیٰ کے امام غیر مقلد نجدی ہیں، لہٰذا ان

کے علاوہ سنی علماء جو دوسرے ملکوں سے حج کے لیے جاتے ہیں اکثر اپنی جماعت علیحدہ کراتے ہیں۔ لہٰذا وہاں کوشش کرنا کہ اہل سنت کا کوئی گروہ مل جائے تو ان کے ساتھ جماعت سے پڑھتے رہیں اور کوئی سنی امام نہ ملے تو پھر اکیلے فرئضہ بغیر جماعت ادا کرتے رہنا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم

ابوالخلیل غفرلہٗ خادم الافتاء جامعہ رضویہ، لائل پور 25 نومبر 1975ء

جنرل ضیاءالحق صدر پاکستان، جنرل سوار خان گورنر پنجاب، چوہدری ظہور الٰہی سابق وفاقی وزیر، اور پیر پگاڑا وغیرہ پر کفر کا فتویٰ:

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت (اللہ ان پر رحم کرے) موجودہ دور میں جنرل ضیاء الحق، سوار خان، ظہور الٰہی، پیر پگاڑا وغیرہ بڑے بڑے لیڈر جو دیوبندیوں وہابیوں اور سعودی عرب کے نجدیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے متبع علمائے اہل سنت کے فتویٰ کے مطابق مسلمان ہیں یا کافر و مرتد؟

جمیل احمد رضوی سیالکوٹ

الجواب:

حضور پر نور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علمائے اہل سنت والجماعت کے نزدیک دیوبندیوں وہابیوں نجدیوں رافضیوں وغیرہ مرتدین کو مسلمان سمجھنے اور ان کی ابتداع کرنے والا بلکہ... کافر و مرتد ہے۔ خواہ کوئی بڑا ہو یا چھوٹا۔

فقط العبد المجیب

سید شجاعت علی قادری 78-9-28

فرقہ بریلویہ کی مشہور شخصیات کا تعارف

تمہید

بریلوی مولویوں کی انگریزوں سے وفاداری:

بریلوی مولویوں کی انگریزوں سے وفاداری اور حمایت کے متعلق ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی نے لکھا ہے:

جب انگریزوں نے مسلمانوں کے خون سے بے دریغ ہاتھ رنگنا شروع کیے تو سر سید احمد خاں نے اسباب بغاوت ہند رسالہ لکھ کر انگریز کی آتش انتقام کو فرو (ٹھنڈا) کیا اور قدرے اطمینان نصیب ہوا غالباً اس دور کا سیاسی تقاضا تھا کہ عالم و عامی سب ہی نے من حیث القوم وفاداری کا یقین دلایا بلکہ شیعہ حضرات نے بقول ہنٹر فارسی میں ایک رسالہ لکھ کر جہاد کی شدید مخالفت کی۔ علمائے احناف (بریلوی مولویوں) نے بھی انگریزوں کی حمایت میں بہت سے فتوے شائع کیے دو قسم کے علماء تھے ایک وہ جو ہندوستان کو دار الحرب کہتے تھے...... دوسرے وہ جو ہندوستان کو دار الاسلام کہتے تھے اس لیے جہاد کے عدم جواز کے فتوے دیتے تھے۔ بہر کیف ماسوائے چند علماء کے مصلحت وقت کے تحت سب ہی نے انگریزوں کی حمایت میں عافیت سمجھی۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص35)

قارئین حضرات!

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی کو بھی اعتراف ہے کہ بریلوی مولویوں نے انگریوں سے وفاداری اور ان کی حمایت کی اور انگریزوں کی حمایت میں فتوے

شائع کیے۔ جب انگریزوں سے وفاداری اور ان کی حمایت کی تو پھر بریلوی انگریز نواز ہوئے۔ ملکہ برطانیہ میری کی درگاہ خواجہ غریب نواز پر حاضریاس کے بعد حضرت خواجہ معین الدین خواجہ غریب نواز کی درگاہ معلی پر رونق افروز ہوئیں۔ خواجہ صاحب ایک پاکیزہ نفس بزرگ و عابد تھے۔ جو بارہویں صدی (عیسوی) کے ابتداء میں غور سے یہاں تشریف لائے اور اپنے فیض صحبت سے اجمیر میں ترقی اسلام کا باعث ہوئے۔ آپ کی درگاہ مرجع خواص و عوام ہے۔ جہاں ہندوستان کے ہر حصہ سے زائرین آتے ہیں۔ درگاہ مذکور میں وہ ڈھول و شمع دان اب تک موجود ہیں جو شہنشاہ اکبر فتح چتوڑ کے وقت اپنے ہمراہ لائے تھے۔ داخلہ خانقاہ کے وقت لفٹنٹ کرنل ڈبلیو آر سٹر یسٹن کمشنر پریزیڈنٹ و ممبران درگاہ کمیٹی نے استقبال کیا اور یہیں ممبران درگاہ کمیٹی کی طرف سے سنہری و نقری تاروں کا ایک گلدستہ پیش ہوا جسے ہر میجسٹی نے بخوشی قبول فرمایا۔ اس کے بعد درگاہ شریف میں تشریف لے جا کر پورے احترام و دل چسپی سے اس کا معائنہ فرمایا۔ اور چلتے ہوئے یہاں بھی ایک سو پونڈ یعنی پندرہ سو روپیہ بطور نذر دیا۔

(یادگار دربار 1911ء حصہ اول ص569)

بریلوی مولویوں نے ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کیا

جب انگریز ہندوستان میں آئے تو ان کی انگریزی حکومت مضبوط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کس طرح انگریزی حکومت کو مضبوط کیا جا سکتا ہے تو

انہوں نے تجویز سوچی کہ یہاں کے بڑے بڑے مولویوں کو انگریزی حکومت میں بڑے بڑے عہدے دے دیے جائیں تا کہ ان مولویوں کے ذریعے انگریزی حکومت کو مضبوط کیا جا سکے انگریز ان بریلوی مولویوں کے ذریعے اپنی حکومت مضبوط کرنے میں کامیاب ہو گیا کیونکہ ان مولویوں نے انگریزی حکومت کا پورا پورا ساتھ دیا اور بڑے بڑے عہدے انگریزوں سے حاصل کر لیے اور انگریزی حکومت کو خوب مضبوط کیا۔

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبری آبادی کی زبانی سنیے لکھتے ہیں:

انگریزوں کو اس بات کی بڑی خواہش و جستجو رہتی تھی کہ مسلمانوں کے خاندانی اور ذی وجاہت اشخاص افتاء صدارت کے مناصب قبول کر لیں تا کہ شمالی ہند میں انگریزی حکومت عوام میں مقبول ہو سکے ہندوستانیوں کے لیے بڑے سے بڑا عہدہ صدر الصدور عدالت کا تھا اس لیے اکابر و افاضل کو یہی پیش کیا جا سکتا تھا دہلی چونکہ قدیم دار السلطنت اور اسلامی تہذیب کا مرکز تھا اس لیے یہاں کی صدارت کے لیے خصوصیت سے اہتمام کیا جاتا تھا چنانچہ مولانا فضل حق کے والد مولانا فضل امام صدر الصدور بنائے گے ان کے بعد ان کے شاگرد رشید مفتی صدر الدین خان آزردہ صدر الصدور دہلی مقرر ہوئے ان کے متعلق ریذیڈنٹ بادشاہ اکبر ثانی سے بھی مشورہ لیا کرتے تھے ایسے ہی سر رشتہ داری پر مولانا فضل حق مقرر کیے گئے تھے آخر میں یہ بھی لکھنؤ میں حکومت (انگریزی) کی طرف سے صدر الصدور کر دیے گئے۔

(حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص17)

ڈاکٹر مختار الدین احمد کی زبانی بھی سنیے، لکھتے ہیں:

جب انگریز نے اپنی سلطنت کا استحکام چاہا تو اس نے تجویز سوچی کہ یہاں کے اہل وجاہت اور بااثر ورسوخ اصحاب کو انتظام حکومت میں شامل کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کی وحشت دور ہو اور ان کی نظروں میں اس کا وقار بڑھے چنانچہ شخصی مقدمات فیصل کرنے کے لیے علماء اور پنڈتوں کی خدمات حاصل کی گئیں اس منصوبے کے تحت مفتی (صدر الدین) صاحب بھی انگریزوں کے ملازم ہوئے ان کے (انگریز افسر) جرنیل سر ڈیوڈ اختر لونی کے ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے اور اسے ان پر کامل اعتماد تھا اس کی سفارش اور وساطت سے یہ انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ ابتدائی زمانہ ملازمت میں بہت دن تک اختر لونی کے ساتھ بہت دوستانہ تعلقات تھے اور اسے ان پر کامل اعتماد تھا اس کی سفارش اور وساطت سے یہ انگریزی ملازمت میں داخل ہوئے۔ ابتدائی زمانہ ملازمت میں بہت دن تک اختر لونی ہی کے ساتھ اجمیر اور نمیچ چھاؤنی اور جے پور میں مقیم رہے ان دنوں یہ چار سو روپے مشاہرہ پاتے تھے اس کے بعد انہیں 15 جون 1844ء کو دہلی میں صدر الصدور مقرر کیا گیا۔

(تذکرہ آزردہ مولفہ مفتی صدر الدین آزردہ، مرتبہ: ڈاکٹر مختار الدین احمد، ص6)

سید محمد ہاشمی میاں بریلوی ایک محقق کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

مولانا فضل امام خیر آبادی صدر الصدور دہلی مفتی صدر الدین آزردہ مفتی عنایت احمد کاکوری مصنف صدر امین کول و بریلی، مولانا فضل رسول بدایونی سر رشتہ دار کلکٹری صدر دفتر سہسواں، مفتی عنایت اللہ گوپاموی قاضی دہلی و

سرکاری وکیل الٰہ آباد، مولانا مفتی لطف اللہ علی گڑھی سررشہ دار امین بریلی، علامہ فضل حق خیر آبادی سررشتہ دار ریزڈنس دہلی صدر الصدور لکھنؤ، مہتمم حضور تحصیل اودھ مولوی غلام قادر گوپاموی ناظر سررشتہ دار عدالت دیوانی و تحصیل دار گوڑگاؤں مولوی قاضی فیض اللہ کشمیری سررشتہ دار صدر الصدور دہلی وغیرہ۔ یہ سب اپنے وقت کے بے نظیر و عدیم المثال اکابر علماء تھے (انگریزی) حکومت کی باگ دوڑ انہی کے ہاتھ میں تھی۔

(انوار رضا ص436)

قارئین حضرات یہ تھے بریلوی اکابر علماء انگریزی حکومت کی باگ ڈور انہی کے ہاتھ میں تھی اس لیے تو انہوں نے انگریزوں کی حکومت کو مضبوط کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

بریلوی مولویوں کو انگریزوں سے ملازمتیں ملیں

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

جس وقت اللہ کے یہ فرماں بردار بندے (سید احمد بریلوی اور شاہ اسماعیل) دین و ملت کی خاطر میدان جہاد میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے تھے اس زمانے میں اس تحریک کے سب سے زیادہ مخالف مولانا فضل حق خیر آبادی 1278ھ ف 1861ء ایجنٹ دہلی کے محکمہ میں سررشتہ دار اور مولوی فضل رسول بدایونی، ف 1289ھ۔ 1872ء کلکٹری بدایوں (سہسوان) میں سررشتہ دار تھے۔ حکومت برطانیہ کی دور اندیشی اور پالیسی ملاحظہ ہو کہ اس نے مسلمانوں کے ذہین اور صاحب علم و فضل طبقے کو سرکاری خدمات کے لیے حاصل

کر لیا۔ دہلی میں دبیر الدولہ فرید الدین)1244ھ، 1828ء) منشی زین العابدین (ف 1273ھ، 1856ء)، مفتی صدر الدین آزردہ (ف 1285ھ، 1868ء)، مولوی فضل امام خیر آبادی (ف 1244ھ، 1829ء)، مولوی محمد صالح خیر آبادی (برادر فضل امام خیر آبادی) منشی فضل عظیم خیر آبادی (فرزند اکبر فضل امام خیر آبادی) مولوی فضل حق خیر آبادی (ف 1278ھ، 1861ء) بدایوں میں مولوی فضل رسول (ف 1289ھ، 1872ء) مولوی علی بخش صدر الصدور (ف 1303ھ، 6۔1885ء) مراد آباد میں مولوی عبدالقادر چیف رام پوری (ف 1265ھ، 1849ء) الٰہ آباد میں مفتی اسد اللہ (ف 1300ھ، 1882ء) و قاضی عطا رسول چریا کوٹی کلکتہ میں قاضی نجم الدین خاں کاکوری (ف 1229ھ، 1813ء) اور ان کے صاحبزدگان۔ قاضی سعید الدین (ف 1262ھ، 1846ء) مولوی حکیم الدین (ف 1269ھ، 1854ء) اور قاضی علیم الدین (ف 1257ھ، 1841ء) وغیرہ مدارس میں قاجی ارتضاء علی گوپاموی (ف 1270ھ، 4۔1853ء) اور تاسک میں خان بہادر مولوی عبدالفتاح مفتی وغیرہ برصغیر پاک و ہند کے وہ اعاظم وا فاضل ہیں جنہوں نے منصب افتاء اقضا اور صدر الصدوری کے ذریعے سرکار کمپنی کے انتظام واقتدار حکومت کو بحال اور مضبوط کیا۔

(جنگ آزادی 1857ء ص55، 56 حاشیہ)

پروفیسر ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

جب 7۔1806ء میں دہلی میں انگریزی نظم و نسق قائم ہوا اور

انگریزوں نے عدالتوں کی تنظیم کی تو اس وقت دہلی میں نامور علماء و فضلا موجود تھے۔ شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، شاہ محمد اسحاق، شاہ اسماعیل، مولانا عبدالخالق شاہ غلام علی نواب قطب الدین خان، مولوی محبوب علی، مولوی کرامت علی وغیرہ کے نام خاص طور سے ذہن میں آرہے ہیں ان میں سے کسی نے مفتی یا صدر الصدور کی حیثیت سے انگریزی ملازمت اختیار نہیں کی بلکہ خیر آباد کے رہنے والے مولانا فضل امام پہلے مفتی اور پھر صدر الصدور کے منصب پر دہلی میں فائز ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اودھ کے دو خاندانوں نے مجموعی طور سے دولت انگلشیہ کے آغاز میں انگریزی ملازمت اختیار کی اور سرکاری (انگریزی) نظم ونسق کے قیام واستحکام میں مدد دی۔

(مولانا فضل حق خیر آبادی مجموعہ مقالات از افضل حق قریشی ص16)

یہاں بریلوی اکابر مولوی فضل امام خیر آبادی کے خاندان کے سرکاری ملازموں کے نام بھی ملاحظہ فرمائیں جنھوں نے انگریزی حکومت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا۔

پروفیسر ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

دوسرا خاندان مولوی فضل امام خیر آبادی (بریلوی) کا ہے انہوں نے اور ان کے صاحبزدگان اور دوسرے اعزہ نے سرکاری خدمات باحسن وجوہ انجام دیں جیسا کہ ذیل کی فہرست سے ظاہر ہے۔

1۔ مولانا فضل امام بن شیخ محمد ارشد فاروقی خیر آبادی (ف1244ھ، 1829ء) دہلی میں مفتی عدالت اور بعد ازاں صدر الصدور ہوئے رشوت کے

الزام میں ملازمت سے برطرف ہوئے کچھ دنوں ریاست پٹیالہ سے وابستہ رہے۔

مولوی فضل امام کی رشوت کی بنا پر معطلی:

مولوی فضل امام رشوت لینے پر ملازمت سے معطل کیے گئے تھے مولوی عبدالقادر نے لکھا ہے۔ مولوی برکت اللہ دہلوی شاہجہان آباد کے صدر دفتر کے محافظ تھے چونکہ گونڈس صاحب بہادر کے وارد ہوتے ہی رشوت کی بنا پر مولوی فضل امام (خیر آبادی) ملازمت سے معطل ہو گئے۔

(علم و عمل ص199 جلد دوم)

2۔ مولوی محمد صالح بن شیخ محمد ارشد خیر آبادی:

مولانا فضل امام کے چھوٹے بھائی، سرکاری اخبار نویس، اکثر راجپوتانہ میں فرائض منصبی ادا کیے۔

3۔ مولانا فضل الرحمن بن مولانا فضل امام خیر آبادی:

ریاست پٹیالہ میں اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔ ان کے دو بیٹے مولوی فضل حکیم اور فضل علیم تھے۔ فضل حکیم کے بیٹے خان بہادر فضل متین سیشن جج پٹیالہ تھے۔

4۔ مولوی منشی فضل عظیم بن مولانا فضل امام خیر آبادی:

ولیم فریزر کے خاص معتمد و منشی رہے اس لیے منشی فضل عظیم مشہور ہوئے جنگ گورکھاں میں خدمات انجام دیں تحصیل دار ڈپٹی کلکٹر کے عہدوں پر فائز ہوئے۔

5۔ مولانا فضل حق بن مولانا فضل امام خیر آبادی:

سر رشتہ دار عدالت دیوانی (رزیڈنسی دہلی)

6۔ منشی کرم احمد بن فضل احمد بن احمد حسین (برادر مولانا فضل امام خیر آبادی، جنرل آکٹرلونی کے منشی اور سرکاری اخبار نویس رہے بعد ازاں امجد علی شاہ (اودھ) کے وزیر نواب شرف الدولہ محمد ابراہیم خاں کے میر منشی رہے۔

7۔ برکت علی خان، مولانا فضل امام خیر آبادی کے حقیقی بھانجے:

جنرل آکٹرلونی کے میر منشی مختلف خدمات پر مامور رہے۔

8۔ الٰہی بخش نازش ولد محمد صالح (ف 1289ھ) وکیل ریاست ٹونک (در اجمیسر ایجنسی ومیواڑ)

9۔ تفصیل حسین بن محفوظ علی خاں، مولانا امام خیر آبادی کی بھانجی کے فرزند (ف 1270ھ) جنرل آکٹرلونی کے یہاں بحیثیت وکیل ریاست ٹونک رہے۔

10۔ احمد بخش خیر آبادی، اخبار نویس کشن گڑھ من جانب سرکار۔ (رشتہ دار)

11۔ مولوی قادر بخش خیر آبادی، عدالت فوجداری پٹیالہ میں صدر الصدور تھے۔ (رشتہ دار)

12۔ مولوی غلام قادر گوپاموی (سبط مولانا فضل امام) ناظر سر رشتہ دار عدالت دیوانی وتحصیل دار گوڑ گاؤں۔

مولانا فضل امام کے ارکان خاندان اور اعزہ مختلف سرکاری (انگریزی حکومت کے) عہدوں پر فائز رہے جس کی بدولت ان کو عزت وناموری اور مرفہ الحالی اور فارغ البالی حاصل ہوئی۔ انگریزی حکومت کو بھی اس کا احساس تھا چنانچہ

مولانا فضل حق خیر آبادی کے مقدمہ میں اسپیشل کمشنر نے اپنے فیصلہ میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

''وہ (مولانا فضل حق) اودھ کا باشندہ ہے اور ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جو انگریزی حکومت کا ساختہ پرداختہ ہے بلکہ ایک زمانہ میں وہ خود بھی سرکاری ملازمت میں اچھے بڑے عہدہ پر متمکن تھا لیکن گزشتہ کئی برس سے ملازمت ترک کرکے، اودھ، رام پور اور وغیرہ کے متعدد دیسی ریاستوں میں معقول عہدوں پر ممتاز رہا ہے۔ اس کی ہمیشہ بہت شہرت رہی ہے۔

مولانا فضل حق خیر آبادی نے اس کی تائید کی ہے چنانچہ وہ اپنی درخواست بنام وزیر ہند (جنوری 1860ء) میں لکھتے ہیں:

''جیسا کہ اسپیشل کمشنر نے بھی اپنے فیصلہ میں ذکر کیا ہے کہ میرا خاندان اپنی دنیوی حیثیت کے لیے بہت حد تک سرکار انگریز کا مرہون منت ہے ایک زمانہ میں خود بھی انگریزی ملازمت میں بہت اچھے عہدے پر متمکن تھا۔''

(مولانا فضل حق خیر آبادی مجموعہ مقالات از افضل حق قرشی، ص16 تا20)

مولانا احمد رضا نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت کر کے انگریزوں کو فائدہ پہنچایا

تحریک خلافت اور تحریک موالات یہ دونوں تحریکیں انگریز کے خلاف چلائی گئیں تھیں خود بریلویوں کی زبانی سنیے۔

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

پہلی جنگ عظیم کے بعد تقریباً 1919ء میں ترکوں پر انگریزوں کے ظلم و استبداد کے خلاف تحریک خلافت کا آغاز ہوا اور پورے ملک میں انگریز حاکموں کے خلاف ایک شورش برپا ہو گئی۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص27)

آگے پھر لکھتے ہیں:

تحریک خلافت اور ترک موالات دونوں کی مشترکہ اساس انگریزوں کی مخالفت و مقاطعت تھی۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص27)

پروفیسر محمد صدیق بریلوی لکھتے ہیں:

برصغیر میں تحریک خلافت اور تحریک ہجرت کے دوران جب 1920ء میں تحریک ترک موالات نے زور پکڑا تو یہ دور اسلامیہ کالج کی تاریخ کا نہایت نازک اور آزمائش کا دور تھا کیوں کہ اس تحریک کے پروگرام میں نہ صرف انگریزی عدالتوں، کونسلوں اور انگریزی ملازمتوں سے علیحدگی بلکہ یونیورسٹی سے ملحق تعلیمی درس گاہوں سے بھی مقاطعہ پر زور دیا گیا تھا سرکاری خطابات کی واپسی اور سرکاری امداد قبول نہ کرنا بھی اس کی ایک شق تھی۔

(پروفیسر مولوی حاکم علی ص97)

قارئین حضرات!

آپ نے ڈاکٹر مسعود احمد اور پروفیسر محمد صدیق کی عبارتیں پڑھ لیں اور آپ یہ سمجھ گئے کہ یہ دونوں تحریکیں بریلویوں کے نزدیک بھی انگریزوں کے خلاف چلائی گئیں تھیں مگر مولوی احمد رضا نے ان دونوں تحریکوں کے خلاف

فتوے بھی دیئے جو انگریزوں کے ایماء سے چھپوا کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کیے کیے گئے اور ان دونوں تحریکوں کی ڈٹ کر مخالفت کی گئی۔

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

ترک موالات کا معاملہ اگر صرف انگریز حاکموں اور مسلمانوں محکوموں کے درمیان ہوتا تو اس کی نوعیت قطعاً مختلف ہوتی مگر ترک موالات کے نتیجے میں فوراً ہی بعد اور حصول آزادی کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں جو عدم توازن متوقع تھا بحث اس سے تھی اور اسی بنا پر اس (تحریک ترک موالات) کی شدید مخالفت کی گئی جن متدین علماء نے مخالفت کی ان میں سر فہرست اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مولوی احمد رضا) کا نام نامی نظر آتا ہے

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص27)

ڈاکٹر مسعود احمد بریلوی لکھتے ہیں:

1919ء میں مسئلہ خلافت پیش آیا امام احمد رضا کو شرعی بنیادوں پر اس سے اختلاف تھا امام رضا نے ایک استفتاء کے جواب میں مسئلہ خلافت پر محققانہ بحث کی اور اپنا موقف پیش کیا چونکہ اس جواب کی اشاعت سے انگریزوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اس لیے اس کو شائع نہ کیا چنانچہ یہ جواب 1922ء میں امام احمد رضا کے انتقال کے بعد منظر عام پر آیا۔

(دوام العیش فی الائمۃ من قریش ص23، 24 افتتاحیہ)

قارئین حضرات جب مولوی احمد رضا نے فتویٰ دیا تو یہ فتویٰ انگریزوں کے موافق تھا اس لیے ان کو فائدہ ہوا جس نے فتویٰ لینا تھا اس نے لے لیا، چھپوانا یا

نہ چھپوانا ضروری نہ تھا کیونکہ فتویٰ لینے سے پتہ تو چل گیا کہ یہ فتویٰ انگریزوں کے فائدے کا ہے ڈاکٹر مسعود کو بھی اعتراف ہے کہ ان تحریکوں کی مخالفت کی وجہ سے انگریزوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا اور فائدہ پہنچا تب ہی تو فتوے انگریزوں کے ایماء سے چھپوا کر تقسیم ہوئے۔

مولانا احمد رضا کے نزدیک انگریزوں سے مدرسوں کے لیے امداد لینا جائز ہے

(1) سوال:

10 محرم 1339ھ کو بنارس کچی باغ سے سوال آیا۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جس میں پچیس سال سے گورنمنٹ (انگریزی) سے امداد ماہوار ایک سو روپیہ مقرر ہے جس میں کتب فقہ و احادیث و قرآن کی تعلیم ہوتی ہے ممبران خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہیے پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں۔ مدرسہ ھذا میں سوا تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت و غیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی۔

جواب:

اس کا جواب مطلق جواز ہوتا مگر پھر بھی احتیاط شکل شرط میں دیا گیا کہ جب کہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بنا پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعاً کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو مدد پہنچتی

تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔

(2) ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور ان میں وہابیت نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو ان کا جاری رکھنا موجب اجر عظیم ہے ایسے مدارس کے لیے (انگریزی) گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہو۔

(الم حجۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ص92، شامل رسائل رضویہ جلد2)

(3) ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

اور تعلیم دین کے لیے گورنمنٹ (انگریزی) سے امداد قبول کرنا جو نہ مخالفت شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے۔

(الم حجۃ الموتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ ص97)

مولانا معین الدین اجمیری لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ گورنمنٹ سے امداد لینا اس کو اپنا محسن بنانا ہے اور یہ انسان کا فطری جذبہ ہے کہ محسن کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

(کلمۃ الحق بحوالہ اوراق گم گشتہ ص565)

مولوی احمد رضا نے ایک کتاب (المحجۃ الموتمنۃ) تحریک ترک موالات کے خلاف لکھی ہے۔

مولوی احمد رضا نے تحریک ترک موالات کی مخالفت کر کے انگریزوں کو فائدہ پہنچایا۔ ڈاکٹر مسعود بریلوی، محمد ہاشمی میاں بریلوی اور پروفیسر محمد صدیق

بریلوی نے لکھا ہے کہ یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی جب یہ تحریک انگریزوں کے خلاف تھی اس کی مخالفت کرنا یقیناً انگریزوں کو فائدہ پہنچانا اور اپنے آپ کو انگریزوں کا حمایتی ظاہر کرنے کے برابر تھا۔

ڈاکٹر مسعود بریلوی لکھتے ہیں:

فاضل بریلوی نے ترک موالات کے نتیجے میں ہندو مسلم اتحاد کو وطنیت پرستی اور دین سے بے خبری پر مبنی تھا سخت مخالفت فرمائی یہ وہ زمانہ تھا جب ترک موالات کے خلاف آواز اٹھانا خود کو انگریز حاکموں کا حمایتی ظاہر کرنے کے مترادف (برابر) تھا۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص41)

انگریز مؤرخ فرانسس رابن سن نے بھی مولانا احمد رضا کو انگریزوں کا حمایتی بتایا ہے

انگریز مؤرخ اپنی کتاب: Separatism Among Indian Muslims میں لکھتا ہے:

آپ (مولوی احمد رضا) کا عام موقف سلطنت برطانیہ کی حمایت کرنا تھا اور آپ نے جنگ عظیم اول (1914ء تا 1919ء) کے دوران سلطنت برطانیہ کے طرف دار رہے آپ نے تحریک خلافت کی مخالفت کی اور 1912ء میں تحریک ترک موالات کے خلاف علماء کی ایک کانفرنس بلائی۔ آپ کا عام لوگوں پر

اچھا خاصا اثر تھا لیکن تعلیم یافتہ طبقہ آپ کو پسند نہیں کرتا تھا۔

(سپرٹزم امنگ انڈیم مسلمز ص422)

بابر خاں لکھتے ہیں:

1914ء میں جنگ عظیم اول کی ابتدا کے بعد ترکی نے مغربی یورپ کی مسلسل بدعہدیوں اور ناانصافیوں سے عاجز آکر جرمنی کے ساتھ اتحاد کر لیا تھا۔ برطانیہ (انگریزی حکومت) نے اس سلسلے میں اہل ہند کے بعض علماء سے جن میں مولانا احمد رضا بریلوی خاص طور پر شامل ہیں ترکی کے خلاف فتاویٰ بھی حاصل کر لیے تھے۔

(برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار ص136)

پیام شاہ جہاں پوری لکھتے ہیں:

یہ ہیں احکام اور فقیہان اسلام کے فتاویٰ جن کی بنیاد پر مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے فتویٰ دیا کہ مفلس پر اعانت مال نہیں۔ بے دست و پا پر اعانت اعمال نہیں بلکہ مسلمانان ہند پر حکم جہاد و قتال نہیں۔

(دوام العیش ص46)

(1857ء کا جہاد) کے مصنف لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اپنے مریدین باصفا اور بریلوی مکتبہ فکر کے اکابر و عوام کو جو فکر و نظر عطا کر گئے اور جس راستے کی طرف راہنمائی کر گئے ان کے مریدین و متبعین نے اس سے سرمو انحراف نہ کیا پیران طریقت نے ان کی نصیحت کو گرہ میں باندھ لیا کہ امام اہل سنت کی نصیحت تھی اور اس کی بنیاد فقہ اسلامیہ کی مستند کتب پر تھی جس کی رو سے ایک پرامن حکومت کے

خلاف خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو فتنہ و فساد حرام ہے۔ چنانچہ 1919ء کی جنگ عظیم اول ہو یا ترک موالات و مسئلہ خلافت ہو یا جلیانوالہ باغ کا سانحہ اہل طریقت نے ہر موقع پر حکومت سے تعاون کیا فتنہ و فساد سے اجتناب کیا اور سرکار برطانیہ سے وفاداری کا اظہار کیا۔

(1857ء کا جہاد ص143، 144)

محمد فاروق قریشی لکھتے ہیں:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان کے مریدوں اور مقلدوں نے ان کے حکم وارشاد کے مطابق عمل کیا اور بریلوی مکتب فکر کے علماء واکابرین نے بحیثیت جماعت آزادی کی تحریکوں سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی اس کی شدید مخالفت کی اور انگریزوں کے ساتھ تعاون کیا۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

جلیانوالہ باغ، تحریک خلافت اور ترک موالات میں ان کا تعاون برطانوی سرکار کو حاصل رہا۔ انہوں نے برطانوی سرکار سے یک جہتی کے اظہار کے لیے فتوے جاری کیے کئی کتب تصانیف کیں جن میں اپنے مریدوں کو ان میں حصہ لینے سے روکا گیا تھا ان تحریکوں کو فتنہ و فساد قرار دیا یا قومی تحریکوں اور جدوجہد کے بارے میں ان کا رویہ مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(ولی خان اور قرار داد پاکستان ص309)

مولوی عبدالحکیم شرف قادری بریلوی 1857ء کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کی شکست کے متعلق لکھتا ہے:

سوء اتفاق کہ منظم تیاری نہ ہونے اور اپنوں کی غداری اور غفلت کی وجہ

سے انگریز دہلی پر مسلط ہو گئے۔

(باغی ہندوستان ص20 حرف آغاز)

مولوی عبدالحکیم شرف قادری بریلوی کے اپنے کون تھے جنہوں نے مسلمانوں سے غداری کی۔ ان کے اپنے بریلوی ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں سے غداری کی جس کا اعتراف مولوی عبدالحکیم شرف قادری بریلوی کو ہے۔

حکیم محمود احمد برکاتی بریلوی لکھتا ہے:

دہلی کے مسلمانوں میں سے ایک گروہ انگریزوں کا مخالف اور دشمن ہے مگر دوسرا گروہ انگریزوں کی محبت میں اتنا بڑھا ہوا ہے کہ وہ باغی لشکر کو نقصان دینے اور مجاہدین کو ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر اٹھا کے نہیں رکھتا اور ان میں باہم پھوٹ ڈالنے میں مصروف ہے۔

(فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ص34، 35)

قارئین حضرات! 1857ء کی جنگ آزادی میں یہ بریلوی ہی تھے جنہوں نے مسلمانوں سے غداری کی اور انگریزوں سے وفاداری کی اور مجاہدین کو ذلیل و رسوا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

مولانا فضل رسول بدایونی

حضرت عین الحق شاہ عبدالمجید بدایونی کے بڑے صاحبزادے فضل رسول نام ماہ صفر 1213ھ میں ولادت ہوئی، دادا بزرگوار حضرت شاہ عبدالحمید بدایونی نے ظہور محمدی تاریخی نام رکھا۔ صرف و نحو کی کتابیں دادا سے پڑھیں۔ بروز پنج شنبہ 2 جمادی الاول 1289ھ کو وصال ہوا۔

(تذکرہ علماء اہل سنت ص208۔ 210)

مولوی فضل رسول بدایونی نے علم موسیقی بھی حاصل کیا تھا۔ پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

مولانا فضل رسول بن مولوی عبدالمجید قادری 1213ھ میں پیدا ہوئے ان کے خاندان میں علم و فضل متورث تھا ابتدائی تعلیم بدایوں میں حاصل کی پھر لکھنؤ میں مولانا نورالحق فرنگی محل سے تحصیل عمل کی علوم دینیہ سے فروغ کے بعد دھول پور میں حکیم پیر علی موہانی سے عمل طب کی تکمیل کی اس زمانے میں عمل موسیقی میں کمال حاصل کیا۔

(اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ص412)

مولوی فضل رسول بدایونی اپنے مسلک میں بہت زیادہ متعصب تھے اور وہابیوں کے بہت زیادہ مخالف تھے۔

مولوی محمود احمد قادری بریلوی لکھتا ہے:

حضرت نے وہابیت کے انسداد کے لیے بڑی کوشش فرمائی۔ مولوی رضی الدین بسمل بدایونی نے تذکرۃ الواصلین میں لکھا ہے کہ آپ حضرت قطب صاحب کے مزار شریف پر معتکف تھے عین مراقبہ میں دیکھا کہ حضور جناب خواجہ صاحب رونق افروز ہیں اور دونوں دست اقدس میں اس قدر کتب کا انبار ہے کہ آسمان کی طرف حد نظر تک کتاب پر کتاب نظر آئی ہے۔ آپ نے عرض کیا اس قدر تکلیف حضور نے کس لیے گوارا فرمائی؟ ارشاد مبارک ہوا کہ تم یہ بار اپنے ذمہ لے کر شیاطین وہابیوں کا قلع قمع کرو۔ بمجرد اس ارشاد کے آپ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور تعمیل

ارشاد والا ضروری خیال فرما کر اسی ہفتہ کتاب مستطاب بوارق محمدیہ تالیف فرمائی۔

یہ حقیقت ہے کہ حضرت سیف اللہ المسلول صف اول کے ان ممتاز علماء ومشائخ میں سے تھے جنہوں نے فتنہ وہابیت کے سد باب کے لیے کوشش بلیغ فرمائی۔

(تذکرہ علماء اہل سنت ص209، 210)

محمد اسحاق بھٹی صاحب لکھتے ہیں :

مولانا فضل رسول بدایونی بہت بڑے فقیہہ اور مجادلہ و مناظرہ میں مشہور تھے اپنے مسلک اور نقطہ نظر میں سخت متعصب تھے علماء سے مخاصمت اور بحث و جدل میں بہت تیز تھے مولانا اسماعیل شہید دہلوی کی تکفیر کرتے تھے اور انہوں نے بدعات ورسوم کی جو تردید کی ہے اس کو غلط قرار دیتے تھے بعض مسائل کی وضاحت کے سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو بھی ہدف تنقید بنا لیتے اور اس ضمن میں بہت آگے نکل جاتے۔

(فقہائے پاک و ہند تیرہویں صدی ہجری جلد سوم ص134)

مولوی خاص مقتدی خان شروانی (1868ء) لکھتے ہیں:

ان کے زمانے میں مولانا فضل رسول بدایونی (المتوفی 1289ھ) ایسے غالی حنفی تھے ''وہابی'' کو گالی کے طور پر استعمال کرتے تھے وہ مولوی سعد الدین صاحب کو اس درجہ تنگ اور دق کرتے تھے کہ ایک بار ان کا سقا بھنگی تک بند کر دیا تھا مگر

مولوی سعد الدین صاحب اس پر بھی اپنی مساعی سے باز نہ آئے۔

(تحفۃ المسلمین ص113، 114 بحوالہ اردو نثر کے ارتقاء میں علماء کا حصہ ص380)

مولوی فضل رسول بدایونی کی انگریز نوازی:

مولوی فضل رسول بدایونی انگریزوں کے بڑے خیر خواہ اور انگریزوں کے تنخواہ دار ملازم تھے اور وظیفہ خوار اور انگریز نواز تھے۔ 1857ء کی جنگ آزادی میں مولوی فضل رسول بدایونی کا کردار یہ ہے کہ اس نے انگریزوں کی حمایت کی۔ پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

مولوی فضل رسول بدایونی حکومت انگریزی کی ملازمت میں اول مفتی عدالت اور پھر کلکٹری میں رشتہ دار رہے۔ اس زمانہ میں ضلع بدایون کا صدر مقام سہسوان تھا۔ بنارس میں راجہ انوپ سنگھ کے ملازم رہے۔ کچھ مدت بریلی میں مطب کیا جنگ آزادی 1857ء میں جب بدایون سے انگریزوں کا نظم و نسق اٹھ گیا تو جان پر کھیل کر چند روز بدایون کا انتظام کیا اور سرکاری عملے (انگریزوں کے ملازموں) کی حفاظت کی پھر حیدر آباد پہنچے سترہ روپیہ یومیہ کا وظیفہ حاصل کیا۔

(تذکرہ علماء ہند ص381، 382، حاشیہ)

مولوی فضل رسول بدایونی نے 1857ء کی جنگ آزادی میں اپنی جان پر کھیل کر انگریزوں کے ملازموں کی حفاظت کی کیوں کہ وہ انگریزوں کے بڑے خیر خواہ تھے پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی کی کتاب جنگ آزادی 1857ء کے صفحہ نمبر 140، 141 کا فوٹو اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

بدایوں میں انگریزی حکومت ختم ہو جانے کے بعد عجیب افراتفری رہی مگر مولوی فضل رسول بدایونی نے کچھ انتظام برقرار رکھا اور لوگوں کی جان و مال بچانے کی کوشش کی۔ جیبب الاخبار بدایوں مورخہ ۲۵ جون ۱۸۵۷ء مطابق ۳ ذی قعدہ ۱۲۷۳ھ رقمطراز ہے[1]۔

چونکہ مقدس عالم اور صوفی مولوی فضل رسول نے اعلیٰ انتظامات کئے لہٰذا کوئی ناقابل دفعت خاص واقعہ وقوع پذیر نہ ہوا انہوں نے اپنی جان پر کھیل کر لٹیروں اور غارتگروں کی غارت گری سے لوگوں کو بچانے میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لیا اور سرکاری آدمیوں کی حفاظت اور امن کے لئے پوری کوشش کی۔

Because of the excellent arrangements made by the virtuous Divine and Mystic, Maulvi Fazal Rasul, no untoward Occurrence of any importance took place. He, to the risk of his own life, exerted himself to save the people from the ravages of the plunders and the dacoits and to ensure peace and security to the people of Government.

سرکاری ملازم بہاری لال سب ڈپٹی انسپکٹر ساکن بدایوں جو اس زمانے میں وہیں تھا، لکھتا ہے[2]:

حقیقت میں موضع کھٹک کے ٹھاکروں اور شیر علی نے موضع کھیڑا نوادہ کے مسلمان چودھریوں کی

In fact the Thakurs of Mouza Khutak, (Khunak) and Sherali with Musalman-

---

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ "سید احمد شہید کی صحیح تصویر" (طبع لاہور ۱۹۶۹ء) ہے۔ ملاحظہ ہو لائل محمڈنس آف انڈیا حصہ اول از سر سید احمد خاں (میرٹھ ۱۸۶۰ء) نیز بدایوں ۱۸۵۷ء میں صفحہ ۴۵

[1] فریڈم اسٹرگل حصہ پنجم صفحہ ۲۲ [2] فریڈم اسٹرگل جلد پنجم، صفحہ ۲۱

ہمراہی یہ چاہا کہ شہر بدایوں کے شرفاء کو لوٹ لیں اور اس کام کے سلسلے میں اپنے خبط کو اس طرح تسکین بخشیں لیکن مولوی فضل رسول کے اچھے انتظام نے بدایوں کو مصیبت سے بچا لیا، مذکورہ مولوی ان نیک سیرت اور ولی صفت انسانوں میں سے ہیں جو آج کل نایاب ہیں ۔	Chaudharis of Mauza Khera Nawada wanted to plunder the gentry of the town and thus to satisfy their own craze for such a work. But Maulvi Fazal Rasul's good administration saved Badaun from mishaps. The said Maulvi is one of those good natured and saintly persons who are rare these days

مولانا فضل رسول بدایونی کے سوانح نگار نے بھی اس واقعہ پر کشف وکرامات کا پردہ ڈالا ہے[1] ۔ ورنہ حقیقت ظاہر ہے[2] ۔

---

[1] اکمل التاریخ جلد دوم از مولوی یعقوب حسین ضیا قادری (بدایوں ۱۹۱۵ء) ص ۲۱۱ - ۲۱۲

[2] مولانا فضل رسول کے اس کارنامے کے بعد اس تحریک میں ان کا کوئی ذکر نہیں تھا ۔ ان کے حقیقی برادر نسبتی غلام حیدر (ف ۱۲۸۵ھ) بن قاضی امام بخش نے اس زمانے میں سہارنپور کے تحصیلدار کی حیثیت سے وفاداری اور خیر خواہی دکھائی خان بہادری کا خطاب وضع بھڈولی جاگیر میں ملا ۔ ڈپٹی کلکٹر ہوئے (بدایوں ۱۸۵۷ء میں ص ۵۶) فضل رسول کے بھانجے اور داماد مولوی فیض احمد بدایونی اس تحریک میں شریک رہے ۔ مولانا مولوی فیض احمد کو تلاش کرنے قسطنطنیہ تک پہونچے وہاں اعزاز و اکرام پایا، اس کے بعد حیدرآباد پہونچے وہاں سترہ روپے یومیہ وظیفہ پایا موروثی جائداد کا معافی نامہ کمشنر مرادآباد سے مولانا نے حاصل کیا ۔ مولانا فضل رسول کو رد وہابیت رسائل کے تحفہ کا

مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتا ہے:

مولانا کا وصال 1289ھ میں ہوا یہاں پر مناسب ہو گا کہ اکمل التاریخ حصہ اول ص100 کے الفاظ بجنسہٖ نقل کر دیے جائیں دربار اودھ سے جائداد اور معافیات مصارف کے لیے نذر کی گئیں جس کے فرمان واسناد اب تک موجود ہیں غدر (1857ء کی جنگ آزادی) کے بعد سرکار برطانیہ (انگریزی حکومت) کی جانب سے من جملہ معافیات سابقہ عطیات شاہان سلف کے موجودہ جائداد معافی دوامی کا سارٹیفکیٹ آپ کے ہی نام کمشنری مراد آباد سے صادر ہوا۔

(بدایوں 1857ء میں ص53)

مولوی فضل رسول کی اکثر تصانیف سرکاری ملازمین کی مدد سے شائع ہوئی تھیں اور ریاست حیدر آباد سے سترہ روپے وظیفہ ملتا تھا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

مولانا فضل رسول بدایونی کی تصانیف کی طباعت کے سلسلے میں ایک بات خاص طور سے ہم نے نوٹ کی کہ ان کی اکثر تصانیف کسی نہ کسی سرکاری ملازم کی اعانت سے شائع ہوئی ہیں۔ شاید یہاں یہ ذکر بھی بے محل نہ ہو کہ مولوی فضل رسول بدایونی کو ریاست حیدر آباد سے سترہ روپے یومیہ وظیفہ دیا گیا جو بعد کو گیارہ روپے یومیہ ہو گیا اور 1915ء تک ان کی اولاد کو ملتا رہا جیسا کہ ان کے سوانح نگار نے لکھا ہے۔

(جنگ آزادی 1857ء ص63)

مولانا غلام حیدر

مولوی غلام حیدر ولد امام بخش مولوی فضل رسول بدایونی کے حقیقی

برادر نسبتی (سالا صاحب) تھے۔ مولوی غلام حیدر انگریزوں کے بڑے وفادار اور خیر خواہ تھے۔ انگریزوں سے وفاداری کے صلے میں ان کو انگریزوں سے خان بہادر کا خطاب اور جاگیر ملی تھی۔

مولوی محمد سلیمان بدایونی لکھتے ہیں:

مولوی غلام حیدر ولد امام بخش شیخ صدیقی حمیدی بدایونی 1266ھ میں مارہرہ ضلع ایٹہ میں سب انسپکٹر پولیس تھے اور سہارنپور میں تحصیل دار بھی تھے۔ تحریک آزادی 1857ء بحیثیت تحصیل دار کے وفادار اور خیر خواہ (انگریزوں کے) رہے اس صلہ میں انگریز نے خاں بہادر کے خطاب کے علاوہ موضع بُھڈولی ضلع بلند شہر میں جاگیر عطا کی ڈپٹی کلکٹر ہوئے۔

(بدایوں 1857ء میں ص54)

مولانا فضل حق خیر آبادی

مولوی فضل حق خیر آبادی، عمری، حنفی، ماتریدی، چشتی 1212ھ 1797ء میں پیدا ہوئے اپنے والد مولوی فضل امام کے شاگرد تھے، حدیث مولانا عبدالقادر دہلوی سے پڑھی، قرآن مجید چار ماہ میں حفظ کر لیا تیرہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ شاہ دھومن دہلوی کے مرید تھے۔

(تذکرہ علمائے ہند ص382)

مولوی فضل حق خیر آبادی اور انگریزی ملازمت:

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے:

علامہ نے سب سے پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ملازمت کی اور انیس سال

سال کی عمر میں 1231ھ 1816ء سے کچھ قبل سر رشتہ دار عدالت دیوانی (کچہری چیف) مقرر ہوئے سولہ سال تک یہ ملازمت کی اور پھر 1245ھ 1831ء کے اواخر میں پینتیس سال کی عمر میں مستعفی ہو گئے۔

(علامہ فضل خیر آبادی ص48)

پروفیسر ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

مولانا فضل حق کی زندگی کا آغاز رزیڈنسی (انگریزی ملازمت) دہلی کی ملازمت سے ہوا پھر وہ جھجر، سہارنپور، ٹونک نواب، رام پور، واجد علی شاہ (لکھنؤ) اور راجاالور کے یہاں ملازم رہے۔

(مولانا فضل حق خیر آبادی از افضل حق قرشی ص12)

مولوی فضل حق خیر آبادی کے مشاغل:

مولوی فضل حق خیر آبادی شطرنج کے بڑے شوقین تھے۔ مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں:

علامہ کو شطرنج کا بے حد شوق تھا اور حکیم مومن سے بازی رہتی تھی۔

(حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص24)

مولوی رحمان علی لکھتے ہیں:

1264ھ 1848ء میں، میں ان کی خدمت میں لکھنؤ حاضر ہوا تو عین حقہ پینے اور شطرنج کھیلنے کی حالت میں ایک طالب علم کو افق المبین کا سبق دے رہے تھے۔

(تذکرہ علمائے ہند 383)

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے:

علامہ خالصتاً ذہانت سے تعلق رکھنے والے کھیل شطرنج کا نہ صرف علم رکھتے بلکہ پوری مہارت رکھتے تھے۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص97)

نواب صدیق حسن خاں صاحب تاریخ قنوج میں لکھتے ہیں:

فقیر (نواب صدیق حسن) کو ان کی صحبت دہلی میں حضرت استاد کے مکان پر نصیب ہوئی۔ اس قدر علم و کمال اور علم و حکمت اور فلسفہ، ریاضی، عربی ادب اور لغت میں اتنی دستگاہ ہونے کے باوجود حسن اخلاق اور عالمانہ تواضع سے بہت دور تھے۔ ان کا مزاج امیرانہ تھا ان کی توجہ عیش و عشرت کی جانب تھی اور غیر شرعی لباس اور نرد اور شطرنج کی کھیلوں میں بے حد فخر محسوس کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ داڑھی چڑھی ہوئی اور لباس شاہانہ ہے۔

(تاریخ قنوج ص36 بحوالہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی ص165)

شطرنج اور نرد کے متعلق حکم:

حضرت بریدہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چوسر (نرد تیر) کو کھیلا اس نے گویا اپنے ہاتھوں کو خنزیر کے خون اور گوشت سے رنگ لیا۔

(شرح صحیح مسلم جلد نمبر6 ص636)

مولوی غلام رسول سعید ی بریلوی لکھتے ہیں:

شطرنج بھی چوسر کی طرح حرام ہے۔ البتہ چوسر کی حرمت زیادہ شدید ہے کیونکہ اس کی حرمت میں صریح نص وارد ہے۔ اور شطرنج کو چوسر (نرد تیر) پر قیاس کر کے حرام کہا ہے۔ قاضی ابوالحسین نے ذکر کیا کہ حضرت علی بن ابی

طالب، حضرت ابی عمر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سعید بن مسیب، قاسم، سالم، عروہ، محمد بن علی بن حسین، وراق اور امام مالک کے نزدیک شطرنج حرام اور یہی قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

(شرح صحیح مسلم ج6 ص636)

مولانا احمد رضا کا فتویٰ شطرنج کے متعلق:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تاش و شطرنج کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: دونوں ناجائز ہیں اور تاش زیادہ گناہ و حرام کہ اس میں تصاویر بھی ہیں۔

ومسئلة الشطرنج مبسوط فی الدرر وغیرها من الخطر والشهادات والصواب اطلاق المنع کما اوضحه فی رد المحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم۔

(احکام شریعت حصہ سوم ص233)

مولانا فضل حق خیر آبادی اور کالا خضاب:

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں:

مولانا بایں علم و فضل خشک طبیعت نہ رکھتے تھے، زندہ دلی، رفیق طبیعت تھی۔ مرحوم جس زمانہ میں انگریزی حکومت کے ملازم تھے، ڈاڑھی سفید ہونے کو آئی خضاب کا استعمال شروع کیا ان کے ایک مولوی دوست کو اس پر سخت اعتراض تھا اور وہ ہمیشہ مولانا سے کہا کرتے تھے آپ خضاب کیوں لگاتے ہیں؟ مولانا ہمیشہ اپنے مولوی دوست کا یہ اعتراض سن کر خاموش ہو جاتے تھے ایک

دن ضبط نہ کر سکے کہنے لگے مولوی صاحب کوئی دنیا کمانے کے لیے مسجد میں مولوی بن کر بیٹھتا ہے کوئی پیری مریدی کرتا ہے کوئی لوگوں کو تعویذ لکھ کر دیتا ہے۔ میں بھی آخر دنیا دار ہوں کھانے کے لیے مریدوں اور غریبوں کی جیب نہیں کاٹتا صرف اپنا ہی منہ سیاہ کر لیتا ہوں۔

(حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص33)

مولانا احمد رضا کا فتویٰ کالے خضاب کے متعلق:

مسئلہ 24 جمادی الاولیٰ 1338ھ۔ کیا حکم ہے علمائے اہل سنت کا کہ خضاب کالگانا جائز ہے یا نہیں بعض علماء جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: سرخ یا زرد خضاب اچھا ہے۔ اور زرد بہتر اور سیاہ خضاب کو حدیث میں فرمایا کافر کا خضاب ہے۔ دوسری حدیث ہے۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کا منہ کالا کرے گا۔ یہ حرام ہے، جواز کا فتویٰ باطل و مردود ہے۔ ہمارا مفصل فتویٰ اس بارے میں مدت کا شائع ہو چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان (بالوں) کو کسی چیز سے تبدیل نہ کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔

(شرح صحیح مسلم ج6 ص410)

نواب صدیق حسن خاں لکھتے ہیں:

میں نے شیخ فضل حق کو اپنی طالب علی کے زمانہ میں مسجد دہلی میں دیکھا تھا اس وقت وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور وہاں وہ جمعہ کی نماز کے لیے آئے تھے ان کا لباس علماء کا نہیں بلکہ امراء کا تھا۔

(ابجد العلوم ص915 بحوالہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی ص163، 164)

مولانا سید عبد الحیٔ لکھتے ہیں:

ان کی وضع قطع علماء کی سی نہیں تھی، امراء کی سی تھی، شطرنج کھیلتے اور مزامیر سنتے اور مجالس رقص میں شرکت اور دوسری ممنوع باتوں سے بھی پرہیز نہیں کرتے تھے۔

(نزہۃ الخواطر ج7 ص275)

حکیم محمود احمد برکاتی بریلوی، مولوی محمد حسین آزاد اور نواب سرور جنگ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

مولانا محمد حسین آزاد لکھتے ہیں: مولوی فضل حق صاحب مرزا (غالب) کے بڑے دوست تھے ایک دن مرزا ان کی ملاقات کو گئے ان (مولانا) کی عادت تھی کہ جب کوئی بے تکلف دوست آیا کرتا تو خالق باری کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔ "بیا برادر آورے بھائی"۔ چنانچہ مرزا صاحب کی تعظیم کو اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ مصرع کہہ کر بٹھایا۔ ابھی بیٹھے تھے کہ مولوی فضل حق صاحب کی رنڈی (فاحشہ عورت، طوائف) بھی دوسرے دالان سے اٹھ کر پاس آن بیٹھی۔ مرزا نے فرمایا ہاں صاحب اب وہ دوسرا مصرع بھی فرما دیجیے۔ "بنشیں مادر بیٹھ ری مائی"۔

اس لطیفے کا صحیح واقعہ مرزا غالب کی بہن کے پوتے نواب سرور جنگ نے اپنی خود نوشت میں اس طرح درج کیا ہے۔ مرزا غالب کی مولانا فضل حق سے کمال دوستی تھی ہر شب کو معمولاً مرزا مولانا کے پاس جایا کرتے تھے۔ ایک شب کو مولانا جو سررشتہ دار ریزیڈنٹ تھے باہر صحن میں بیٹھے ہوئے کچھ مثلیں دیکھ

رہے تھے۔ ایک رنڈی (فاحشہ عورت، طوائف) بھی اس امر کی منتظر کہ مولانا دیکھ لیں تو سلام کر کے بیٹھ جاؤں۔ کھڑی ہوئی تھی اس عرصے میں مرزا لالٹین لیے آگے آگے پہنچے مولانا نے سر اٹھا کر کہا: ''بیا برادر آورے بھائی''۔ مرزا نے کہا دوسرا مصرع بھی پڑھ دیجیے کہ دیر سے منتظر کھڑی ہے۔ دوسرا مصرع یہ ہے: ''بنشیں مادر بیٹھی ری مائی''۔

(آب حیات ص227، کارنامہ سروری ص37 بحوالہ غالب نام آورم بحوالہ فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون 125، 126)

مولوی عبد الشاہد خان شروانی لکھتے ہیں:

ابتدا عمر ہی سے عیش و عشرت کے خوگر تھے۔ حکمران ہونے پر بھی عادت نے ساتھ نہ چھوڑا۔

(باغی ہندوستان ص84)

مولانا فضل حق خیر آبادی کی زبانی اور سنیے:

کس قدر افسوس ہے کہ میں اپنی عمر خواہشات میں برباد اور اپنی زندگی بداعمالی میں تباہ کرتا رہا اپنی عزت و توقیر واہیات باتوں کی وجہ سے گراتا اور اپنی پونجی کی بڑی مقدار مٹاتا رہا، حیات کے خوش گوار دن اترائے میں اور بہترین ایام لہو و لعب میں گزارتا رہا۔

(باغی ہندوستان ص126)

مولانا فضل حق خیر آبادی بدعتی کہلاتا تھا:

مفتی انتظام اللہ شہابی اکبر آبادی لکھتے ہیں:

علامہ فضل حق کو بھی یہ انداز ناگوار گزرا علامہ خود بھی بدعتی کہلاتے

تھے۔

(حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے ص20)

واقعہ ہنومان گڑھی اور مولانا فضل حق خیر آبادی کی انگریز سے خیر خواہی:

ہنومان گڑھی کے واقعہ میں مولوی فضل حق خیر آبادی نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا اور مولوی امیر علی کے قتل اور جہاد کے خلاف فتویٰ دیا تھا اس وقت مولوی فضل حق خیر آبادی انگریزوں کے ملازم تھے۔

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے:

علامہ فضل حق خیر آبادی ان دنوں وہاں صدر الصدور اور مہتمم کچہری حضور کے منصب پر فائز تھے۔

(علامہ فضل حق خیر آبادی ص331)

عبد الشاہد خاں شروانی لکھتے ہیں:

1848ء میں لارڈ ہارڈنگ گورنر جنرل ہند کی تنبیہ پر حضور کونسل قائم کی گئی تھی جس کے صدر مہتمم علامہ فضل حق خیر آبادی بنائے گئے تھے حکام کے مظالم اور رعایا کی ابتری کی ویسے ہی شکایت تھی اس عزم و جہاد اور شاہ صاحب کے اعلان پر مسلمانوں کے جوش و خروش نے ہوش و حواس گم کر دیے شاہ صاحب (مولانا امیر علی) کے سمجھانے کے لیے علماء و امراء کو بھیجا علامہ نے بھی عہدے کی ذمہ داری اور بسہولت مطلب بر آری کی بناء پر گفتگو میں حصہ لیا۔

(باغی ہندوستان ص135)

پروفیسر محمد ایوب قادری قیصر التواریخ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ہنومان گڑھی کا واقعہ واجد علی شاہ کے عہد کا ایک حادثہ کا حصہ ہے۔

اجودھیا میں بابر کے عہد کی ایک مسجد اور چند دوسری مساجد بھی تھیں، ساتھ ہنومان گڑھی کے نام سے ہندوؤں کا ایک استھان اور مندر تھا، مسلمانوں کی قلت تعداد کی وجہ سے ہندو ہمیشہ ان مساجد کی بے حرمتی کرتے تھے۔ واجد علی شاہ کے زمانے میں ہند تعلقہ داروں کی شہ پر گڑھی کے مہنت اور بھی خود سر ہو گئے انہوں نے مسجد کے ایک حصے کو نقصان پہنچایا، اذان دینے کی ممانعت کر دی اور مسجد کی بے حرمتی کی۔ جولائی 1855ء میں شاہ غلام حسین اور مولوی محمد صالح اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر ایک جماعت لے کر ہنومان گڑھی پہنچے پیراگیوں نے انہیں گھیر لیا، حکومت کے بعض افسر بھی رشوت لے کر ان سے مل گئے، پیراگیوں سے مل گئے، پیراگیوں سے مقابلہ ہوا 269 مسلمان مسجد میں ذبح کر دیے گئے، قرآن کریم کو پیروں سے روندا گیا جوتے پہن کر مسجد میں سنکھ بجایا گیا یہ سب کچھ واجد علی شاہ کی حکومت اور علی نقی خان کی وزارت میں ہوا۔

(قیصر التواریخ جلددوم ص112)

اس قومی حادثے اور ناموس اسلام کی ہتک پر مولوی امیر علی جہاد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ان کی تقریروں نے مسلمانوں میں آگ لگا دی اور ہیجان برپا کر دیا رام پور، بریلی پیلی بیت، اضلاع روہیل کھنڈ سے مجاہدین پہنچنے لگے، واجد علی شاہ کی حکومت پریشان ہو گئی وزیر علی نقی کی بری حالت ہوئی امراء عمائد سمجھانے بجھانے کے لیے دوڑے حکومت کے عمال ہندو تعلقہ داروں سے مل گئے تھے۔ مجتہدین اور علماء نے حکومت کی مدد کی مفتی سعد اللہ مراد آبادی ف1294ھ، مولوی ابو الحسن فرنگی محل ف1283ھ۔ 1866ء، مولوی

حسین احمد ملیح آبادی ف1275ھ۔ 1859ء، مولوی محمد یوسف فرنگی محل ف1286ھ۔ 1870ء، مولوی برہان الحق فرنگی ف1286ھ۔ 1870ء، مولوی خادم احمد فرنگی محل ف1271ھ۔ 1855ء، مولوی تراب علی ف1281ھ اور مولانا فضل حق خیر آبادی وہ نامور علماء ہیں جنہوں نے حکومت اودھ کے نقطہ نظر کی تائید و توثیق کی ظاہر ہے کہ اس سے مولوی امیر علی کی تحریک کو نقصان پہنچا مولوی فضل حق اور مفتی سعد اللہ تو خیر حکومت اودھ کے ذمے دار اور ملازم تھے اور وزیر علی نقی خان سے تعلق رکھنے والے تھے لہٰذا مجبور تھے۔

(مولانا فضل حق خیر آبادی ص63، 64 افضل حق قریشی)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی نہیں کیونکہ اس نے اکابر دیوبند کی تعریف کی ہے۔تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر یہی بات دیوبندی سنی ہونے کی دلیل ہے تو پھر پیر مہر علی شاہ، مفتی مظہر اللہ شاہ، پیر جماعت علی شاہ، پیر سیف الرحمن، پیر ارچی، خواجہ قمر الدین سیالوی اور سینکڑوں تمہارے اکابرین دیوبندی ہوں گے بریلوی نہیں ہوں گے۔اگر اس پر کسی کو حوالے مطلوب ہوں تو ہم پیش کر دیں گے۔

باقی رہی یہ بات کہ ہم نے اسے بریلوی کیوں لکھا ہے۔پیرزادہ اقبال احمد اقبال جو بریلوی کے جید عالم ہیں وہ کہتے ہیں سید شرافت نوشاہی (مولف شریف التواریخ) محمد عالم مختار حق (دانشور) سید بشیر حسین طاہری مرحوم، مولانا غلام دستگیر نامی مرحوم، پروفیسر محمد اقبال مجددی، پروفیسر محمد اسلم (شعبہ تاریخ)

پروفیسر محمد ایوب قادری کراچی غرضیکہ ہزاروں اہل علم ودانش حکیم محمد موسی امرتسری کی مجلس سے اپنے بنے۔

(مجالس علماء ص449)

اب بتایئے کہ یہ دیوبندی ہے یا بریلوی؟

پروفیسر ایوب قادری بریلوی قیصر التواریخ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

مجتہدین لکھنؤ علمائے فرنگی محل اور دوسرے علماء نے بھی اس طرح فتوے دیے جس سے حکومت اودھ کے نقطہ نظر کی تائید ہوتی تھی ان میں بعض تو حکومت اودھ کے براہ راست ملازم تھے، قیصر التواریخ کا ہم عصر مولف لکھتا ہے۔

''اس عرصہ میں حسب الحکم بادشاہ اور فہمائش حضور عالم (علی نقی خان وزیر) سے سلطان العلماء (سید محمد) نے بھی اس باب میں کچھ تحریر کیا (خبر) مولوی (امیر علی) صاحب کو پہنچی لیکن اسے خلاف نفس الامر سمجھے، پھر سلطان العلماء نے کوئی فتویٰ بہ تصریح حکم سرکار سے دستخط نہ کیا بلکہ جواب دیا کہ ایک شخص نے غرض نفسانی رفع توہین اسلام پر کمر باندھی ہے، اور تن بمرگ دیا ہے۔ سراسر اس کے حق بجانب ہے کیونکہ خلاف شریعت عزاے احمدی بخوف حاکم لکھوں، لیکن مقام حیرت یہ ہے کہ تمام ہندوستان میں لکھنؤ دار المومنین مشہور ہے۔ ایک مسکین، ضعیف ونحیف نے ہمت مردانگی کی ہے۔ مقام عبرت ہے علمائے فرنگی محل نے بھی اسی طریق سے تحریر کیا بلکہ راضی ہوئے اس امر پر حاکم وقت کو اپنے شہر میں رہنے دینے کا اختیار ہے۔ کبھی ہم فتویٰ قتل اس شخص کا نہ دیں گے مولوی محمد اصغر کے نواسے نے بھی فتویٰ پر دستخط کیا، علماء ظاہر اہل سنت

مثل مولوی محمد حسین احمد، غلام جیلانی وکیل عدالت انگریزی، مولوی محمد یوسف، مولوی فضل حق خیر آبادی، مولوی محمد سعد اللہ جو حج خانہ کعبہ سے مشرف ہو کر آئے تھے اور بعض علماء گمنام نے بھی محض بطمع دنیا بخوف حاکم حکم فتویٰ قتل عبارات مختلف سے رنگین کر کے دیا اور بعض علمائے شاہجہاں آباد نے بھی ایسی حجت و برہان سے لکھا، یعنی جب اہل اسلام قلیل ہوں اور غلبہ کفار ہو اس وقت خلاف حکم اولی الامر یعنی حاکم وقت صاحبان عالیشان یا اہل اسلام جو ان کے اعتبار میں ہوں، جہاد حرام ہے اور جو شخص مرتکب ایسے امر کا وہ طاغی و باغی ہے۔''

اس فتویٰ میں علماء نے انگریزوں کو اولی الامر تک کہا، سید امیر علی اور ان کے ساتھی شہید کر دیے گئے۔

(مولانا فضل حق خیر آبادی، افضل حق قرشی ص153)

حکیم نجم الغنی رام پوری نے قیصر التواریخ سے نقل کر کے لکھا ہے:

لیکن بعض دنیا طلب علمائے اہل سنت نے جیسے مولوی حسین احمد اور مولوی غلام جیلانی وکیل عدالت انگریزی اور مولوی محمد یوسف اور مولوی فضل حق خیر آبادی۔

(مولف ہدیہ سعیدیہ، حاشیہ قاضی مبارک وغیرہ)

اور مولوی سعد اللہ اور دوسرے علمائے گمنام نے محض بہ طمع دنیا مولوی امیر علی صاحب کے قتل کا فتویٰ عبارات مختلف سے رنگین کر کے دیا اور دلی کے بعض علماء نے بھی ایسی برہان اور حجت کے ساتھ لکھا کہ جب اہل اسلام قلیل ہوں اور کفار کا غلبہ ہو اس وقت خلاف اولی الامر یعنی حاکم وقت کے جن کے اختیار میں ہوں خواہ وہ انگریز ہوں یا مسلمان جہاد حرام ہے پس جو شخص ایسے امر کا مرتکب

ہو وہ طاغی و باغی ہے۔

(تاریخ اودھ ج5 ص202، 203)

حکیم نجم الغنی رام پوری نے پہلے یہ فتویٰ دینے والوں کے نام لکھے پھر حکیم نجم الغنی رام پوری لکھتا ہے۔ میں نے اس کے متعلق جو قلمی کاغذات کا مجموعہ دیکھا ہے اس میں مہنتوں کے بیانات موضع متنازعہ کا نقشہ اور ابھے رام بیراگی کے نام اگلے والیاں اودھ کے فرمان واجد علی شاہ کا شقہ علی نقی خان وزیر کے خطوط مجتہد کے نام مجتہد کے خطوط مولوی امیر علی کے نام اور مولوی صاحب کے جوابات دوسرے اہل کاران کے متعلقہ کی تحریریں علماء کے فتوے سب کچھ موجود ہیں ان میں مجتہد صاحب کی کوئی تحریر مولوی امیر علی کے موافق موجود نہیں بلکہ ان کے کام کے خلاف ہے۔

(تاریخ اودھ ج5 ص203)

مفتی انتظام اللہ شہابی لکھتے ہیں:

مولانا فضل حق خیر آبادی جو خالص سرکاری آدمی تھے ان دنوں صدر الصدور تھے کچھ دن ہوئے تھے کہ امیر علی شاہ کے خلاف فتویٰ مولوی عبدالرزاق فرنگی محل کی تائید میں دے چکے تھے۔

(ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء ص77)

مولانا فضل حق خیر آبادی اور 1857ء کی جنگ آزادی

مولوی فضل حق کو جنگ آزادی 1857ء کا ہیرو بنانے کے لیے بریلوی مولویوں کو جھوٹ بھی بولنا پڑا تو بولا جھوٹی روایات گھڑنی پڑیں تو گھڑیں کس طرح مولوی فضل حق خیر آبادی جنگ آزادی 1857ء کا ہیرو بن جائے

لیکن جھوٹ جھوٹ ہی ہوتا ہے لیکن بریلوی مولویوں نے توزیرو کو ہیرو بنانے کی بڑی کوشش کی ہے۔

مولوی فضل حق خیر آبادی نے بھی 1857ء کی جنگ میں کوئی عملی جہاد نہیں کیا۔ سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے : تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ علامہ میدان جنگ میں لڑنے والے صاحب سیف نہ تھے۔

(علامہ فضل حق خیر آبادی ص356)

سلمہ سیہول بریلوی لکھتی ہے :

یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ علامہ میدان جنگ میں لڑنے والے صاحب سیف مجاہد نہ تھے۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص311 حاشیہ)

فتویٰ جہاد اور مولانا فضل حق خیر آبادی

محترم قارئین! مولوی فضل حق خیر آبادی کے فتویٰ جہاد پر دستخط نہیں ہیں بریلوی مولوی آج تک وہ فتویٰ پیش نہیں کر سکے جس پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے دستخط ہوں۔

1... مولوی عبدالشاہد خاں شروانی کی کتاب باغی ہندوستان میں مولوی فضل حق خیر آبادی کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

2... سلمہ سیہول کی کتاب علامہ محمد فضل حق خیر آبادی میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

3... عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری کی کتاب برطانوی مظالم کی کہانی عبدالحکیم خاں اختر شاہجہانپوری کی زبانی میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد

نہیں ہے۔

4... مولوی مشتاق احمد نظامی کی کتاب خون کے آنسو میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

5... بریلویوں کی کتاب انوار رضا میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

6... مولوی غلام مہر علی کی کتاب دیوبندی مذہب میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

7... حکیم محمود احمد برکاتی کی کتاب فضل خیر آبادی اور سن ستاون میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

8... مفتی انتظام اللہ شہابی کی کتاب حیات علامہ فضل حق خیر آبادی اور ان کے سیاسی کارنامے میں بھی مولوی فضل حق کے دستخط والا فتویٰ جہاد نہیں ہے۔

اگر فتویٰ جہاد پر مولوی فضل حق خیر آبادی کے دستخط ہوتے تو ان آٹھ بریلوی کتابوں کے مصنف وفتویٰ ضرور نقل کرتے۔

سلمہ سیہول لکھتی ہیں:

جنگ آزادی اٹھارہ سو ستاون کے دوران کئی فتوے دیئے گئے تھے پھر آگے جا کر لکھتی ہے باغی ہندوستان میں بھی ایک فتوے کا ذکر ملتا ہے جو علامہ فضل حق خیر آبادی کا بتایا گیا ہے مگر ان میں سے صرف ایک فتویٰ اب تک دستیاب ہوا ہے سارے نہیں اور وہ فتویٰ چھبیس جولائی 1857ء کو صادق الاخبار میں چھپنے والا فتویٰ ہے، جس پر دہلی کے تینتیس علماء نے وجوب جہاد کی تصدیق میں دستخط

کیے ہیں (اس فتویٰ پر مولوی فضل حق کے دستخط نہیں ہیں)

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص328۔ 329)

اب فتویٰ جہاد کے متعلق صحیح صورت حال سنیے:

جنگ آزادی کا آغاز 10 مئی (11 مئی) 1857ء کو ہوا۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص28)

اس وقت مولوی فضل حق خیر آبادی الور میں راجہ بنئے سنگھ کا ملازم تھا راجہ بنئے سنگھ کی وفات 15 جولائی 1857ء کے ایک مہینہ بعد مولوی فضل حق دہلی آیا مولوی فضل حق کا اپنا بیاں ملاحظہ فرمائیں۔

میں راجہ الور کے ہاں ملازم تھا اور بغاوت شروع ہونے کے زمانے میں اسی کے پاس تھا راجہ بنئے سنگھ کی وفات (15 جولائی 1857ء) کے بعد ایک مہینے تک میں الور میں رہا میں اگست 1857ء میں الور سے روانہ ہوا اور دہلی آیا۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص318)

مولوی فضل حق 16 اگست کو دہلی آیا اور فتویٰ جہاد صادق الاخبار دہلی مورخہ 26 جولائی 1857ء کو شائع ہو چکا تھا اس لیے فتویٰ جہاد پر مولوی فضل حق کے دستخط نہیں ہیں۔

کن کن حضرات کے قول کے مطابق مولوی فضل حق کے دستخط فتویٰ جہاد پر ثابت نہیں ہوتے۔

پروفیسر ایوب قادری بریلوی کی گواہی:

مولوی فضل حق خیر آبادی تو وسط اگست میں دہلی پہنچے تھے اس وقت

تک یہ فتویٰ مشتہر ہو چکا تھا لہٰذا ان کے دستخط کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(جنگ آزادی ص404)

سلمہ سیہول لکھتی ہیں:

صادق الاخبار والے فتویٰ پر علامہ کے دستخط نہ ہونے کی وجہ ان کا ان دنوں الور میں ہونا ہے۔ غالباً اسی لیے علامہ (مولوی فضل حق) لکھتے ہیں: ''یہ تو سب کچھ ہو ہی رہا تھا کہ بعض شہر و دیہہ سے بہادر مسلمانوں کی ایک جماعت علمائے، زہاد اور ائمہ اجتہاد سے جہاد کے وجوب کا فتویٰ لے کر جدال و قتال کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ (علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص329، 330)

امتیاز علی عرشی لکھتے ہیں:

پچھلے صفحات میں صرف یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مولانا خیر آبادی کا جہاد کا فتویٰ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(مولانا فضل حق خیر آبادی ص198 افضل حق قرشی)

مالک رام لکھتے ہیں:

جس فتوے میں ان کی شمولیت پر اصرار کیا جاتا ہے وہ ان کے آنے سے بہت پہلے جولائی ہی میں شائع ہو چکا تھا اس پر ان کے دستخط کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

(مولانا فضل حق خیر آبادی ص114، افضل حق قرشی)

مولانا سید محمد میاں لکھتے ہیں:

حضرت مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی کے دستخط بھی اس فتوے پر نہیں ہیں کیونکہ مولانا موصوف اس فتوے کی ترتیب اور جامع مسجد کے اجتماع

سے کئی ہفتہ بعد وسط اگست میں دہلی تشریف لائے تھے۔

(علماء ہند کا شاندار ماضی ج4 ص180)

سید مبارک شاہ لکھتے ہیں:

سید مبارک شاہ جنگ آزادی 1857ء کے دوران دہلی کے کوتوال تھے وہ لکھتے ہیں فضل حق نے جہاد کے حق میں کوئی فتویٰ نہیں دیا یا کسی بھی طریقہ سے بادشاہ کو گمراہ نہیں کیا

(مولانا فضل حق خیر آبادی ص155، افضل حق قرشی)

مولانا فضل حق خیر آبادی اور جھوٹا مقدمہ بغاوت

مولانا فضل حق کو 30 جنوری 1859ء کو گرفتار کر لیا گیا ۔

(باغی ہندوستان ص361)

اور ان پر بغاوت کا جھوٹا مقدمہ ڈال دیا گیا کیونکہ مولوی فضل حق نے بغاوت میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا جیسا کہ آگے جا کر ان کے اپنے بیان سے معلوم ہو گا۔

مالک رام لکھتے ہیں:

غرض پورے حالات کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق مرحوم نے 1857ء کی تحریک میں واقعی کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔

(مولانا فضل حق خیر آبادی ص148، افضل حق قرشی)

جب مولوی فضل حق خیر آبادی کو گرفتار کر لیا گیا تو پھر مولوی فضل حق حق نے نواب رامپور یوسف علی خاں کے نام (جو انگریزوں کا بڑا وفادار تھا) جو

مولوی فضل حق کا شاگرد تھا ایک خط لکھا اس خط میں مولوی فضل حق نے نواب رامپور سے اپنی رہائی کے لیے سفارش کرنے کی درخواست کی تھی مولوی فضل حق نے خط میں لکھا کہ میں وہ فضل حق نہیں ہوں بلکہ وہ دوسرا فضل حق ہے جو شاہجہانپور کا رہنے والا ہے ہم نام ہونے کی وجہ سے مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے حالانکہ میں اس الزام سے بری ہوں۔

رام پور کے نواب یوسف علی خان کے نام خط

جناب عالی جناب نواب صاحب خداوند نعمت، فیاض زماں، الاف و معاذ علمائے دوراں دام اقبالہ۔ بعز عرض می رساند کہ پیش ازیں دوتا عریضہ عقیدت مشتمل بر ابتلائے خویش ارسال عالی جناب کردہ ام بنظر اشرف گزشتہ کاشف فحاوی مندرجہ شدہ باشد، دم روبکاری ایں جا واضح شد کہ فدوی را بعلت نوکری خان بہادر خان و نظامت پیلی بھیت وچکلہ داری محمدی وافسری لشکر باغی ماخوذ کردہ اند، حال آنکہ فدوی ازیں ہر سہ امر محض بری است و منشاء مواخذہ انست کہ شخصے میر فضل حق نام از ساداتِ شاہجہانپور کہ قبل ازیں در سرکارِ ابد قرار بندگان عالی ملازم ماندہ بسر رشتہ داری پیلی بیت مامور شدہ، وزمانے تحصیل دار آنولہ پیلی بھیت ماندہ بود، دورِ ابتدائے غدر از طرف خان بہادر خان ناظم پیلی بھیت گردید وبعد فتح بریلی در ملک اودھ رسیدہ از طرف خان علی خان چکلہ دار محمدی شدہ۔ پس از زمانے بافسری کدامی لشکر باغی ہمراہ فیروز شاہ آن طرف جمن فرار کرو۔ عزیز ان اودر سرکار کمپنی بعہد ہائے جلیلہ مامور اند، چنانچہ برادر حقیقی او مولوی مبین ڈپٹی

کلکٹر سہارن پور بود۔

مہتمان اخبار خانہ خراب ناواقف ازیں تفصیل کہ او شخصے دیگر است وفدوی از شیوخ خیر آباد شخصے دیگر در اخبار نامہا حال نظامت پیلی بھیت و محمدی وافسری لشکر و فرار او بافیروز شاہ آن طرف جمن نوشتہ بعض علامات فدوی افزودند کہ برادر حقیقی اور در سرکار مہارراجہ پٹیالہ نوکر و برادرِ دیگرش در سہارنپور ڈپٹی کلکٹر است، وعاکمان ایں جذبہ اشتباہ ہماں مولوی فضل حق کہ ہمنام ودر بعضے علامات شریک فدوی است، فدوی را محض بے جرم مقید کردہ اند۔

لہٰذا عرض رسانست کہ اسماعیل خان رئیس مالا گڑھ دریں روہا وارد آن دیار اند۔ واز حال فدوی و مولوی فضل حق شاہجہان پوری مذکور بخوبی واقف۔ بایشاں ایمارود تا ایشاں کیفیت تفصیلی مشار الیہ وحال عبور اودریائے جمن را ہمراہ فیروز شاہ و حال بے جرمی فدوی نوشتہ مع عرضی خود بنام ترب صاحب، کمان افسر بریلی متضمن درخواست ارسال کیفیت مذکور بذریعہ چٹھی خود محکمہ اسپیشل کمشنر لکھنؤ خدمت بترب صاحب موصوف روانہ دراند ودر کیفیت تغائر بسیار میان فدوی و فضل حق شاہ جہانپوری ثابت سازند، ونوکر بنودن فدوی بسرکار کدامی باغی وافسر بنودنِ فدوی بکرامی لشکر و ناظم نماندان فدوی بعلاقہ پیلی بھیت و محمدی ایں جملہ امور واقعی اوست، بوجہ احسن ثبت کنند، تا صاحب موصوف عرضی و کیفیت مرسلہ ایشاں را بہمبرہ چٹھی خود دریں جا روانہ فرمایند وبواسطہ آن چٹھی و کیفیت اشتباہ حکام ایں جا رفع شود ونمک خوار قدیم رہائی یافتہ بدعائے ترقی جاہ (مشغول) گردد۔ از پرورشِ خاوندانہ و مواساتِ کریمانہ امیدوار است توجہ

بسیار بحال زوال مبذول شود و بعجلت ہر چہ تمامتر اثر اجابت مسؤل ظاہر گردد، واجب بود عرض نمود۔

آفتاب ترقی جاہ و جلال ہموارہ تاباں باد

ترقی خواہ

18 فروری 1224ء عرضی مہر (فضل حق)

نمک خوار قدیم

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص364، 365)

سلمہ سیہول بریلوی کی زبانی گرفتاری کی کہانی سنیے:

لکھتی ہیں فائل مقدمہ اور اس کے متعلقات اور تمام عرض داشتوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کو جن الزامات کے تحت گرفتار کیا گیا تھا وہ الزامات یہ تھے۔

1... نواب خان بہادر خان، نبیرہ حافظ رحمت بہادر نے جب انگریزوں کے خلاف بریلی میں بغاوت کی تو مولانا نے ان کا ساتھ دیا اور ان کی طرف سے نظامت پیلی بھیت کا کام انجام دیا۔

2... جب انگریزوں نے (5 مئی 1857ء کو) بریلی پر قبضہ کر لیا تو خاں بہادر وہاں سے بھاگ گیا اور مولانا بھی وہاں سے بھاگ کر اودھ پہنچے اور خان علی خان کی طرف سے ریاست محمدی کے چکلہ دار مقرر ہوئے۔

3... مولانا نے اس کے بعد ایک باغی لشکر کی کمان ہاتھ میں لی۔

علامہ کے مطابق وہ ان الزامات سے بری تھے انہیں ایک دوسرے

شخص سے ہم نامی اور بہت سی دیگر مماثلتوں کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا تھا چنانچہ علامہ نے اپنی گرفتاری پر نواب رامپور یوسف علی خاں کے نام فوری طور پر یکے بعد دیگرے تین عدد خط لکھے ان میں سے دو ناپید ہیں اور ایک خط 18 فروری کا تحریر کردہ رضا لائبریری رامپور میں محفوظ ہے اس خط میں انہوں نے نواب سے درخواست کی ہے کہ وہ رئیس مالا گڑھ اسماعیل خان جو کہ ہر دو فضل حق ان کی سرگرمیوں اور ان کے فرق سے بخوبی آگاہ ہے سے کہیں کہ وہ کمان افسر بریلی ٹرپ صاحب کے نام محکمہ سپیشل کمشنر لکھنؤ میں دوسرے شخص کی رپورٹ اور میری ان جرائم سے برأت کا حال تفصیل کے ساتھ اپنی درخواست کے ہمراہ بھیجیں تا کہ ان حاکموں کا شبہ دور ہو اور مجھے رہائی ملے۔

تنگی وقت یا غالباً انگریزوں سے وفاداری کے باعث نواب رامپور یوسف علی خاں نے ان کی کوئی مدد نہ کی اور بائیس فروری 1859ء سے مقدمے کی ابتدائی سماعت شروع ہوئی ہو گی و گواہوں اور ملزم (علامہ) کے بیانات ہوئے علامہ اور گواہان صفائی کے بیانات کا اہم حصہ اس وضاحت میں تھا کہ علامہ وہ فضل حق نہیں جن کے شبہ میں ان کو گرفتار کیا گیا ہے دوسرے فضل حق کے بارے میں علامہ کے خط بنام نواب رامپور میں مذکور ہے کہ میر فضل حق شاہجہان پوری کے سادات سے ہیں وہ پہلے ''پیلی بھیت'' میں سر رشتہ داری کے عہدہ پر مامور ہوئے کچھ عرصہ آنولہ اور پیلی بھیت میں تحصیل دار رہے اور پھر بریلی کے خان بہادر خان کی طرف سے غدر کے آغاز پر پیلی بھیت کے ناظم ہو گئے اور بریلی پر قبضہ کے بعد سلطنت اودھ پہنچے اور خان علی خان کی طرف سے ''محمدی'' کے

چکلہ دار ہو گئے کچھ عرصہ پہلے باغی لشکر کی قیادت کرتے ہوئے شہزادہ فیروز شاہ کے ساتھ چمن کی طرف فرار ہو گئے ان کے رشتہ دار ایسٹ انڈیا کمپنی میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں چنانچہ ان کا حقیقی بھائی مولوی مبین سہارن پور میں ڈپٹی کلکٹر تھا۔خانہ خراب اخبار والے اس تفصیل سے ناواقف ہیں کہ وہ کوئی دوسرا شخص ہے اور فدوی خیر آباد کے مشائخ سے ایک دوسرا شخص ہے اس لیے اخبار میں پیلی بھیت کی نظامت محمدی کی چکلہ داری، لشکر کی قیادت اور فیروز شاہ کے ساتھ چمن کی طرف فرار ہونے کی خبر لکھی ہے اور اس کے ساتھ کچھ علامات فدوی کی شامل کر دی ہیں کہ اس کا حقیقی بھائی سرکار مہاراجہ پٹیالہ کا ملازم ہے اور اس کا دوسرا بھائی سہارنپور میں ڈپٹی کلکٹر ہے اور یہاں کے حاکموں نے اسی مولوی فضل حق کے شبہ میں جو فدوی کا ہم نام ہے اور بعض علامات میں شریک ہے فدوی کو بغیر کسی جرم کے قید میں ڈال دیا ہے۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص338 تا 340)

سلمہ سیہول لکھتی ہیں:

''دی گریٹ ریوولیوشن'' اور ''فریڈم سٹرگل'' کے مذکور بالا اقتباسات کے مندرجات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو لشکر کی قیادت کسی سپہ سالار کے زیر کمان ہونا میدان جنگ میں چستی و سرگرمی، فیروز شاہ و دیگر مجاہد قائدین کی ہمراہی محمدی میں سرگرمی جہاد جیسے نکات یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ تمام کوائف فضل حق شاہجہان پوری کے ہیں کہ فضل حق خیر آبادی کے جو حکومت کے دشمن جان ہوتے اور اعزہ کے اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کی وجہ سے ان کے مماثل

ہیں۔ معلوم ہوا کہ جن الزامات کے تحت علامہ گرفتار ہوئے تھے وہ ان سے بری تھے۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص343)

ان تمام بیانات سے یہی ثابت ہوا کہ مولوی فضل حق نے بغاوت 1857ء میں کوئی حصہ نہیں لیا اور ان پر جھوٹا الزام لگایا گیا تھا اور یہ سارے کارنامے فضل حق شاہجہانپوری کے تھے نہ کہ مولوی فضل حق خیر آبادی کے۔

مولانا فضل حق کا عدالت میں بیان:

میں راجہ الور کے ہاں ملازم تھا بغاوت شروع ہونے کے زمانے میں اس کے پاس تھا راجہ بنئے سنگھ کی وفات کے بعد ایک مہینے تک میں الور میں رہا میں اگست 1857ء میں الور سے روانہ ہوا اور دہلی آیا۔ وہاں میں پندرہ دن رہا اور پھر واپس الور چلا گیا میں نے اپنے اہل و عیال کو یہاں الور میں چھوڑا اور دسمبر 1857ء میں خیر آباد کی راہ لی جب سے میں اپنے مکان پر مقیم ہوں نہ میں نے کسی کی ملازمت کی نہ باغیوں میں شامل ہوا میر فتح حسین، محمد حسین اور احمد علی خاں میرے گواہ ہیں نبی بخش اور قادر بخش و امام علی، علی محمد اور ممو خان خیر آباد کے رہنے والے میرے چال چلن سے واقف ہیں۔

میں خیر آباد سے اس لیے نکلا تھا کیونکہ یہاں کے تمام باشندے بیگم (حضرت محل) کے ساتھ بھاگ گئے تھے میں یہاں سے نکل کر چند دن کھیڑی، ہرگاؤں، تیتول، سہور پور وغیرہ میں رہا۔ کچھ دن دریہ میں بھی گزارے۔ 26 دسمبر 1858ء کو میں نے کرنیل کلاک سے سیہا کے مقام پر ملاقات کی اس سے

پہلے میں بریگیڈیر ٹروپ سے مل چکا تھا، بریگیڈیر ہی نے مجھے کرنیل کے پاس بھیجا تھا۔ کرنیل کلاک نے ایک روبکار لکھی اور حکم دیا کہ اسے ڈپٹی کمشنر ضلع کی تحویل تحویل میں دے دیا جائے۔ میں 30 دسمبر کو ڈپٹی کمشنر کے سامنے حاضر ہوا اور اپنے مکان ہی پر ٹھہرا رہا، 30 جنوری کو ڈپٹی کمشنر نے مجھے بلا بھیجا اور لکھنؤ روانہ کر دیا اور فضل حق ایک اور شخص کا نام ہے مجھے اس کی جگہ گرفتار کر لیا گیا وہ آج کل (شہزادہ) فیروز شاہ (بن بہادر شاہ ظفر) کے ساتھ ہے یہ (فضل حق) سابق میں آنولہ کا تحصیل دار تھا اور اس نے خان بہادر خان اور بیگم (حضرت محل) کی ملازمت بھی کی ہے وہ ذات کا سید اور شاہجہانپوری کا رہنے والا ہے۔

(علامہ محمد فضل حق خیر آبادی ص344، 345)

مولانا فضل حق کے صفائی کے گواہوں کے بیان:

1... قادر بخش عدالت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: میں نے نہیں سنا کہ ان مولوی فضل حق نے کسی شخص کو گمراہ کر کے اسے بغاوت پر آمادہ کیا ہو۔

2... نبی بخش عدالت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا:

میں نے نہیں سنا کہ ان مولوی فضل حق نے کسی شخص کو گمراہ کر کے اسے باغی بنایا ہو یا خود انہوں نے خان بہادر خان کی ملازمت اختیار کر لی ہو۔

ہاں میں نے سنا کہ ایک اور فضل حق شاہجہانپور کا رہنے والا تھا وہ خان بہادر خان کا ملازم تھا اور فیروز شاہ کے ساتھ بھی گیا تھا

(مولانا فضل حق خیر آبادی ص116، 117، افضل حق قرشی)

مولانا فضل حق خیر آبادی کو سزا:

مقدمے کی سماعت کے بعد 4 مارچ 1859ء کو حبس دوام بعبور دریائے شور اور تمام جائیداد کی ضبطی کا فیصلہ سنایا گیا۔ مولانا نے وائسرے کے یہاں اپیل کی مگر وہ بھی مسترد ہو گئی اور مئی 1859ء میں مولانا کو لکھنؤ سے کلکتے روانہ کر دیا گیا اور وہاں سے 18ء اکتوبر کو انڈمان لے جائے گئے۔ یہاں پہنچ کر انہوں نے 9 جنوری 1860ء کی ایک درخواست وزیر ہند کے نام روانہ کی۔ ادھر مولانا کے صاحبزادے نے بھی اپنی طرف سے ایک اپیل کی جس کے جواب میں بقول ذکاءاللہ رہائی کا حکم ہوا مگر رہائی کا حکم نافذ ہونے سے قبل ہی 12 صفر 1278ھ مطابق 20 اگست 1861ء کو اس امام معقول اور مجاہد حریت نے انڈمان ہی میں وفات پائی۔

(فضل حق خیر آبادی اور سن ستاون ص65)

مولانا فضل حق کی رہائی کے لیے درخواست:

درخواست بحضور جناب ارل کیننگ جی سی پی وائسرائے و گورنر جنرل باجلاس کونسل چونکہ فوجی عدالت کے فیصلوں سے متعلق یہ قاعدہ ہے کہ ان کے خلاف مرافعہ (اپیل) نہیں ہو سکتا اس لیے کہ بالعموم تصدیق کے لیے حکام بالا کے پاس بھیج دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ جوڈیشنل کمشنر کی عدالت سے مولانا فضل حق کے مقدمے میں جو فیصلہ ہوا تھا اسے بھی تصدیق کے لیے گورنر جنرل باجلاس کونسل کی خدمت میں کلکتے بھیج دیا گیا جب مولانا کو معلوم ہوا کہ ابھی امید ہے کہ شاید اس میں تبدیلی کرائی جا سکے تو انہوں نے وکلا مسرز سون ہو بیبی اینڈ

لیزلی Swin Hoe Beeby Leslie کی وساطت سے گورنر جنرل کی خدمت میں یہ التماس کہ میرے ساتھ انصاف نہیں ہوا اور جوڈیشنل کمشنر کا فیصلہ رد کیا جائے جب اس پر جواب ملا کہ کمشنر کے فیصلے کی تصدیق کر دی گئی ہے تو انہوں نے پھر حسب ذیل درخواست پیش کی۔

درخواست بحضور جناب ارل کیننگ جی سی پی وائسرائے و گورنر جنرل با اجلاس کونسل میرے خلاف جو مقدمہ چلایا گیا ہے اور اس میں جو فیصلہ ہوا ہے اور جو سزا مجھے دی گئی ہے، یہ حضور ملکہ معظمہ کے عام معافی کے اعلان کے خلاف ہے۔

1۔ مجھ پر بغاوت اور قتل کی ترغیب کا الزام لگایا گیا ہے۔ لیکن شاہی اعلان نے یہ تمام جرم معاف کر دیئے ہیں۔ اس لیے اگر بفرض محال یہ خیال بھی کر لیا جائے کہ یہ فدوی ان جرائم کا مرتکب ہوا تھا، جب بھی اس اعلان شاہی کی موجودگی میں مجھ پر جو مقدمہ چلایا گیا اور جو سزا دی گئی ہے، یہ خلاف قانون ہے، اعلان نے عام معافی سے صرف ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جنہوں نے براہ راست برطانوی رعایا کے قتل میں حصہ لیا یا قاتلوں کو پناہ دی یا وہ لوگ جو بغاوت کے سرغنہ تھے یا جنہوں نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا، میں ان میں سے کسی جرم کا بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ مرتکب نہیں ہوا۔

2۔ میرے خلاف پہلا الزام یہ ہے کہ میں باغیوں کا سرغنہ تھا اور میں نے انہیں بغاوت کی ترغیب دی لیکن سپیشل کمشنر نے جو فیصلہ صادر کیا ہے، اسی سے اس الزام کی تغلیظ ہو سکتی ہے اس میں انہوں نے متضاد باتیں بیان کی ہیں، ایک جگہ

لکھتے ہیں کہ ملزم (یعنی میں) باغیوں کا مشیر کار اور بغاوت کا سر گرم ترغیب دینے والا تھا، دوسری جگہ لکھا ہے کہ جب بغاوت شروع ہوئی تو ملزم الور میں ملازم تھا؟ لیکن بعد کو وہ خود بخود دہلی آیا اور اس کے بعد وہ باغیوں کے قدم بقدم چلتا رہا۔

مشیر کو بغاوت کی ترغیب دینے والا کہنا، لفظوں کو غلط معنی پہنانا ہے اور جو شخص محض باغیوں کے قدم بقدم چلتا رہا ہے اسے ترغیب دینے والا کہنا علت و معلول کو بالعکس کر دینے کے مترادف ہے۔

3۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح سپیشل کمشنر نے بیان کیا، میں ریاست الور میں ملازم تھا اور دہلی میں بغاوت شروع ہونے کے چار مہینے کے بعد اپنی بیوی کو وہاں سے نکالنے کے لیے آیا، میں بیوی کو ساتھ لے کر اپنے وطن خیر آباد چلا گیا اور مئی 1858ء میں احمد اللہ کے ظلم وستم سے جان بچانے کی خاطر بھاگ کو بوندی گیا، اس کے بعد مسیح الزماں نے مجھے پکڑ کر قید کر دیا، کیوں کہ میں نے اس کے ساتھ بغاوت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ اور اب حالت یہ ہے کہ مسیح الزماں جو باغیوں کا سرغنہ تھا وہ تو آزاد دندناتا پھرتا ہے اور میں جس کا جرم صرف یہ بتایا جاتا ہے کہ میں نے باغیوں کو مشورہ دیا، باوجودیکہ خود بعض باغیوں نے مجھ پر ظلم توڑے تھے، مجھے حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی ہے۔

4۔ سزا کے خلاف قانون ہونے کا ثبوت خود اسی فیصلے میں موجود ہے جو سپیشل کمشنر نے میرے مقدمہ میں دیا ہے لکھا ہے:

یہ بہت ہی خطرناک آدمی ہے اور کسی وقت بھی انتہائی نقصان پہنچا سکتا ہے اس لیے انصاف اور امن عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ اسے ملک بدر کر دیا جائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فدوی کو سزا اس لیے نہیں دی گئی کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، بلکہ مجھے ملک بدر اس لیے کرنا چاہیے تاکہ میں کبھی نقصان پہنچانے کے قابل نہ رہوں۔ اگرچہ سمجھنا محال ہے کہ میرے جیسا پیرانہ سال شخص نقصان ہی کون سا پہنچا سکتا ہے سپیشل کمشنر اس لیے مقرر ہوئے تھے کہ وہ ان لوگوں کے مقدمات کی سماعت کریں جن کے جرائم ملکہ معظمہ کے اعلان معافی سے مستثنیٰ کیے گئے تھے۔ فدوی کسی ایسے جرم کا مرتکب نہیں ہوا اگرچہ سپیشل کمشنروں نے مجھے سزا اس جرم کی دی ہے کہ میں نے لوگوں کو بغاوت کی ترغیب دی تھی لیکن خود ان کی اپنی رائے یہ بھی ہے کہ میں باغیوں کے قدم بقدم چلتا رہا یا زیادہ سے زیادہ میرا جرم صرف اتنا ہے کہ میں نے بعض سرغنوں کو مشورہ اور صلاح دی جو اعلان شاہی کے مطابق بہت خفیف جرم ہے لیکن میں نے ان کے فیصلے سے جو فقرے نقل کیے ہیں ان سے ان کا اصلی مدعا واضح ہو جاتا ہے یعنی وہ مجھے ملک سے باہر اس لیے بھیجنا چاہتے ہیں کہ میرا چال چلن ٹھیک رکھنے کی یہی ایک ضمانت ہے۔

5۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ مقدمہ اس کی کاروائی اور اس میں جو سزا دی گئی ہے یہ سب کچھ ملکہ معظمہ کے اعلان کے خلاف بلکہ قانون اور انصاف ہی کے خلاف تھا تو کیا حضور والا اس کی حمایت کریں گے؟ اور یہ کس لیے؟ تاکہ ایک مسن شخص اپنے خاندان سے دور مرنے کو بھیج دیا جاوے؟ اور اس کے خاندان کو اس آذوقہ سے محروم کر دیا جائے جو ان کی زیست کا سہارا ہے۔

6۔ جب میں نے میسرز سون ہو، بیبی اینڈ لیزلی کی وساطت سے درخواست پیش

کی، تو مجھے مطلع کیا گیا کہ میرے مقدمے پر باجلاس کونسل غور کرنے کے بعد سپیشل کمشنروں کے فیصلے کی تصدیق کر دی گئی ہے، اگرچہ جو سرکاری جواب مجھے ملا ہے اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا تاہم مجھے یقین ہے کہ سپیشل کمشنروں کے فیصلے کا بہت غور اور توجہ سے مطالعہ کیا گیا ہوگا بہرحال اس سے ایک بات تو واضح ہے کہ جب ان کے فیصلے کی تصدیق میری درخواست موصول ہونے سے پہلے ہی کر دی گئی تھی تو اس میں جو دلائل میں نے پیش کیے تھے ظاہر ہے کہ ان پر غور نہیں کیا گیا۔

اس لیے اب میری عاجزانہ درخواست ہے کہ جو کچھ صدر میں اسپیشل کمشنروں کے فیصلے کے خلاف قانون ہونے سے متعلق لکھا گیا ہے اس پر غور کیا جائے۔ مجھے یقین ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خواہ شاہی اعلان کے مطابق انصاف کیا جائے یا ایک پیرانہ سال بوڑھے اور اس کے متعدد بے بس افراد خاندان پر رحم کو مدنظر رکھا جائے بہرحال میری رہائی اور مختصر جائیداد کی بحالی کے احکام صادر فرمائے جائیں۔

اس دوسری درخواست سے بھی کچھ حاصل نہ ہوا اور سزا بحال رہی البتہ گورنر جنرل نے معلوم ہوتا ہے، یہ حکم صادر کیا کہ ان سے مشقت نہ لی جائے نہ ان کے بڑھاپے کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان سے کسی طرح کی سختی کا سلوک کیا جائے، اس پر جوڈیشنل کمشنر نے مئی 1859ء میں ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کو ہدایت دی کہ اب اس سزا کا حکم نافذ کر دیا جائے۔

(مولانا فضل حق خیر آبادی ص126 تا 129، افضل حق قرشی)

کلکتہ کے 150 بریلویوں کی طرف سے مولانا فضل حق کی رہائی کی درخواست:

پھر جب تک انڈیمان کے لیے جہاز کا انتظام نہیں ہو سکا مولانا کو یہاں کلکتے میں علی پور جیل میں رکھا گیا تھا، جب شہر کے معززین کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے طور پر مندرجہ ذیل درخواست تیار کر کے حکومت کی خدمت میں روانہ کر دی۔

(قومی دفتر خانہ ہند، نئی دہلی، فارن، پولیٹکل، ستمبر 1860ئ، نمبر558)

'' بحضور رائٹ آنر یبل گورنر جنرل ہند با اجلاس کونسل کلکتہ اور اس کے مضافات اور اضلاع کے دستخط کنندگان کی درخواست

ہم درخواست کنندگان نہایت ادب سے یہ کہنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ مولانا فضل حق (الور کے رہنے والے) جنہیں سپیشل کمشنر اودھ نے سزا دی ہے اور جو حبس دوام بعبور شور کے قیدی کی حیثیت سے علی پور قید خانے میں لائے گئے ہیں محض بے گناہ آدمی ہیں اور ہم ان کے صحیح حالات بیان کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کی سخت سزا انہیں دی گئی ہے وہ کسی طرح اس کے مستحق نہیں کیونکہ وہ نہ تو قاتل ہیں نہ باغی، نہ انہوں نے لوگوں کو بغاوت پر بھڑکایا، نہ انہیں اپنے ہاں پناہ دی، نہ ان کی ملازمت میں رہے، اودھ کے حکام نے بھی ان میں سے کوئی الزام ان پر نہیں لگایا، نہ کوئی ایسی بات ہی وہ ان کے خلاف ثابت کر سکے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ وہ تو یہ بھی ثابت نہیں کر سکے کہ یہ وہی فضل حق ہیں جو اس سے پہلے تحصیل دار رہا تھا۔ اور بغاوت کے آغاز کے زمانے

میں چپکلہ دار تھا۔ اس کے بالعکس یہ پوری طرح ثابت ہو گیا ہے کہ ان مولانا فضل حق کا بلاواسطہ یا بالواسطہ، بغاوت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

وہ الور میں تھے اور شورش کے شروع ہونے کے چار مہینے بعد اپنے اہل و عیال کو دہلی سے ساتھ لے کر اپنے وطن خیر آباد چلے گئے۔ اور جب تک انگریزی تسلط اودھ پر دوبارہ قائم نہیں ہو گیا اور باغی وہاں سے فرار نہیں ہو گئے، یہ وہیں مقیم رہے اور جب خیر آباد کے متعدد باشندے اپنی جان اور ناموس کو بچانے کی خاطر وہاں سے بھاگے تو مولانا فضل حق نے بھی ان کا تتبع کیا، جب شاہی اعلان کے ذریعے عام معافی کا اعلان ہوا اور لوگ مقرر میعاد کے اندر حاضر ہونے لگے تو وہ بھی فوجی افسر اعلیٰ کے سامنے پیش ہوئے اور اس کی اجازت سے اپنے مکان پر رہنے لگے اور اس کے بعد انہیں یہاں گرفتار کیا گیا اور اگرچہ ان کے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں ہو سکا اس کے باوجود محض شبہات کی بنا پر انہیں ایسی سخت سزا دی گئی ہے۔

اس سزا کی ایک اور وجہ یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حکام کی نظروں میں وہ بہت ذہین اور قابل شخص ہیں، ہم حضور والا کی توجہ اسی امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ وہ کبیر السن ہیں، ستر برس کے لگ بھگ اور اگرچہ وہ بے شک بہت قابل شخص ہیں لیکن ان کی ساری قابلیت صرف ایک بات یعنی علوم شرقیہ کی تعلیم میں محدود ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ واقعی عقل مند اور قابل ہیں تو یہ عقل سے قطع بعید ہے کہ کوئی شخص حکام وقت کے خلاف کھڑا ہو جائے جن کی طاقت اور تسلط یقینی اور مسلمہ ہے وہ نہ صرف بوڑھے اور کمزور ہیں بلکہ وہ اکثر مختلف

بیماریوں کا شکار رہتے ہیں اور ہمیشہ کوئی نہ کوئی مرض ان کے لاحق رہا ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ کسی خطرناک اقدام کے لیے انہیں فرصت ہی کب ملی ہو گی۔ ہم درخواست کنندگان کی نہ قیدی سے کوئی رشتہ داری ہے نہ تعلق گو ہم میں سے بعض یاان کے شاگرد ہیں یا ان کے شاگردوں کے شاگرد، لیکن چونکہ بے شبہ وہ قابل احترام اور بے گناہ شخص ہیں اور ان کا ان الزامات سے کوئی واسطہ نہیں، جو ان کے خلاف عائد کیے گئے ہیں۔ اس لیے ہم حضور والا کی خدمت میں یہ التماس کرتے ہیں کہ یا تو انہیں رہا کر دیا جائے جس کے وہ طرح کے مستحق ہیں۔ یا انہیں بنگال کے کسی ضلع ہی میں قید کر دیا جائے یا پھر مکہ کو ہجرت یا حج کی اجازت مرحمت ہو۔

(دستخط) مولوی فضل الرحمن قاضی القضاۃ کلکتہ

حاجی محمد صدیق از عمائد کلکتہ

عبدالوحید تاجر

(اسی طرح ڈیڑھ سو اصحاب کے دستخط ہیں)

لیکن افسوس کہ یہ سعی بھی رائیگاں گئی اور حکومت نے اپنا فیصلہ بدلنے سے انکار کر دیا، آخر کار انہیں کلکتے سے فائر کوین Fire Queen نامی جہاز پر سوار کر کے سمندر پار انڈیمان بھیج دیا گیا، جہاں اس عرصے میں تمام عمر قیدی بھیجتے جاتے تھے۔ ان کا جہاز 8 اکتوبر 1859ء کو پورٹ بلیئر پہنچا، یہاں ان کا قیدیوں میں دفتری نمبر (3687) تھا۔

(فضل حق خیر آبادی ص131 تا134، افضل حق قرشی)

مولانا فضل حق کی رہائی کے لیے وزیر ہند کے نام درخواست

وہ یہاں کالے پانی پہنچنے کے بعد بھی ہمت نہیں ہارے اور انہوں نے ایک اور کوشش حکام سے دادرسی کی کی ہندوستان میں گورنر جنرل سے اپیل کر کے نام کا ہو ہی چکے تھے اب انہوں نے 9 جنوری 1860ء کو مندرجہ ذیل درخوات وزیر ہند کی خدمت میں ولایت بھیجی۔

درخواست بنام وزیر ہند:

1... مجھے ملکہ معظمہ کے اعلان معافی کے خلاف حبس دوامی بعبور دریائے شور اور ضبطی جائیداد کی سزا دی گئی ہے، میں نے ہندوستان میں تمام حکام مجاز کی خدمت میں انصاف کی، یا کم از کم میری عمر کا خیال رکھتے ہوئے رحم کی درخواست کی ہے، لیکن بے سود، اب میں اپنے آپ کو دادرسی کے لیے آپ کے قدموں میں ڈالتا ہوں۔

2... زیادہ تفصیل میں نہیں جاتا اور صرف سپیشل کمشنر کے فیصلے کی اور حکومت ہند سے اپنی درخواست کی نقلیں ملفوف کرتا ہوں، انہی سے معلوم ہو جائے گا کہ مجھ پر مقدمہ چلانے، میرا جرم ثابت کرنے اور پھر مجھے سزا دینے میں حضور ملکہ معظمہ کے اعلان کی منشاء کی خلاف ورزی کی گئی ہے، میں اس کے ساتھ ایک درخواست کی نقل بھی بھیج رہا ہوں جو کلکتہ کے مقتدر مسلمانوں نے حکومت ہند کی خدمت میں میری رہائی کے لیے دی تھی۔ میں ذیل میں مختصراً چند باتیں بیان کر دیتا ہوں تاکہ میرے معاملے کی نوعیت واضح ہو جائے۔

3... جیسا کہ سپیشل کمشنر نے بھی اپنے فیصلے میں ذکر کیا ہے، میرا خاندان

اپنی دنیوی حیثیت کے لیے بہت حد تک سرکار انگریزی کا مرہون منت ہے۔ زمانے میں خود میں بھی انگریزی ملازمت میں بہت اچھے عہدے پر متمکن تھا، اس سے ظاہر ہے کہ میں انگریزی حکومت کے خلاف کسی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب شورش کا آغاز ہوا ہے۔ میں ریاست الور میں ملازم تھا۔ میں اس کے چار مہینے بعد دہلی گیا تاکہ وہاں سے اپنی بیوی کو نکال لاؤں جو خطرے میں گھر گئی تھی، میں اسے ساتھ لے کر اپنے وطن خیر آباد چلا گیا اور مئی 1858ء تک وہاں رہا۔

وہاں سے ہمیں ایک شخص احمد شیخ کے تشدد مجرمانہ کی بدولت بھاگ کے بوندی جانا پڑا، وہاں ہماری جان خطرے میں تھی، بوندی میں دو شخص عبدالحکیم اور مرتضیٰ حسین میرے خلاف ہو گئے، یہ دونوں شیعہ تھے، مجھے نقصان پہنچانے کی خاطر ان دونوں نے بیان دیا کہ انہوں نے سنا تھا کہ میں ممو خان اور دوسرے باغیوں کے مشوروں میں شامل تھا اور قتل کے جواز کے فتوے دیتا تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ جب ہم بھاگ کر بوندی آرہے تھے تو ایک باغی سرغنے مسیح الزماں نے ہمیں راستے میں گرفتار کر لیا، اس نے ہمارے ساتھ بہت سختی کا سلوک کیا اور ہمیں کھیڑی میں نظر بند کر دیا، خوش قسمتی سے کھیڑی کے باشندے مجھے جانتے تھے، ان لوگوں کے کہنے پر مسیح الزماں نے ہمیں رہا کر دیا۔ اس سے معلوم ہو گا کہ اگر کسی طرح کا میرا باغیوں سے تعلق پیدا ہوا بھی تو میری مرضی کے خلاف تھا۔

ملکہ معظمہ کے اعلان میں آخری تاریخ دسمبر 1858ء مقرر کی گئی

تھی، اس میعاد کے گزرنے سے پہلے ہی میں سیتا پور کے اعلیٰ فوجی افسر کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور ان سے اس مفاد کی سند بھی حاصل کر لی، اس کے بعد میں انہی کی زیر ہدایت اپنے مکان پر خیر آباد چلا آیا اور یہاں پہنچ کے میں نے وہ سند خیر آباد کے ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں داخل کرا دی، جنوری 1859ء میں مجھے زیر حراست لکھنؤ لائے اور یہاں مجھ پر مقدمہ قائم ہوا اور مارچ میں میرے خلاف فیصلہ ہوا، میں نے اس سلسلے میں درخواست حکومت ہند میں پیش کی تھی اس سے اس فیصلے کی غلطی ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کی نقل لف ہذا ہے۔

4۔ جب میں نے چیف کمشنر سے اس فیصلے کے خلاف اپیل کی تو مجھے 7، اپریل 1859ء کو اطلاع ملی کہ وہ اپیل کی سماعت نہیں کر سکتے بلکہ مقدمہ اس سے پہلے ہی حکومت ہند کے پاس بھیجا جا چکا ہے۔ اس پر جب میں نے اپنی اپیل حکومت کو بھیجی تو میرے وکیل مسرز سون ہوبیی ولیزلی کو خط مؤرخہ 11 مئی 1859ء کے ذریعے مطلع کیا گیا کہ یہ مقدمہ گورنر جنرل باجلاس کونسل کی خدمت میں پیش ہوا تھا۔ جہاں سے سپیشل کمشنر نے جو سزا دی تھی، اس کی توثیق کر دی گئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس فیصلے کے خلاف جو دلائل میں پیش کرنا چاہتا تھا ان پر غور کیے بغیر ہی آخری فیصلہ میرے خلاف کر دیا گیا، اس پر میں نے پھر درخواست ارسال کی، جس کا جواب مجھے 7، اکتوبر میں ملا کہ یہ رد کی جاتی ہے۔

5... کلکتہ کے معزز ترین مسلمانوں نے جن کی وفاداری سے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں، قاضی القضاۃ کی سرکردگی میں جو حکومت کا سب سے بڑا مسلمان افسر ہے،

حکومت ہند سے اکتوبر 1859ء میں درخواست کی کہ میری بے گناہی کے علاوہ میری پیری اور ضعف جسمانی کے پیش نظر مجھے رہا کر دیا جائے، لیکن حکومت نے اس درخواست پر بھی کوئی توجہ نہ دی۔

6... ان حالات میں اب میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا کہ آپ سے درخواست کروں کہ میرے خلاف نفس مقدمہ، اس کے فیصلے اور سزا سے ملکہ معظمہ کے اعلان معافی کی خلاف ورزی ہوئی ہے، جس کی رو سے قاتلوں اور بغاوت کے سرغنوں اور محرکوں کے علاوہ اور سب کو معافی کا وعدہ دیا گیا تھا، میری حیثیت ہی کیا ہے۔

میں نہ باغی ہوں، نہ باغیوں کا ساتھی، کمشنر نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ میں بہت خطرناک آدمی ہوں اس لیے انصاف اور امن عامہ کا تقاضا یہ ہے کہ مجھے ملک سے باہر بھیج دیا جائے۔ بڑے بڑے سردار جو بغاوت کے سرغنے اور مشہور قاتل تھے وہ تو رہا کر دیئے گئے، بلکہ ان میں سے بعض کو پنشن بھی مل رہی ہے لیکن برطانوی حکومت مجھ ناچیز بوڑھے سے ڈرتی ہے جو کہ قبر کے کنارے پہنچ چکا ہے۔

میری درخواست یہ ہے کہ اور انصاف کا بھی یہی تقاضا ہے کہ مجھے رہا کر دیا جائے اور میری ضبط شدہ جائیداد بحال کر دی جائے ورنہ کم از کم رحم ہی کے طور پر یہ کیا جائے۔

9 جنوری 1860ء

(مولانا فضل حق خیر آبادی از افضل حق قرشی ص137 تا141)

مولانا فضل حق اور دوسرے بریلویوں کے وہ حوالہ جات جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق کا جنگ آزادی 1857ء میں کوئی حصہ نہ تھا:

1۔ مولوی فضل حق کا اپنا بیان جو انہوں نے عدالت میں دیا اور کہا نہ میں نے کسی کی ملازمت کی نہ باغیوں میں شامل ہوا۔

2۔ مولوی فضل حق نے جو درخواست وائسرائے کو دی اس درخواست میں لکھا مجھ پر بغاوت اور قتل کی ترغیب کا الزام لگایا گیا ہے لیکن شاہی اعلان نے یہ تمام جرم معاف کر دیئے ہیں اس لیے اگر بفرض محال یہ خیال بھی کر لیا جائے کہ یہ فدوی ان جرائم کا مرتکب ہوا تھا جب بھی اس اعلان شاہی کی موجودگی میں مجھ پر جو مقدمہ چلایا گیا اور سزا دی گئی ہے۔ برخلاف قانون اعلان نے عام معافی سے صرف ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے جنہوں نے براہ راست برطانوی رعایا کے قتل میں حصہ لیا قاتلوں کو پناہ دی یا وہ لوگ جو بغاوت کے سرغنہ تھے یا جنہوں نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا میں ان میں سے کسی جرم کا بھی بلاواسطہ یا بالواسطہ مرتکب نہیں ہوا۔

3۔ وائسرائے کی درخواست میں مولوی فضل حق نے لکھا اس کے بعد مسیح الزماں نے مجھے پکڑ کر قید کر دیا کیوں کہ میں نے اس کے ساتھ بغاوت میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔

4۔ مولوی فضل حق کے بریلوی شاگردوں نے مولوی فضل حق کی رہائی کے لیے جو درخواست دی اس میں لکھا: حقیقت یہ ہے کہ جس طرح کی سخت سزا انہیں دی گئی ہے وہ کسی طرح اس کے مستحق نہیں کیونکہ وہ نہ تو قاتل ہیں نہ باغی نہ

انہوں نے لوگوں کو بغاوت پر بھڑ کا یا نہ انہیں اپنے ہاں پناہ دی۔

5۔ شاگردوں نے درخواست میں لکھا یہ پوری طرح ثابت ہو گیا ہے کہ ان مولانا فضل حق کا بلاواسطہ یا بالواسطہ بغاوت سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

6۔ وزیر ہند کے نام جو درخواست لکھی گئی اس میں مولوی فضل حق نے لکھا جیسا کہ سپیشل کمشنر نے بھی اپنے فیصلے میں ذکر کیا ہے میرا خاندان اپنی دنیوی حیثیت کے لیے، بہت حت تک سرکار انگریز کا مرہون منت ہے ایک زمانے میں خود بھی انگریزی ملازمت میں بہت اچھے عہدے پر متمکن تھا اس سے ظاہر ہے کہ میں انگریزی حکومت کے خلاف کسی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتا تھا۔

7۔ وزیر ہند کے نام درخواست میں مولوی فضل حق نے لکھا اس سے معلوم ہو گا کہ اگر کسی طرح کا میرا باغیوں سے تعلق پیدا ہوا بھی تو میری مرضی کے خلاف تھا۔

پیام شاہ جہان پوری نے لکھا ہے:

علامہ فضل حق خیر آبادی کی اس عرضی کا غیر جانبدار اور حقیقت پسندانہ تجزیہ کرنے سے مندرجہ ذیل نکات پیدا ہوتے ہیں۔

1۔ علامہ مرحوم عرضی نواب رام پور کی سرکار میں ارسال فرماتے ہیں۔ یہ نواب نواب انگریزوں کا بہت بڑا حامی و جاں نثار تھا۔ اس نے اپنی فوجوں سے انگریزوں کی مدد کی۔ چند دوسی سے سنبھل تک ہر جگہ باغیوں کو کچل کر رکھ دیا۔ پھر مراد آباد میں باغی فوجوں کو شکست فاش دی اور انگریزوں کا اقتدار ان علاقوں میں از سر نو بحال کیا، اگر علامہ فضل حق دل سے سرکار انگریزی کی حکومت کے خلاف

اور باغیوں کے حامی و بہی خواہ ہوتے تو ایسے نواب کی سفارش کا کبھی سہارا نہ لیتے جس کے دامن پر ہزاروں سرفروش باغیوں کا خون تھا اور جس نے ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا کر انگریزی اقتدار از سر نو بحال کیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان واقعات کے بعد بھی علامہ فضل حق نے نواب رام پور کے ان افعال پر کسی قسم کی نفرت کا اظہار تو کجا اسے اپنا ہم نوا و سفارشی بنایا۔ اس کی حکومت کو ابد تک قرار کی دعا دی۔

2۔ علامہ فضل حق خیر آبادی نے خود کو ان تمام جرائم سے بری ظاہر کیا جو ان پر عائد کیے گئے تھے اور یہ جرائم ایک دوسرے فضل حق سے منسوب کیے (جو بلاشبہ درست تھے) اگر علامہ واقعی دل سے باغیوں کے خیر خواہ ہوتے تو ایک ایسے شخص کی نشان دہی کر کے اسے مجرم ثابت نہ کرتے جس سے انگریزوں کی حکومت جڑے اکھیڑ پھینکنے میں بڑی جی داری کا ثبوت دیا۔

3۔ علامہ فضل حق نے ان اخبارات کے مالکوں کو بھی بد دعا دی اور انہیں خانہ خراب کے خطاب سے نوازا جنہوں نے بغاوت کے جرم میں ملوث کیا۔

4۔ علامہ فضل حق نے اپنی عرضی میں 1857ء کے ''جہاد'' کو ابتلا اور غدر کے الفاظ سے موسوم کیا، گویا وہ اسے جہاد یا آزادی کی جنگ قرار نہ دیتے تھے بلکہ فتنہ اور شورش و فساد سمجھتے تھے۔

5۔ آخر میں نواب رام پور سے فریاد کی کہ انہیں بعض نام کی مشارکت کی وجہ سے دہلی کے انگریز حاکموں نے بے گناہ پکڑ لیا ہے۔

مولانا فضل حق کے اصل خط کی خط کشیدہ عبارت کا مطالعہ بیان حقائق کی

تائید کرتا ہے، اس عرضی کے منظر عام پر آجانے کے بعد علامہ فضل حق کی جنگ آزادی میں شرکت اور آزادی کے لیے جد وجہد محض افسانہ بن کر رہ جاتی ہے۔ اگرانہیں سزا ہوئی تو بقول ان کے جرم بے گناہی میں ہوئی اور نام کی مشارکت کی وجہ سے انہیں وہی فضل حق سمجھ لیا گیا جو سادات شاہ جہان پور سے تعلق رکھتے تھے اور جنہوں نے 1857ء کی بغاوت میں مردانہ وار حصہ لیا تھا، یہ بیان خود علامہ فضل حق کا ہے نواب رام پور کے نام ان کی عرضی اس کی تائید کرتی ہے۔

1857 میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں بے گناہ افراد کو گولی مار کر یا پھانسی دے کر ختم کر دیا گیا اور ان کی جائیدادیں بحق سرکار ضبط کر لی گئیں۔ انہی میں علامہ فضل حق بھی تھے جنہیں کالا پانی کی سزا ہوئی۔ چونکہ انہیں انگریز حکام نے بے گناہ سزا دی تھی اور ایک اور شخص کے جرم ان کے سر تھوپ دیئے تھے اس لیے اس کا رد عمل ہوا اور انہوں نے جزائر انڈیمان میں اپنی اسیری کے دوران انگریزی حکومت کو خوب جلی کٹی سنائیں۔ یہ ایک قدرتی امر تھا، اس کے باوجود ان کے فرزند مولانا عبدالحق جنہیں سرکار برطانیہ سے شمس العلماء کا خطاب عطا ہوا تھا علامہ فضل حق کی رہائی کے لیے کوشش بھی کرتے رہے۔ اغلب ہے کہ وہ بے گناہی ثابت ہونے پر رہا بھی ہو جاتے مگر افسوس کہ موت نے مہلت نہ دی۔

(1857ء کا جہاد ص136۔137)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ مولوی فضل حق کا جنگ آزادی 1857ء میں کوئی حصہ نہ تھا اب بھی اگر کوئی کہے کہ فلاں نے لکھا ہے کہ مولوی فضل حق مجاہد تھا اس نے جنگ آزادی 1857ء میں حصہ لیا تھا، اس نے

یہ کیا، اس نے وہ کیا، تو وہ غلط کہتا ہے کیونکہ مولوی فضل حق کے ذاتی بیان کے مقابلہ میں کسی اور کی بات قابل قبول نہیں ہے اور مولوی فضل حق کا اپنا ذاتی بیان ہے کہ میں باغیوں میں شامل نہیں ہوا۔ جن لوگوں نے بھی لکھا کہ مولوی فضل حق نے 1857ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا ان لوگوں کو یہ حقائق معلوم نہ ہوں گے۔

مولانا عبدالحق خیر آبادی

مولوی عبدالحق خیر آبادی مولوی فضل حق خیر آبادی کے بیٹے اور مولوی فضل امام کے پوتے تھے۔ مولوی فضل امام رشوت لیتے ہوئے پکڑے گئے تھے اس کی وجہ سے وہ ملازمت سے معطل کر دیے گئے۔

مولوی عبدالقادر رام پوری نے لکھا ہے:

مولوی برکت اللہ دہلوی شاہ جہاں آباد کے صدر دفتر کے محافظ تھے چونکہ گورنر صاحب بہادر کے وارد ہوتے ہی رشوت کی بناپر مولوی فضل امام (خیر آبادی) ملازمت سے معطل ہو گئے۔

(علم و عمل ص199 ج2)

مولانا عبدالحق دربار قیصری میں

عبدالشاہد خاں شروانی نے لکھا ہے:

خلد آشیان فرماں روائے رام پور (نواب علی خاں جو بہت بڑا انگریز نواز تھا) بیماری کی وجہ سے دہلی آنے اور دربار قیصری میں شرکت سے معذور رہے تھے پرچہ گزرنے پر ولی عہد بہادر (نواب مشتاق علی خاں) نے خلد آشیاں (نواب

کلب علی خاں) کو اس واقعہ کی اطلاع تار پر دی تار ہی پر جواب آیا ہماری طرف سے (مولوی عبدالحق) کو گیارہ پارچہ کا خلعت اور نقد دو ہزار پیش کرو۔

شمس العلماء جو کسی بات پر مدار المہام رام پور سے برہم ہو کر دہلی اس غرض سے آئے تھے کہ واپس نہ جائیں اور کسی ریاست میں ملازمت کرلیں اس قدر افزائی پر دربار قیصری کے بعد رام پور چلے آئے اور پھر کبھی خلد آشیاں سے جدانہ ہوئے۔

(باغی ہندوستان ص174)

مولاناعبدالحق خیر آبادی کوانگریزوں سے وظیفہ بھی ملتا تھا:

عبدالشاہد خاں شروانی نے لکھا ہے:

ہم امید کرتے ہیں کہ ہز ہائنس فرماں روائے رام پور اور اعلیٰ گورنمنٹ (گورنمنٹ انگریزی) نظام شمس العلماء مرحوم کے وظائف ان کے صاحبزادے مولانا اسد الحق صاحب کے نام منتقل فرمادیں گے کہ مقامات مختلف و ممالک دور دراز کے طلباء بے آس نہ ہوں اور دار العلوم خیر آباد دار العلوم بنا رہے۔

(باغی ہندوستان ص171)

مولاناعبدالحق کوانگریزوں سے شمس العلماء کاخطاب ملا

پروفیسر ایوب قادری بریلوی نے لکھا ہے:

16 فروری 1887ء کو ملکہ وکٹوریہ کی تقریب جوبلی منعقد ہوئی ہندوستان میں مختلف مقامات پر دربار منعقد ہوئے اس موقع پر طے ہوا کہ علوم شرقی کی فضیلت کو سرکاری طور پر منایا جائے گورنمنٹ نے مسلمان علماء کو شمس

العلماء اور ہندو پنڈتوں کو مہما مہو کے خطابات دینے تجویز کیے اور اسی سال 1887ء سے اس کا اجراء عمل میں آیا جن لوگوں کو شمس العلماء کا خطاب دیا گیا ان میں مولانا عبدالحق خیر آبادی بھی تھے۔

(روزنامہ حریت کراچی 9 جولائی 1977ء)

مولوی عبدالحق کو انگریزوں کی طرف سے جو شمس العلماء کا خطاب ملا تھا اس کی فوٹو کاپی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمایئے۔

Sanad

To,

Maulvi Abdul Haque
of Khair abad in Oudh
I hereby Confer Upon
you the title of Shamsul-
ulama as a personal
distinction

Dufferin
Viceroy & Governor
Fort William General of India
The 16th February 1887

Seal
Supreme Government
British India
۱۸۲۱ عیسوی
اسور ممالک وجزائر ہند
انگریز اور مختار بالاطلاق در نظم ونسق
سر سرکار اعظم واعلیٰ

(باغی ہندوستان، ص:180-181)

......☆......☆......☆......

مولانا فضل عظیم خیر آبادی

مولانا فضل عظیم خیر آبادی مولوی فضل امام خیر آبادی کے بیٹے اور مولوی فضل حق خیر آبادی کے بڑے بھائی تھے۔ مولوی فضل عظیم انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کا خاص اعتماد والا آدمی تھا۔ انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کی مولوی فضل عظیم سے بڑی محبت تھی اور مولوی فضل عظیم کو بھی انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر سے بڑی محبت تھی۔ اس لیے مولوی فضل عظیم انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کو آقائے نامدار یا آقا کہہ کر پکارتا تھا۔ مولوی فضل عظیم انگریز ریذیڈنٹ ولیم فریزر کی بڑی تعریف کرتا تھا تعریف کیوں نہ کرتا کیونکہ مولوی فضل عظیم انگریز کا وفادار اور خاص اعتماد والا آدمی تھا۔

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں مولانا فضل حق کے برادر اکبر مولوی منشی فضل عظیم خیر آبادی سہارن پوری میں افسر مقرر ہوئے۔ وہ ولیم فریزر (ف12 مارچ 1835ء) کے معتمد خاص تھے اور ان کی ترقی میں ولیم فریزر کا خاصا ہاتھ رہا ہے۔ ہم عصر وقائع نگار مولوی عبدالقادر رام پوری لکھتے ہیں:

مولوی فضل امام کے بڑے بیٹے منشی فضل عظیم فارسی نظم و نثر میں مہارت رکھتے ہیں جو واقعہ پیش آئے اس کی کیفیت قلم برداشتہ لکھ دیتے ہیں ولیم فریزر (انگریز افسر) بہادر کی ان پر بے حد شفقت ہے۔

(علم عمل وقائع عبدالقادر خانی جلد اول ص255)

1814-15ء میں نیپال کے گورکھوں اور انگریزوں سے جنگ ہوئی اس مہم کا سربراہ ولیم فریزر تھا اور فضل عظیم اس کے خاص معتمد اور منشی تھے انہوں نے گورکھوں اور انگریزوں کی جنگ کی کیفیت کو وقائع کوہستان کے نام سے قلم بند کیا ہے۔ یہ کتاب 1249ھ طبع مصطفائی دہلی سے شائع ہوئی اس وقت منشی فضل عظیم سہارن پور میں ڈپٹی کلکٹر تھے۔

وقائع کوہستان میں منشی فضل عظیم ولیم فریزر کی حیثیت اور اپنی کارگزاری کے متعلق لکھتے ہیں:

جنرل سر داؤد اختر لونی صاحب بہادر لدھیانہ اور کرنال میں متعینہ کمپو کے ساتھ امر سنگھ تھاپا کے مقابلہ کے لیے جو راجہ نیسال کا نائب اور اس محال کا مختار و مدار المہام تھا رام گڑھ اور بھاٹو وغیرہ کی طرف مامور اور روانہ ہوئے اور میرٹھ کا کمپو جنرل کلپی کی سرکردگی میں تھا کمشنر و مختار آقائے نامدار صاحب اقتدار مسٹر ولیم فریزر صاحب بہادر نے جو بہادری و شجاعت میں ضرب المثل اور مالی و ملکی انتظام میں بے نظیر تھے اس وجہ سے وہ کپتان ببھدر اور کاجی رنجور کے اخراج اور تنبیہ و تادیب کے لیے کوہ گڑھوال اور کوہ سرمور کی فتح کے لیے مامور و متعین ہوئے اور مسٹر کارنر صاحب بہادر فتح مند فوج موزوں ساز و سامان اور کثیر جمعیت کے ساتھ کوہ کمایوں کے تخلیہ کے لیے مامور و مقرر ہوئے۔

اس طرح دوسرے حمیدہ اوصاف کے مالک اور جنگ آزمودہ بہادر (انگریز) اطراف و اجوانب سے ان باغیوں (گورکھوں) کے قتل و اخراج کے لیے مقرر و نامزد ہوئے۔ راقم الحروف کہ فضل عظیم کے نام سے مشہور ہے اس

زمانہ آقا ولیم فریزر کی ہمراہی میں خطوط اور پروانہ جات کے لکھنے پڑھنے اور مہمات کے انتظام میں معروف اور اپنے آقا (ولیم فریزر) کی حاکمانہ عنایات سے بہرہ ور تھا (راقم الحروف) اس مہم میں ہر جگہ موجود تھا اور اس زمانہ کی سر گزشت اور سارے واقعات سے واقف لہٰذا جنگ و جدل کا حال فضل کے معرکوں کے واقعات اور اس بدقسمت گروہ (گورکھوں) کی خرابی و ابتری کا کچھ حال بطور اختصار لکھتا ہوں۔

(وقائع کوہستان ص4 بحوالہ مولانا فضل حق خیر آبادی ص32۔ 34)

اس کتاب کے خاتمے پر منشی فضل عظیم لکھتے ہیں:

فتح مند فوجوں کا کمپو کہ جو اس بدنصیب قوم (گورکھوں) کی تنبیہ و اخراج کے لیے اور قلعوں کے خالی کرانے کے متعین و مامور تھا پہاڑ سے اتر آیا اور منتشر ہو گیا ہر ایک پلٹن اپنی چھاؤنی کو چلی گئی اور جنگ کا قصہ ختم ہو گیا اور آقائے نامدار (ولیم فریزر) کوہستان کی سیر کے بعد ماہ اگست 1815ء میں واپس آئے فتح مندی اور خوشی بخشی کے ساتھ شہر دہلی میں داخل ہوئے اور یہ احقر العباد (فضل عظیم) شہر مذکور (دہلی) میں صاحب موصوف (ولیم فریزر) کے ہمراہ آیا۔

(وقائع کوہستان ص72 بحوالہ مولانا فضل حق خیر آبادی ص 34، 35)

نواب سید کلب علی خاں رام پوری

نواب سید کلب علی خاں رام پوری مولانا فضل حق خیر آبادی اور ان کے بیٹے مولانا عبد الحق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔

عبد الحکیم شرف قادری بریلوی نے لکھا ہے:

نواب یوسف علی خاں رام پوری اور نواب کلب علی خاں رام پوری

مولوی فضل حق خیر آبادی کے شاگرد تھے۔

(باغی ہندوستان ص13)

عبدالشاہد شروانی نے لکھا:

نواب کلب علی کے اصرار پر (مولوی عبدالحق خیر آبادی) رام پور تشریف لے گئے نواب نے شاگردی اختیار کی اور تعظیم و تکریم کا حق ادا کر دیا۔

(باغی ہندوستان ص169)

نواب کلب علی خاں کا مذہب:

حکیم نجم الغنی نے لکھا ہے:

نواب صاحب سنی مذہب حنفی مشرب تھے اور اس مذہب کے نہایت حامی و پابند تھے۔

(اخبار الصادید جلد دوم ص210)

نواب صاحب سلسلہ متبرکہ نقشبندیہ میں حضرت مولانا عبدالرشید صاحب قدس سرہما سے بیعت تھے۔

(اخبار الصادید جلد دوم ص217)

مولوی عبدالرشید مجددی بریلوی، 1273ھ میں والد صاحب کے حکم سے نواب سید کلب علی خاں مرحوم کی بیعت کے لیے رام پور گئے اور ایک ماہ قیام کر کے دہلی واپس گئے

(تذکرہ علماء اہل سنت ص138)

مولانا احمد رضا بریلوی کی نواب کلب علی خاں سے ملاقات:

ظفر الدین بہاری نے لکھا ہے:

نواب (کلب علی خاں) صاحب نے اول سے آخر تک ایک ایک سطر بغور پڑھا جب انہوں نے دیکھا کہ سب فتویٰ حضرت مولانا شاہ ارشاد حسین صاحب کی تائید و تصدیق میں ہیں صرف دو عالموں کی رائے اس کے خلاف ہے جناب شیخ فضل حسین (مولوی احمد رضا کا سسر) صاحب افسر ڈاک خانہ وہاں تشریف رکھتے تھے ان سے پوچھا کہ آپ جانتے ہیں یہ مولانا احمد رضا خاں صاحب کون شخص ہیں جناب شیخ صاحب موصوف نے فرمایا وہ حضور کا عزیز ہے۔ جناب شیخ صاحب موصوف ریاست رام پور میں گورنمنٹ (انگریزی حکومت) کی طرف سے ڈاک خانہ میں ملازم تھے اور نواب صاحب اور ریاست کے بہت ہمدرد تھے جس کی وجہ سے نواب صاحب کے دل میں ان کی بڑی وقعت تھی۔

جب نواب کو معلوم ہوا کہ یہ مفتی مولانا احمد رضا خاں صاحب شیخ صاحب کے خویش ہیں اور مصدق جناب مولانا نقی خاں صاحب شیخ صاحب کے سمدھی ہیں تو نواب صاحب نے فرمایا کہ آپ اپنے خویش کو بلوایئے ہم ان کو دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ حسب طلب و دعوت جناب شیخ صاحب اعلیٰ حضرت قبلہ رام پور تشریف لے گئے جناب شیخ صاحب اپنے ساتھ نواب صاحب کے یہاں اعلیٰ حضرت کو لے کر گئے جس وقت اعلیٰ حضرت نواب صاحب کے یہاں پہنچے چونکہ دبلے پتلے تھے نواب صاحب نے دیکھ کر بہت تعجب کیا اور اپنے ساتھ پلنگڑی پر بٹھا لیا اور بہت لطف و محبت سے باتیں کرنے لگے۔

(حیات اعلیٰ حضرت قدیم جلد نمبر 1 ص135)

نواب کلب علی خاں رام پوری نواب یوسف علی خاں رام پوری کے بیٹے

اور نواب محمد سعید خاں رام پوری کے پوتے تھے۔ نواب کلب علی خاں کے دادا نواب محمد سعید بڑے انگریز نواز اور انگریزوں کے بڑے وفادار اور خیر خواہ تھے جب نواب محمد سعید کے فوت ہونے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹے نواب محمد یوسف خاں کو کچھ وصیتیں کیں جو یہ ہیں:

فرزند یوسف دنیا میں کسی کے ہمیشہ ماں باپ زندہ نہیں رہے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اب میرا زمانہ انتقال بہت قریب ہے اور مرض لاحقہ بہت ترقی پر ہے مگر اے فرزند میں تم کو جس قدر وصیتیں کرتا ہوں اس پر عمل کرنا تاکہ آرام سے ریاست کرو۔

ان میں سے ایک وصیت یہ تھی جس کا نمبر 3 ہے۔

برٹش گورنمنٹ اور احکام انگلشیہ کی اطاعت اپنا آئین بنانا اور ہر حال میں ان سے بدل دوستی رکھنا۔

(اخبار الضادید جلد دوم ص23-24)

نواب کلب علی خاں کی مسند نشینی:

نواب سید یوسف علی خاں بہادر نے اپنے انتقال سے قبل نواب سید کلب علی خاں بہادر کی ولی عہدی 1864ء میں انر بیل ایڈ منڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کے توسط سے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل ہندوستان سے منظور کرا کر سندیں ان کو عطا کیں تھیں اور وصیت کی تھی کہ تمہارے دادا نے جو انتظام قائم کیا ہے اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل اور اہل کاروں کو حتی المقدور جدا مت کرنا رعایا کی فلاح اور آرام سے غافل نہ ہونا عیش و عشرت کی

ممانعت نہیں مگر بالکل مصروف نہ ہو جانا کاروبار ریاست خود انجام دینا ہر ایک صیغے کی خبر گیری رکھنا دولت انگریزی (انگریزی حکومت) سے اتحاد بڑھانا جب ہمارا انتقال ہو تو فوراً خزانے کی کنجی لے کر ہتھیار لگانا اور مسند حکومت پر بیٹھ جانا اور ہماری تجہیز و تکفین چھوٹے صاحب کے سپرد کرنا۔ چنانچہ نواب سید کلب علی خاں نے تمام کاروائیاں نواب سید یوسف علی خاں کی وصیت کے مطابق کیں اور فوراً مسند نشین ہو کر ارکان دولت کی نذریں لیں سلامی کی توپیں چلنا شروع ہوئیں شادیانے بجنے لگے۔

مزید لکھا ہے:

10 جون 1865ء کو مسٹر جان انگلس صاحب ایجنٹ ریاست و کمشنر روہیل کھنڈ رامپور آئے اور اسی روز چار گھڑی دن اپنے خاص دیوان خانے میں گورنمنٹ (انگریزی حکومت) کی جانب سے باضابطہ طور پر مسند نشین کیا۔

مزید لکھا ہے:

پھر ماہ رجب میں ملکہ معظمہ کی جانب سے مسند نشینی کا خلعت آیا گیارہویں رجب سے حکام کی آمد آمد ہوئی۔ دعوت کے سامان مہیا ہونے لگے۔ 14 رجب 1282ھ بمطابق 4 دسمبر 1865ء کو مسٹر جان انگلس کمشنر روہیل کھنڈ ایجنٹ ریاست مع اور صاحبان انگریز کے آغا پور میں آئے۔ 15 رجب کو ایک ترپ سواروں کا اور دو کمپنیاں تلنگوں کی ساتھ لیے صاحب ایجنٹ وہیں ٹھہرے رہے اسی روز دس بجے دن کے نواب صاحب پہلے جریدہ آغا پور میں ملاقات کو گئے اور وہاں سے واپس آئے پھر قریب دو بجے دن کے سامان جلوس

کے ساتھ ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے تزک سے آہستہ آہستہ آغا پور کو روانہ ہوئے تین بجے سواری وہاں پہنچی لشکر سے ایک میٹر کے فاصلے پر دو انگریز پیشوائی کو کھڑے تھے اور صاحب ایجنٹ نے تیس صاحبان انگریز کے ساتھ در خیمہ پر استقبال کیا جب ڈیرے میں بیٹھ گئے تو صاحب ایجنٹ نے گورنمنٹ (انگریزی حکومت) کی طرف سے نواب صاحب کو خلعت مسند نشینی جس میں 22 پارچے تھے پہنایا ہاتھی اور گھوڑا بھی دیا۔

(اخبار الضادید ص132۔135 ج2)

نواب کلب علی خاں کو انگریزوں سے وفاداری کے صلے میں خطابات،اعزازات اور نشان قیصریٰ ملے:

نواب کلب علی خاں نے اپنے باپ کی وصیتوں پر پورا عمل کیا اور انگریز نوازی کا حق ادا کیا انگریزوں کے ہاں نواب کلب علی خاں کا بڑا وقار تھا اور نواب صاحب کو انگریزوں کی طرف سے بہت سے انعامات واعزازات ملے۔

مولوی نجم الغنی نے لکھا ہے:

حکام انگریزی کی نظروں میں ان کا بہت بڑا وقار تھا انہوں نے اتحاد دولت انگلشیہ کو خوب ترقی دی۔

(اخبار الصنادید ص 227 ج2)

نواب کلب علی خاں نے 1857ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا نواب کلب علی خاں کے والد نواب یوسف علی خاں جو انگریزوں کے بڑے وفادار اور خیر خواہ تھے اور 1857ء کی ہندوستان کی جنگ آزادی میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا، نے 1857ء کی

جنگ آزادی میں انگریزوں کی مدد کے لیے ڈیوٹیاں لگائی تھیں جن کو کلب علی خان نے پورا کیا۔

مولوی نجم الغنی نے لکھا ہے:

نواب یوسف علی خاں نے ان قیدیوں (1857ء کے مجاہدین) کو سزا تجویز کرنے کے لیے اپنے ولی عہد نواب سید کلب علی خاں کے حوالے کر دیا جنہوں نے ان سب کو جیل خانے میں قید کر دیا۔

(اخبار الصنادید ص33 ج2)

نواب صاحب بہادر (نواب یوسف علی خاں) نے کچھ فوج اور اپنے خیر خواہ معتمدین ہم رکاب ولی عہد ریاست (نواب سید کلب علی خاں) کالا ڈھونگی کو بھیجے تاکہ صاحب کمشنر و دیگر یورپین (انگریزوں) کو بحفاظت تمام مراد آباد پہنچائیں اور خود نواب صاحب ڈرہال تک جو رام پور سے بیس بائیس میل کے فاصلے پر ہے مع فوج کے حفاظت اور انتظام کے لیے گئے۔

کالا ڈھونگی سے کل یورپین (انگریز) ہاتھیوں پر سوار ہو کر چلے اور ان کے ساتھ ساتھ نواب ولی عہد بہادر مع فوج کے تھے موضع ڈرہال سے نواب صاحب بھی شریک ہو گئے صاحب کمشنر اور ہر ایک انگریز نے نواب سید یوسف علی خاں بہادر سے کہا کہ نواب صاحب ہم ٹوپی سے موزے تک آپ کے بندہ بے دام ہیں ہماری جانیں آپ کے سبب سے قائم رہیں ہیں سب کو بخیریت تمام مراد آباد پہنچایا۔

(اخبار الصنادید ص90 ج2)

شاہزادہ ویلز بہادر (ایڈورڈ ہفتم کے ہاتھ سے تمغہ ستارہ ہند پانا:

مولوی نجم الغنی نے لکھا ہے:

(1)... 11 اپریل 1873ء کو نواب صاحب الٰہ آباد جا کر سر ولیم میور صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ سے رخصتی ملاقات کی اور سر جان اسٹریچی صاحب جدید لفٹنٹ گورنر سے ملاقات کر کے ان کے تقرر پر مبارک باد دی۔

(2)... 1875ء میں عالی جناب البرٹ ایڈ ورڑ پرنس ویلز بہادر ولی عہد ہندو انگلستان سے جو ہندوستان کی سیر کو آئے تھے آگرے میں ملاقات کی اور نواب صاحب کی علالت سنگ مثانہ کے واسطے شاہی ڈاکٹر مقرر ہوا۔ مگر آپ نے بلطائف الحیل عذر کیا اور شہزادہ موصوف نے ملکہ معظمہ کوئین وکٹوریہ کی جانب سے تمغہ گرینڈ کمینڈر سٹار آف انڈیا پہنایا بڑے لطف کے ساتھ ملاقاتیں ہوئیں۔ نواب سید کلب علی خاں نے رام پور واپس آکر اس خوشی میں بڑا دربار کیا۔

(3)... 17 اکتوبر 1883ء کو نواب سید کلب علی خاں سر الیفرڈ لائیل صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ کی ملاقات کو مراد آباد گئے۔ 18 کو ہز آنر موصوف اور نواب صاحب کی ملاقات ہوئی، 19 کو بازوید کی ملاقات اور دعوت کا جلسہ ہوا جس میں لفٹنٹ گورنر صاحب نے نواب صاحب کی تشریف آوری مراد آباد اور ان کے عمدہ انتظام اور ایام غدر کی خیر خواہیوں کا بڑی منت پذیری سے ذکر کیا۔ 20 اکتوبر کو لفٹنٹ گورنر مراد آباد سے نینی تال سدھارے 21 کو نواب صاحب رام پور میں داخل ہوئے۔

(اخبار الصنادید)

دربار قیصری اور نواب صاحب کے مراتب ومناقب میں ترقی

1599ء میں ملکہ الزبتھ نے چند سوداگروں کو ہندوستان میں سوداگری کرنے کا ٹھیکہ دیا۔ انہوں نے اپنی تجارت شروع کی خدا نے اس تجارت میں وہ برکت دی کہ اس کے ساتھ سلطنت بھی قائم ہوتی گئی۔ اور بتدریج سارے ہندوستان میں ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک پھیل گئے۔ جو رموز سلطنت سے ماہرین وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ یہ سلطنت اس قسم کی ہے کہ جس کا وجود پہلے دنیا میں نہ تھا یہ سلطنت انگریزوں کی عالی دماغی اور بلند نظری اور مغل بادشاہوں کی عیاشی، کاہلی اور والیان ملک کی باہمی پھوٹ اور غارت گری نے ایجاد کی ہے۔ اس ایجاد کا سلسلہ سوداگری سے شروع ہو کر قیصریٰ تک پہنچا ہے۔ 1599ء اور 1877ء اور ملکہ الزبتھ اور ملکہ محتشمہ وکٹوریہ کو دیکھنا چاہیے کہ ایک ملکہ نے ایک سنہ میں تجارت کرنے کا ٹھیکہ دیا اور دوسری ملکہ نے دوسرے سنہ میں خطاب قیصری اختیار کیا۔

اس دربار قیصریٰ میں نواب سید کلب علی خاں بوجہ علالت شریک نہ ہو سکے مگر اپنی جانب سے ولی عہد سید مشتاق علی خان کو مع جنرل سید علی اصغر خاں کے اور مختصر ہمراہیوں کے دربار دہلی کو بھیجا۔ لارڈ لٹن صاحب وائسرائے نے نواب سید کلب علی خاں کا عذر قبول کیا اور نشان قیصریٰ جس پر نواب صاحب کا پورا نام مع خطاب لکھا ہوا تھا مرحمت کیا۔ بجائے تیرہ توپوں کے پندرہ توپوں کی سلامی مقرر ہوئی۔ اور 1878ء میں خطاب مشیر قیصرہ مزید ہوا۔ مگر یہ دونوں اعزاز آپ کی ذات سے متعلق رہے۔ 26 اگست 1878ء کو مسٹر ایڈورڈ صاحب

کمشنر وایجنٹ ریاست بحکم سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ رام پور میں آئے اور ایک دربار ترتیب دے کر تمغائے قیصرہ مرسلہ لارڈ لٹن صاحب وائسرائے کشور ہند پہنایا اور سند شاہی عطیہ جناب قیصرہ ہند دے کر آپ کے حسن انتظام کی تعریف کی۔

نواب کلب علی خاں کے انگریزوں سے وفاداری اور خیر خواہی کے اور کام

1... مارچ 1872ء کو نواب سید کلب علی خاں نے بتقریب صحت شاہزادہ ویلز بہادر ولی عہد ہند و انگلستان بڑا بھاری جشن کیا۔ جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ نے نہایت منت پذیری کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا۔

2... 15 جون 1879ء کو نواب صاحب نے فتح کابل کے متعلق ایک جشن کیا۔ ایک سو ایک توپ کی شاہی سلامی سر ہوئی۔ اور بذریعہ تار جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کو فتح کی مبارک بادی۔ 4۔ اگست کو سر جارج کوپر صاحب لفٹنٹ گورنر ممالک متحدہ نے جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی جانب سے خوشنودی کا اظہار کیا۔

3... 18 ستمبر 1882ء کو ایک ہزار بندوقیں مرسلہ لارڈ رپن صاحب وائسرائے کشور ہند صاحب ایجنٹ ریاست کے توسط سے رام پور میں پہنچیں یہ بندوقیں ٹوپی دار پرانی قطع کی اتری ہوئی تھیں گو کہ نواب صاحب نے پلٹن کے واسطے بقیمت طلب کی تھیں مگر وائسرائے نے نواب صاحب کی قیمتی خیر خواہیوں پر خیال فرما کر بلا قیمت عطا کیں۔

4... 21 مارچ 1884ء کو ڈیوک کیناٹ صاحب بہادر ترائی کے جنگل میں شکار کھیلنے آئے نواب صاحب نے 25 ہاتھی اور دوسرا سامان شکار اور خیمے

وغیرہ جنرل اعظم الدین خاں کے ہمراہ منڈیا گھاٹ بھیجے۔ جنرل صاحب نے بہت عمدہ طور پر شکار کھلایا۔ 28 مارچ تک آٹھ شیر مارے شہزادہ موصوف نواب صاحب اور جنرل صاحب کے کمال ممنون ہوئے اور عمدگی انتظام کی نسبت اپنی چٹھی مورخہ یکم اپریل 1884ء میں جو مقام میرٹھ سے نواب صاحب کے نام لکھی تھی اظہار توصیف کیا۔ بلکہ اس خوشنودی کے جلدو میں اپنی اور اپنی لیڈی صاحبہ کی تصویریں نواب صاحب کے واسطے صاحب ایجنٹ کی معرفت ارسال کیں۔

5... نواب صاحب نے ڈیوک البینی فرزند چہارم جناب ملکہ معظمہ وکٹوریہ کے قضا کرنے پر جن کا واقعہ 28 مارچ 1884ء کو ہوا تھا بذریعہ تار جناب ملکہ وکٹوریہ کی خدمت میں تعزیت ادا کی ایک روز تمام محکمہ جات ریاست اور بازاروں میں تعطیل اور ہڑتال رہی۔

6... 16 فروری 1887ء کو نواب صاحب نے بہ تقریب جشن جوبلی جناب ملکہ وکٹوریہ دربار کیا شاہی سلامی سر ہوئی شادیانے بجے۔ روشنی ہوئی آتش بازی چھوٹی، دو روز تعطیل رہی 29 قیدی رہا کیے گئے۔ نواب صاحب کی تمام کاروائیوں میں جوبلی کا جشن آخری کام تھا۔

(اخبار الصنادید ص160-167 ج2 مختصرًا)

قارئین حضرات! آپ نے پڑھ لیا کہ نواب کلب علی خاں بریلوی انگریزوں کا کتنا خیر خواہ وفادار اور انگریز نواز تھا جس کے عوض میں نواب کلب علی خاں کو انعامات خطابات انگریزوں سے ملے۔

دین محمد نے لکھا ہے:

حکام گورنمنٹ بھی آپ کی قوت انتظام و حسن تدبیر کو مانتے اور ان کی وفادارانہ دوستی کو قابل اعتماد سمجھتے تھے چنانچہ 1866ء میں آپ ایمپریل کونسل کے ممبر نامزد کیے گئے پھر 1870ء میں ڈیوک آف سدہر لینڈ کی ملاقات کے لیے آگرہ میں پورے اعزاز کے ساتھ مدعو کیے گئے پھر 1873ء میں حضور شہنشاہ ایڈ ورڈ ہفتم کے بزمانہ ولی عہدی ہندوستان میں تشریف آوری پر آگرہ میں ہز ہائیتس کو ''جی سی ایس آئی'' کا خطاب عطا ہوا اور دربار قیصریٰ 1877ء میں مشیر قیصر ہند کے اعزاز سے ممتاز فرمائے گئے آپ کے عہد میں حضور وائسرائے و کمینڈر انچیف رام پور آکر مہمان ریاست ہو کر مسرور ہوئے نواب صاحب ایک پکے دین دار پابند صوم و صلوٰۃ ہی نہیں بلکہ عاشق اسلام اور شیدائے رسول رئیس تھے۔

(یاد گار دربار 1911ء جلد دوم ص740، 741)

مولانا رحمان علی (مؤلف تذکرہ علمائے ہند فارسی)

مولوی رحمان علی کا اصلی نام محمد عبدالشکور بن حکیم شیر علی ہے۔ 1244ھ میں قصبہ نارہ عرف احمد آباد ضلع الٰہ آباد میں پیدا ہوئے ان کے والد اپنے زمانے کے بڑے فاضل اور حاذق طبیب تھے حکیم شیر علی کا انتقال رمضان 1256ھ میں ہوا اس وقت رحمان علی کی عمر تقریباً بارہ سال تھی اور قرآن کریم ختم کرنے کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز ہو چکا تھا فارسی کی تحصیل اپنے بڑے بھائی حکیم احسان علی (ف1294ھ، 1877ء) سے کی اس کے بعد اپنے زمانے کے

مشہور علماء و فضلا مثلاً مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی (ف1281ھ، 1864ء) قاری عبدالرحمن پانی پتی (ف1314ھ، 1896ء) مولوی محمد شکور مچھلی شہری (ف1300ھ، 1883ء) مولوی ثابت علی ساکن بہکا (1282ھ، 1865ء) مولوی سید حسین علی فتح پوری اور مولانا عبداللہ زید پوری سے کتب درسیہ پڑھیں۔

(تذکرہ علمائے ہند ص23، پیش لفظ)

(مولوی رحمان علی) خود لکھتے ہیں چاروں خاندانوں میں سلسلہ چشتیہ صابریہ کے ساتھ اجازت بیعت و خلافت مولانا حافظ حاجی محمد حسین عمری محب الٰہی الٰہ آبادی سے پائی ہے۔

(تذکرہ علمائے ہند ص201)

مولوی محمد حسین الٰہ آبادی کا تذکرہ علماء اہل سنت محمود احمد کانپوری بریلوی کے صفحہ نمبر246، 247پر موجود ہے۔

مولوی رحمان علی نے ایک کتاب مولد و قیام کے اثبات میں بھی لکھی ہے۔

(تذکرہ علمائے ہند ص202)

مولوی رحمان علی انگریزوں کے ملازم تھے اور انگریزوں کے بڑے خیر خواہ تھے اور وفادار تھے مولوی رحمان علی نے انگریزوں کی بڑی خدمت کی تھی اس وفاداری کے صلے میں مولوی رحمان علی کو انگریزوں کی طرف خطابات اور انعام میں جاگیر بھی ملی تھی۔

اس کی تفصیل مولوی رحمان علی کی اپنی زبانی سنیے :

18 ربیع الثانی 1267ھ ،1۔1850ء میں اپنے بڑے بھائی مولوی حکیم امان علی خاں مرحوم کے توسط سے ریاست ریواں پہنچا جب بابو رگھو راج سنگھ خلف الصدق ولی عہد مہاراجہ بشنا تھ سنگھ والی رایوں کے دربار میں آیا تو انہوں نے میرا نام پوچھا میں نے عرض کیا عبدالشکور فرمایا یہ لفظ ہماری زبان کو ثقیل معلوم ہوتا ہے تمہارا نام تمہارے بھائی کے ہم وزن رحمن علی ہے میں تسلیمات بجالایا اس روز سے اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

اس ریاست میں سفارت جے پور منصری فوج باغیوں کی تادیب جنہوں نے شاہراہ دکن کو مسدود کر دیا تھا دیوان ریاست کی پیشی، انتظام پرمٹ ڈپٹی مجسٹریٹی سول ججی اور مجسٹریٹی (درجہ اول) بر وقتاً فوقتاً مامور رہا اور 1884ء میں ریاست کی کونسل کا ممبر سیکرٹری کی حیثیت سے مقرر ہوا اور اسی عہدہ پر ممتاز ہوں۔16 فروری 1887ء میں قیصر ہند (ملکہ وکٹوریہ) کی جوبلی کے موقع پر گورنمنٹ ہند (انگریزی حکومت) کی بارگاہ سے خان بہادری کا خطاب عطا ہوا۔

ڈی۔ ڈبلو۔ کے بار صاحب بہادر پولیٹکل ایجنٹ و سپرنٹنڈنٹ ریاست کے مقام ریواں میں 22 اپریل 1887ء کو دربار عام میں منعقد فرمایا اور اپنی تقریر کے بعد گورنر جنرل بہادر کی مہر شدہ خطاب کی سند گورنمنٹ ہند (انگریزی حکومت) کی طرف سے اور چاندی کا عصائے چوبدار اور خلعت ریاست کی طرف سے اپنے دست خاص سے عنایت فرمایا۔ اس سے قبل 1278ھ ،2۔1861ء میں ریواں میں، میں نے ایک مسجد پتھر کی تعمیر کرائی جس کے مصارف مسجد کے

دیکھنے سے معلوم ہو سکتے ہیں اور وہ گاؤں جو دوامی معافی میں مجھے ریاست سے ملا تھا مسجد مذکورہ کے مصارف کے لیے وقف کر دیا۔

(تذکرہ علمائے ہند 200، 201)

پروفیسر محمد ایوب قادری بریلوی لکھتے ہیں:

اگر اس فہرست کو (تذکرہ علمائے ہند کی فہرست) کو بامعان نظر دیکھا جائے تو ان میں بیشتر شاہ ولی اللہ دہلوی کی مکتب فکر و خیال کے حامل اور ان کے احوال و نظریات کے مبلغ ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولوی رحمان علی شاہ ولی اللہ مکتب فکر سے کچھ زیادہ متفق نہیں ہیں اسی لیے ان علماء کے تراجم میں کوتاہ قلمی سے کام لیا ہے۔ سید احمد شہید اور جنگ آزادی 1857ء کی تحریک میں حصہ لینے والے علماء کو بھی قطعاً نظر انداز کر دیا گیا ہے شاید اس میں ریاست کی ملازمت اور سرکار انگلشیہ (انگریزی حکومت) سے تعلقات کی مصالح کو دخل ہو۔

(تذکرہ علمائے ہند اردو ص26 پیش لفظ محمد ایوب قادری)

مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولوی رحمان علی اپنے معاصر علمائے بدایوں بریلی سے حد درجہ متاثر تھے اس لیے افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ دوسرے اکابر اہل علم کے ساتھ انہوں نے وہ معاملہ نہیں کیا جو ایک غیر جانب دار تذکرہ نویس کا فرض ہوتا ہے۔ چنانچہ بعض حضرات کا تو سرے سے تذکرہ ہی نظر انداز کر دیا اور بعض کا ذکر بھی کیا تو بادل نخواستہ کیا۔ دو چار سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکے۔

(تذکرہ علمائے ہند اردو ص37 تعارف)

پیر سید جماعت علی شاہ علی پوری:

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ ابن سید کریم شاہ علی پوری 1841ء میں علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ (پنجاب) میں پیدا ہوئے آپ نجیب الطرفین ہیں اور سادات شیرازے حضرت سید محمد مامون المعروف بہ قطب شیرازی کی اولاد امجاد سے تھے آپ کا سلسلہ نسب 38 واسطوں سے حضرت سیدنا علی المرتضیٰ تک پہنچتا ہے۔ پیر سید جماعت علی شاہ قدس سرہ کا وصال 26 ذیقعدہ 26، 27 کی درمیانی شب 30 اگست 1951ء، 1370ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی شب کو ہوا۔
(تذکرہ اکابر اہل سنت ص113-117)

پیر سید جماعت علی شاہ نے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہیوں کو فتح کے تعویذ دیے۔ پیر جماعت علی شاہ انگریزی خواں طبقہ کو پسند کرتے تھے پیر جماعت علی شاہ نے جو انگریزی فوج میں مسلمان سپاہی تھے اور ترک مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے ان کو فتح کے تعویذ دیے۔

مولوی محمود احمد قادری بریلوی لکھتے ہیں:

آپ کی نظر عنایت انگریزی خواں طبقہ کی طرف زیادہ تھی۔
(تذکرہ علمائے اہل سنت ص74)

انگریزی ڈگریاں ناموں کے ساتھ لکھا کرو:

حضرت قبلہ عالم (پیر جماعت علی) رحمۃ اللہ علیہ انگریزی خواں متوسلین کو حکم دیتے تھے کہ اپنے ناموں کے ساتھ انگریزی ڈگریاں اور عہدے ضرور لکھا کرو تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ صوفیائے کرام کی جماعت میں جدید تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہیں ورنہ انگریزی دان لوگ عام طور پر ہمیں دنیوی علوم سے

ناواقف خیال کرتے ہیں ان کی ناواقفیت اور غلط فہمی دور کرنی بہت ضروری ہے۔

(سیرت امیر ملت ص235)

محمد فاروق قریشی نے لکھا ہے:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے مریدوں اور مقلدوں نے ان کے حکم و ارشاد کے مطابق عمل کیا اور بریلوی مکتب فکر کے علماء اکابرین نے بحیثیت جماعت آزادی کی تحریکوں سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھی اس کی شدید مخالفت کی اور انگریزوں کے ساتھ تعاون کیا پہلی جنگ عظیم 1914ء میں جب مسلمانوں کے خلاف طاغوتی طاقتیں شمشیر بکف تھیں تو حضرت پیر جماعت علی شاہ نے انگریزی فوج کے مسلمان سپاہیوں کو تعویذ دیئے تھے جسے انگریزی افواج کے مسلمان سپاہی اپنے بازؤں پر باندھتے تھے پیر صاحب کا دعویٰ تھا کہ تعویذوں کی برکت سے ترک افواج کی گولی برطانوی سپاہ پر اثر انداز نہیں ہو گی۔

(ولی خاں اور قرار داد پاکستان ص309)

ہفت روزہ الاعتصام لاہور 9 اگست 1957ء کے شمارہ میں لکھا ہے:

یہ سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ علی پور کے پیر جماعت علی شاہ تک برابر چلتا رہا انہوں نے انگریزی فوج کے ان سپاہیوں کو فتح کے تعویذ دیئے جو ترکی کے مسلمانوں کے خلاف لڑ رہے تھے اور بغداد میں حضرت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے روضہ پر بم باری کر رہے تھے۔ ان کے عمل و کردار کی عجائب کاریاں ملاحظہ ہوں کہ یہاں تو یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ کا وظیفہ پڑھتے پڑھتے ان کی زبانیں خشک ہو ہو جاتی ہیں اور وہاں اس انگریزی سپاہ کو فتح و نصرت

کے تعویذ دیتے ہیں جو حضرت شیخ کے روضہ پر بمباری کرتے ہیں۔

(الاعتصام 9 اگست 1957ء)

جانباز مرزا نے لکھا ہے:

پہلی جنگ عظیم میں بھی کچھ مریدان باصفا نے ایسی ہی غلطی کی تھی کہ انگریز کی فوج میں بھرتی ہو کر ترکوں پر فتح حاصل کرنے کے لیے پیر کے آستانے سے اس نیت سے تعویذ حاصل کیے تھے کہ ہماری گولی ترکوں کے سینے پر لگے مگر ہم محفوظ رہیں اور فتح انگریز کی ہو۔ نیز پنجاب کے پیران عظام نے دعائیں کیں کہ ''یا اللہ! جرمن کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں۔''

(تحریک مسجد شہید گنج ص130، 131)

پیر سید جماعت علی شاہ کی زبانی سنیے:

تحریک شہید گنج کے امیر منتخب ہونے کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحب نے 15 ستمبر کو پہلی مرتبہ لاہور میں ہزارہا عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

انگریز کو ہمارے ملک میں آئے ہوئے چھیاسی سال کا عرصہ ہو چکا ہے اس عرصے میں مسلمانوں کی ایک درخواست بھی منظور نہیں کی گئی ہم نے حکومت سے ہمیشہ وفاداری کی اور کسی قسم کی بغاوت نہیں کی اور نہ ہم ایسا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے حکومت کی خاطر اپنے ترک بھائیوں پر گولیاں چلائیں اور انگریزوں کو فتح دلائی جس کا بدلہ ہمیں اس صورت میں دیا جارہا ہے کہ ہماری مسجدوں کو گرایا جاتا ہے۔ بادشاہ والد کی جگہ اور رعیت بجائے اولاد ہوتی ہے، آج تک کسی باپ نے بیٹے کا گلہ نہیں کاٹا۔ جو باپ ہو کر بیٹے کا گلہ کاٹے وہ بادشاہ نہیں ہوتا۔

(روزنامہ انقلاب لاہور 17 ستمبر 1935ء بحوالہ کاروان احرار جلد دوم ص271)

ماخذ و مراجع

جن کتب سے اس کتاب کی تیاری میں مواد اور اقتباسات لیے گئے ہیں ان کے نام قارئین کے استفادہ کے لیے یہاں لکھے جاتے ہیں۔

☆ گلدستہ توحید
☆ مطالعہ بریلویت مکمل
☆ رسائل چاندپوری مکمل
☆ رضاخانی مذہب
☆ مناظرے اور مباحثے
☆ آپ کے مسائل اور ان کا حل مکمل
☆ فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی حقیقت
☆ آنکھوں کی ٹھنڈک
☆ ازالۃ الریب
☆ دل کا سرور
☆ راہ سنت

فرقہ بریلویہ کے تعارف کے لیے کتب

قارئین کرام! اس باب میں ہم آپ کی سہولت کے لیے اہل بدعت کے متعلق کچھ کتابوں کے نام لکھ دیتے ہیں۔ اگر آپ مزید معلومات چاہتے ہیں تو ان کی طرف رجوع فرمائیں۔

(1) فتوی میلاد شریف۔ مولانا احمد علی سہارنپوری

(2) فتوی میلاد شریف۔ مولانا رشید احمد گنگوہی

(3) جہد المقل۔ مولانا محمود حسن دیوبندی

(4) البراہین القاطعۃ علی ظلام الانوار الساطعۃ المقلب بالدلائل الواضحۃ علی کراہۃ المروج من المولود والفاتحۃ۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(5) المہند علی المفند المعروف التصدیقات لدفع التلبسیات مع ترجمہ ماضی الشفرتین علی خادع اہل الحرمین مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(6) تنشیط الاذہان۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری

(7) بسط البنان۔ مولانا اشرف علی تھانوی

(8) تغییر العنوان۔ مولانا اشرف علی تھانوی

(9) الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب۔ مولانا حسین احمد مدنی

(10) دلیل الخیرات فی ترک المنکرات۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی

(11) خیر الصلات فی حکم الدعاء للاموات۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی

(12) النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی

(13) تحفہ لاثانی بر فرقہ رضاخانی۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی

(14) نصرت آسمانی بر فرقہ رضاخانی۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی

(15) فتح حقانی بر فرقہ رضاخانی۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی

(16) سوط الابرار بجواب کاشف الاسرار۔ مولانا عبدالغنی پٹیالوی

(17) الجنۃ لاہل السنۃ بجواب التحقیقات لدفع التحریفات۔ مولانا عبدالغنی پٹیالوی

(18) تزکیۃ الخواطر عما القی فی امنیۃ الاکابر۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(19) توضیح البیان فی حفظ الایمان۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(20) النعل المعکوس علی الاضر المنکوس المعروف بہ احدی التسعۃ والتسعین علی الواحد من الثلاثین۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(21) انتصاف البری من الکذاب المفتری۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(22) الختم علی لسان الخصم۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(23) تحذیر الابرار عن مناکحۃ الفجار (معرف بہ) الکوکب الیمانی علی اولاد الزوانی۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(24) اسکات المعتدی۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(25) شکوہ الحاد ملقب بہ لزام علی اللئام المسمی بہ کفر وایمان کی کسوٹی۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(26) سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(27) توضیح المراد لمن تخبط فی الاستمداد (ملقب بہ) القیامۃ الصغری علی من یقدم رجلا ویوخر الاخری۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(28) السحاب المدرار فی توضیح اقوال الاخیار۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(29) اعلان لدفع البغی والطغیان۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(30) بئس المہاد لمن یخلف المیعاد (المقلب بہ) الیوم الموعود علی ناکث العہود۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(31) الطامۃ الکبریٰ علیٰ من کذب وتولی۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(32) الطین اللازب علی الاسود الکذب المقلب بالفتح المبین علی اعداء الاسلام والمسلمین مع ضمیمہ تکمیل الفتح یعنی واقعہ بلند شہر۔ سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(33) السوء النقم علی مکفر نفسہ من حیث لایعلم المعروف بہ ردالتکفیر علی الفحاش الشنظیر۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(34) شکوہ الحاد نمبر 2۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(35) نار العضا فی جوانح الرضا۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(36) قطع الوتین ممن تقول علی الصالحین (المقلب بہ) قطع اللسان من الخان الخوان۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(37) السیل علی الجبعیل۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(38) الکفر المتبہین فی الصریح المتعین المقلب علم و جہالت کی کسوٹی۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(39) حبل من مسد فی جید والد وما ولد۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(40) کالا کافر۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(41) چپ شاہ بریلوی گرفتار۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری

(42) النعل الاکبر۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(43) نوہزاری اشتہار۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(44) آخری اتمام حجت۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(45) بریلوی مجدد سے مناظرہ۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(46) القسورۃ علی الحمیر المستنفرۃ۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(47) مولوی عبدالغنی صاحب رامپوری اور نوہزار کی ہوس خام۔
مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(48) تحذیر الاخوان عن رضاءالشیطان۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(49) جیسی روح ویسے فرشتے۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(50) تہدید المنکرین لقدرۃ رب العالمین۔ مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری

(51) کوکب الیمانین علی الجعلان والخراطین۔
حافظ حسین احمد و کبیر احمد و عبدالودود۔

(52) سیف یمانی بر مکائد فرقہ رضاخانی۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(53) معرکۃ القلم المعروف فیصلہ کن مناظرہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(54) روئیداد مناظرہ بریلی المعروف فتح بریلی کا دلکش نظارہ ملقب بہ
رضاخانیت پر فیصلہ کن حملہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(55) صاعقہ آسمانی اول روئیداد مناظرہ ضلع نینی نال۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(56) صاعقہ آسمانی دوم روئیداد مناظرہ علم غیب۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(57) بارقہ آسمانی ضمیمہ صاعقہ آسمانی حصہ دوم۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(58) ستہ ضروریہ اس میں چھ مسئلوں کی شرعی تحقیق بیان کی گئی ہے۔
(1)علم غیب، (2)توسل،(3)استعانت لغیر اللہ، (4)عرس،
(6)سماع مزامیر، (6)نذر لغیر اللہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(59) سایہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

(60) مومن کی پہچان از روح قرآن (اسلامی توحید)۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(61) وہابی کی پہچان۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(62) ہدایات قادریہ اور ہماری گیارہویں شریف۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(63) حاضر و ناظر۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(64) تیجہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(65) بوارق الغیب علی من ید عی لغیر اللہ علم الغیب حصہ اول، دوم۔ اس کا دوسرا نام مسئلہ علم غیب کا قرآنی فیصلہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(66) حضرت شاہ اسماعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات۔
مولانا محمد منظور نعمانی

(67) شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علماء حق۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(68) عقیدہ علم غیب۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(69) تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی اور بریلوی حضرات۔
مولانا محمد منظور نعمانی

(70) امعان النظر فی اذان القبر۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(71) جہنم کی بشارت بجواب پیغام موت۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(72) فتوحات نعمانیہ (مختلف مناظروں کی روئدادیں)۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(73) تنزیۃ الالہ السبوح بجواب سبحان السبوح۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(74) احکام النذر الاولیاء اللہ و تفسیر وما اہل بہ لغیر اللہ۔ مولانا محمد منظور نعمانی

(75) عبارات اکابر۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

اس کتاب میں مولانا احمد رضا خاں کے علمائے اہل سنت پر لگائے گئے الزامات کے جوابات دیے گئے ہیں اور دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ علمائے اہل سنت کی جو مولانا احمد رضا نے تکفیر کی ہے وہ درست نہیں۔

(76) ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر یہ مسئلہ علم غیب پر سب سے بڑی کتاب ہے۔

(77) اظہار العیب فی کتاب اثبات علم غیب۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔ یہ کتاب ازالۃ الریب کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب اثبات علم غیب کا جواب ہے۔

(78) تبرید النواظر فی تحقیق مسئلہ حاضر و ناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔ یہ مسئلہ حاضر و ناظر پر فیصلہ کن کتاب ہے۔

(79) تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔ یہ کتاب تبرید النواظر کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب تنویر الخواطر کا جواب ہے۔

(80) دل کا سرور تحقیق مسئلہ مختار کل۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(81) راہ ہدایت بجواب نور ہدایت۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صفدر یہ کتاب دل کا سرور کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب کا جواب ہے۔

(82) نور و بشر۔ افادت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔ مرتب محمد فیاض خان سواتی

(83) گلدستہ توحید (تحقیق مسئلہ استعانت لغیر اللہ)۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(84) ملا علی قاری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(85) تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر
بریلویوں کی تفسیر خزائن العرفان پر تیرہ مقام پر تنقید ہے۔

(86) راہ سنت (رد بدعات)۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر

(87) درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔ اس رسالہ میں اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے متعلق تحقیق کی گئی ہے۔

(88) حکم الذکر بالجہر بجواب ذکر بالجہر حصہ اول۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔ غلام رسول سعیدی کے رسالے ذکر بالجہر کا جواب ہے۔

(89) اخفاء الذکر بجواب ذکر بالجہر حصہ دوم۔ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صفدر۔ سعیدی نے حکم الذکر بالجہر کا جو جواب لکھا تھا یہ اس کا جواب ہے۔

(90) باب جنت بجواب راہ جنت۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر
(91) مطالعہ بریلویت 8 جلدیں۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن
(92) شاہ اسماعیل شہید۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن
(93) نماز کا مقام توحید۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن
(94) علم جنات وملائکہ۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن
(95) عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود
(96) مقدمہ تحذیر الناس۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن
(97) تقدیس الحرمین۔ علامہ ڈاکٹر خالد محمود ایم اے پی ایچ ڈی لندن
(98) حالات وکمالت اعلیٰ حضرت۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
(99) کوا حلال ہے بریلوی حضرات کا فتویٰ۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
(100) نذر لغیر اللہ حرام ہے بریلوی حضرات کا فتویٰ۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
(101) بریلوی حقائق بجواب دیوبندی حقائق۔ مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی
(102) رضاخانی مولویوں کی دربار رسالت میں گستاخیاں۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی
(103) اربعین۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی
(104) التحقیق النادر فی مسئلۃ الحاظر وناظر۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی
(105) تیجہ شریف۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی
(106) مناظرہ شیفلنڈ۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی
(107) بریلوی ملاؤں کا ایمان۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی
(108) گستاخان مصطفی کی خانہ تلاشی۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(109) سیف نعمانی علی عتق نورانی۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(110) بریلوی مذہب۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(111) بشریت کا منکر کافر ہے۔ مولانا محمد رمضان نعمانی

(112) تحقیق مذاہب۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(113) مکالمہ حقانی باطائفہ رضاخانی۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(114) اربعین پیامی۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(115) حقائق علم غیب۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(116) کفر وایمان کی کسوٹی۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(117) ضیاء العقائد۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(118) فتاویٰ اعلیٰ حضرت۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(119) اسلامی عقیدے۔ مولانا محمد مطیع الحق دیوبندی

(120) عقائد اہل السنت والجماعت۔ مفتی عبدالشکور ترمذی

(121) علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی۔ مولانا محمد سعید الرحمن علوی

(122) ایک مناظرہ جو ہو نہ سکا۔ انور محمود صدیقی

(123) سیف رحمانی علی عنق رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(124) ہدیہ رحمانی الیٰ فرقہ رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(125) مناظرہ دوکوٹہ۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(126) مشرف رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(127) مسلک رضاخانی۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(128) نور بشر کے لباس میں۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(129) رحمانی کی للکار رضا خانی کا فرار۔ مولانا محمد یوسف رحمانی

(130) فیصلہ خصومات از محکمہ دار القضاۃ مصنف کا علم نہیں

(131) آئینہ رضا خانیت۔ مرتب نا معلوم

(132) دیوبند سے بریلی تک۔ مولانا ابوالاوصاف رومی

(133) پیغام توحید و سنت۔ علامہ ضیاء الرحمن فاروقی

(134) انکشاف حق۔ مفتی خیل احمد برکاتی

(135) بلعروۃ الوثقیٰ 3 جلد۔ مولانا محمد دین لاہوری

(136) الجہاد فی سبیل اللہ۔ مولانا محمد دین لاہوری

(137) اعلاء کلمۃ اللہ۔ مولانا محمد دین لاہوری

(138) نور و بشر۔ مولانا محمد دین لاہوری

(139) باطل فرقہ پرستوں کی تجارت۔ مولانا محمد دین لاہوری

(140) فضل الخطاب۔ مولوی ابو رحمت سعید

(141) مقامع الحدید علی کذاب العنید۔ مولانا محمد حنیف رہبر مبارک پوری

(142) بریلوی فتوے۔ مولانا نور احمد

(143) فصل الخطاب فی تحقیق مسئلۃ الغراب۔ مولانا محمد نصیر الدین میرٹھی

(144) قاصمۃ الظہر فی بلند شہر۔ عبدالغنی خورجوی

(145) حکایت مہر و وفا۔ سید نفیس الحسینی شاہ صاحب

(146) تحریک پاکستان اور بریلویوں کا کردار۔ انوار احمد ایم کام

(147) آئینہ بریلویت۔ انوار احمد ایم کام

(148) تجلیات انوار معین۔ مولانا معین الدین اجمیری

(149) البرہان فی رد البہتان۔ مصنف نا معلوم

(150) سیف علی بر گردن غوی۔ منشی علی محمد

(151) حق کی کسوٹی (شرک و بدعت پر تحریری مناظرہ)۔ مصنف نا معلوم

(152) کشف الافساد بجواب نہایت الارشاد۔ مصنف نا معلوم

(153) نئے مجدد کا نیا ایمان۔ مصنف نا معلوم

(154) درس توحید۔ حافظ سراج الدین جودھپوری

(155) ترغیم حزب الشیطان۔ بتصویب حفظ الایمان۔

(156) بشریت و رسالت۔ سید محمد انور جیلانی

(157) تحفہ میلاد۔ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی

(158) فاضل بریلوی کے فقہی مقام کی حقیقت۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں

(159) نقد و تبصرہ بر کنز الایمان و خزائن العرفان۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں

(160) رضا خانی امت اپنے آئینہ میں۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی

(161) بریلویت اپنی تحریروں کے آئینہ میں۔ مولانا عبدالرؤف فاروقی

(162) اعلیٰ حضرت کے باغی۔ مولانا ابو وسیم سید محمد سلیم

(163) پاگلوں کی کہانی۔ مولانا فاضل

(164) رضا خانی دین۔ مفتی محمد سعید

(165) میزان الحق۔ پیر جی سید مشتاق علی شاہ

(166) بدعت اور اہل بدعت اسلام کی نظر میں۔ مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی

(167) ختم مرسومہ۔ مولانا خیر محمد جالندھری

(168) سیف حقانی۔ ابو ناصر محمد عمر قریشی

(169) بریلوی مذہب اور اسلام۔ مولانا ابو انور کلیم

(170) اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ اول۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی

(171) صدائے حق۔ مولانا محمد یعقوب مظاہری

(172) کنز الایمان کا تنقیدی جائزہ۔ مولانا محمد اقبال نعمانی

(173) بریلوی ترجمہ قرآن کا علمی تجزیہ۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی

(174) محاسن موضح القرآن۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی

(175) تحفۃ الموحدین۔ قاضی عبید اللہ نقشبندی

(176) دھماکہ بجواب زلزلہ۔ مرتب نامعلوم

(177) بریلویوں کا چالیسواں۔ مرتب نامعلوم

(178) شیطان کا واویلا۔ حافظ محمد اقبال

(179) پڑھتا جا شرماتا جا۔ حافظ عبد الرشید

(180) بریلویوں کی مذہبی خودکشی۔ مولانا محمد موسیٰ

(181) تحقیق مسئلہ بشریت۔ مولانا بشیر احمد جالندھری

(182) افضل البشر۔ مولانا غلام علی

(183) انکشاف بریلویت۔ایک سابق بریلوی کے قلم سے

(184) توحید اور شرک کی حقیقت۔ مولانا نور الحسن شاہ بخاری

(185) بشریت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا نور الحسن شاہ بخاری

(186) زلزلہ در زلزلہ۔ قاضی شمس الدین نقشبندی

(187) بریلوی فتنہ کا نیا روپ بجواب زلزلہ۔ مولانا عارف سنبھلی

(188) انکشافات بجواب زلزلہ

(189) دعوت مباہلہ اور شاہ احمد نورانی کا فرار۔ مولانا امیر علی قریشی

(190) بہتان عظیم۔ مولانا امیر علی قریشی

(191) تکفیری افسانے۔ مولانا نور احمد

(192) ضیاء الحق بجواب اغلاط جاء الحق۔ مولانا محمد موسیٰ لودھراں

(193) آئینہ صداقت۔ پروفیسر روحی

(194) چہل مسئلہ حضرات بریلویہ۔ پروفیسر رحیم بخش

(195) تلبیسات کنز الایمان۔ مولانا عبد المعبود

(196) بریلوی مذہب۔ قاضی کفایت اللہ میانوی

(197) بریلویت سنت؛بدعت کی روشنی میں۔ مولانا مقصود احمد جالندھری

(198) آئینہ مذہب بریلویہ۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی

(199) القول الفصل فی حکم الاحتفال بمولد خیر الرسل۔اسماعیل محمد الانصاری

(200) براہین اہل سنت حصہ اول۔ مولانا دوست محمد قریشی

(201) بشریت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولانا عبد السلام

(202) سنت و بدعت اکابر صوفیا کرام کی نظر میں۔ مفتی محمد شفیع

(203) مسلک علمائے دیوبند۔ قاری محمد طیب

(204) علمائے دیوبند کا مسلکی مزاج اور ان کا دینی رخ۔ قاری محمد طیب

(205) علم غیب۔ قاری محمد طیب

(206) الکلام الموزون فی صلٰوۃ الجنازۃ علی الوجہ المسنون
و قویم الصراط علیٰ مسئلۃ الاسقاط۔ سید لعل شاہ بخاری

(207) بشریت رسول۔ سید لعل شاہ بخاری

(208) تسکین السائل عن خمس مسائل۔ سید لعل شاہ بخاری

(209) تحقیق الدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ اول دوم۔ مولانا عبد العزیز کھیبکے

(210) مروجہ میلاد شریف۔ قاری عبد الرشید

(211) عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین۔ مولانا حسین احمد نجیب

(212) اہل سنت کی پہچان۔ مولانا محمد سرفراز خان صفدر

(213) رجب المرجب کے کونڈوں کی کتاب۔ مولانا محمود الحسن بدایونی

(214) تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند۔ مولانا اکبر شاہ بخاری

(215) تحریک پاکستان اور علمائے ربانی۔ منشی عبد الرحمن خان

(216) گستاخان رسول کون؟ حافظ محمد اقبال

(217) برصغیر پاک وہند کی شرعی حیثیت۔ ڈاکٹر ابو سلمان سندھی

(218) تحریک پاکستان کے حامی اور مخالف دونوں مذہبی
طبقوں کا موقف ایک نظر میں۔ سید امیر علی قریشی

(219) چراغ سنت ۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(220) الصلوٰۃ والسلام ۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(221) حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(222) اصدق الخبر فی اذان القبر ۔ مولانا سید فردوس علی شاہ

(223) شرح فیصلہ ہفت مسئلہ ۔ مفتی جمیل احمد تھانوی

(224) فاضل بریلوی کا حافظہ ۔ انوار احمد

(225) بریلی کا نیا دین ۔ مولانا ریحان الدین خان قاسمی

(226) تنقید الفاصل علی قائل الحاضر والناظر ۔ مولانا محمد فاضل

(227) نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں ۔ عبد الرشید ارشد

(228) اتمام البرہان فی رد توضیح البیان ۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خاں صفدر ۔ تنقید متین کے جواب میں جو کتاب لکھی گئی تھی یہ اس کا جواب ہے ۔

(229) چہل مسئلہ ۔ مولانا صوفی عبد العزیز

....

قارئین کرام ! یہاں پر اس موضوع سے متعلق تمام کتابوں کے نام لکھنا ہمارا مقصد نہیں اور نہ یہ ہمارے بس میں ہے ۔ رد بریلویت پر صرف مولانا سرفراز خان صفدر کی کتابیں اور علامہ خالد محمود کی مطالعہ بریلویت کی آٹھ جلدیں آپ کے لیے کافی رہیں گی ۔ ان شاء اللہ العزیز

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب